إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

دنیائے اسلام کے اردو تاریخی سلسلے میں سب سے پہلی کتاب جو تاریخ عالم کی مختلف شاخوں میں بے نظیر
نہیں لکھی گئی اور جسکے مطالعہ کیلئے شائقین [illegible] ایک حصہ [illegible]

حیات ولی

جس میں

دنیا کے نامور و مشہور فاضل عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی کی تاریخی زندگی کے تمام اتفاقات کے علاوہ آپکے اجداد عظیم الشان خاندان
کے تقریباً آٹھ سو عزیز ممبروں کی لائف نہایت فصاحت و خوبی کیساتھ دلچسپ اور
لطیف عبارت میں لکھی گئی ہے جسپر دو سو سال بلکہ اس سے بہت زیادہ زمانہ سے
تاریخی روشنی چمک رہی ہے

[illegible] [illegible]

مصنفہ

جناب فاضل اجل عالم اکمل مولانا مولوی محمد رحیم بخش صاحب [illegible]

تحت دائرہ راجی الی الرحمۃ خادم صوفیائے عظام و علمائے کبار میرزا عبد الغفار مالک افضل المطابع [illegible]

افضل المطابع واقع دہلی میں بحسن [illegible]

فہرست مضامین کتاب حیات ولی

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
[illegible]		[illegible]		[illegible]	

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
شیخ وجیہ الدین عہد عالمگیر میں ایک فوجی عہدے پر ممتاز تھے ۔ ۔ ۔ ۔	۳۸	کی خونخوار جنگ	۴۹	شیخ عبد الرحیم کا والد بزرگوار کے انتقال کے بعد صبر و استقلال۔ خاتمہ باب	۶۶
شیخ وجیہ الدین کا سید حسین کے ساتھ قصبہ داسنی کی طرف جہاد کیلئے تشریف لیجانا اور آسوی کے حکمران کا شکست کھانا	۳۹	معرکہ جنگ کی کیفیت شاہ شجاع کی ہزیمت	〃	دوسرا حصہ	
سید حسین کے دربار میں [illegible]	۴۰	شاہ شجاع کی طرف سے از سر نو حملہ شیخ وجیہ الدین کا استقلال ۔ ۔ ۔	۵۰	تمہید پہلا باب ۔ ۔ ۔ ۔	۶۶
شیخ وجیہ الدین کا سید حسین کی بیعت میں مالوہ کے ایک باغی صوبہ پر لشکر کشی کرنا ۔ ۔ ۔ ۔	۴۰	عین معرکہ جنگ میں آپ کی پرجوش نماز اور اسکا اثر ۔ ۔ ۔ ۔	۵۱	شیخ رفیع الدین محمد کے واقعات اور آپکے فضل و کمال ۔ ۔ ۔ ۔	۶۸
میدان جنگ اور مقتولوں کا نظارہ	۴۱	شیخ کی شجاعانہ کارروائی سے عالمگیر کی فتح ۔ شاہ شجاع کی ہزیمت اور شکست کا ذکر ۔ ۔ ۔ ۔	۵۲	جناب خواجہ محمد باقی کی نسبت [illegible] کا ذکر شیخ رفیع الدین محمد پر [illegible] شیخ کا ازدواج ثانی ۔ ۔ ۔	۶۹
سید حسین اور حکمران مالوہ کا مباحثہ اور شیخ وجیہ الدین کا اسکو قتل کرنا ۔ ۔	۴۲	عالمگیر کی خدا شناسی ۔ ۔ ۔ ۔	۵۳	شیخ رفیع الدین محمد اور خواجہ محمد باقی کے ولی تعلقات کی چند مثالیں ۔ ۔ ۔	۷۰
شیخ وجیہ الدین کی شجاعت کا ایک اور تجربہ	〃	شیخ کی بے مثل شجاعت کا ایک واقعہ	۵۴	شیخ رفیع الدین محمد کی ولادت کا ایک عجیب واقعہ ۔ ۔ ۔ ۔	۷۱
شیخ وجیہ الدین کی جرأت و دلیری ۔ ۔	۴۳	شیخ کا رعب ۔ شیخ کی تیغی و دست قوت	۵۵	شیخ کے تقدس کی ایک مثال ۔ ۔ ۔ ۔	۷۱
تیر جنگ میں شیخ کو بڑی مہارت تھی	〃	شیخ کی ذہانت و یادداشت ۔ ۔ ۔	۵۶	شان فقیری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۷۲
شیخ وجیہ الدین کی شجاعت کی ایک اور حیرت انگیز مثال ۔ ۔ ۔	〃	شیخ کی ظرافت و بذلہ سنجی ۔ ۔ ۔ ۔	۵۷	شیخ کے اخلاق ۔ شیخ کی مروت کا ایک نہایت ہی دلچسپ واقعہ ۔ ۔ ۔ ۔	۷۴
عظیم الشان جنگ اور ایک نہایت حیرت انگیز اور خطرناک سین ۔ ۔ ۔ ۔	۴۴	شیخ کے پر جلال واقعات کی نسبت شیخ کی رائے ۔ ۔ ۔ ۔	۵۸	شیخ کی خدا ترسی کی ایک مثال ۔ ۔ ۔ ۔	۷۵
سید مالوہ کی شکست اور شیخ وجیہ الدین کی فتح ۔ شیخ کی عظمت و بزرگی ۔ ۔ ۔	۴۵	شیخ کے عام اخلاق و عادات علم و فضل	۵۹	شیخ کے آباو اجداد کا شجرہ نسب ۔ ۔	۷۵
شیخ اور سید حسین میں اتحاد و محبت ۔ ۔	۴۵	شیخ کا کلام الٰہی سے عشق ۔ ۔ ۔ ۔	۶۱	شیخ محمد طاہر اور ان کا خاندان ۔ ۔ ۔	۷۶
ایک اور عجیب واقعہ ۔ ۔ ۔ ۔	۴۶	شیخ کے ازدواج و اولاد کی تفصیل ۔ ۔ ۔	۶۱	شیخ محمد طاہر کی تعلیم۔ آپکا تحصیل علوم کے لیے وطن سے نکلنا۔ تحصیل علوم کیلئے موضع بہادرین جانا ۔ ۔ ۔	۷۶
شیخ کی دلسوزی و مہربانی کی مثال ۔ ۔	۴۷	شیخ ابو الرضا محمد اور شیخ عبد الرحیم کا علمی سوانح۔ شیخ کی شہادت اور اسکا ذکر	۶۲	آپکے عام اخلاق۔ آپ کی شادی کا ذکر اور آپکا انتقال ۔ ۔ ۔ ۔	۷۷
شیخ کے وجد اور انکے [illegible] کی مثال ۔ ۔	۴۷	شیخ کی شب بیداری کے واقعات ۔ ۔	۶۳	شیخ حسن صاحب۔ آپ کی تعلیم ۔ ۔ آپ کی تربیت۔ اور آپکے علمی اقتدار	۷۸
محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کو [illegible] شکست نماز کا تذکرہ ۔ ۔ ۔ ۔	۴۸	انکا شہادت کیلئے دعا کرنا ۔ ۔ ۔	۶۳	شیخ حسن کا سید ابراہیم شاہ کی مریدی میں آنا شیخ کے [illegible] ابراہیم شاہ کا [illegible]	۷۸
شیخ وجیہ الدین کا دربار عالمگیری میں [illegible] عالمگیر کی تخت نشینی ۔ عالمگیر کے بھائی شاہ شجاع کا خروج ۔ عالمگیر اور شاہ شجاع	۴۹	شیخ کا دکن کی طرف سفر کرنا۔ اثناے راہ میں ایک قافلہ سے ملاقات اور اسے اپنی صحبت میں رکھنا ۔ ۔ ۔	۶۴	شیخ حسام الدین کا مجمل ذکر ۔ ۔ ۔ ۔	۸۰
		راہزنوں کے ایک جاسوس کا قافلہ میں شامل ہونا۔ راہزنوں کا قافلہ کی غارتگری کیلئے آنا۔ شیخ کا راہزنوں سے مقابلہ کرکے شہادت پانا ۔ ۔ ۔ ۔	۶۵		

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
شیخ قطب العالم کی محفل خیری ۔۔۔	۷۵	شاہ ولی اللہ صاحب کے ۔۔۔	۹۰	شیخ عبد الرحیم صاحب کی ولادت	۱۱۳
شیخ علاؤ الحق کے حالات ۔۔۔	۔	شیخ محمد کی ولادت و بچپن کی تعلیم	۹۱	[illegible]	
شیخ اسراف الدین اودھی کا ذکر ۔۔۔	۔	[illegible]		[illegible]	
[illegible]		کے عام اخلاق و عادات ۔۔۔	۹۲	[illegible]	۱۱۴
[illegible]	۔	[illegible]		[illegible]	
[illegible]	۸۱	[illegible]		[illegible] ۔۔۔	
[illegible]	۔	[illegible]		[illegible]	
[illegible]		[illegible]	۹۳	[illegible]	
[illegible]		[illegible]	۹۵	[illegible]	۱۲۰
۔۔۔	۸۲	[illegible]		[illegible]	۱۱۹
شیخ محمد [illegible] ۔۔۔	۸۲	[illegible]	۹۸	[illegible]	
[illegible] ۔۔۔	۸۲	[illegible]	۹۹	[illegible]	
[illegible]		[illegible]	۱۰۰	[illegible] ۔۔۔	۱۲۱
[illegible]	۸۳	[illegible]		[illegible]	
[illegible] ۔۔۔	۔	[illegible]	۱۰۱	[illegible]	
[illegible] ۔۔۔	۸۴	[illegible]		[illegible] ۔۔۔	۱۲۲
[illegible]		[illegible] ۔۔۔	۱۰۳	[illegible]	
[illegible] ۔۔۔	۸۵	شیخ محمد کی تاریخ انتقال ۔۔۔	۱۰۵	[illegible]	۱۲۳
[illegible]		[illegible]		[illegible]	
عادات و اخلاق ۔ شیخ کا انتقال	۸۶	[illegible] ۔۔۔	۔	[illegible]	
[illegible] ۔۔۔	۸۷	[illegible] ۔۔۔	۱۰۶	[illegible]	۱۲۵
[illegible]		[illegible] ۔۔۔	۔	[illegible]	
[illegible] کیفیت	۸۸	[illegible]	۱۰۷	[illegible]	
[illegible]	۸۹	[illegible] ۔۔۔	۔	[illegible]	
[illegible]		[illegible] ۔۔۔	۱۰۸	[illegible] ۔۔۔	۔
[illegible] ۔۔۔	۔	تیسرا حصہ		[illegible]	
[illegible]	۔	[illegible] ۔۔۔	۱۰۹	[illegible]	۱۲۸
[illegible] ۔۔۔	۹۰	[illegible]	۔	[illegible]	۔
باب دوم		باب اول		[illegible]	
[illegible]		[illegible]	۱۱۲	[illegible]	۱۲۸

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
شیخ عبد الرحیم صاحب کے پیر جناب حافظ		عطا کرنیکی کیفیت ۔۔۔	۱۴۲	شیخ کی صحبت کا اثر ۔۔۔	۱۶۵
سید عبد اللہ قدس سرہ کے مختصر حالات	۱۲۹	شیخ عبد الرحیم کی اہل اللہ اور مجذوبوں		شیخ کے ملفوظات کی فہرست ۔۔	۱۶۶
سید عبد اللہ کا ابتدائی زمانہ ۔۔۔	۔	سے ملاقات ۔ آپ کی ایک مجذوب سے ملاقات	۱۴۴	شیخ کے مکتوبات پر مولف کی رائے	۱۷۳
سید عبد اللہ کا شیخ آدم کی خدمت		آپ کا موضع سیروانہ میں تشریف لے		شیخ کی [illegible] ۔۔۔	۱۷۴
میں پہنچنا اور انکی کا ستہ خدمت کرنا	۱۳۰	جانا اور وہاں ایک مجذوب سے ملنا	۱۴۵	شیخ کی اولاد کا مجمل ذکر ۔۔۔	۱۷۵
سید عبد اللہ کا شیخ آدم کی صحبت و		شیخ عبد الرحیم صاحب کے عام اخلاق و		شیخ کا انتقال ۔۔۔	۔
خدمت میں تشریف لیجانا ۔۔۔	۔	عادات اور فضل وکمال ۔ شیخ کی صرف		ابتدائی مرض کی کیفیت اور شیخ کے	
سید عبد اللہ کی خوش لحنی آپکے باطنی		و نحو، آپکی حدیث و فقہ، تفسیر دانی	۱۴۷	انتقال کی تاریخ ۔۔۔	۱۷۶
تصرفات کی عجیب و غریب مثالیں	۱۳۱	شیخ عبد الرحیم کے علم حدیث کی اشاعت		باب دوم	
بزرگ سید کا انتقال انکی وصیت	۱۳۲	پر ایک فاضل اجل کا ریویو ۔۔۔	۱۴۸	شیخ ابو الرضا محمد ۔ آپ کی ولادت	۱۷۷
خواجہ خرد کے ابتدائی حالات و ذوق	۔	شیخ کا ادب ۔ مناظرہ ۔ شاعری علم موسیقی	۱۴۹	آپکی طفولیت کے حالات تعلیم و تربیت	۱۷۸
خواجہ خرد اور آپکے برادر خواجہ کلاں		آپ کی ذہانت و حاضر جوابی کی ایک مثال	۱۵۰	علوم باطنی کی تحصیل تکمیل آپکی خلافت	۱۷۹
میں موازنہ ۔۔۔	۱۳۳	آپ کا آغاز سن کشف اور باطنی قوت کے		شیخ ابو الرضا محمد کا ایک ابتدائی واقعہ	
خواجہ خرد کی کرامات کے دلچسپ واقعات ۔	۱۳۴	چند واقعات ۔۔۔	۔	انہی کی زبان سے ۔۔۔	۱۸۰
خواجہ خرد کے عام اخلاق، اور مشغولیت		شیخ کی حذاقت ۔ شیخ کا فتاویٰ عالمگیری		شیخ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کرنا	۔
عادات کی چند مثالیں ۔۔۔	۱۳۵	کی نظر ثانی پر مامور ہونا اور اس کے		آپکے حلیہ مبارک فضل وکمال ذوق علمی	۱۸۱
خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی [illegible]		مصنف کو ۔ سرزنش پر تنبیہ حاصل کرنا ۔	۱۵۳	آپکے مشہور ملفوظات ۔ بلاغت	۱۸۲
کی تحصیل علوم ۔ ملاقات محمد سے	۱۳۶	شیخ کی پیشینگوئی اور اس کا ظہور صدق	۱۵۴	شیخ کی علمی مجلسیں آپکی ذکاوت [illegible]	۱۸۳
خلیفہ ابو القاسم کا توکل اور انکی		شیخ کی ایک اور پیشین گوئی ۔۔۔	۱۵۵	آپکی مستقل مزاجی و استقلال ثابت قدمی	۱۸۴
نہایت وزنی ریاضت ۔۔۔	۱۳۷	آپکی فراست، عام اخلاق، طرز معاشرت		شیخ کا تورع و احتیاط، حدیث نبوی کی [illegible]	۱۸۵
آپ کا سفر حج کے ارادہ سے گھر سے		اور آپ کی فیاضی ۔۔۔	۱۵۶	آپکے تصرف و کشف کے واقعات ۔	۱۸۶
نکلنا اور اثنائے سفر میں لوگوں کا		آپ کا طرز لباس ۔ آپکا تعامل ۔۔۔	۱۵۷	باطنی توجہات کی چند مثالیں ۔۔۔	۱۸۹
آپ کی کرامت و خوارق عادات کے		شیخ کے تصرفات و کرامات کی چند عجیب	۱۵۸	آپکے مکتوبات و ملفوظات [illegible]	۱۹۰
کرنا اور سفر کی مفصل کیفیت ۔۔۔	۱۳۸	آپ کی ایک اور عجیب کرامت ۔۔۔	۱۵۹	حضرت شیخ عبد الاحد کا خط آپکے نام	۱۹۱
جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے پیر کی طرف		شیخ کی کرامت کے متعلق ایک اور عجیب		شیخ ابو الرضا محمد کا جواب ۔۔۔	۱۹۲
سے اجازت حاصل کی انکی تصدیق	۱۴۰	واقعہ ۔۔۔	۱۶۰	شیخ عبد الاحد سرہندی کا ایک خط	۔
خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی کی اجازت	۱۴۱	شیخ کا ایرانی روافض سے [illegible]	۱۶۱	شیخ ابو الرضا محمد کا جواب ۔۔۔	۱۹۳
سید عبد اللہ کی اجازت ۔۔۔	۔	شیخ کی فراست کا ایک عجیب واقعہ	۱۶۲	مرزا محمد سرہندی کا ایک خط شیخ کے	
شیخ عبد الرحیم کی سید ظفر سے		آپ کی قبولیت دعا ۔ لوگوں کا حسد	۱۶۳	نام اور آپ کا جواب ۔۔۔	۔
ملاقات اور بزرگ سید کی آپکو اجازت		شیخ پر لوگوں کا جادو کرنا ۔۔۔	۱۶۴	شیخ کا ایک خط [illegible] کے نام ۔	۱۹۴

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
شیخ حسن عجمی کا اپنے مشائخ کی نسبت		شاہ صاحب کی ایک بے مثل غزل --	۲۷۶	فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن ---	۲۹۶
احترام -----	۲۵۵	آپ کی ایک نہایت محمود تضمین -	〃	فوز الکبیر شرح فتح الکبیر ---	۲۹۸
شیخ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر	۲۵۶	آپ کی ایک اور غزل -----	〃	فتح الخبیر -----	۲۹۹
شیخ عبداللہ بن سالم البصری		ایک غزل مزاحفات بحر بسیط سے		مصفیٰ شرح موطا -----	〃
قم المکی کا حال -----	۲۵۹	جو فارسی میں نہایت کیا ہے	۲۷۷	مسوی شرح موطا -----	۳۰۱
شاہ ولی اللہ صاحب کی واپسی سفر		رباعیات جن میں قواعد سلوک کے		حجۃ اللہ البالغہ -----	〃
کے حالات -----	۲۶۱	بیان ہیں -------	〃	عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید	۳۰۵
شاہ صاحب کے عام اخلاق و عادات	۲۶۲	آپ کے مختلف اشعار۔ افراد و متنوعہ	۲۷۹	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	〃
آپ کا زمانہ بچپن -----	۲۶۳	شاہ صاحب کے مکاتیب -----	۲۸۰	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	〃
عالم شباب۔ زمانہ شیخوخت --	۲۶۴	آپ کا پہلا خط شیخ ابراہیم صاحب		فیوض الحرمین -----	۳۰۶
شاہ صاحب کے فضل و کمال ---	۲۶۵	مدنی کے نام -----	۲۸۱	الدر الثمین فی مبشرات النبی الکریم	۳۱۱
شاہ صاحب کے علمی کارناموں پر ایک		آپ کا دوسرا خط شیخ جمال الدین		تاویل الاحادیث -----	〃
تذکرہ نویس فاضل کی رائے ---	۲۶۶	ابو طاہر کردی مدنی کے نام ---	۲۸۳	انفاس العارفین -----	〃
آپ کی علمی اشاعت کی مثال --	۲۶۷	آپ کا تیسرا خط شیخ ابو طاہر کے نام	۲۸۴	شرح رباعیتین -----	۳۱۲
آپ کی علمی فیاضی -----	〃	شاہ صاحب کا چوتھا خط ---	۲۸۵	قصیدۃ اطیب النغم فی مدح سید العرب	
آپ کی طباعی۔ فہم و فراست --	۲۶۸	آپ کا پانچواں خط شیخ ابراہیم کے		والعجم -----	
شاہ صاحب کی دانشمندی کا ایک		نام -------	۲۸۶	سطعات -----	۳۱۳
حیرت انگیز واقعہ -----	〃	آپ کا چھٹا خط شیخ وفد اللہ مکی کے		انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ---	〃
آپ کے علوم باطنیہ کی تشریح ---	۲۶۹	نام -------	۲۸۸	چہل حدیث -----	〃
شاہ صاحب کی مذہبی تاریخ --	۲۷۰	آپ کا ساتواں خط بعض دوستوں		ہوامع شرح حزب البحر ---	۳۱۴
شاہ صاحب کا طرز تخاطب اُن ہی کی		کی جانب -------	〃	شاہ صاحب کی باقی تصانیف کی مجمل	
زبان سے -----	۲۷۰	شاہ صاحب کا آٹھواں خط ---	۲۸۹	فہرست -----	〃
شاہ صاحب کا تصوفی طریقہ		آپ کا نواں خط -----	۲۹۰	شاہ صاحب کی وفات -----	۳۱۷
اُن ہی کے الفاظ -----	۲۷۱	شاہ صاحب کا دسواں خط سید		شاہ صاحب کی اولاد کا شجرہ نسب	۳۱۹
آپ کی انشاء پردازی ---	۲۷۳	سندی کے نام -----	۲۹۱	**دوسرا باب**	۳۲۰
شاہ صاحب کا زور تقریر ---	〃	مولانا عبد القادر جونپوری کا خط		جناب شاہ عبد العزیز صاحب	〃
آپ کی خوش تقریری ---	۲۷۴	حضرت شاہ صاحب کے نام ---	۲۹۲	آپ کا بچپن -----	۳۲۱
آپ کی فصاحت و بلاغت ---	〃	شاہ صاحب کا جواب ---	۲۹۳	آپ کی تعلیم و تربیت -----	〃
شاہ صاحب کی شاعری ---	۲۷۵	جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض		آپ کی ذہانت و طباعی ---	۳۲۲
آپ کا ایک قصیدہ معارف نما	〃	تصانیف کی مفصل فہرست ---	۲۹۵	آپ کی شیعہ ابیان -----	〃

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
شاہ صاحب کی ابتدائی ----	۳۲۲	آپ کا ایک اور خط شاہ اہل اللہ		کا قصیدہ اور آپ پر شاہ رفیع الدین	
شاہ صاحب کی علوم و فراغت	۳۳۳	کے نام ----	۳۳۳	صاحب کی تحسین ----	۳۴۴
آپ کی تاریخ ولادت ----	"	ایک اور خط آپ کا شاہ اہل اللہ		آپ کا قصیدہ معراج کے بیان میں	۳۴۶
آپ کا [illegible] ----	۳۲۳	کے نام ----	۳۳۴	شاہ رفیع الدین صاحب کی ولادت	۳۴۶
آپ کی تشنگی تقریر ----	۳۲۹	ایک اور مکتوب شاہ اہل اللہ کے نام	"	مولوی مخصوص اللہ صاحب ----	"
آپ کی وقت اور گروہ کے دوران میں		ایک اور خط شاہ اہل اللہ کے نام	۳۳۴	جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب	۳۴۶
[illegible] ----	"	مناقب [illegible]	۳۳۴	آپ کا [illegible] ----	۳۵۰
منصب [illegible] ----	۳۲۷	[illegible] آپکے چند ارشادات	"	آپ کا استغراق ----	"
آپ کا حافظہ ----	"	آپ کی اولاد ----	۳۳۸	آپ کا ترجمہ قرآن ----	۳۵۱
شاہ صاحب کی متانت و ظرافت	۳۲۷	آپ کی تصانیف کی فہرست ----	"	جناب مولانا شاہ محمد اسحاق کا مختصر	
شاہ صاحب کا [illegible]	"	آپ کی تاریخ انتقال ----	۳۳۳	حال ----	۳۵۲
آپکے تلامذہ کی مختصر فہرست ----	"	آپ کا مرض و وفات ----	۳۳۳	جناب مولانا شاہ اسمعیل صاحب شہید	۳۵۳
آپ کی [illegible] ----	"	مولانا شاہ رفیع الدین صاحب ----	۳۴۲	ان کے مختصر حالات [illegible]	
شاہ صاحب کا [illegible]		آپ کی [illegible] ----	۳۴۵	[illegible]	
[illegible] کے نام ----	۳۲۴	آپ کا اخلاق ----	"	[illegible]	"
آپ کا خط مولوی [illegible] کے نام	۳۳۰	آپ کا ضبط اوقات ----	"	[illegible] ----	۳۵۴
آپ کا [illegible]	۳۳۳	[illegible] شاہ رفیع الدین [illegible]		خاتمۃ الکتاب	۳۵۵

فہرست مضامین نوٹ جو علم حدیث کی تعریف و اقسام میں کتاب ہذا کے بعض موقعوں پر لکھے گئے ہیں جنکی تعداد ۳۱۴ ہے

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شیخ [illegible] انصاری [illegible]		عالمگیر [illegible]		[illegible] قاضی [illegible]	
[illegible] ----	۱۰۶	[illegible]	۱۱۱	[illegible]	۱۱۸
جناب شاہ ولی اللہ صاحب [illegible]		عالمگیر کا شیخ عبدالرحیم کی [illegible]		[illegible] قاضی صاحب کی [illegible]	
[illegible] ----	۱۰۹	[illegible]	۱۱۳	[illegible] ----	۱۱۵
شیخ محمد [illegible]		[illegible]		[illegible] کے [illegible]	۱۲۳
[illegible] ----	۶	[illegible] ----	۱۱۴	سید عبداللہ صاحب کی مختصر [illegible]	۱۲۶

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
شیخ آدم کے دو خط بزرگ سلسلہ		شیخ ابوطاہر رحمۃ اللہ علیہ مدنی		تصوف کے بانی اور ان کی تعریف	۳۰۹
کے نام ----	۱۲۸	کے حالات ----	۲۳۵	صوفیوں کے مجمل اصول ----	۳۱۰
حضرت امیر ابوالعلی کی سوانح عمری	۱۳۰	شیخ تاج الدین صاحب رحمہ اللہ کے		علم حدیث کی مشہور و مستند کتابوں	
سید عظمت اللہ کے مختصر حالات	۱۴۲	سوانح عمری ----	۲۴۰	کا ذکر ----	۳۱۵
شاہ ولی اللہ صاحب کے [illegible]		درس کے طریق جو علمائے حرمین میں		محدثین کی مجمل فہرست ----	۳۱۶
ایک فاضل کی رائے ----	۲۳۱	مروج ہیں ----	۲۵۴	شیخ محمد بن محمد انصاری [illegible]	
شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ قرآن		ضبط حدیث کے طریقے ----	۲۵۵	کے مختصر حالات ----	۳۳۶
پر دہلی کے مولویوں کے اعتراضات کی		علم تصوف کی تاریخ اور اس کے موجدین		مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی کی	
بوچھاڑ اور عام بخشش	۲۳۲	کا تفصیلی ذکر ----	۳۰۷	ولادت ----	۳۳۰
شیخ محمد وفد اللہ کے ملفوظات ----	۲۳۳	صوفیوں کے عقائد ----	۳۰۸		

تمام ہوئی فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

[illegible]

اور اکابر سلف کے واقعات کو سرسری اور اجمالی طرح پر بھی یا انکے حالات سے محدود واقفیت حاصل کریں میرا سلسلۂ خیالات جہاں تک میری مدد کرتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ مقتدر بزرگان اسلام کے پاک ناموں کی شہرت اور انکے مذہبی تقدس کا آج عام چرچا پھیلا ہوا ہے۔ گو گذشتہ زمانہ کے لحاظ سے یہ وہ ہماری قوم کے اُن نوجوانوں کو جن پر جدید علوم اور نئی تحقیقات کی روشنی پڑ چکی ہے۔ اُن مقدس اور برگزیدہ ناموں کے تاریخی حالات زندگی تو الگ رہے اُن کے ناموں سے بھی پورے طور پر واقفیت نہیں ہے۔ ایسی حالت میں بجز اسکے اور کوئی تدبیر ہی نہیں آتی کہ مصلحان قوم کے تاریخی واقعات اور مذہبی پیشواؤں کے کارنامے اردو کی عام اور سلیس زبان کے سانچہ میں ڈھال کر ملک و قوم میں شائع کئے جائیں تاکہ موجودہ زمانہ کے وہ لوگ جو ان بزرگوں کے واقعات پڑھنے کی دل سے خواہش رکھتے ہیں انکے معاشرتی اور تمدنی حالات سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

ان ایجوکیٹیڈ روزگار نئی روشنی کے دلدادوں اور جدید تحقیقات کی بھول بھلیوں میں عمر ضائع کرنے والوں پر نہ صرف تعجب بلکہ تعجب کیساتھ حیرت ہوتی ہے جو تاریخی فن کو نہایت حقارت اور بے وقعتی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور دنیا کے نامور مشہور ائمہ مذہب کے نصائح آمیز حالات اور تعجب انگیز واقعات کو ملک و قوم کے مختلف مذاقوں کا بازیچہ اور نوک قلم کے عام مشہوروں کا جولانگاہ سمجھتے ہیں اور نہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں بلکہ انہیں بیکاروں کا مشغلہ اور ہاتھ پاؤں توڑ کے بیٹھنے والوں کی دل لگی کا سامان بتاتے ہیں۔ حالانکہ جن لوگوں کے دماغ صحیح، خیالات روشن، نظریں بلند، تجربے وسیع، عقل شائستہ سلیم ہیں۔ انہیں وضاحت کیساتھ معلوم ہے کہ فن تاریخ ہی ایک ایسا عجیب و غریب فن اور معلومات کا ذریعہ ہے جس پر آدمی غور کرکے ابدی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری مصنف کامل التواریخ جس کی ہمعصری پر ابن خلکان جیسے مورخ کو بہت بڑا فخر تھا اپنی تاریخ کے دیباچہ میں تاریخ نویسی کے فوائد بیان کرتے ہوئے یوں ریمارک کرتا ہے کہ "جو لوگ علم و فضل کے دعویدار ہیں اور جنہیں اپنے تبحر اور عقل پر بڑا فخر اور غرور کیساتھ دعوی ہے وہ یا تو خیال علم تاریخ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے یا سمجھتے ہیں کہ اس سے کوئی مفید اور اطمینان بخش نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ غایۃ ما فی الباب یہ کہ کچھ قصص و حکایات معلوم ہو جائیں۔ کچھ عجیب و غریب اور دلچسپ باتیں سننے میں آجائیں۔ اسکے علاوہ کوئی اور معتد بہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور جب یہ ہے تو اس علم کی تحصیل میں کوشش کرنا سراسر تضییع اوقات ہے۔

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ضعیف اور کمزور خیال اُن ہی لوگوں کا ہے۔ جن کے دماغ سست اور آئینۂ عقل نہایت کدر اور زنگ آلود ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو لوگ عقل سلیم اور طبع مستقیم رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ تاریخی فوائد صرف دنیاوی

معاملات ہی میں فائدہ بخش ثابت ہوتے ہیں بلکہ اُنکو دیکھ کر خود بھی ہمیں بہت کچھ نظر آتے ہیں بشرطیکہ گہری اور دور بین ہوتی نظروں سے دیکھے جائیں۔ سب سے مفید اور نتیجہ خیز بات یہ ہے کہ ایک مورخ کی عمر کا دائرہ اسقدر وسیع اور طویل ہو جاتا ہے کہ اہل دنیا میں سے کسی کی اسقدر طولانی زندگی کا ہونا محال اور سخت محال ہے۔ اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ اُسکی حقیقی زندگی باسدرجہ طول طویل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک بہت بڑی عمر والے آدمی کی طولانی زندگی کا تجربہ ایک اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا کہ چند واقعات اُسکی یادگار ہوتے ہیں جنھیں وہ اپنے زمانہ میں پاتا اور اُنسے تجربہ حاصل کرتا ہے۔ وہ گزشتہ ایام کے اُن واقعات سے جو اُسکے زمانۂ زندگی میں گزرے ہیں تمیز کی اور واقفیت پیدا کرتا ہے۔ ایسے تجربۂ حیات اور حاصل زندگی کہتے ہیں جو ایک مورخ کو تھوڑی سی زندگی میں حاصل ہوتی ہے۔

بایں لحاظ حقیقت میں ایک تجربہ کار مورخ کو وہ زندگی حاصل ہو جاتی ہے جسے ازلی حیات سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ وہ شخص جسنے گزشتہ واقعات کو کانوں سے سُنا اور جسکی زندگی میں اُن واقعات کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ دونوں بالکل ایک ہی شخص کے حکم میں ہیں بلکہ ایک مورخ کو جس وضاحت اور بسط و شرح کیساتھ وہ حالات معلوم ہونگے اس قدر شرح و بسط کیساتھ اُسے معلوم نہیں ہو سکتے۔ جو اُس وقت موجود ہوگا۔

یہ محض ناممکن ہے کہ ایک زمانے میں موجود ہونے والا شخص تمام جزئی واقعات کا عالم ہو جائے زیادہ سے زیادہ اسقدر ہو سکتا ہو کہ بڑے بڑے واقعات اور عظیم الشان حالات اُسکی آنکھوں کے سامنے گزر جائیں اور اُنھیں کے ساتھ اُسکی واقفیت محدود ہو بخلاف اس شخص کے جو تاریخی صفحات کی ورق گردانی کرتا اور ہر واقعہ کو غور سے دیکھتا چلا جاتا ہے جب ایک مورخ کسی زمانے کی تاریخ یا اکابرین میں سے کسی بزرگ کی لائف پڑھتا ہے تو گویا اُسکے تمام جزئی و کلی واقعات کا مجموعہ اُسکی نظروں تلے پھر جاتا ہے اور اُس جلسہ میں نہ صرف شریک ہی ہوتا ہے بلکہ اُسکی سوسائٹی کا ایک معزز و ممتاز ممبر قرار پاتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے ہم کہتے ہیں کہ مورخ کی زندگی ایک ازلی زندگی ہے۔

تاریخ کا دوسرا فائدہ جو پہلے سے زیادہ نتیجہ بخش اور مفید ہے یہ ہے کہ وہ مقتدر سلطنتوں اور بااختیار ذی جاہ حکومتوں کیلئے ایک نہایت دانشمند مشیر ہے۔ وہ شاہان تاج و تخت اور ارباب مملکت شاہان سلف کے جور و ظلم اور انکے پر مطلع ہوتے اور انکے ناجائز اور قبیح افعال سے آگاہ ہو کر اپنی خرابی و بدنامی سے حذر کرتے ہیں اور انکے ناشائستہ افعال سے متنفر ہو کر اپنی رعیت و سلطنت سے خرابیوں اور برائیوں کو دور کرتے ہیں اور حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ اُن کی دور اندیشی اور عاقبت بینی تاریخ نہ صرف شاہان سلف کے ناجائز کارروائیوں پر مطلع کرتی ہے بلکہ اُن بڑے بڑے جنگلوں کے سبب کے لشکر ٹوٹ پڑنے اور قیامت خیز حوادثات کے پیش آنے کے وقتوں میں اُنھیں بڑا جری بڑا صابر بڑا مدبر بنا دیتی ہے

جن اصولوں کو شاہان اولوالعزم نے نہایت نازک اور خطرناک موقعوں میں جاری کیا تھا۔ تاریخ ہی ایک ایسی عقلمند دوست ہے جو ناگوار حوادثات اور جگر خراش مصائب کیوقت اُس صبر و استقلال کا سبق دیتی ہے جسکی وجہ سے شاہان سلف نے اپنی کامیابی کے عالیشان جھنڈے ہر چہار طرف گاڑ دیے اور علم فتح کے پھریرے مشرق سے مغرب تک اڑا دیے

اگر غور سے دیکھا جائے تو کشور کشائی کی پیچیدہ اور تنگ و تاریک راہیں فن تاریخ ہی سے طے ہو سکتی ہیں اور گزشتہ فرمانرواؤں کی دانشمندیوں اور تجربہ کاریوں کے نمونے تاریخ ہی کے صفحات میں نہایت روشن اور جلی صورت میں نظر آتے ہیں۔ تاریخ ہی ایک ایسی شفیق و مہربان استاد ہے جو انجام بینی اور دور اندیشی کا عمدہ فن تعلیم کرتی ہے۔ کس لیے کہ بہت سے عاقبت اندیش اور انجام بینی پر نظر رکھنے والوں کے نہایت خطرناک واقعات اُس نے اپنے صفحات پر دکھلائے ہیں۔

تاریخ میں سب سے زیادہ نشاط انگیز اور دلچسپ صفت یہ ہے کہ ایک مورخ جب کسی علمی مجلس میں شریک ہوجاتا ہے تو اہل جلسہ اُسکے گرویدہ ہو جاتے اور اُسکی بے نظیر داستانوں اور حیرت انگیز حکایتوں کو حیرت کے کانوں سے سنتے ہیں اور سنکر حد سے زیادہ مسرور ہوتے ہیں۔ اُسپر وقعت و محبت کی نگاہیں ہر طرف سے پڑنے لگتی ہیں اور وہ اپنے ہمعصروں میں امتیازی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ جسطرف نکلتا ہے لوگ بڑے جوش مسرت سے اُسکا استقبال کرتے اور اُسے جلسوں کی ایک بہت بڑی دلچسپی کا سامان اُسے قرار دیتے ہیں۔

دنیاوی فوائد کے علاوہ تاریخ میں دینی فائدے بھی بہت کچھ ہیں جن کی مثالیں کتب سیر و حیات میں کثرت سے پائی جاتی ہیں میں اُن مثالوں کو لکھکر اپنے عنوان کو طول دینا نہیں چاہتا۔ شائقین تاریخ خود ابن اثیر کی تمہید کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ علم تاریخ ایک ایسا عجیب شریف اور نتیجہ بخش علم ہے جس سے انسان کو دینی و دنیاوی دونوں طرح کے معاملات میں کافی مدد ملتی ہے۔

بزرگان اسلام اور ائمہ دین کے تعجب خیز کارناموں کے بیان کرنے سے ایک بے لوث غیر متعصب مورخ کا صرف اتنا ہی مقصود ہوتا ہے کہ اپنے ہم جنس اور ہم عصر لوگوں کو اُنکے واقعی اور نہایت سچے واقعات تمدنی و ملکی حالات علمی و عملی ترقیوں پر عام طور سے واقفیت اور تعارف پیدا ہو جائے اور اس آسانی و سہولت سے مجبور ہو جائے جس میں اُنھیں کوئی دقت اور مشکل پیش نہ آئے۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ شان تاریخ کیا ہے۔ واقعہ کتنی ہی نازک کیوں نہ ہو صداقت و سچائی کے رتبہ سے نہ گرے۔ تخیل کا اصلی منشا ہرگز نہ بدلے۔ ایسے تکلفات اور مبالغہ آمیز الفاظ کی بھرتی نہ کی جائے جو اصلی مطلب کو متغیر کر دیں۔ جو بات ہو اپنی حد پر ہو۔ جو کلام ہو اپنے موقع پر ہو وہ تاریخیں جو ترقی کو

شین الفاظ سے رنگین کیجاتی ہین۔ اکثر معتبر بھی سمجھی جاتی ہین۔

اس بات کے ماننے مین ہمین ذرا بھی تردد اور پس و پیش نہین ہے کہ جو معزز و مقتدر حضرات قرون سابقہ مین ہو گزرے ہین ان کے تاریخی حالات اور کتابی واقعات دنیائے اسلام نہایت وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے لیکن ایکے ساتھ ہی ہمین یہ کہنے مین ذرا تامل نہین کہ موجودہ زمانے مین جسقدر ان اولوالعزم اور عظیم الشان حضرات کے تذکرے لوگون کے نزدیک باوقعت اور مسرت بخش ہین جو اس زمانے سے زیادہ متصل اور قریب ہین اسقدر قبل کے تذکرے زیادہ دلچسپی کے ساتھ نہین دیکھے جاتے گو وہ فی نفسہ اپنے ساتھ دلچسپی کے بہت کچھ سامان کیون نہ لیے ہوئے ہون۔

اس بنا پر ہمین ضرور ہے کہ گزشتہ ناموروں مین سے صرف انہین حضرات کے تمدنی و معاشرتی احوال اور علمی و عملی برکتون کی دلکش اور خوشنما تصویر ملک و قوم کے سامنے کھینچین جو ہمارے زمانہ سے زیادہ متصل و قریب ہین اور جنکے مفید اور نہایت کارآمد تصانیف کی حیرتناک شہرت اور عام چرچا موجودہ زمانہ مین گھر گھر پھیلا ہوا ہے۔

جنوری ۱۹۰۹ء مین جب مین نے حیات عزیزی لکھنی شروع کی تو دفعتہ اس سے میری طبیعت اچاٹ ہو گئی اور مین نے کتاب کو غیر مکمل اور ناتمام چھوڑ کر قلم ہاتھ سے رکھدیا کیونکہ اس کتاب مین جن واقعات کا مین فوٹو لینا چاہتا تھا وہ بالکل ناقص اور نامکمل فوٹو تھا شاہ عبد العزیز صاحب کے تاریخی واقعات اور آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق میری واقفیت بالکل سرسری اور اجمالی تھی۔ اور جلد مین واقعات کے علاوہ مزید حالات لکھنے کیلئے جس تاریخی سرمایہ اور معلومات کی ضرورت تھی اور جسقدر ضرورت تھی اتفاق وقت سے مین اسکا کامیاب نہو سکا۔ اس بنا پر مین نے جن واقعات کو قلمبند کیا تھا وہ میرے نزدیک محض معمولی واقعات تھے۔ ان مین نہ تو کوئی غیر معمولی بات تھی نہ تاریخی حالات مین چندان ندرت و جدت ہی تھی اسلیے حیات عزیزی کے لکھنے کا میرا بالکل ارادہ نہ تھا۔

لیکن جب میرے بعض دوستون اور بزرگون کو یہ معلوم ہوا تو انھون نے مجھے اسکے پورا کرنے پر مجبور کیا اور سچ تو یہ ہے کہ خود مجھے اپنی محنت رائگان اور کوشش کے رائگان جانے کا بہت بڑا افسوس تھا۔ یہ سبب تھا جسنے مجھے ان پریشان ورق اور نامکمل و غیر مربوط حالات کے ترتیب دینے پر آمادہ کیا۔ ورنہ ایسے معمولی اور نامرتب واقعات کو قلمبند کرنا اور انہین بجائے خود تصنیف سمجھنا مجھے کسیطرح زیبا نہ تھا۔ ایک مشہور اور نامی شخص کے تاریخی واقعات مین جس قسم کی اطلاعین اور یادداشتین ضروری لازمی ہوتی ہین ان مین سے حیات عزیزی مین ایک چیز بھی نہین ہے۔ البتہ شاہ عبد العزیز صاحب کی طرز معاشرت تمدنی حالت علمی برکت عملی فیاضی کے متعلق چند ایسے واقعات قلمبند کیے گئے ہین جنسے ناظرین بہت کچھ دلچسپی لے سکتے ہین اس جو شخص اس کتاب کو بلحاظ تاریخ دیکھنا چاہتا ہے وہ جیسا کہ چاہیے اس سے پورا لطف نہین اٹھا سکتا۔ اور تمام تحقیقین

اور شکلین مجھے اسوجہ سے نشانی پڑین کہ اس کتاب کے لکھتے وقت میرے پاس تاریخی سرمایہ بالکل موجود نہ تھا جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔

ہرچند کہ میری عام واقفیت کے ذرائع اور معلومات کے وسائل اسقدر محدود اور تنگ تھی تاہم جو باتین مین نے اسمین درج کی ہین انہین سے سب کی نسبت نہین تو اکثر کی نسبت مجھے بالکل یقین ہے کہ انکے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعًا صحیح اور یقینی ہے اور انمین ذرا بھی غلطی کا احتمال نہین۔

غرضکہ حیات عزیزی کی تکمیل کے بعد میرا خیال ہوا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور انکے معزز و شریف خاندان کے چند اولوالعزم اور ممتاز حضرات کا ایک تذکرہ کسیقدر شرح و بسط کیساتھ لکھون اور اسکے ضمن مین حیات عزیزی کے افسردہ قالب مین ایک تازہ روح پھونکون۔ ہنوز مین انہین خیالات مین مستغرق تھا کہ میرے ان معزز کرمفرماؤن اور بزرگوارون نے جنھون نے حیات عزیزی کو نہایت وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھا میرے خیال کی دل سے تائید کی۔

مین اپنے ان عنایت فرماؤن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون جنھون نے میری اس ناچیز تحریر کو قدر کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا۔ گو یہ کتاب اپنے اصلی مضامین اور ان ممتاز و اولوالعزم بزرگوارون کی شان اور رنگ و شوکت اور وجاہت کے لحاظ سے کتنی ہی قابل قدر و منزلت کیون نہو لیکن جس قلم اور جس دماغ سے وہ مضامین نکلے ہین وہ ہرگز قابل قدر نہین ہو سکتے۔ تاہم لائق بزرگوارون اور قدرشناس دوستون نے مجھ ناچیز کی تالیف کی حد سے زیادہ قدردانی کی اور سیکڑون جلدین دست بدست خرید کین۔

یہ سب کچھ تھا لیکن میری طبیعت کو کسیطرح سکون و اطمینان نہ تھا اور وہی سابق کی دقتین اور مصیبتین ہر وقت اپنا بھیانک اور خوفناک چہرہ دکھا دکھا کر مجھے ہمیشہ دق اور سخت پریشان کرتی تھین۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے پاس جسقدر تاریخی سرمایہ موجود ہے وہ اس اہم اور عظیم الشان کام کیلئے کسیطرح کافی نہین ہو سکتا۔ ابھی ایک خیال تھا کہ جسنے اول اول مجھے اس ارادہ سے باز رکھا۔ لیکن پھر بھی میری طبیعت کی تلاش اور کرید برابر جاری تھی بلکہ میرا عزم مستقل ہو چکا تھا کہ جسطرح بن پڑے گا اور جب موقع ہاتھ آئے گا اپنے ارادے کی ضرور تکمیل کرونگا مگر چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی۔ حتے کہ گزشتہ دنون مین مجھے بالکل مایوسی سی پیدا ہو گئی اور میرا وہ مستقل عزم اب ایک نہایت ہی کمزور اور ضعیف سا خیال رہگیا۔

لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ پھر ایک عجیب اتفاقی طور پر میرے اس ارادے کو تحریک ہوئی اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی۔ قدرتًا چند ایسے اسباب مہیا ہو گئے جن کی وجہ سے مجھے بلا تامل قلم اٹھانا پڑا۔ مرزا عبد الفطر بیگ صاحب

مالک فضل الاخبار و پروپرائیٹر افضل المطابع دہلی جو میرے قدیم مہربان اور عنایت فرما دوست ہیں اس جلیل القدر تذکرہ کی تالیف کے محرک و باعث ہوئے۔

مرزا صاحب موصوف نہ صرف میرے قدیم دوست ہی ہیں بلکہ سچے پکے قدرداں محسن اور انتہا درجہ کے خیرخواہ ہیں۔ انکے احسانات کا میری گردن پر ایسا گرانبار بوجھ ہے جس سے میں کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ناچیز تالیفات کا سلسلہ اُن کے نام نامی کرکے اُن احسانات کا شکریہ ادا کروں جو بے پروا وقتاً فوقتاً انکی طرف سے ظہور میں آتے ہیں۔ مگر افسوس اور سخت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میں اور میری تالیفات ہرگز اس قابل نہیں کہ اُن کے احسانات کی تلافی کر سکیں۔

مرزا صاحب قطع نظر اسکے کہ علم دوست اور قدردان اہل علم اور عام اخلاق کی مجسم تصویر ہیں۔ بزرگان دین سے قدیماً بالکل ایسی ہی محبت و عقیدت رکھتے ہیں جیسے ایک صالح اور سعادتمند اور قابل شخص کو سزاوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی فیاضانہ ہمت اور اولوالعزمی سے اکابر سلف سے محبت تازہ رکھنے اور اپنی عقیدتمندانہ خیالات ظاہر کرنے کی غرض سے انکی سوانح عمریاں اور تاریخی حالات زندگی مختلف زبانوں کے قوالب میں ڈھال ڈھالکر ملک و قوم کے سامنے پیش کیں اور لوگوں کو عام طور پر فائدہ پہنچایا۔ آپ کو بزرگان قوم کے حالات اور انکے حیرت انگیز کارنامے شائع کرنے کا دلی شوق ہے۔ اور اسی وجہ سے کمترین کو یہ موقع ملا کہ اپنے قدیمی ضعیف اور مردہ خیال میں ایک تازہ روح پھونکے اور دلی ارادے کو پبلک کے سامنے مرزا صاحب کے وسیلے سے ظاہر کرے۔

اسلامی دنیا بالخصوص مشرقی حصہ نے جسقدر گذشتہ ناموروں خاصکر ائمہ اربعہ اور محدثین کے مبارک ناموں سے واقفیت اور تعارف پیدا کر لیا ہے اُس سے زیادہ تر موجودہ زمانہ کے لوگ جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے شریف خاندان کو جانتے ہیں اور اُن کی شان اور بزرگی و شوکت اور عزت و وقعت ہمارے دلوں میں اسقدر ہے جس کی وجہ سے ہماری طبیعتیں ایکدفعہ بے اختیاری جوش کیساتھ انکے حالات اور واقعات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب اور آپکے خاندان کے عظیم الشان ممبروں کے تذکرہ کی نسبت ہماری کیا رائے ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان بزرگوار روحوں کے پاک اور مقدس نام تمام ہندوستان بالخصوص دہلی کے بچے بچے کی زبان پر نہایت وقعت و نیکنامی کے ساتھ جاری ہو رہے ہیں۔ بیشک ایسے دنیا کے مشہور و معروف محدث کا اسکے بزرگ خاندان کا تذکرہ ضرور دلچسپ و ندرت انگیز ہوگا۔

ہرچند کہ یہ کام میری لیاقت اور قابلیت سے کہیں زیادہ تھا۔ اور مجھے اپنی بے استعدادی اور کم فہمی سے ہرگز امید نہ تھی کہ میں اسمیں کامیاب ہو سکونگا۔ لیکن خدا پر بھروسہ کرکے میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا اور جہاں تک میرے امکان میں تھا بہت تحقیق کیساتھ واقعات کو لکھا اور واقعہ میں تحقیق و تدقیق کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہو کہ اُسنے اپنی بے انتہا عنایت سے مجھکو میرے مقصد پر کامیاب کیا۔ کیا عجب ہے کہ میرے بھائی مسلمان میری اس ناچیز تالیف سے نفع حاصل کریں۔

خداوندا تو میری اس حقیر و ناچیز تالیف کو قبول فرما۔ اور اس کی مقبولیت عام لوگوں میں پھیلا آمین ثم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار خادم الفقراء

ابو محمد رحیم بخش مؤلف اعظم التفاسیر حیات عزیزی وغیرہ

پہلا حصہ

جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام کے سلسلہ کا تفصیلی ذکر

شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد کا ذکر

قبل اسکے کہ میں جناب فخر المحدثین امام المفسرین عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام اور اس محترم و جلیل القدر خاندان کے ممتاز و اولوالعزم حضرات کے تفصیلی واقعات جدے جدے عنوانوں اور علیحدہ علیحدہ سرخیوں کیساتھ بیان کروں زیادہ بہتر و مناسب ہوگا کہ ناظرین تذکرہ کو یہ بات بتا دوں کہ شاہ صاحب کے معزز و واجب الاحترام اجداد میں سب سے پیشتر کس شیر اسلام نے ہندوستان میں قدم رکھا اور ہندوستان کے کس حصہ میں بوباش اختیار کی۔

شیخ شمس الدین مفتی نے سب سے پیشتر رہتک میں اقامت اختیار کی

قدیم تذکروں میں نہایت استناد و وثوق کیساتھ بیان کیا گیا ہو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام میں سب سے اول جس شخص نے ہندوستان کے ایک معروف و مشہور شہر رہتک نام میں توطن اختیار کیا۔ شیخ شمس الدین مفتی ہیں جنکی محتاط زندگی اور انتہا سے زیادہ اتقا و پرہیزگاری نے انکی شہرت دور دور پھیلا دی تھی اور جنپر ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیگی۔

یہ بات نہ صرف تعجب خیز بلکہ سخت افسوسناک ہو کہ ہندی مورخوں کی بے توجہی اور لاپروائی سے معلوم نہیں ہو سکا کہ شمس الدین مفتی کس زمانہ میں رہتک تشریف لائے اور کون سے سنہ میں یہاں اقامت اختیار کی نہ قدیم تذکروں میں اسبات کا کہیں پتہ نشان چلتا ہے کہ اُسوقت ہندوستان کس تاجدار کے زیر حکومت تھا البتہ مختلف تحقیقات سے صرف اسقدر ظاہر ہوتا ہو کہ جب فاتحان اسلام کی خونریز تلواریں ایشیائی دنیا میں چمکیں اور ان کے چنچل بیکر گھوڑوں کے سموں نے قریبًا تمام مشرقی حصوں کو روندڈالا۔ اور ہندوستان کے طبقات میں اسلام کے شاندار جھنڈے ہوا میں لہریں لینے لگ گئے تو بہت سے

رؤسائے عرب کی رہتک میں اقامت

شرفا قریش اور رؤسا عرب نے رہتک شہر میں توطن اختیار کیا جنمیں ایک شیخ شمس الدین مفتی بھی تھے خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے جلیل القدر اور نجیب شریف خاندان کے تذکرہ میں ایک نہایت محقق

لاجواب کتاب لکھی ہو جسمیں شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان میں آنا اور رہتک میں اقامت اختیار کرنا اور انکی علمی برکت اور فیاضانہ ہمت سے مقدس پاک اسلام کے واجب الامتثال شعائر کا برتی حرکت کا جامہ پہنکر اس سرے سے لیکر اُس سرے تک دوڑ جانا وغیرہ وغیرہ سرسری طور پر لکھا ہو۔ یہ ایک نہایت ہی لاجواب اور بیمثیل کتاب ہو۔ اور اس خاندانی تذکرہ کی بابت جو واقعات و حالات اسمیں لکھے ہیں کسی اور کتاب میں نہیں دیکھے گئے ہیں۔ اسمیں شاہ صاحب نے اپنی پیدائش اور بچپنے کی مختصر کیفیت بڑی خوبی سے لکھی ہو اور اپنے عظیم الشان خاندان کا تذکرہ کسیقدر تفصیل و توضیح کیساتھ ایک ستھرے پیرائے اور انوکھی طرز میں بیان کیا ہے۔

شعائر اسلام کا شہر رہتک میں رواج

چنانچہ آپ اس واقعہ کو اپنے پرزور قلم سے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ: "یہ یقینی بات ہو کہ ہمارے اجداد عظام میں سب سے پیشتر حضرت شیخ شمس الدین مفتی ہندوستان میں تشریف لائے اور قصبہ رہتک میں بوباش اختیار کی۔" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان میں آنا کفر و شرک کی ابتدائی شکست اور اشاعت اسلام کا پہلا موقع تھا۔ آپ کی دلی جدوجہد تندہی اور مالی امداد سے اسلام کی غریبانہ حالت کو بہت کچھ عروج اور فارغ البالی حاصل ہوئی حقیقت میں شیخ کا یہ کارنامہ تاریخ اسلام میں نہایت اعلیٰ و ارفع درجہ کا ہو جو اسلامی تاریخ میں ہمیشہ اپنی چمک دکھائیگا۔

شہر رہتک کی تاریخ

رہتک ہانسی اور دہلی کے بیچمیں ایک قدیم شہر ہو جو دہلی سے تقریبًا تیس میل کے فاصلہ پر قبلہ کی جانب واقع ہے۔ جب اسلامی فتوحات نے معراج ترقی پر قدم رکھا اور فاتحان اسلام کفار کے ممالک کو زیر و زبر کرتے ہوئے ہندوستان کیطرف بڑھے اور مشرقی سلطنتوں کا جلتا ہوا چراغ اسلام کی تیز فوجی ہوا سے گل ہو گیا تو بہت سے اشراف عرب اور سادات قریش اس شہر میں آبسے۔

شہر رہتک کی وسعت اور اس کا عروج

شہر رہتک اسلامی فتوحات نیز قدامت و تاریخی واقعات کے لحاظ سے ایک یادگار مقام ہے۔ ؏
از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ٭ آثار پدید است صنادید عجم را ٭
جو عروج اور ترقی اُس زمانہ میں اسے حاصل تھی ہندوستان کے کسی اور شہر کو بہت کم نصیب ہوتی ہے اس صوبہ میں کوئی شہر و قصبہ ایسا نہ تھا جو وسعت آبادی اور سرسبزی و شادابی میں اسکی برابری کر سکتا۔ اسکے میدان نہایت وسیع اور خوش منظر و پر فضا تھے اور اسکی چاروں طرف نہایت سرسبز مقامات واقع تھے۔ یہاں کے باشندے بڑے باوقار اور ممتاز تھے ہر قسم کے باکمال اور اہل ہنر کا وجود پایا جاتا تھا جسقدر باشندے تھے سب خوشحال و دولتمند تھے۔ دوکاندار اور پیشہ ور بے

تھی کہ قلعہ اور عزو ور بھی نہایت خوش وضع اور پاکیزہ و لباس تھے۔ اطراف کی زمین نہایت سیر حاصل تھی اور خود شہر تجارت و فلاحت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اعتدال آب و ہوا کے لحاظ نیز اسلامی پولیٹیکل مصلحتون کے اعتبار سے بھی یہ جگہ نہایت موزون تھی۔ بُت پرستون کے قدیم معابد اور بتخانے توڑ کر نہایت پُر رفعت اور شاندار مسجدین بنائی گئی تھین جنسے ناقوس و قرنا کی بیہودہ صدا کی جگہ دن رات مین پانچ دفعہ اللہ اکبر کی دلچسپ و ہدایت افزا آواز کانون مین گونجتی تھی۔ اور سر پرستان اسلام کے دلون مین رہ رہکر ایک بے اختیارانہ جوش اور خوش آیندہ شوق پیدا کرتی تھی۔

کہتے ہین کہ ایک زمانہ مین یہ شہر اُس معراج کمال پر پہنچگیا تھا کہ اس صوبہ کا کوئی مقام و موضع اسکے برابر خوش منظر اور دلفریب نہ تھا۔ جابجا نہایت خوشنما اور شاندار عمارات کا سلسلہ تھا اور دور تک برابر چلا گیا تھا اسکی وسعت اور تمدن کا اندازہ کافی اور معتدبہ تھا۔ ہر پیشہ و صنعت کی دوکانین مختلف نمونون کی موجود تھین۔ عام صفائی اور نیز زینت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ یہان کی آب و ہوا نہایت لطیف اور خوشگوار تھی۔ نہرون کی روانی اور باغون کی فضا قابل تعریف تھی۔ جاڑون کے موسم مین معمولی سردی پڑتی تھی لیکن گرمیون کا موسم اسقدر راحت انگیز اور جان بخش ہوتا تھا کہ بیان نہین ہو سکتا۔

لیکن شہر رہتک کی یہ تمام تفصیل لوگون کی زبانی روایت ہے۔ مین نے کسی تاریخ سے اسکی تصدیق و توثیق نہین کی نہ کسی تذکرہ مین مجھے اسکا پتہ لگا۔ البتہ شاہ ولی احمد صاحب نے اپنی قابل قدر تالیف مین ایک نہایت دلچسپ مختصر ریمارک کیا ہے جسے ہم اس مقام پر نقل کر کے رہتک سے رخصت ہوتے ہین۔ شاہ صاحب فرماتے ہین کہ "جب ہندوستان کے بلند مقامات پر اسلامیون کی خون آشام تلوارون کی چمک پڑی اور بُت پرستون کے شوالون کی اونچی اونچی چوٹیون کی جگہ اسلام کے عالیشان اور شاندار جھنڈے بڑی خوفناکی کے

شہر رہتک کا تنزل

ساتھ علم ہوے تو اُس زمانہ مین یہ شہر اس صوبے مین نہایت خوش منظر اور معمور تھا۔ مگر جس شہر کی خوبصورتی تمام دنیا مین دھوم دھام تھی افسوس ہے کہ زمانہ کی رفتار کیساتھ روز بروز اسکے عروج و ترقی تنزل و پستی سے بدلتے گئے یعنی اسکے بعد جون جون زمانہ گزرتا گیا دن بدن اسکی آبادی و رونق گھٹتی گئی اور اسکی خوبصورتی اور خوشنمائی کو۔ اسکی چہل پہل اور عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اب بجز ایک معمولی قصبہ اور قلیل سی آبادی کے اور کچھ نظر نہین آتا" اسکی موجودہ ویران حالت دیکھکر ان اصلی انجنیرون کے امیرانہ شوق پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ جنھون نے اسکا نقشہ بنایا پھر باغات و چشمون سے سجایا تھا۔

الغرض جس پاک و برتر نفس کی بدولت شہر رہتک کی قسمت مین روز ازل سے مشہور و معروف ہونا لکھا تھا وہ دنیا کے نامور شیر ملک کے بیٹے اور محمد عطا ملک کے پوتے تھے جنکا نام نامی شمس الدین مفتی تھا اور جنکے سلسلہ مین اخیر عہد مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسے فخر خاندان و قوم اور نہایت معزز و ممتاز فاضل پیدا ہوتے۔ چونکہ محمد عطا ملک[1] اور شیر ملک کے حالات زندگی تاریکی مین ہین۔ اسلیئے ہمارا تذکرہ بھی جناب شمس الدین[2] مفتی بن شیر ملک سے شروع ہوتا ہے۔ مین اس مقام پر ناظرین کی آسانی کے لیئے اس خاندان کے ان معزز حضرات کا شجرہ نسب لکھنا مناسب سمجھتا ہون جنکے حالات زندگی سے اس حصہ مین بحث کیجائیگی۔

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی اولاد امجاد کا شجرہ نسب یہ ہے

- شمس الدین مفتی رح
  - کمال الدین
    - قطب الدین
      - عبد الملک
        - قاضی بدھا
          - قاضی قاسم
            - قاضی تاون
              - شیخ محمد
              - شیخ ادہم
              - شیخ محمود
                - شیخ احمد
                  - شیخ منصور
                    - شیخ معظم
                      - شیخ جمال الدین
                      - شیخ فیروز
                      - شیخ وجیہ الدین
                        - شیخ ابو الرضا محمد
                        - شیخ عبد الرحیم
                        - شیخ عبد الحکیم
                    - شیخ اعظم
                    - شیخ عبد المقتدر
                    - اسمٰعیل
                  - شیخ حسین
                    - محمد سلطان
                    - محمد مراد
            - کمال الدین ثانی
              - نظام الدین
          - قاضی سکن
            - یونس

[1] ملک کا لفظ ایک تعظیمی لقب اور دینی خطاب ہے۔ جو اُس عہد مین ایک معزز اور مختار خاندان و قوم کو گورنمنٹ اسلام کی طرف سے حاصل ہوتا تھا جیسا کہ ہمارے زمانہ مین خان بہادر وغیرہ الفاظ معزز عہدہ دارون اور ممتاز لوگون کے تعظیمی محل مین استعمال کیئے جاتے ہین۔ م

[2] شمس الدین مفتی کے اگرچہ چند نامور فرزند اور بھی ہین لیکن کمال الدین مفتی کو سب پر ایک گونہ کا تفوق ہے۔ باقی فرزندون کے نام باوجود تحقیقات کے بے تکلف معلوم نہین ہو سکے۔ مؤلف

شیخ شمس الدین کا علو مرتبت

شیخ شمس الدین مفتی ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت عالم و عابد شخص تھے۔ آپکے انتہا سے زیادہ بڑھتے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا اور ضمیری روحانی جوہروں اور ریاضتِ مجاہدات کے کرشموں کے ڈنکے ایک عالم میں بجگئے تھے۔ وہ تمام ربانی لیاقتیں اور روحانی قابلیتیں جو ایک خدا پرست اور ولی کامل میں ہونا چاہئیں سب بزرگ شیخ میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں۔

مجھے بافسوس کہنا پڑتا ہو کہ واجب الاحترام شیخ کے ابتدائی حالات باوجود تحقیقات کے کہیں سے دستیاب نہیں ہوئے اور اگر ہوئے بھی تو ایسے سلسلے سے ہوئے جنپر میں پورا یقین اور کافی بھروسہ نہیں کر سکتا۔ لہذا میں یقین و اعتبار سے گرے ہوئے حالات کو بالکل چھوڑتا اور ان حالات کو قلمبند کرتا ہوں جو مجھے قدیم تذکروں اور معتبر مورخوں سے تحقیق ہوئے ہیں۔ امید ہو کہ ہمارے تذکرہ کے ناظرین انھیں بڑی دلچسپی سے پڑھیں گے۔

شیخ شمس الدین حسینی عربی النسل تھے

محترم بزرگ شیخ عربی النسل تھے اور عموماً شرفائے قریش میں امتیازیہ نظروں سے دیکھے جاتے تھے شاہ دو قریش میں سب سے پہلے وہ معزز و بزرگ شخص جنہوں نے اپنے مقدس پاک نفس سے شہر جھنگ کو منور و روشن کیا۔ یہی خدا کے پیارے اور نیک بندے تھے۔ آپ ہی کی ذات بابرکات سے ان اطراف میں شعائر اسلام اور خداوندی قوانین نے نہایت شان و متانت کیساتھ اشاعت پائی۔ کفر و بت پرستی کی آگ جو مدت سے ہندوستان میں بڑی تیزی و تندی کیساتھ بھڑک رہی تھی آپکے قوی انفاس کی برکت سے یک لخت بجھ گئی۔ آپنے اپنے ایمان و ایقان کی بھری ہوئی تلقین سے لوگوں کو دفعۃً خواب غفلت سے چونکا دیا اور ان کے مردہ دلوں میں ایک نئی اور تازہ روح پھونک دی۔ آپکی پر ہدایت اور سچی تلقین نے تمام ہندوستان کی کایا پلٹ دی۔ اور آپکی روحانی برکتوں اور باطنی فیضوں نے دلوں کو نورِ معرفت سے پُر اور لبریز کر دیا۔ جنگی پتھر اور لکڑی کی پرستش ہوتی اور انکی مورتوں کی پرستش کرنیوالے موحد و خدا پرست ہو گئے۔ اور خدا کی راہ سے بھولے بھٹکے ہوئے حقیقت و معرفت کے دقائق و نکات بیان کرنے لگے۔ وحشی مہذب بن گئے۔ جہالت کی تاریکی دور ہوئی۔ اور اُسکی جگہ علوم و فنون نے ترقی پائی۔ ناجائز قتل، زنا، چوری، شراب خوری، قمار بازی کے بدلے جن کا

شیخ شمس الدین کی روشن زندگی

اثر عام طور پر ان بلاد میں چھایا ہوا تھا خُلق، مروت، عصمت، امانت و دیانت، اتقاء و پرہیزگاری کا جلوہ نظر آنے لگا۔ غرضکہ یہ آپ ہی کا معجز نما فیض تھا جو بہت تھوڑے عرصہ میں ارض صوبہ کی تمام اطراف میں برقی تموج بنکر دوڑ گیا اور مقدس اسلام کا پُرشوکت و شان ڈنکا نہایت دہشتناکی سے سب طرف بجگیا۔ اُسکی سنت

جذبات نے لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور جنکے پاک نفوس میں کلام ربانی کی شیفتگی بھی دلچسپی یعنی ودیعت رکھی گئی تھی اور تجلیات ربانی کا پرتو بھی انکے مجلّٰۂ دل میں پڑ گیا تھا۔ بے اختیار اسلام کے گرویدہ ہوگئے اور اسکے قوانین و احکام کے آگے بیچون و چرا تسلیم کی گردنیں خم کر دیں۔ یہ سب کچھ تھا لیکن ابھی تک سچے اسلام کا نور حقیقی اپنی پوری تابانی کیساتھ نہ چمکا تھا۔ اور ارکان اسلام نے رسوم و اوہام سے اشاعت نہ پائی تھی بت پرستی کی بیخ و بنیاد پورے طور پر جڑ سے اکھڑی تھی نہ بدعت سنت سے الگ ہو ممتاز ہو سکی تھی۔ اسلیئے بزرگ شیخ کو ضرور ہوا کہ کوئی ایسی صورت پیدا کریں جس سے وہ تمام کمزوریاں مٹ جائیں جو اسلام کے حقیقی نور کیلئے روک ہیں۔ حقیقت میں یہ ایک نہایت برتر و بزرگ اور الہامی خیال تھا جو بجلی کیطرح محترم اور واجب التعظیم شیخ کے دماغ میں کوندا۔ آپنے سوچتے سوچتے آخر اسبات پر رائے قائم کی کہ ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جائے جسمیں لوگوں کو کلام ربانی کی تلقین کیجائے اور وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو قرآن و حدیث کے معجز نما الفاظ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں عام لوگوں پر ظاہر کیے جائیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلا اسلامی کالج

مدرسہ کی بنیاد پڑنی تھی کہ مسلمان جوق کے جوق آپسے فیض حاصل کرنیکے لیئے آنے لگے۔ گویا ابھی تاریخ سے مذہب بت پرستی اور اصول شرک کے ساکن ہوا میں ایک عجیب اتفاقی طور سے تحریک اور تحریک کیساتھ تموج پیدا ہونے لگا۔ لیکن یہ تموج ایک ایسا خفیف و ضعیف تموج تھا جو اس عمیق اور عظیم الشان سمندر میں ذرا بھی محسوس نہ ہوا۔ چونکہ شیخ صاحب قوانین فطرت کی باریکیوں کو خوب سمجھے ہوئے تھے اور آپکے ضمیری و روحانی جوہر اپنے میں سکون و وقار کی گہری تہ رکھتے تھے۔ اس لیئے آپ جانتے تھے کہ صدیوں کی خرابی جو لوگوں کے دلوں میں جم جاتی ہے اسکا دفعۃً قلع و قمع کرنا مشکل اور بہت مشکل ہوا کرتا ہے۔ ممکن ہو کہ اب نہیں تو کسی آیندہ زمانہ میں اسکا ضرور اثر پڑے گا۔ پس مجھے اسوقت کی ناکامی سے کبھی بردا شتہ اور شکستہ نہونا چاہیئے۔ یہی وجہ تھی کہ گو شیخ صاحب نے اپنی کوششوں کو بظاہر ناکامی کی پوشاک پہنتے ہوئے دیکھا۔ لیکن دل میں ذرا بھی خوف و ہراس نہیں کیا بلکہ اپنے دلکو اطمینان دلایا کہ گو مجھے بظاہر متواتر ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ مگر حقیقت میں بڑی خوش قسمتی کی بات ہو کہ یہ تمام ناکامیاں نہایت مبارک اور خوش آیندہ ہیں۔ اسمیں ذرا شک نہیں کہ جسطرح کسی بیماری و تکلیف ہمیشہ طبیعت پر شاق و ناگوار گزرا کرتی ہو اور آدمی گو کیسا ہی صاحب تحمل و وقار کیوں نہو آخرکار اسکی طبیعت اکتا جاتی ہے۔ لیکن اچھی بات یہ ہو کہ جس مرض کا انجام صحت ہو گو ابتدا میں مہلک و موذی ہی کیوں نہو عقلا ہمیشہ ایسے مرض کو مبارک و خوش آیندہ کہتے چلے آئے ہیں۔

الغرض بزرگ شیخ کو اگرچہ اپنے اس ارادہ میں بظاہر ناکامی ہوئی لیکن بڑی خوشی سے کہا جا سکتا ہے کہ گو آپ کی کوشش مذہب بت پرستی و شرک کے سمندر کی خونی موجوں اور خوفناک لہروں سے مقابلہ نہ کر سکی مگر پھر بھی آپ نے ایک ایسا بیج بو دیا جو آپ کی آیندہ نسلوں کی کوشش سے پھلا پھولا اور نہایت سرسبزی و شادابی کیساتھ لہلہا اٹھا۔

شیخ شمس الدین کے ظاہری باطنی علوم

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی تاریخی زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل نوٹ ہو وہ یہ ہے کہ آپ جیسے تفسیر و حدیث و فقہ کے علوم میں اجتہاد کا درجہ رکھتے اور ماہرین فن کے زمرہ میں شمار کیے جاتے تھے ویسے ہی علم ادب اور انشا پردازی میں ضرب المثل تھے۔ علاوہ ازیں آپ کا جوہر پاک نفس روز ازل سے باطنی علوم کا بھی حصہ کثیر رکھتا تھا اور ربانی جلال جیسے طور پر آپ کے چہرہ پر اپنی تابانی اور درخشانی ڈال چکا تھا۔ غرضکہ دینی و دنیاوی اعزاز و اقتدار کیلئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ اُس عہد کی تمام اسلامی مجلسوں میں آپکی عزت و توقیر ہوتی تھی اور مذہبی تقدس اور دینی اقتدار کی وجہ سے آپکے سامنے سلاطین وقت کی گردنیں جھکی رہتی تھیں۔ قطع نظر اسکے آپکی محتاط زندگی اور اتقاء و پرہیزگاری اور عام اخلاق کی شہرت کا جادو شہر کے تمام باشندوں پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسوجہ سے ہر گلی کوچہ میں آپکی معاشرتی زندگی کی تہ دل سے ادبیاتی اور بچہ بچہ کی زبان پر آپکا نام بڑی عزت سے لیا جاتا تھا۔

آپ سے بہت سے عجیب و غریب واقعات اور حیرت انگیز حالات صادر ہوئے ہیں جن سے تاریخی کتابوں کے صفحات ابتک روشن و منور پائے جاتے ہیں۔ چونکہ مجھے اور واقعات لکھکر اپنے بیان کو طول دینا منظور نہیں ہے اسلیے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیخ شمس الدین کی ایک حیرت انگیز وصیت

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی حیات مستعار کا وسیع پیمانہ جب لبریز ہو کر چھلکنے کو قریب ہوا تو آپ نے اپنی اولاد و احفاد کو جمع کر کے وصیت کی کہ جب میری روح اس عنصری جسد سے مفارقت کر کے عالم بالا میں پرواز کر جائے تو میری نعش کی تجہیز و تکفین بالکل اُسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہیے جو سنت سے ثابت ہو۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کیجائے اس کے بعد میرا جنازہ مسجد میں جو میری خاص عبادت گاہ اور مقام اعتکاف ہے رکھا جائے۔ حاضرین کو چاہیے کہ تھوڑی دیر کیلئے وہاں سے ہٹ جائیں اور مسجد کو بالکل خالی کر دیں۔ بعد ازاں اگر میری نعش باقی رہ جائے تو دفن کریں ورنہ اپنے اپنے گھر واپس چلے جائیں اور کسیطرح کا تذبذب و تردد نہ کریں۔

چنانچہ آپکے انتقال کے بعد لوگوں نے ویسا ہی کیا اور آپکی وصیت کی بڑی سرگرمی اور مستعدی کیساتھ

تعمیل کیگئی۔ مسجد کے ایک مختصر گوشہ میں جنازہ رکھا گیا اور تھوڑی دیر کیلئے ساری مسجد خالی کر دیگئی پھر جو دیکھا تو جنازہ کا نام و نشان تک نہ پایا۔ حاضرین اس حیرت انگیز واقعہ سے سخت متعجب ہوئے اور تعجب و حیرت کو ساتھ لیے ہوئے واپس آئے۔

اگرچہ یہ حکایت بھی لوگوں کی زبانی روایت ہے میں نے کسی قدیم و جدید مستند تاریخ سے اسکی تصدیق نہیں کی لیکن مختلف تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب و حیرت کی جگہ نہیں ہے۔ میں نے خاص حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے واقعات میں لکھا دیکھا ہے کہ جب آپ یہ حکایت سنتے تو نہایت وثوق کیساتھ اسکی تصدیق و تائید فرماتے۔ چنانچہ فاضل اجل جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی ایک قیمتی تصنیف میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے محترم و بزرگوار والد جب یہ حکایت سنتے تو بلا تردد اسکی توثیق کرتے اور فرماتے۔ مجھے اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی یاد میں کبھی غلطی نہ کرونگا۔" اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ قدیم زمانہ کے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے حالات و واقعات میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اور جنمیں واقعات کے لحاظ سے نہایت موشگافی اور چھان بین کیگئی ہے اُن میں میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے لکھا دیکھا ہے گو میں کافی یقین کیساتھ یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ واقعہ خاص ان ہی بزرگ مفتی صاحب کا ہے جو تقدس اور شریفانہ اخلاق کے مجسم تصویر تھے یا کسی اور بزرگ سے علاقہ رکھتا ہے کیونکہ جہاں یہ واقعہ لکھا گیا ہے اُس مقام پر اس اولو العزم اور بزرگ کے نام نامی کی صراحت نہیں کیگئی۔

شیخ کمال الدین کی جانشینی

غرضکہ جب اجب الاحترام فخر ہندوستان شیخ اس دار ناپائدار سے عالم بقا میں انتقال کر گئے تو آپکے بزرگ اور عظیم ترین اولاد جناب شیخ کمال الدین مفتی آپکے جانشین قرار دیے گئے۔ گو شیخ شمس الدین مفتی کی اور بھی اولاد تھی اور سب کی سب نہایت قابل اور مذہبی تقدس علم و فضل کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں۔ مگر چونکہ شیخ کمال الدین مفتی اپنے والد بزرگوار کی تاریخی زندگی کا پورا حصہ اپنے میں رکھتے تھے اور الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ اسلیے اس معزز اور جلیل القدر خلافت کیواسطے آپ ہی منتخب کیے گئے

قدیم تذکروں اور کہنہ تاریخوں کے صفحات پر عمیق اور غور میں نظر ڈالنے سے اسبات کا بخوبی ثبوت ملسکتا ہے کہ اُس زمانہ میں عام طور پر یہ قاعدہ استعمال میں لایا جاتا تھا کہ مسلمانوں میں سے جو محترم محتشم نیک طینت پاک نفس شخص ان جیسے بلاد و صوبجات میں توطن اختیار کرتا اور وہاں کے باشندے عموماً اُسکے لاثانی زہد و اتقا اور بے مثل تہذیب و شائستگی کو تسلیم کرتے۔ ملکی سیاست کے متعلق جسقدر اہم امور ہوتے مثلاً قضا احتساب افتا وغیرہ

شیخ شمس الدین کے ظاہری و باطنی علوم

الغرض بزرگ شیخ کو اگرچہ اپنے اس ارادہ میں بظاہر ناکامی ہوئی لیکن بڑی خوشی سے کہا جا سکتا ہے کہ گو آپ کی کوشش مذہب بت پرستی و شرک کے سمندر کی خونی موجوں اور خوفناک لہروں سے مقابلہ نہ کر سکی مگر پھر بھی آپ نے ایک ایسا بیج بو دیا جو آپ کی آئندہ نسلوں کی کوشش سے پھلا پھولا اور نہایت سرسبزی و شادابی کیساتھ لہلہا اٹھا۔

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی تاریخی زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل نوٹ ہو وہ یہ ہے کہ آپ جیسے تفسیر و حدیث و فقہ کے علوم میں اجتہاد کا درجہ رکھتے اور ماہرین فن کے زمرہ میں شمار کئے جاتے تھے ویسے ہی علم ادب اور انشاپردازی میں ضرب المثل تھے۔ علاوہ ازیں آپ کا برتر و پاک نفس روز ازل سے باطنی علوم کا بھی حصہ کثیر رکھتا تھا اور ربانی جلال جیسے طور پر آپکے مجلۂ دل پر اپنی تابانی اور درخشانی ڈال چکا تھا غرضکہ دینی و دنیاوی اعزاز و اقتدار کیلئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھی ہو یہی وجہ تھی کہ اس عہد کی تمام اسلامی مجلسوں میں آپکی عزت و توقیر ہوتی تھی اور مذہبی تقدس اور دینی اقتدار کی وجہ سے آپکے سامنے سلاطین وقت کی گردنیں جھکی رہتی تھیں قطع نظر اسکے آپکی مقتدایانہ زندگی اور اتقاء و پرہیزگاری اور عام اخلاق کی شہرت کا جادو ملک کے تمام باشندوں پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا اسوجہ سے ہر گلی کوچہ میں آپکی معاشرتی زندگی کی تہہ دل سے اور یکساں طور پر ہر کسی کی زبان پر آپکا نام نہایت عزت سے لیا جاتا تھا۔

آپسے بہت سے عجیب و غریب واقعات اور حیرت انگیز حالات صادر ہوئے ہیں جن سے تاریخی کتابوں کے صفحات ابتک روشن و منور پائے جاتے ہیں چونکہ مجھے ان واقعات لکھکر اپنے بیان کو طول دینا منظور نہیں ہے اسلئے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیخ شمس الدین کا ایک حیرت انگیز واقعہ

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی حیات مستعار کا وسیع پیمانہ جب لبریز ہو کر چھلکنے کو قریب ہوا تو آپ نے اپنی اولاد و احفاد کو جمع کر کے وصیت کی کہ جب میری روح اس عنصری جسد سے مفارقت کر کے عالم بالا میں پرواز کر جائے تو میری نعش کی تجہیز و تکفین بالکل اسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہیئے جو سنت سے ثابت ہے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کیجائے اس کے بعد میرا جنازہ مسجد میں جو میری خاص عبادت گاہ اور مقام اعتکاف ہے رکھا جائے۔ حاضرین کو چاہیئے کہ تھوڑی دیر کیلئے وہاں سے ہٹ جائیں اور مسجد کو بالکل خالی کر دیں۔ بعد ازاں اگر میری نعش باقی رہ جائے تو دفن کریں ورنہ اپنے اپنے گھر واپس چلے جائیں اور کسیطرح کا تذبذب و تردد نہ کریں۔

چنانچہ آپکے انتقال کے بعد لوگوں نے ویسا ہی کیا اور آپکی وصیت کی بڑی سرگرمی اور مستعدی کیساتھ

تعمیل کیگئی۔ مسجد کے ایک مختصر گوشہ میں جنازہ رکھا گیا اور تھوڑی دیر کیلئے ساری مسجد خالی کر دیگئی پھر جو دیکھا تو جنازے کا نام و نشان تک نہ پایا۔ حاضرین اس حیرت انگیز واقعہ سے سخت متعجب ہوئے اور تعجب و حیرت کو ساتھ لیے ہوئے واپس آئے۔

اگرچہ یہ حکایت بھی لوگوں کی زبانی روایت ہے میں نے کسی قدیم و جدید مستند تاریخ سے اسکی تصدیق نہیں کی لیکن مختلف تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب و حیرت کی جگہ نہیں ہے میں نے خاص حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے واقعات میں لکھا دیکھا ہے کہ جب آپ یہ حکایت سنتے تو نہایت وثوق کیساتھ اسکی تصدیق و تائید فرماتے۔ چنانچہ فاضل اجل جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی ایک قیمتی تصنیف میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے محترم و بزرگوار والد جب یہ حکایت سنتے تو بلا تردد اسکی توثیق کرتے اور فرماتے۔ مجھے اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی یاد میں کبھی غلطی نہ کرونگا۔" اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ قدیم زمانہ کے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے حالات و واقعات میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اور جنمیں واقعات کے لحاظ سے نہایت موشگافی اور چھان بین کیگئی ہے اُن میں میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے لکھا دیکھا ہے گو میں کافی یقین کیساتھ نہیں بتا سکتا کہ وہ واقعہ خاص انہی بزرگ مفتی صاحب کا ہے جو تقدس اور شریفانہ اخلاق کے مجسم تصویر تھے یا کسی اور بزرگ سے علاقہ رکھتا ہے کیونکہ جہاں یہ واقعہ لکھا گیا ہے اس مقام پر اس اولوالعزم اور بزرگ کے نام نامی کی صراحت نہیں کیگئی۔

شیخ کمال الدین مفتی

غرضکہ جب ایسے الاحترام فخر ہندوستان شیخ اس دار ناپائدار سے عالم بقا میں انتقال کر گئے تو آپکے بزرگ اور عظیم ترین اولاد جناب شیخ کمال الدین مفتی آپکے جانشین قرار دیے گئے۔ گو شیخ شمس الدین مفتی کی اور بھی اولاد تھی اور سب کی سب نہایت قابل اور مذہبی تقدس علم و فضل کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں۔ مگر چونکہ شیخ کمال الدین مفتی اپنے والد بزرگوار کی تاریخی زندگی کا پورا حصہ اپنے میں رکھتے تھے اور [illegible] کے پورے قدردان تھے اسلئے اس معزز اور جلیل القدر خلافت کیواسطے آپ ہی منتخب کیے گئے

قدیم تذکروں اور کہنہ تاریخوں کے صفحات عمیق اور غور میں نظر ڈالنے سے اسبات کا بخوبی ثبوت ملسکتا ہے کہ اُس زمانہ میں عام طور پر یہ قاعدہ استعمال میں لایا جاتا تھا کہ مسلمانوں میں سے جو محترم و محتشم نیک طینت پاک نفس شخص ان جیسے بلاد و صوبجات میں توطن اختیار کرتا اور وہاں کے باشندے عموماً اُسکے لاثانی زہد و اتقا اور مکمل تہذیب و شائستگی کو تسلیم کرتے۔ ملکی سیاست کے متعلق جسقدر اہم امور ہوتے۔ مثلاً قضا، احتساب، افتا وغیرہ

کے تمام معزز مناصب اور ممتاز عہدون کیلئے وہی شخص انتخاب کیا جاتا اور یہ قابل عظمت عہدے اُسی شخص تک کے تفویض کیے جاتے۔

لیکن ان محترم و معزز عہدون کو کسی شخص یا کسی خاندان کیساتھ مخصوص محدود نہین کیا جاتا تھا۔ اور کچھ یہی ضرورت نہ تھا کہ جو شخص ان جلیل القدر مناصب کے لیے ایک دفعہ منتخب کر لیا گیا تو اب یہ عہدے نسلاً بعد نسل اُسکے خاندان مین موروثی قرار دیدیے جائین۔ خواہ قابل ہون یا نا قابل۔ نہین بلکہ سب سے پہلے یہ بات دیکھی جاتی تھی کہ کیا یہ شخص اُن امور کے سمجھنے اور اُن واقعات کی تہ مین پہنچ جانے کی قابلیت رکھتا ہے جو ان مناصب سے تعلق رکھتے ہین یا نہین۔ گویا اُس منتخب ممبر کیلئے بھی ایک دن اور ایک وقت اُسکی علمی قابلیت اور ذہانت و حافظہ کے امتحان کا ہوتا تھا۔

اسیطرح ان ممتاز عہدون اور جلیل القدر منصبون کیلئے یہ بھی ضرورت نہ تھا کہ جو محترم و محتشم شخص ان کیلئے انتخاب کیا جاتا تا اُسی قاضی اور مفتی اور محتسب کے معزز القاب سے پکارا جاتا۔ بلکہ بغیر ان القاب کی شہرت کے اور بغیر کسی قسم کی ظاہری تخصیص کے اُسکی گورنمنٹ خلائق کا مرجع و مرکز سمجھی جاتی۔

شیخ کمال الدین کی تاریخی زندگی

یہ بڑی خوشی کی بات ہو کہ جناب شیخ کمال الدین مفتی بحکم الولد سر لابیہ تقدس اور تمام شریفانہ عادات مہذبانہ اخلاق علم و فضل مین اپنے واجب الاحترام والد کے بالکل قدم بقدم تھے۔ حوصلہ مندی بلند خیالی روشن دماغی و دقیق النظری مین جواب نہ رکھتے تھے۔ آپکے مراقبات و مکاشفات زُہد خدا و تقدس کی اُن اطراف مین بہت بڑی شہرت تھی۔ آپکا اکثر وقت یا تو کتب بینی مین صرف ہوا کرتا تھا یا ریاضت و مجاہدات مین۔ شیخ کمال الدین مفتی گو اکہرے بدن کے دُبلے پتلے اور نحیف آدمی تھے لیکن آپ کی متین و وسیع پیشانی اُس عظیم الشان نصیبے کی شہادت دیتی تھی جو آپ کو آئندہ حاصل ہونے والا تھا۔

شیخ کمال الدین کی عام مقبولیت

یہ بات نہ صرف تعجبناک بلکہ حیرت انگیز ہے کہ شیخ کمال الدین مفتی کو بہت تھوڑے عرصہ مین وہ مقبولیت عام حاصل ہوگئی تھی (جسے ربانی مقبولیت سے تعبیر کر سکتے ہین) کہ ان اطراف کے باشندون کا بچہ بچہ آپ کا نام نہایت مقدس اور پاک الفاظ کیساتھ زبان پر لاتا تھا۔

شیخ قطب الدین

جب جناب شیخ کمال الدین مفتی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوا اور لبریز ہوکر چھلک گیا یعنی آپکی مقدس روح جہان فانی سے عالم باقی مین انتقال کر گئی تو آپکے بعد آپکے نہایت لائق اور ہونہار فرزند جناب قطب الدین اس معزز عہدے سے ممتاز کیے گئے۔ افسوس کہ اس مقدس شخص کے تفصیلی حالات

باوجود تحقیق کے ہمین کہین سے دستیاب نہین ہوئے بلکہ جہان تک تحقیق ہوا ہو صرف اسقدر ہوا ہی کہ آپکے

شیخ عبد الملک

انتقال کے بعد آپکے بڑے صاحبزادے عبد الملک جانشین بنے اور یہ عظیم الشان منصب اُن کی تفویض مین کیا گیا۔

شیخ عبد الملک کی روحانی تجلیان

جناب عبد الملک بڑے تیز ہوش اور ذہین و طباع شخص تھے فطرت نے اول ہی روز سے آپکے ضمیر کو ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کر دیا تھا اسلیئے روز بروز اور ساعت بساعت روحانی تجلیان اور الہامی غوامض آپکے پاک و مقدس نفس سے اپنی اصلی تابانی و درخشانی دکھاتے تھے۔ ان جیسے بزرگ کی وجہ سے اب یہ نجیب شریف خاندان کچھ حد سے زیادہ مقبول انام ہوگیا تھا اور اس معزز خاندان کے ہر ممبر کی معاشرت اور تمدنی حالت ایک نرالی اور انوکھی طرز کی ہوگئی تھی۔

شیخ عبد الملک کی تعلیم

گو آپنے علوم کی تعلیم روحانی ذریعہ سے حاصل کی تھی اور ربانی جلال کا پورا اثر آپکے دلمین چمک چکا تھا۔ مگر پھر بھی تمام وہ معمولی کتابین جو اُس وقت درس مین شامل تھین اپنے ہی خاندان کے ایک فاضل اجل اور علامہ سے بہت جلد نکال لین چونکہ فطرت نے پہلے ہی سے آپکا دماغ کامل عقل سے آراستہ کر دیا تھا اسلیئے آپ کو ان معمولی کتابون کا بہت جلد پڑھ لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

علم حدیث کی تحصیل

جب آپ معمولی رسمی علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو علم حدیث پڑھنا شروع کیا۔ بیشک علم حدیث ایک بڑا سخت اور دشوار گزار علم ہے اسکی اہمیت اور معنی آفرینی کو کچھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسکو اس فن مین لگاو اور مس حاصل ہو لیکن بڑی خوشی سے دیکھا جاتا ہو کہ بزرگ عبد الملک کے سامنے یہ مشکل اور وقت آفرین علم بھی پانی تھا کیونکہ انکا دل اور دماغ روز اول ہی سے اُن فطرتی جوہرون کی تابانی سے چمک چکا تھا جنھین ربانی بخشش اور فیض خداوندی سمجھنا چاہیئے۔

کلام الٰہی سے دلچسپی

آپ کو کلام الٰہی سے بڑی دلچسپی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات اُسکی تلاوت مین مشغول رہتے۔ اور حاضرین کو اُسکے اسرار و نکات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ گویا یہ آپ کا وعظ تھا جس سے ہر وقت مجلس گرم رہتی تھی۔ آپ کی مقدس زبان سے جو جملہ اور فقرہ نکلتا تھا وہ ایسا دانشمندانہ اور حکیمانہ ہوتا تھا جس سے خطرات

خوش الحانی

کا اصلی منشا اور کلام ربانی کا ذاتی مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی خوش لحنگی مین وہ مقناطیسی اثر تھا کہ سننے والون کی طبیعتین ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ اُسکی طرف مائل و متوجہ ہوتی تھین۔ آپکے لفظ لفظ سے سامعین کے دلون پر ایک چوٹ سی لگتی تھی۔ اور اُنکے جسم کانپ کانپ اُٹھتے تھے۔ اُنپر ایک محویت اور بے اختیاری کی حالت

طاری ہوجاتی تھی اور اس حالت بیخودی میں اس شدت سے رقت ہوتی تھی کہ پُرنم آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہاتے تھے۔

شیخ عبد الملک کا وعظ

جن باتوں کا تذکرہ خصوصیت کیساتھ آپکے وعظ میں ہوا کرتا تھا وہ وحدت پرستی اور اسلام کے ضروری ارکان تھے گویا آپ کو اُس عمارت کا نقش و نگار سے آراستہ و پیراستہ کرنا منظور تھا جسکی بنیاد آپکے مقدس اور اولوالعزم جد امجد حضرت شیخ شمس الدین قدس سرہٗ نے اول روز ڈالی تھی آپ کا سب سے بڑا اور اہم خیال یہی تھا کہ جسطرح سے بن پڑے بُت پرستی کی بیخکنی ہوجائے اور آسمانی شریعت میں جو نفرت انگیز اور بیہودہ رسمیں رواج پکڑ گئی ہیں دنیا سے نیست و نابود ہوجائیں۔ مسلمانوں کو اُن ناپاک آلائشوں اور نفرتناک بیہودگیوں سے پاک صاف کر دیا جائے جنمیں وہ صدہا سال سے گرفتار ہیں وہ غلیظ و قابل نفرت عادتیں جو اُن کے خمیر میں صدیوں کی خرابی سے پڑ گئی تھیں اور جن منغص بیہودگیوں میں وہ ایک دراز عرصے سے مبتلا تھے اُن سے انہیں اسطرح پاک صاف کر دیا جائے کہ گویا ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوئے ہیں

شیخ عبد الملک کے تلقین و وعظ کا اثر

حقیقت میں یہ کام ایک بڑا ہی برتر اور اہم کام تھا جسکی تجدید آپنے کی۔ اگرچہ ویسی کامیابی جو درحقیقت ہونی چاہیے تھی آپ کو حاصل نہیں ہوئی مگر پھر بھی آپ کی اس تعلیم و تلقین نے اپنا قیمتی اثر مسلمانوں پر ڈالا اور اُن کے اخلاقی خیالات ایسے سُدھر گئے جنپر آج اسلامی دنیا اگر کسیطرح کا فخر کرے تو بجا ہوگا۔ لیکن یہ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ شیخ عبد الملک عمر طبعی کے زمانہ تک پہنچنے سے پیشتر ہی عین اُس وقت میں جبکہ آپ کا عروج کمال شہاب ثاقب کیطرح چمک رہا تھا اس جہان سے تشریف لیگئے۔ یعنی فلک کجرفتار نے قبل اسکے کہ آپ خوشۂ مراد کی گلچینی سے بہرہ ور ہو کر اپنی دلی آرزوؤں اور پُرشوق تمناؤں پر کامیاب ہوں عین عالم شباب میں قصہ اجل بنا ڈالا۔ حیف صد حیف اے دنیائے دوں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

شیخ عبد الملک کا انتقال

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ شہر رہتک اور اُسکے اطراف و جوانب میں دستور تھا کہ ملکی سیاست کے اولوالعزم عہدے کسی خاص شخص یا کسی مخصوص خاندان کیساتھ محدود ہوں اور اُس خاص شخص یا مخصوص خاندان کے علاوہ کوئی اور شخص قضا اور احتساب افتا کے مناصب کے لیے انتخاب کی لیاقت نہ رکھتا ہو بلکہ جو محترم و محتشم مسلمان اس صوبہ میں توطن اختیار کرتا اور اُسے فطرت نے ربانی قابلیتوں اور روحانی و ضمیری جوہروں کا حصہ عطا کیا ہو اُن جلیل القدر اور عظیم الشان عہدوں سے ممتاز کیا جاتا۔ لیکن اب اس قدر زمانہ گذر جانے اور اس واجب الاعتصام خاندان میں ایسے متعدد اور محتاط حضرات کے ظہور کرنے سے کلیتہً یہ قانون نافذ ہو گیا کہ قضا و افتا کے معزز

عہدے اسی شریف و بزرگ خاندان کیساتھ مخصوص و محدود ہوں کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوگئی تھی کہ فطرت نے جو عزت و شرف اس نجیب خاندان کو دیا ہے دوسرے کو کبھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس معزز خاندان کے حضرات کے ضمیری و روحانی جوہر اپنے میں گہری ممتازیت کی تہ رکھتے ہیں۔ اور اُنکے پاک نفوس میں ربانی جلال کا پورا پرتو اثر پڑ چکا ہے۔ اسلیئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس جلیل الشان خاندان میں آیندہ جسقدر لوگ پیدا ہوں گے سب کے سب نہ صرف فخر خاندان بلکہ فخر روزگار ہوں گے۔

حقیقت میں اُس زمانہ کے لوگوں کا یہ تفرس و قیاس بالکل صحیح اور نہایت قدر و منزلت کے قابل تھا اخیر عہد میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے صاحبزادے جناب شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین و شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی اور پوتے شاہ اسمٰعیل صاحب ایسے مقدس نامور اور مشہور عالم ہوئے جنکی محتاط زندگی اور اتقاء و پرہیزگاری اور علمی برکتوں نے انکی شہرت نہ صرف ہندوستان میں محدود رکھی بلکہ انکے تقدس و پاکی کی ناموری نے دور دور اِن کے خاندان کی شرافت و بزرگی میں اور بھی جان ڈالدی۔ اور جنکی بدولت ہندوستان بالخصوص دہلی کو بہت بڑا فخر حاصل ہوا حق یہ ہے کہ ہندوستان جہان تک اسبات پر فخر کرے بجا ہے کہ اُسنے اپنی نازبھری گود میں ایک دراز عرصہ تک ایسے ممتاز و معزز بچوں کو پالا ہے کہ اُنکے مقابلہ میں کسی اور ایشیائی ملک کو یہ بات بہت کم نصیب ہوئی ہو۔

ایک فاضل کے خیال کا اظہار۔

مجھے اس مقام پر اپنے ایک معزز معاصر کا خیال ظاہر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے میرے بیان کی پوری تائید ہو سکتی ہے۔ "معزز معاصر اپنی ایک قیمتی تصنیف میں اس خاندان کے علم و فضل کی شہرت کے متعلق یوں ریمارک کرتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کی علم و فضل کی آوازیں ہندوستان کی چار دیواری سے نکلکر مسلمانوں کے ممالک روم و شام وغیرہ میں پہنچی تھیں اور جس مسئلہ میں مکہ مدینہ کے علما میں جھگڑا ہوتا تھا وہ ثالث بالخیر شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز کو بناتے تھے۔ علامہ رشیدی مدنی اور شاہ عبد العزیز سے جو خط و کتابت ہوئی ہے اُس سے ہم اپنے دعوے کی سند دے سکتے ہیں۔ ایک خط میں ملا رشیدی نے یہ لکھا ہے"۔ شاہ صاحب آپکا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ میں ہوا ہے کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علما اُسپر اپنی مُہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتوے میں آپ کی مُہر کا متلاشی رہتا ہے اور وہ فتوے جبتک اُسپر آپ کی مُہر نہو زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا۔ اگر آپ یہاں تشریف لے آویں تو ہم لوگوں کے لیے بڑے فخر کی بات ہے اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بہت بڑی عزت کریں ؎

اسکے بعد معزز مبصر لکھتا ہے۔ اس خط سے اُس مقبولیت کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب کی بلاد اسلامیہ مین بھی اسکو ربانی مقبولیت کہتے ہین اور یہ اعلیٰ علم و فضل کا"۔

الغرض شیخ عبد الملک کے مبارک عہد مین قضا و احتساب اور افتا کے معزز عہدے اس خاندان کے لیے

قاضی بدھا

موروثی حقوق قرار دیدئے گئے۔ اسلیے آپکے انتقال کے بعد آپکے لائق اور عزیز الوجود فرزند جناب قاضی بدھا نے اپنی موروثی ریاست اور خاندانی حقوق و تعلق کو محفوظ رکھنے کی غرض سے منصب قضا اختیار کیا اور مدت العمر تک مخلوق خدا کے اُمور کے متکفل و نگران رہے۔

کچھ شبہ نہین کہ اس محترم خاندان مین جسقدر مقدس اور پاک نفس حضرات گزرے ہین سب کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے۔ غرور و نخوت۔ ترفع اور کم مینی ان مین نام تک کو نہ تھی یون تو آپ واجب الاحترام خاندان کا ہر ایک ممبر نہایت فیاض اور خوش اخلاق تھا۔ لیکن جو خوش اخلاقی اور فیاض طبعی جناب قاضی بدھا مین پائی جاتی تھی اُسکا ڈھنگ سب سے نرالا اور جدا تھا۔ اگرچہ آپ ایک ایسے

قاضی بدھا کی عام خوش اخلاقی

اولو العزم اور اعلےٰ درجہ کے عہدہ سے ممتاز تھے جسکے آگے زبردست سے زبردست سلطنت کو بھی بجز گردن تسلیم خم کرنیکے اور کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتا تھا اور اُسکے حق مین آپ کی مخالفت ایک زہریلا اور تعاقب بداثر نتیجہ پیدا کرنے والی تھی۔ لیکن یہ بات نہایت خوشی سے کہی جاتی ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا بغیر کسی ذریعہ تعارف کے ہر وقت آپ سے ملسکتا۔ اور آپ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے اُسکے ساتھ پیش آتے۔ ملنے والا بہت عرصہ تک اُسکا اثر اپنے دل مین محسوس پاتا۔ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہو کہ آپکے اخلاق نہایت وسیع اور عام تھے۔ اور اُسکے لیے وسیلہ تعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

یہ بات بالکل صحیح ہو کہ ابتدا مین قاضی بدھا صاحب نے ظاہری علوم و فنون اور دینی کتب کے مطالعہ کرنے مین زیادہ محنت نہین کی۔ لیکن جو لوگ قلبی فراز و نشیب اور ضمیری قابلیتون سے کچھ قدر بھی واقفیت رکھتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ جن پاک نفوس کو فطرت کی باطنی قوتون مین درک و مہارت اور اُسکے

قاضی بدھا کی تسلیم

پوشیدہ یا آن دیکھے جوہرون کا کسیدر جہ علم ہوتا ہے۔ اُنھین علمی ترقی مین زیادہ محنت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے نہ کتب بینی مین زیادہ وقت صرف کرنیکی حاجت۔ بلکہ بیتین کہ فطری جوہرون کے نور سے روشن اور چمکدار ہو جاتی ہین اور اُنپر ربانی تجلیات کا عکس پڑ جاتا ہو وہ بغیر کسی محنت و جانکاہی کے

حقائق ربانی کے سمجھنے مین ید طولیٰ رکھتی ہین علی ہذا القیاس بعض وہ طبائع جنھین مطالب الہامی اور مقاصد ربانی اخذ کرنے اور اُنسے موثر ہونیکا کافی مادہ پیدا ہوجاتا ہے کتب بینی اور سبق خوانی کیطرف زیادہ متوجہ نہین ہوتین۔

بیشک یہ بات تسلیم کیے جانیکے قابل ہو کہ جو لوگ کتابی تعلیم حاصل نہین کرتے اُن مین اگرچہ مقاصد فہمی کی لیاقت پیدا ہوجاتی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ایسے قابل نہین ہوتے جیسے کتابی تعلیم حاصل کرنیوالے۔ اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی ماننا پڑیگا کہ محنت ایک ایسی چیز ہے جس سے غبی الشان بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اُٹھا ہی لیتا ہے۔ لیکن یہ بات قابل نوٹ ہو کہ لیاقت و قابلیت کتب بینی اور باضابطہ تعلیم حاصل کرنے مین ہرگز منحصر نہین ہے بلکہ ایک ایسا شخص جسنے معمولی تعلیم سے اپنی ذات یا قوم کو فائدہ پہنچایا ہو اُس تعلیم یافتہ سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہے جس نے علم مین بہت بڑا تبحر اور ملکہ حاصل کرنیکے بعد اُس سے اپنی ذات یا ملک و قوم کی بہبودی نہین چاہی۔ اسیطرح جن مقدس انفاس لوگون کے دل و دماغ ابتدا ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ و مجلا ہوجاتے ہین جنھین فطرت کی خاص بخششین سمجھنا چاہیے تو اُنھین خود بخود وہ ربانی لیاقتین اور روحانی قابلیتین حاصل ہوجاتی ہین جو نہ کسی سنگین محنت سے حاصل ہوسکتی ہین نہ جانکاہی و جگر خراشی سے نصیب ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ گو جناب قاضی بُدھا صاحب زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے لیکن آپ کی فراخ و خوبصورت پیشانی کی تابانی انسانی نظرون کو اسبات کا صاف پتا دیتی تھی کہ اس معزز شخص کی دماغی قوتون اور قلبی جوہرون کو فطرت کی طرف سے وہ حصہ ملا ہے جو ایک زبردست متبحر عالم جامع فنون کو بہت کم نصیب ہوتا ہے

بزرگ قاضی بدھا صاحب کے انتقال کے بعد اُنکے دو فرزند باقی رہے جو تقدس پاکی اور شریفانہ عادات کے مجسم تصویر اور آپ کی ایک عظیم الشان یادگار تھے۔ ایک قاضی قاسم جو اپنے واجب الاحترام والد کے

قاضی قاسم
شیخ مکن

انتقال کے بعد اُنکے جانشین اور خلیفہ مقرر کیے گئے۔ دوسرے شیخ مکن جو انتہا سے زیادہ علمی لیاقت اور باطنی قابلیت رکھتے تھے اور جو نسبۃً باطنی علم کا زیادہ حصہ قدرتی طور پر رکھتے تھے۔ آپکے انتقال

شیخ یونس

کے بعد صرف ایک فرزند یونس نام باقی رہے جو بڑے ہوکر نہایت قابل اور فخر خاندان شخص قرار دیئے گئے۔ واجب الاحترام اور معزز یونس سیرت مین صورت مین اخلاق و عادات مین بالکل اپنے والد بزرگوار

کے قدم بقدم تھے۔ اُن کی طرزِ معاشرت اور تمدنی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسی جناب قاضی بدھا صاحب کی۔ اُس زمانہ کے لوگ صرف اس لحاظ سے اُن کی اور بھی وقعت و قدر کرتے تھے کہ یہ قاضی صاحب کی شکل و شباہت سے زیادہ ملتے جلتے تھے۔ قاضی بدھا صاحب کے فرزند رشید جناب قاضی قاسم صاحب کے انتقال کے بعد اُن کے دو عزیز الوجود اور گرامیقدر صاحبزادے باقی رہے۔ ایک قاضی قادن (قاضی قادن) دوسرے شیخ کمال الدین (شیخ کمال الدین)۔ قاضی قادن اور شیخ کمال الدین دونوں محترم بزرگ حضرات اگرچہ علم و فضل عقل و تمیز، ذہانت و طباعی وغیرہ میں مساوی درجہ رکھتے تھے۔ گو بعض بعض خصوصیتوں میں ایک دوسرے سے کسیقدر ممتاز اور مستثنے تھے۔ لیکن چونکہ جناب قاضی قادن صاحب شیخ کمال الدین سے عمر میں کسیقدر بڑے تھے۔ اسلئے آپ ہی اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اُن کے قائم مقام اور جانشین قرار پائے اور شہر کی ریاست اور سیاست آپ ہی کے تفویض میں رہگئی۔

قاضی قادن صاحب ہرچند کہ تمام تذکروں اور تاریخی صفحوں میں اسی نام نامی سے یاد کئے گئے ہیں لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ کا اسم گرامی عبدالقادر یا قوام الدین ہوگا جو ایک زمانہ تک متعصب ہندوؤں کی ناآشنا اور جاہل زبان پر جاری ہوتے اور تحریف و تصحیف قبول کرتے کرتے عبدالقادر سے صرف قادن رہگیا۔

قاضی قاسم کے دوسرے صاحبزادے شیخ کمال الدین جو قاضی قادن کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور جو ان اطراف میں علم و فضل کی بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اُن کے ہاں صرف ایک فرزند پیدا ہوئے جنکا نام نامی نظام الدین رکھا گیا (شیخ نظام الدین)۔ اور جو بڑے ہوکر علمی فیاضیوں اور فطری قابلیتوں کے سرچشمہ ہوئے ان ہی سے شیخ کمال الدین کے انتقال کے بعد اُنکی نسل قائم ہوئی اور آئندہ زمانہ میں اس نسل کے سلسلہ میں بڑے بڑے عالی وقار اور حوصلہ مند دقیق النظر حضرات پیدا ہوئے

محترم قاضی قادن کے انتقال کے بعد دو فرزند آپ کی یادگار میں باقی رہے۔ ایک شیخ محمود (شیخ محمود)۔ دوسرے شیخ آدم (شیخ آدم) جو بھائی خان کیساتھ کمال شہرت رکھتے تھے۔ شیخ محمود اپنے معزز اور واجب الاحترام قبائل میں بڑے نجیب و شریف اور ممتاز شخص گنے جاتے تھے اور نہ صرف اس جلیل القدر خاندان کے شرفا آپ کی عظمت و جبروت شان و شوکت کو تسلیم کرتے تھے بلکہ شہر رہتک اور اُسکی اطراف و جوانب کے تمام اولوالعزم اور محترم باشندے بڑے درجہ کی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے۔ چونکہ اس زمانہ میں

بہت سے خارجی اسباب اور اس بزرگ خاندان کی طبیعت کے مخالف چند ایسے ہی سامان جمع ہوگئے تھے کہ شیخ محمود کو جو اُسوقت تمام بقیہ خاندان میں امتیازی نظروں سے دیکھے جاتے تھے منصب قضا سے کنارکش ہوکر اعمال سلطانیہ میں مشغول ہونا پڑا۔ (شیخ محمود کا منصب قضا چھوڑ کر اعمال سلطانیہ میں مشغول ہونا)

چونکہ فطرت نے پہلے ہی سے جناب شیخ محمود کیلئے تجویز کر رکھا تھا کہ آپ زمانہ کے سرد و گرم نرمی و سختی دونوں قسم کی کیفیتوں سے دلچسپی حاصل کرینگے نیز بہت سے پیچیدہ اور اہم معاملات کی گتھیوں کو سلجھانا اور نئے نئے الجھیڑوں میں سے موشگافیاں کرنا انکی قسمت میں لکھا جا چکا تھا اسلئے ضرور تھا کہ آپ منصب قضا کو خدا حافظ کہکر ایک ایسا سلسلہ اختیار کریں جس سے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو کچھ فائدہ پہنچ سکے۔ یہ ایک ارادہ تھا جو بزرگ شیخ محمود کے دماغ میں بجلی کیطرح ساعت بساعت اور آناً فاناً کوندرہا تھا اور جسمیں ایک عجیب اتفاقی طور پر تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی۔ اُس مصرعہ نے جو ابتدا سے آپکی طبیعت میں خمیر کردیا گیا تھا دفعۃً زور کیا یکایک آپکا دل برداشتہ ہوا اور وہ ضعیف سا خیال اور تحریک جو بجھی ہوئی چنگاری کیطرح آپکے باطن میں کبھی کبھی اپنی تابانی دکھا جاتی تھی اب ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قصد ہوگیا آپنے ہر بات کے چڑھاؤ اُتار اور مخالف موافق پہلوؤں پر عمیق نظر دوڑا کر اپنے دل میں قطعی فیصلہ کرلیا کہ موجودہ حالت میں زندگی بسر کرنے سے بیباکانہ زندگی اچھی اور انسب و اولیٰ ہے اس میلان طبع میں بھی بڑے بڑے ربانی اسرار اور فطرتی راز مخفی تھے جسکی خبر حضور آپکو بھی نہ تھی۔ اس امر کے تسلیم کرنے سے کسی متنفس کو ہرگز انکار نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ کو اپنے جس بندہ سے اُسکی زندگی کے آئندہ حصہ میں جیسا کام لینا ہوتا ہو اُسکے ویسے اسباب سامان بھی ایسے ہی پیدا کردیتا ہے چونکہ آپ مسلمانوں کی بہبودی اور ترقی و عروج کیلئے پیش خیمہ قرار دئیے گئے تھے اسلئے آپکا فرض منصبی تھا کہ اپنے میلان طبع کی متابعت کریں یعنی کوئی ایسی صورت پیدا کریں جس سے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو ملک و سلطنت کیطرف سے کافی فائدہ پہنچے۔

ہمیں تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جب شیخ محمود قضا کا عہدہ چھوڑ کر اعمال سلطانیہ میں مشغول ہوئے تو انہیں بہت سے ایسے جانگزا مصائب اور جگر خراش تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے جنکا تحمل کبھی بڑے سے بڑے حوصلہ مند سے بھی متصور نہیں ہوسکتا لیکن بڑی خوشی کا مقام ہے کہ آپنے تمام مصائب و تکالیف کا بڑی خوشی اور استقلال کیساتھ استقبال کیا اور زندگی کی ناگوار ہستیاں اٹھاتے اٹھاتے بھی کبھی آپکی طبیعت اچاٹ نہیں ہوئی اور اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپکی پر شوق نظریں ہمیشہ اسطرف پڑرہی تھیں کہ چاہے مجھے جسقدر تکلیف پہنچے لیکن مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کیلئے کوئی ایسا سلسلہ قائم ضرور ہوجائے جس سے انہیں سلطنت وقت کیطرف سے پورا فائدہ پہنچ سکے اور انکی ترقی و عروج اوج کمال پر پہنچ جائے

ساتھ ہی اُن تمام کامیابیوں کے جو شیخ صاحب کو حاصل ہوئیں نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ اِس ترقی پر بھی اپنے منصبی فرائض بڑی جرأت و دلیری سے ادا کرتے اور ہمیشہ اُن ہی باتوں کو استعمال میں لاتے رہے جو آپکے شریف خاندان کیساتھ خصوصیت رکھتی تھیں باوجودیکہ آپ سلطنت کیطرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے اور اُسکی انجام دہی کے ذمہ دار قرار دیئے گئے تھے۔ مگر جو طریق آپکے خاندان میں مروج تھے اُن سے سرمو تجاوز نہ کرتے تھے۔ اِسی لیئے قدیمی تذکروں میں آپ کی بابت لکھا گیا ہے کہ اگر شیخ محمود کے ظاہری احوال پر سرسری اور اجمالی نظر ڈالی جاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر خاص شہر رہتک و اُسکے اضلاع میں صدیق گزرے ہیں سب میں آپکا نمبر اول تھا۔

جناب شیخ محمود جب سن بلوغ کو پہنچے تو آپنے تحفظ نسل کے لئے ایک نہایت ہی عفت مآب اور شریف خاتون سے نکاح کیا جسکا نام آفریدہ تھا اور جو سونی پت کے سادات و اشراف میں سے ایک بڑے شریف و نجیب خاندان کی عورت تھی اِس عورت کے بطن سے آپکے ہاں ایک سعادتمند و خوش قسمت لڑکا پیدا ہوا جسکا نام شیخ احمد رکھا گیا۔ اور جو بڑا ہو کر نہایت تیز ہوش اور بیدار مغز صاحب طریقت ہوا۔

شیخ احمد نے بچپنے ہی میں اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا تھا۔ اور رہتک سے نکلکر حضرت شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الحکیم کیساتھ نشو و نما پایا تھا۔ بچپن کا زمانہ طے کر کے جب آپنے عالم شباب میں قدم رکھا۔ اور سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی سنجیدہ اور متین پیشانی میں رشد و ہدایت کے آثار نہایت درخشانی و تابانی کیساتھ نمایاں ہوئے جو قیافہ شناس نظروں کیلئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پیشینگوئی کرتے تھے جنہیں دیکھنے والے فوراً تاڑ جاتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنیوالا ہے جسمیں دنیاوی جاہ و جلال اور حشمت و شوکت اِس ہونہار نوجوان کے قدموں کو بوسہ دینگے اور اِس اقبالمند کا پر شوکت ستارہ شہاب ثاقب کیطرح اوج کمال پر چمکے گا۔ خدائی فوج کا جمگھٹا اُسکی رکاب میں ہوگا۔ اور رب الافواج کا ہاتھ ہمیشہ اسکے سر پر رہے گا۔

شیخ احمد کا نکاح

شیخ عبد الغنی صاحب نے جن کی تربیت و تعلیم میں شیخ احمد اپنی قیمتی زندگی بسر کرتے تھے اپنی خداداد و قدسی اور باطنی صفائی سے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ یہ لڑکا ہونہار اور انتہا سے زیادہ باوقعت ہے۔ اِسی لیئے اُنہوں نے اپنی صاحبزادی اُن کے نکاح میں دیکر ایک دراز عرصہ تک اُن کی

تربیت و تعلیم میں حد سے زیادہ مصروف رہے اور کبھی لمحہ بھر کیلئے بھی اُنکی جدائی اختیار نہیں کی لیکن جب شیخ احمد جوان ہوئے تو دفعتہً اُنکی طبیعت یہاں سے اُچاٹ ہوگئی اور یہی برخاستگی طبع انجام کار اُن کے رہتک میں دوبارہ آنیکی باعث ہوئی۔

شیخ احمد کا دوبارہ رہتک میں آنا

جب آپ رہتک میں جلوہ آرا ہوئے تو قلعہ کے باہر ایک نہایت عالیشان اور شاندار عمارت تیار کرائی اور اپنے خاندان کے تمام قبائل کو یہاں جگہ دی۔

کچھ شک نہیں کہ جناب شیخ احمد صاحب کے وہ دلچسپ واقعات جو اُنکی تاریخی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں نہایت عجیب و غریب واقعات ہونگی۔ اور اپنے ساتھ مدت مآب حالات کا ایک بیش بہا انبار رکھتے ہونگے۔ لیکن مجھے بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ شیخ احمد کے اِسکے بعد کے حیرت انگیز واقعات کسی تذکرہ اور تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزرے۔ نہ کسی ایسے معتبر ذریعہ سے بہم پہنچ سکے جنہیں میں اِس مقام پر لکھکر ناظرین تذکرہ کو محظوظ کرتا۔

شیخ منصور

القصہ شیخ احمد کے انتقال کے بعد اُن کے دو فرزند باقی رہے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ حسین۔ شیخ احمد کی آیندہ نسلوں کا سلسلہ اِن ہی دونوں حضرات کی اولاد میں منحصر و محدود ہے۔ شیخ منصور نہایت متواضع اور خلیق تھے آپکے اخلاق ایسے عام اور وسیع تھے جنہوں نے مخالفوں کے دلوں میں بھی آپ کی کافی جگہ کر دی تھی۔ شجاعت بہادری میں لاجواب اور تحمل و وقار میں بے مثل تھے۔ آپنے اولاً اپنے حقیقی ماموں شیخ عبد الصمد بن شیخ عبد الغنی کی صاحبزادی سے نکاح کیا جو نہایت ذی شعور اور صاحب فہم خاتون تھیں۔ اِس عفیفہ اور عصمت مآب خاتون کے بطن سے باجاہ و جلال دو لڑکے پیدا ہوئے ایک شیخ معظم دوسرے شیخ اعظم۔ لیکن جب اِس خداشناس اور صدق بی بی کا انتقال ہوگیا تو پھر آپنے ایک اور شریف خاندان کی عورت سے نکاح کیا جسکے بطن سے شیخ عبد الغفور اور شیخ اسماعیل پیدا ہوئے۔

شیخ معظم و شیخ اعظم

شیخ عبد الغنی

شیخ احمد صاحب کے سلسلۂ بیان میں جناب شیخ عبد الغنی صاحب کا بھی ذکر آگیا ہے جو شیخ احمد صاحب کے خسر تھے جیسا کہ میں اوپر تفصیل کیساتھ لکھ آیا ہوں۔ اِس مقام پر مجھے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل اسکے کہ اِس معزز خاندان کے اولوالعزم ممبروں کا تذکرہ ختم کروں۔ شیخ عبد الغنی صاحب کے سوانح عمری کا سرسری اور اجمالی خاکہ کھینچوں۔ اگرچہ مجھے شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علاوہ دیگر خاندان کے حضرات کے

واقعات و حالات سے بحث کرنی نہیں چاہیئے اور ایسی قسم کی بحث میرے منصب کے لحاظ کے مناسب ہے لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ایسے نادرۂ روزگار کے حالات ظاہر کرنے میں پہلوتہی کرون جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہ سہی لیکن اُنکے خاندان سے خاص قسم کا تعلق رکھتا ہو۔ مجھے معزز ناظرین سے امید ہو کہ وہ خارج البحث کے الزام دینے سے معذور رکھینگے۔

شیخ عبدالغنی صاحب ایک بڑے زبردست علامہ اور فاضل اجل تھے۔ آپکی محتاط زندگی تبحر علمی و پرہیزگاری، متواضعانہ اخلاق، شائستہ و زیبا عادات کی شہرت ایک عالم میں پھیل گئی تھی اور ہندوستان کا ہر ایک شخص آپ کو ولی کامل سمجھتا تھا۔ جلال الدین اکبر جیسا پرشوکت اور قہار بادشاہ آپ کی عظمت جبروت اور جاہ و جلال کو تسلیم کرتا اور ہر پہر در بار نہایت عقیدتمندی اور پاک اعتقادی کیساتھ تعظیم بجا لاتا۔

اگرچہ اس زمانہ میں مسلمانون کی حالت ترقی کنان اوج کمال پر پہنچگئی تھی لیکن افسوس ہے دیکھاجاتا ہو کہ انکی ملکی ترقی اور شوکت و جبروت کی برقی روشنی کے آگے مذہبی بہبودی اور اسلامی علوم برابر گھٹتے جاتے تھے۔ ہمیں ذرا بھی شک نہیں کہ ہندوستان میں جلال الدین اکبر کی حکومت ایک پرشوکت اور نہایت امن کی حکومت تسلیم کیجاتی ہے لیکن بدقسمتی سے اس حکومت میں بھی مذہبی علوم کے مردہ قالب میں جان نہیں ڈالی گئی۔ اور اُسے یون ہی ادھوا چھوڑ کر دنیاوی جاہ و جلال و شوکت و عظمت حاصل کرنیکی طرف توجہ مائل کیگئی۔

تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہو کہ مقدس پاک اسلام جو فاتحان ہندوستان اس سرزمین میں اپنے ساتھ لائے تھے بجائے اسکے کہ وہ ملکی فتوحات اور اسلامی تاجدارون کی ترقیون کے پہلو بہ پہلو ترقی کرتا اور بغداد و اندلس کیطرح ہندوستان میں اپنی حیرتناک ترقی کا جلوہ دکھاتا اُلٹا کچھ ایسا بے فروغ ہوگیا کہ بس اب بجز نام کے اور کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ اور اسکی بڑی وجہ یہی ہوئی کہ مذہبی علوم کے آثار روز بروز مٹتے جاتے اور لوگون کو انکی طرف توجہ بہت کم ہوتی جاتی تھی گو اسوقت بہت سے حامیان دین اور فدائیان اسلام علما موجود تھے جیسے کہ شیخ عبدالغنی صاحب اور اُنکے خاندان کے چند دیگر حضرات لیکن جب حاکم وقت ہی کی حالت درست نہو اور خود اُسے ہی اسلامی علوم سے دلچسپی نہو تو بیچارے علما کی طوطی کی آواز نقار خانہ میں کب سنی جا سکتی تھی۔

ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ ہندوستان کی قسمت میں روز اول ہی سے لکھ دیگیا

ملکی شوکت اور علمی برکت کا مقابلہ

تھا کہ یہ مسلمانون کے دینی علوم اور مذہبی فنون سے بے نصیب ہے۔ اور اسکے باشندے یہاں کی تعیش خیز آب و ہوا سے کچھ ایسے سرخوش اور از خود رفتہ ہوجائین کہ اپنی آیندہ نسلون کی کامیابی و بہبودی کا خیال اُنکے دلون سے بالکل نکلجائے اور وہ بھول کر بھی کبھی اس راہ مین قدم نہ ڈالیں۔

غرضکہ جناب شیخ عبدالغنی صاحب کی تمام خوش خلاقی، طرز معاشرت، تقوے و پرہیزگاری عبادت، مروت، صداقت، شیرین زبانی ایسی تھی جسنے نہ صرف اکبر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا بلکہ اُسکے تمام روسا اور ارکان سلطنت کی طبیعتیں بیساختہ اپنی طرف مائل کر لی تھیں۔ اکبر نے آپکے اتقا و زہد اور باطنی قوتون کے پرجوش ولولون کی کیفیت سُن کر اپنا مشیر مقرر کر لیا تھا اور کوئی کام بغیر آپکے مشورہ کے کبھی نکرتا تھا

شیخ عبدالغنی صاحب کا اکبری دربار میں نہایت عزت کیجاتی تھی۔

یہ بالکل صحیح ہو کہ واعظ کا زبانی وعظ و نصیحت سامعین کے دلون پر اپنا اثر ضرور ڈالتی ہو لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہو کہ واعظ و ناصح کی عملی زندگی اُسکی زبانی پند و نصیحت سے بہت زیادہ اثر ڈالتی ہو۔ شیخ عبدالغنی صاحب کی مبارک زندگی ایسی پر اثر تھی اور اسمین وہ جوہر مضمر و پوشیدہ تھے کہ حکومت کے اکثر ارکان اور فوج کے بکثرت آدمی آپکے معتقد ہوگئے تھے۔ آپ اپنے متواضعانہ اخلاق اور منکسر المزاجی کیوجہ سے اکثر اوقات بادشاہ کی مجلس شورے میں شریک ہوتے اور بعض اہم معاملات میں اُسے نیک مشورہ دیتے۔ لیکن چند روز میں اکبر عیش پسندی میں اسدرجہ مستغرق ہوکر دین و دنیا سے گیا گزرا ہوگیا اور اسکی منغص بیہودگیون اور نفرت انگیز کارروائیون کی یہانتک نوبت پہنچی کہ الحاد و زندقہ میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ جب اکبر کی یہ زبون حالت اسدرجہ تک پہنچی تو شیخ عبدالغنی صاحب نے یک لخت ترک ملاقات کر دی اور محبت و الفت کے رشتہ کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ جانبین سے ایک قسم کی قابل تنفر کشش پیدا ہوئی اور شیخ عبدالغنی نے اب سے اکبری دربار کو خدا حافظ کہا۔

شیخ عبدالغنی کی اکبر سے رنجش

اسی اثنا میں بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آئی اور اکبری جھنڈے اُسطرف اُٹھ کھڑے ہوئے خاص اکبر آباد سے جو اُن دنون ہندوستان کا دار الخلافہ اور پایۂ تخت تھا نہایت خونخوار اور خونریز لشکر متواتر اور پے درپے بھیجے جا رہے تھے اور فوجون کا تانتا بندھ رہا تھا۔ اکبری فوج نے وہان پہنچکر کچھ روز قیام کیا اور پھر کئی جانب سے چتوڑ پر حملہ کیا۔ ہر چند کہ یہ جرار بہادر فوج ایک عرصہ تک برابر حملے کرتی رہی اور نہایت سفاکی اور دلیری سے مقابلہ مین آمادہ رہی مگر پھر بھی کچھ فتح کے آثار نمایان نہین ہوئے

چتوڑ کی مہم

ایک عجیب واقعہ

اسی اثنا میں ایک عجیب و قصہ یہ پیش آیا کہ امام ناصر الدین شہید ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کے مقدس و متبرک مزار پر ایک پاک طینت نیکدل شخص معتکف تہا۔ رات کیوقت خواب کیحالت مین نہین بلکہ بیداری کیحالت مین دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص روشن اور دہوئین دہار مشعل ہاتھ مین لئے آگے بڑھ رہا ہے جسکی روشنی مین ایک مختصر سی جماعت قدم اُٹھائے چلی آرہی ہو۔ اور عجب شان و شوکت سے آرہی ہو فوجی لباس سارے جسم کو چھپائے ہوے ہے۔ کمروں سے تلوارین بندھی ہوئی ہین۔ ایک ہاتھ مین آہنی چمکدار نیزہ اور دوسرے مین لمبا برچھا ہو یہ جماعت تعداد مین نہایت مختصر تھی۔ جسکے افراد سہولت و آسانی کے ساتھ انگلیون پر شمار کر لیئے جا سکتے تھے۔ اُن کے حلقہ مین ایک نوجوان شخص گھوڑے پر سوار تہا جو قرینہ سے معلوم ہوتا تہا کہ یہ ان کا سردار ہے۔ جس انداز سے وہ شخص گھوڑے پر سوار تہا اور اُسکے چہرہ سے جس جرأت شان کا اظہار ہوتا تھا بیان مین نہین آسکتا۔

امام ناصر الدین شہید کے مزار کے معتکف کا بیان ہو کہ مین نے یہ عجیب ماجرا دیکھکر آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کہ کہین مین خواب مین تو نہین ہون، معلوم ہوا کہ بیداری کی حالت مین دیکھ رہا ہون۔ الغرض تہوڑی دیر مین مشعل اور مشعل کیساتھ یہ لوگ مزار کے قریب آپہنچے۔ دفعۃً مشعل مزار کے قبے مین داخل ہوئی اور ساتھ ہی یہ مسلح فوج کا دستہ بھی اندر گھسا۔ مین نے اپنے دلمین خیال کیا کہ شاید یہ لوگ مسافر ہین اور زیارت کی غرض سے یہان آئے ہین میرا ارادہ تہا کہ جب یہ لوگ زیارت سے فارغ ہو کر واپس آئینگے تو مین انکی بود و باش کی کیفیت دریافت کرون گا۔ اور معزز نوجوان کو نہایت نیازمندی اور عاجزی کیساتھ آداب بجالاؤن گا۔ لیکن مین کبھی جھوٹ نہ بولون گا اُسوقت میری بیخودی اور ازخود رفتگی کا یہ عالم تھا کہ ٹکٹکی باندہے کھڑا تھا۔ اور ایک بے اختیاری کی حالت کے ساتھ انکی ثنا و صفت بیان کر رہا تہا۔

مین اسی حالت مین محو تہا کہ دفعۃً ایک اور واقعہ نے جو مذکورہ بالا واقعہ سے بھی زیادہ تعجبناک ہے مجھے چونکا دیا۔ یعنی مجھے اسبارہ مین بہت تہوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ دیکھتا ہون کہ وہ رئیس جسے فوجی سپاہیون کا جمرمٹ حلقہ کئے ہوئے تہا گھوڑے سے اُتر کر قبر مین داخل ہُوا۔ اور اُسکے قبر مین اُترتے ہی فوجی سپاہیون کا ایک ایک شخص قبر مین گھسنے لگا۔ مین نے اپنے گئے ہوئے حواس بجا کر کے نہایت جرأت کیساتھ ایک شخص کا دامن پکڑ لیا اور بے انتہا لجاجت ظاہر کر کے عرض کیا

کہ مین آپسے صرف اسقدر دریافت کرنا چاہتا ہون کہ یہ مزار کون ہو اور اسکے ساتھ جو یہ سپاہی ہین کیسے ہین۔ بولا۔ سردار جناب امام ناصر الدین شہید ہین اور جنہین تو فوجی سپاہی سمجھ رہا ہو شہیدون کی جماعت ہو۔ مین نے پوچھا اچھا یہ لوگ کہان گئے تھے۔ جواب یا ہم چتوڑ کو سر کرنیکی غرض سے وہان گئے تھے۔ چنانچہ آج قلعہ چتوڑ فلان ساعت مین فلان برج کیطرف سے فتح ہُوا اور ہمارے جوانون کی اونچی چوٹیون پر اکبری پھریرے ہوا مین فرانٹے بھرنے لگے یہ حضرات کامیاب اور فتحمند ہو کر وہان سے تشریف لارہے ہین۔

محترم شہید کے مزار کا معتکف کہتا ہو کہ مین اس حیرت انگیز واقعہ سے نہایت متاثر ہُوا اور جیسا دیکھا تہا بجنسہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی خدمت سراپا برکت مین حاضر ہو کر عرض کیا۔ شیخ صاحب نے اس واقعہ پر مطلع ہو کر جلال الدین اکبر کو فتح چتوڑ اور تسخیر قلعہ کی مبارکباد دی اور صورت واقعہ بے کم و کاست بیان کر دی۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ چتوڑ کی فتح اُسی اسلوب و طریقہ پر بادشاہ کی خدمت مین معروض ہوئی جیسا کہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب نے بیان کیا تھا۔ اسپر اکبر شاہ بہت خوش ہوا اور اپنی فیاضانہ ہمت سے بارہ وسیع و معمور گاؤن جناب امام ناصر الدین شہید کے مزار کی نذر کر دیئے۔ اور شیخ عبد الغنی صاحب کے نام ایک شاہی فرمان جاری ہُوا کہ ان قصبات کی سالانہ آمدنی آپ کی تفویض مین ہمیشہ رہیگی۔ آپکو اس بات کا کلی مجاز و اختیار ہوگا کہ اس رقم کو جس طرح چاہین اور جس موقع پر مناسب سمجھین خرچ کرین گویا اسکے سپید و سیاہ کرنیکا ہر طرح آپکو اختیار ہو۔

اس واقعہ کے ذکر کرنیسے میری صرف اتنی ہی غرض ہو کہ ناظرین کو شیخ عبد الغنی صاحب کی خداداد قابلیت اور غیر معمولی لیاقت معلوم ہوجائے اور سمجھ لیا جائے کہ اکبری دربار مین آپکی کیسی کچھ عزت کیجاتی تھی۔ اسی مقام پر مین آپکا ایک اور واقعہ لکھتا ہون جسمین آپ کی عجیب و غریب بزرگی اور بے انتہا جلال نظر آتا ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہو کہ آپ کی مقدس ذات مین عملی زندگی اور روحانی حیات کی کسقدر پر زور قوتین ودیعت کی گئی تہین اور فطرت کے کتنے اسرار آپ مین مضمر و مخفی تھے۔

ایک اور حیرت انگیز واقعہ

خواجہ محمد ہاشم کشمی شیخ مجدد یعنے حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی قدس سرہ سے ناقل ہو کہ شیخ مجدد فرماتے ہین۔ ہمارے والد بزرگوار ایک مدت تک جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کے جویان رہے جو شہر سونی پت کے ایک بڑے کامل درویش اور مشہور و معروف بزرگ تھے۔ ہمارے والد بزرگوار

کو آپسے نیاز حاصل کرنے اور خدمت مین حاضر ہونیکا اس لحاظ سے اور بھی بیتابانہ شوق تھا کہ انہین کسی معتبر ذریعہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ شیخ عبدالغنی صاحب اپنے بزرگ و محترم پیر کا ایک خاص راز بطور رکھتے ہین۔ یہ سنکر انہین کمال اضطراب ہوا اور اسی اضطراب کے دفعیہ کیلئے شیخ عبدالغنی صاحب کی ملاقات کے از حد مشتاق تھے۔ وہ قیمتی اور وزنی راز جسنے ہمارے والد ماجد کو اسقدر بے چین کر رکھا تھا کہ رات کی نیند اور دن کا آرام آپ کو ناگوار بلکہ حرام ہوگیا تھا یہ تھا۔

شیخ عبدالغنی فرماتے ہین جب میرے خدا شناس اور پیارے پیر کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہون نے مجھے اور ایک شوریدہ کار درویش کو اپنے پاس بلایا تاکہ القاء نسبت کی آخری رسم جو اس خاندان کا عام قاعدہ ہے ادا کرین اور جو کچھ اس حقیر پر توجہ مبذول کرنی تھی اور باطنی فیض عطا کرنا تھا کرین۔ جب مین اپنے رہبر کامل و مرشد اکمل کی خدمت مین پہنچا تو حضور نے معاملہ حقیقت کا ایک نہایت عمیق غمیض بھید زبان مبارک پر جاری فرمایا جسکے سنتے ہی درویش تو فوراً جان بحق تسلیم ہوگیا۔ اور مین اسیطرح حیران و سراسیمہ اپنی جگہ برقرار رہا۔

پس میرے والد بزرگوار کو اس راز کی اطلاع نے شیخ عبدالغنی صاحب کی ملاقات کا حد سے زیادہ مشتاق بنا رکھا تھا۔ انکی دلی آرزو تھی کہ جسطرح بن پڑے خود جناب شیخ عبدالغنی صاحب سے ملکر انکی زبان سے یہ راز حل کرین۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شیخ عبدالغنی صاحب کو دفعتہً ایک ایسی ضروری اور اہم مہم پیش آئی جسکے سر کرنیکی غرض سے آپکو خاص ہمارے قصبہ سرہند سے عبور کرنا پڑا۔ اور آپ عین اُسوقت جبکہ کسیکو خیال و وہم بھی نہ تھا اچانک سرہند مین جلوہ آرا ہوئے۔ شیخ عبدالغنی صاحب نے سرہند مین پہنچکر سرا مین قیام کیا اور ہمارے والد صاحب کو آپسے نیاز حاصل کرنیکا یہ بہت اچھا موقع ملگیا۔ والد بزرگوار سرا مین تشریف لیگئے اور شیخصاحب سے ملکر نہایت محظوظ ہوئے۔ معانقہ و مجالست اور معمولی مزاج پرسی کے بعد خلوت کی درخواست کی اور اُس راز سربستہ کے اظہار کرنیکی التماس کی۔ چونکہ شیخصاحب نہایت رحمدل خوش اخلاق مروت پسند تھے آپنے بے دریغ سارا راز کھول دیا اور مافوق العادت تسلی و تشفی کرکے والد صاحب کو رخصت کیا۔ جب میرے والد شیخصاحب کی لطف اور نشاط انگیز صحبت سے جدا ہوکر باہر تشریف لائے تو شیخ جمیل الدین صاحب جو اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور مشہور صاحب دل تھے اور جو ہمارے والد بزرگوار کے تمام خلفاء مین ایک بڑے قابل

لائق خلیفہ تھے دریافت کیا کہ آپنے شیخصاحب سے اُس راز کا استفسار کیا؟ فرمایا ہان! عرض کیا وہ راز تھا کیا؟ جواب دیا وہی معمولی اور قدیم مسئلہ تھا جو ہمارے اور ہمارے خاندان کے عقائد کی روح ہو رہا ہے۔ یہ تمام کائنات اور اُسکا ذرہ ذرہ جو وقتاً فوقتاً انسانی نظرون مین سماتا ہے واحد حقیقی ہے جو کثرت کے عنوان مین نمودار ہوتا ہے چونکہ وہ شوریدہ کار درویش جو شیخ عبدالغنی صاحب کی معیت مین تھا بالکل سادہ لوح اور باطن کی پرزور قوتون سے کورا تھا جونہی یہ وزنی راز اُس کے کان مین پڑا اُسکی پست حوصلگی اور تنگ خیالی اس عظیم الشان راز کا تحمل نہ کر سکی اور روح عنصری قالب سے پرواز کر گئی۔ لیکن جبکہ شیخ عبدالغنی صاحب کے ضمیری جوہر اور فطری قابلیتین بچپن ہی سے نہایت چمکدار اور تابان تھین اور وہ پہلے ہی سے اس خانہ برانداز راز سے کمال شناسائی اور عام واقفیت رکھتے تھے اُس بھید کو سنکر اپنی جگہ برقرار رہے اور کسیطرح کے تذبذب و تردد نے انہین مداخلت نہین کی

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ عبدالغنی صاحب کی مبارک طبیعت پر ان ربانی اسرار اور قوانین خداوندی کے نقوش اپنے پورے ضبط اور زور کیساتھ منقش ہو چکے تھے جو باطنی قوتون کی جان و روح ہین۔ خدا کی بخششون اور عنایتون کی کوئی حد نہین وہ اپنے بندون کو طرح طرح کے علوم و فنون اور قسم قسم کے ہنرون سے سرفراز کرتا ہے کسیکو کوئی نعمت عطا کرتا ہے اور کسیکو کسی بخشش سے سربلند کرتا ہے۔ اُسمین کسیکو دم مارنے اور سر اُٹھانے کی گنجایش نہین اور کسیکا اتنا زہرہ نہین جو اُسکی حکمت بالغہ پر انگلی اٹھانے کا خیال کرے اور سرسری اور اجمالی طور پر بھی کسی قسم کا وہم و گمان طبیعت مین پیدا کرے۔

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے مین اپنے سلسلۂ بیان سے بہت دور جا پڑا اور اس مضمون پر جسے مین شیخ عبدالغنی صاحب کے واقعات و حالات سے اول اور زیادہ تفصیل کیساتھ لکھتا بہت دیر مین پہنچا ورنہ ذاتی شوق اور منصبی فرض کے لحاظ سے یہی مضمون تھا جسے مین اپنے سلسلۂ بیان مین پہلے لکھتا۔

شیخ حسین صا

مین سابق مین لکھ آیا ہون کہ شیخ احمد صاحب کے دو فرزند تھے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ حسین

شیخ حسین صاحب جمعیت اور منبسط الحال تھے اور اپنی باطنی فیاضیوں اور ضمیری برکتوں کی وجہ سے اس اطراف میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ بزرگ شیخ حسین کا جوہر کن کن آسمانی عنصروں سے ترکیب پا گیا تھا۔ لیکن جب آپکی تاریخی زندگی پر ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالی جاتی ہے تو یقین کیساتھ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نہایت بھولے اور محتاط زندگی رکھنے والے مسلمانوں کے خیر اندیش اور مقدس و شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر تھے۔ فطرۃ اللہ کا اصلی مفہوم اور کلام ربانی کا اصلی منشا جیسا آپ سمجھتے تھے دوسرے کو بہت کم نصیب تھا۔

محمد سلطان
شیخ محمد مراد

شیخ حسین کے انتقال کے بعد آپکے دو فرزند باقی رہے۔ محمد سلطان اور محمد مراد۔ محمد سلطان کے حالات مجھ کو کہیں سے دستیاب نہیں ہوئے۔ ہاں شیخ محمد مراد کی نسبت جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے محمد مراد کو خود دیکھا ہے اور اُن کی خداداد قوت و شوکت اور فطری جوانمردی کے بہت سے عجیب و غریب آثار مشاہدہ کیے ہیں چنانچہ آپ اُن کا ایک چشم دید واقعہ اسطرح بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد مراد کو اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اسی سال کی عمر میں جو قوتوں کے انحطاط اور جسمانی قوتوں کے گھٹنے کا زمانہ ہے اشرفی کو انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے ملکر دوہرا کر دیتے تھے۔

شیخ محمد مراد جب جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو بچپن کی حالت میں دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ میں جب اس لڑکے کو دیکھتا ہوں تو میرے دل و جگر پر ویسا ہی رعب اور ہیبت چھا جاتی ہے جیسے اسکے دادا شیخ معظم کے دیکھنے سے چھا جاتی تھی۔ مجھے اگر اپنے خیال میں غلطی کا احتمال نہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بچہ کسی زمانہ میں بڑا صاحب شروت اور اقبالمند ہوگا۔ اسکے رعب و ہیبت کا بھالا مخالفوں کی جان و جگر میں گڑ جائے گا۔ اور کسی وقت میں یہ ایک ایسی اعجاز نما ترقی حاصل کریگا جسے دیکھکر ایک عالم عش عش کرنے لگے گا۔

شیخ عبد الغفور
شیخ اسمٰعیل

شیخ منصور جو جناب شیخ حسین کے بڑے بھائی تھے اور جنکا ذکر کسیقدر تفصیل کیساتھ میں پہلے کر آیا ہوں اُنکے چار صاحبزادے تھے۔ شیخ معظم اور شیخ اعظم یہ دونوں صاحبزادے شیخ منصور کی پہلی بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو شیخ عبد اللہ کی صاحبزادی اور جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی پوتی ہوتی تھیں۔ شیخ عبد الغفور اور شیخ اسمٰعیل یہ دونوں فرزند رشید دوسری بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا

ہوئے تھے۔

چونکہ ہمارے تذکرہ کو جناب شیخ معظم کے دلچسپ اور نشاط انگیز واقعات سے زیادہ تعلق ہے اسلیے ہم یہاں صرف انہیں کے حالات سے بحث کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ شیخ معظم کی تاریخی زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف ہے اور جسکی مثال ایشیائی دنیا میں مشکل مل سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ شجاعت و بہادری میں عدیم المثال اور لاجواب تھے۔ چنانچہ آپکے شجاعانہ واقعات اور بہادرانہ حالات سے تاریخی کتابوں کے صفحات اب تک روشن و منور ہیں۔

یہ منظر بہت ہی تعجب انگیز و حیرت خیز ہوگا جبکہ ہم اس بات کا اظہار کرینگے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کے ملکی و مذہبی ضعف نے مسلمانوں کی جماعتوں میں سپاہیانہ فنون کو بھی ضعیف کر دیا ہے۔ مسلمانوں کے اولوالعزمانہ ارادے اور بہادرانہ جوش انکی اسلامی کمزوری کے ساتھ ساتھ خیرباد ہو گئے۔ اور اب اُن میں یا تو بیہودہ عیش پسندی کا مادہ زور پکڑ گیا ہے یا سستی و کاہلی نے ان کو پژمردہ بنا رکھا ہے۔ اگر آنکھ کھولکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی سپاہیانہ فنون جو اس زمانہ میں زیادہ حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور زیادہ تر اُن لوگوں کے ساتھ مخصوص خیال کیے جاتے ہیں جو کمینے اور ہیچ قوم کہلائے جاتے ہیں۔ سابق کے مسلمانوں کے قیمتی زیور اور اسلامی اشاعت کے زبردست اسباب و ذرائع تھے۔

دنیا کے تمام مروجہ مذاہب پر مقدس اسلام کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ اُسنے جسمانی قوت کیساتھ ساتھ روحانی قوت کے بڑھانیکی بھی تعلیم دی ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ روحانی قوت کی مضبوطی و پائداری اور اسکا اُبھار و استحکام جسمانی قوت کے باقی رہنے سے ہوتا ہے اگر کسی کی جسمانی قوت مضمحل اور ناپائدار ہو تو اسکی روحانی قوت میں وہ اُبھار و استحکام نہوگا جو جسمانی قوت والے کو نصیب ہے اور چونکہ فطرۃ اللہ کے اصلی منشا کے مطابق دین کے ساتھ دنیا کا پاس و لحاظ رکھنا بھی مناسب ہے اسلیے سپاہیانہ فنون کا حاصل کرنا جو حقیقت میں مسلمانوں کے لیے نہایت قیمتی زیور اور جسمانی قوت کے محرک و مولد ہیں اسلامی ترقی کے نہایت ہی مؤثر اور کامیاب کرانیوالے بواعث ہیں۔

شیخ معظم کی شجاعانہ زندگی

جب شیخ معظم معمولاً علمی تحصیل سے فارغ ہوئے تو آپکی طبیعت ایکشے اختیارانہ جوش کے ساتھ سپاہیانہ فنون کی تحصیل اور تحصیل کے ساتھ تکمیل کیطرف دوڑی۔ گو آپ کی طرز معاشرت بالکل

درویشانہ اور عالمانہ تھی لیکن آپ کی پرشوق اور تیز نظرین اُس لاجواب اور عدیم المثال شجاعت کی طرف بڑی شتابی کیساتھ اُٹھ رہی تھین جو زمانۂ سابق مین اسلام اور بانیان اسلام کے حق مین فطرت کی عین بخششین سمجھی گئی تھین۔ اور جنکی وجہ سے اہل اسلام ہمیشہ نیکنامی اور ناموری کیساتھ مشہور ہوتے چلے آئے ہین۔

شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور بھی بہت بڑے شجاع اور دلیر تھے اور آپ مین شجاعت کی روح اور جرأت و اولوالعزمی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا۔ لیکن جو بیخوف دلیری اور بیدھڑک جرأت شیخ معظم کو اِس صغر سنی مین حاصل تھی کہ ابھی آپ آٹھ نو ہی برس کے بچے ہی تھے کہ قابل تعریف اور لائق عزت تھی آپنے بچپن ہی مین تمام وہ سپاہیانہ فنون جو اُسوقت تمام مشرقی حصون مین رائج تھے تدریجا حاصل کر لیے تھے۔ اِس خاندان کے تمام حضرات شیخ معظم کی یہ کیفیت دیکھکر تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے خاندان کا یہ بچہ سپاہیانہ روح کا پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک عام فقرہ تھا جو کثرت سے اُن لوگون کی زبان پر جاری تھا جو قیافہ شناس نظرین اور تجربہ کار نگاہین رکھتے تھے۔ لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ اِس ہونہار بچے مین زور قضا مضمر کیا گیا ہے اور اسی کے پر قوت بازوون سے آیندہ نہایت صعب اور دشوار گزار زمانے طے ہونیوالے ہین۔ اور ایسے نظر بازکمان تھے جو آپ کی اِن حرکتون سے تاڑ جاتے کہ یہی وہ مبارک بچہ ہے جس سے طفلانہ حالت مین شجاعت و بہادری کے ایسے جوہر ظاہر ہون گے جو ہمیشہ کیلئے یادگار ثابت ہونگے۔ اور جنپر تاریخی روشنی دوامًا نہایت تابانی کیساتھ چمکے گی۔

مین اِس مقام پر شیخ معظم کے معرکہ جنگ مین شریک ہونیکا ایک واقعہ جس سے آپ کی بیدھڑک شجاعت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے لکھنا مناسب خیال کرتا ہون تاکہ ناظرین کو آپکے ضمیری جوہرون اور دلیری جرأت کے نمونون کے جانچنے پڑتالنے کا پورا پورا موقع ملے چونکہ یہ واقعہ نہایت دلچسپ اور نشاط انگیز ہے اسلیے امید کیجاتی ہے کہ ناظرین اسے زیادہ دلچسپی اور شوق کیساتھ دیکھینگے۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور صاحب کو ایک دفعہ ایک راجہ کیساتھ جنگ کرنے کا اتفاق پڑا جسمین شیخ معظم صاحبنے لڑائی کا زیادہ حصہ لیا اور اپنی بے محابا جرأتین اور عدیم النظیر شجاعتین چمکا کر دکھائین۔ جب دونون خونخوار لشکر صف آرا ہوئے اور متصل دو تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہرین لیتا رہا تو شیخ منصور صاحبنے اپنی فوج کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ کی کمان تو

آپنے اپنے ہاتھ مین لی۔ اور ایک حصہ شیخ معظم کی سرکردگی مین دیا۔ اولوالعزم جوشیلا نوجوان شیخ شمشیر علم کیے ہوئے اِس دلیر اور بےجگر لشکر کی سرکردگی مین پرشوق قدم اُٹھائے آگے بڑھ رہا تھا اور اُسکی پر قہر نظرین مخالف کے لشکر پر برابر اُٹھ رہی تھین۔

اسوقت شیخ معظم کی عمر بارہ برس کی تھی باوجود اِس صغر سنی کے آپنے اِس معرکہ مین جو شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے ہین اور جس دلیری اور قابل توصیف بےجگری سے اپنی فوج کو لڑایا ہے نہ صرف لایق تعریف بلکہ مافوق العادت بات ہے۔ غرضکہ شیخ معظم نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ مین لیتے ہی اُسے آگے بڑھنے اور دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا جون ہی اِس فوج نے قدم اُٹھائے مخالف کے لشکر نے ایک نہایت ہی عاجلانہ حرکت کی اور دونون لشکر کلہ بہ کلہ جنگ کیلئے مستعد ہوگئے۔ نیزون اور تلوارون کی چمک نے سارے میدان کو درخشان بنا دیا اور لوگون کی آنکھون مین چکاچوند اور خیرگی پیدا کر دی پھر جنگ کا گھمسان ہوا ہے تو خدا کی پناہ کفار کے لشکر کی گردنین مجاہدون کی خونخوار تلوارون سے کھیرے ککڑی کیطرح برابر کٹ رہی تھین اور نیزون کی چھاچھ کی آوازون اور تیرون کی جگرخراش صداؤن کے علاوہ اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا متصل چار گھنٹے اِس قسم کی سینہ بسینہ لڑائی رہی اب نہ ترکشون مین تیر باقی رہے تھے نہ رانون کے نیچے گھوڑے تھے کسیکو اپنے گھوڑے کی خبر نہ تھی نہ یہ معلوم تھا کہ مین کہان ہون اور کیا کر رہا ہون۔ انجام یہ ہوا کہ صنادید کفر کو میدان معرکہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور یہ میدان بہادر شیخ معظم کے ہاتھ رہا۔

چونکہ صنادید کفر کے قدم اُکھڑ گئے تھے اور اُنکے سنگین مورچون پر مجاہدین کا قبضہ ہو چکا تھا اسلیے راجہ نے اِسدن جنگ کی موقوفی کا اعلان دیا گو شیردل شیخ معظم اور اُنکے لشکر پر کسی قسم کی تکان اور ضعف غالب نہ آیا تھا۔ لیکن پھر بھی اُنکو اپنی حالت مین بہت کچھ درستی کرنی تھی۔ لہذا آپنے بھی موقوفی جنگ کا اعلان منظور کر لیا۔ اِسی اثنا مین شیخ معظم سے کہا گیا کہ آپکے والد بزرگوار نے شہادت کا چھلکتا ہوا ساغر منہ سے لگا لیا اور اِس ناپائدار دنیا سے عالم جاودانی مین تشریف لیگئے۔ اُنکی ہمراہی مین جسقدر حبشی بہادر تھے سب جنگ سے پہلوتہی کر کے اور شکست کھا کر اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے شیخ معظم اِس حشتناک خبر کے سنتے ہی سر سے پاؤن تک تھرتھر کانپنے لگے۔ آپکی غیرت و حمیت کا مصفا خون بے اختیار جوش مین آیا اور فاروقی غیظ و غضب کا جوش خون کیطرح رگون مین دوڑ گیا آپنے

اپنی بے نظیر شجاعت اور بیخوف دلیری سے اُسیوقت لشکر کفار پر بڑی خوفناکی کیساتھ ایسا زبردست اور بیباکانہ حملہ کیا جسے صنادید کفار کی مجموعی طاقت بھی نہ روک سکی۔ ہزارون کافر قتل ہوئے اور صدہا زخمی و گھائل تڑپتے رہے۔

شیخ کا مصمم ارادہ ہوچکا تھا کہ مین جبتک کفار کے تاجدار کی گردن اپنے ہاتھ سے نہ اُڑا دون گا اور اُسکی ناپاک اور نجس نعش کو اپنے پیل پیکر گھوڑے کی سُمون سے نہ روند ڈالون گا نیز لشکر کفار کی بیخکنی پورے طور پر نہ کرلون گا تلوار کو میان نہ کرون گا۔ جسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ جو شخص آپکے سامنے آیا یا تو قتل کردیا گیا یا زخمون سے چُور چُور ہوکر ادھموا اور بیکار ہوگیا۔ اگرچہ صنادید کفر نے آپکے اس بیباکانہ و شجاعانہ حملے کے روکنے مین بڑی مستعدی اور سرگرمی کیساتھ کوشش کی اور جان نثاری کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا کہ بپھرے ہُوے شیر کے سامنے سے اُسکا شکار علیحدہ کرکے گھاس پھوس کی کمزور ٹٹی سے روکدیا جائے۔ شیخ معظم اپنے اُسی استقلال اور جوش کیساتھ آگے قدم بڑھائے چلے جاتے تھے اور آپکی قہر آلود اور غضبناک نظرین راجہ کی صورت پر بڑی بیتابی اور غصہ کیساتھ بلند ہورہی تھین غرضکہ آپ کفار کو برابر قتل کرتے اور اپنے لشکر کو آگے بڑھاتے چلے گئے۔ یہانتک کہ راجہ کے ہاتھی کے قریب پہنچگئے۔ شیخ معظم کی یہ بے نظیر جرأت اور بیباکانہ جسارت دیکھکر جگدیو عظم جو شجاعت و بہادری مین منظیر شہرت رکھتا تھا اور جسکی سفاکی و بیباکی کے ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے آپکے مقابلہ کو بڑھا اور بڑی پھرتی سے شیخ معظم پر سر اور سینہ توڑ نیزہ کا وار کیا۔ آپنے اُسکے اس بزدلانہ وار کو سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور جھٹ پیترا بدلکر اور نیزہ کی زد سے بچکر زہر کا بجھا ہُوا ایک نیزہ اُسکے سینہ پر مارا۔ نیزہ کا زخم ایسا کاری تھا کہ وزیر السلطنت جان بر نہو سکا اور فوراً گھوڑے سے نیچے آرہا۔ اُسکی ناپاک نعش پیل پیکر گھوڑون کے سمون سے پاش پاش کردیگئی۔ اور سر جسم سے جدا کرکے ایک بڑے لمبے برچھے مین آویزان کیا گیا۔

وزیر السلطنت کے یون قتل کیے جانیکے بعد چارون طرف سے فوج سمٹ سمٹا کر ایک جگہ جمع ہوئی اور کثیر التعداد سوار خون آشام تلوارین علم کیے ہوے اور نیزے جھکائے ہوے آفت ناگہان کی طرح شیخ معظم پر پل پڑے۔ یہ دیکھکر آپ بھی مستعد ہوگئے اور اسیجگہ اپنی پوری قوت کا زور دیدیا۔ راجہ ایک بلند اور اونچی سطح پر کھڑا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جونہی اُس نے دیکھا کہ ایک نوعمر لڑکے کا بیشمار فوج محاصرہ کیے ہوے چارون طرف سے حملہ آور ہو تو اُسنے ایک نہایت خوفناک آواز مین للکارا اور

دھمکی کے لہجہ مین کہا خبردار اس بہادر اولوالعزم نوجوان کو گزند نہ آئے۔ جو شخص باوجود اس کم عمری کے شجاعت و جوانمردی کے ایسے حیرتناک جوہر دکھائے درحقیقت وہ بہت بڑی عزت و وقعت اور تاج بخشی کے لایق ہے۔ گو اس نوعمر لڑکے نے میری فوج کو انتہا سے زیادہ صدمہ و نقصان پہنچایا ہو اور میری حکومت کا ایک قوی اور مضبوط بازو اسکے آبدار نیزہ سے خون مین نہایا ہو لیکن اسکی دلفریب صورت اور فراخ حوصلگی و اولوالعزمی اسکی جان بخشی کی سفارش کررہے ہین

شیخ معظم کی شہامتانہ کوششون کے نتائج

یہ کہکر خود راجہ ہاتھی سے اُترا اور دوڑکر شیخ معظم کے ہاتھون کو چوم لیا۔ اول نہایت نرم اور خوش کن لفظون مین آپ کی دلجوئی کی بعدازان کمال لجاجت سے عرض کیا۔ صاحبزادے آخر اسقدر غیظ و غضب کا سبب کیا ہے؟ آپنے نہایت متانت اور سنجیدگی کے لہجہ مین جواب دیا مجھے خبر پہنچی ہے کہ میرے والد بزرگوار اس معرکہ مین شہید ہوگئے ہین۔ اب اُن کے بعد مجھے اپنی زندگی اچھی نہین معلوم ہوتی۔ مین نے عزم بالجزم کرلیا ہے کہ جبتک جان مین جان باقی ہے یہ کبھی ممکن نہین کہ مین یہان سے منہ موڑ جاؤن یا جنگ نہونے پر صلح کرلون بلکہ یا تو خود شہید ہوکر والد ماجد کیخدمت مین جا حاضر ہون یا اس تمام لشکر اور خود وارث تاج و تخت کے سر کو خاک و خون مین غلطان دیکھون۔ گو مین ایک کم سن لڑکا ہون۔ لیکن اپنے ارادے مین پورا اور عزم مین پکا ہون۔

اگرچہ شیخ معظم کی یہ بیباکانہ اور درشت تقریر سُن کر راجہ کسیقدر آشفتہ خاطر و برہم ہوا لیکن وہ اپنی آشفتگی کے آثار اور برہمی کے جذبات فوراً پی گیا۔ اور آپکی اس دلیری و بیباکی پر عش عش کرنے لگا بیشک شیخ معظم کی یہ تقریر نہایت سخت و درشت تھی بالخصوص ایک قاہر تاجدار کے سامنے اُسکی نسبت۔ مگر اُسنے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ اے بہادر نوجوان جس شخص نے آپکو یہ خبر دی ہے کہ آپکے والد بزرگوار میرے لشکر کے ہاتھون شہید ہوئے ہین وہ محض کذاب اور جھوٹا ہے اُس نے آپکو دھوکے مین ڈالدیا اور ایک مخلوق خدا کے خون سے مفت زمین کو رنگین کیا۔ آپکے والد زندہ ہین (اور ایک طرف اشارہ کرکے) دیکھیے اُس مقام پر اُن کے ہلالی جھنڈے ہوا مین فراٹے بھررہے ہین

شیخ معظم نے ایک بڑے بیتابانہ شوق اور بے اختیارانہ جوش کیساتھ اُسطرف قدم اُٹھائے اور نہایت شان و شوکت اور عزت و وقار کیساتھ یہان سے رخصت ہوکر اپنے والد بزرگوار کے جھنڈے کے نیچے پہنچگئے۔ عقب سے راجہ نے ایک عریضہ جناب شیخ منصور کیخدمت مین باین مضمون روانہ کیا

کو ہنسے اس بہادر اور شجاع لڑکے کیوجہ سے صلح کی آپ جس بات کی ہم سے درخواست کرینگے فوراً عمل مین لائی جائے گی اور جو شرائط نامہ آپ مرتب کرینگے۔ میں اُسے بدل منظور کرون گا۔

شیخ منصور صاحب نے اپنی طرف سے چند شرطین لکھکر بھیجدین اور قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ اگر شرطین منظور ہون تو مین صلح کیلئے آمادہ ہو سکتا ہون ورنہ مجھے منظور نہین صلح نامہ کی شرطین گو رنجہ کے حق مین نہایت سخت اور ناگوار تہین۔ مگر وہ بلحاظ پولٹیکل معاملات کے دب گیا اور صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ نیز اُسکے دل پر شیخ معظم کا اسقدر رعب بیٹھ گیا تھا کہ مجبوراً اُسے اُن تمام شرطون کو منظور کرتے ہی بنا۔

شیخ معظم کی شجاعت کا ایک اور واقعہ

علی ہذا القیاس جناب شیخ عبدالرحیم صاحب آپکا ایک اور اسی قسم کا واقعہ بیان کرتے ہین جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ صفت شجاعت مین کہان تک قابل اور لایق ہین۔ شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین۔ مین نے ایک عمر رسیدہ دہقان سے جو موضع شکوہ پور مین شیخ معظم صاحب کے پرگنہ خاص مین رہتا تہا سُنا ہے کہ اُس موضع کے گرد و پیش تیس سرکش ڈاکو رہتے تھے جنکی سفاکی و بیرحمی اُن اضلاع مین بڑی شہرت رکھتی تہی اور جنکے مظالم و جفاشعاریون سے وہان کے باشندے چیخ اُٹھے تھے اُن غریبوں مین اسقدر قوت نہ تھی کہ بیرحمون سے اپنا انتقام لیتے۔ لیکن ہر وقت آسمان کیطرف مُنہ اُٹھا کر دعا کیا کرتے اور چاہتے تھے کہ کوئی منتقم اُٹھ کھڑا ہو اور ہم اُسکی مدد مین اپنی جانین تک قربان کر ڈالین۔ یہ ظالم اور ستمگار ڈاکو اس قصبہ مین آتے اور جو کچھ ہاتھ لگتا سب لوٹ کھسوٹ کر چمپت ہو جاتے۔ عوام بیچارے تو کس شمار مین تھے جو دلیر اور جوانمرد کہلائے جاتے تھے اُن کے دلون پر بھی ڈاکوؤن کا رعب و ہیبت اس خوفناکی سے چھایا ہوا تھا کہ جسقدر چاہتے ظلم کیا کرتے۔ لیکن اُنکے کانون پر کبھی جون تک نہین رینگتی تھی۔

ان باتون کو ایک عرصہ گزر گیا اور یہان کے لوگ بالکل بے سکت اور تباہ و برباد ہو گئے۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ جفاکیش ڈاکو اپنی عادت کے مطابق گاؤن مین آئے اور لوگون کی بہت سے مویشی لوٹ کھسوٹ کر لیگئے۔ اتفاق سے اس موقع پر شیخ معظم صاحب بھی اپنے اس پرگنہ خاص مین موجود تھے گاؤن والون نے اس قیامت زا حادثہ کی اطلاع آپ کو اسوقت دی جبکہ آپکے سامنے کھانے کا دسترخوان بچھ چکا تھا اور کھانا دسترخوان پر چُن دیا گیا تھا آپنے نہایت اطمینان و سکون کیساتھ کھانا تناول فرمایا اس اثنا مین آپسے کوئی عاجلانہ اور شتاب زدگی ظہور مین نہین آئی بلکہ آپ اتنی ہی دیر مین کھانے سے فارغ ہوئے جتنے عرصہ مین معمولاً فارغ ہوا کرتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئے کلی کی اور ایک

تنکا لیکر دانت کریدنے لگے۔ ازان بعد خادم کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے ہتیار لاؤ اور گھوڑا حاضر کرو۔ خادم نے آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل کی۔ آپ اُٹھے اور نہایت سہولت و آسانی کیساتھ جسم کو ہتیارون سے آراستہ کیا۔ مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور ڈاکوؤن کا پتہ نشان دریافت کر کے اُس طرف تنہا روانہ ہو گئے۔

اگرچہ دہقانون کی ایک مختصر سی جماعت ہتیار باندھکر آپ کی پارکابی مین حاضر رہنے کیلئے مستعد ہوئی لیکن آپنے سب کو منع کر دیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ نہ چلو کیونکہ مین ڈاکوؤن کے سرون پر بہت جلد پہنچون گا۔ تم میرے گھوڑے کے ساتھ دوڑ نہ سکو گے۔ چنانچہ اور سب لوگ تو گاؤن مین واپس چلے آئے لیکن صرف ایک شخص آپکے ساتھ رہگیا۔ آپ ڈاکوؤن کا تعاقب کرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچے جہان اُنہون نے اپنا مسکن اور پناہ و امن کی جگہ بنا رکھی تھی جب شیخ معظم ان مقامات مین پہنچے ہین تو جفاکار ڈاکو اپنے اپنے منازل مین داخل ہو چکے تھے اور یہ موقع شیخ معظم کیلئے نہایت ہی خطرناک تہا لیکن خوشی کی بات ہے کہ اس شیر دل شجاع کی طبیعت مین کسیطرح کا اس خوف و خیال نہین ہوا آپنے میدان مین کھڑے ہو کر چند ایسے غیرت انگیز کلمات اُن کی نسبت استعمال کیئے جنکا اُنسے تحمل نہ ہو سکا مجبوراً میدان مین آنا پڑا۔ اور مسلح ہو کر آنا پڑا شیخ معظم برابر سر اور سینہ توڑ تیرون کا مینہ برساتے ہوئے آگے بڑھے جاتے تھے تیر ایسے کاری لگتے تھے کہ ایک ایک تیر مین دو دو بدقسمت ڈاکو بیجان ہو جاتے تھے۔ ہنوز دو تین ہی تیر اس میدان جنگ کے شہسوار کی پرزور چٹکی سے نکلے ہونگے کہ نڈر اور بیباک ڈاکوؤن کے دلون پر ایک رعب عظیم غالب ہو گیا۔ جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ اُن حرمان نصیب جگر سوختون نے اپنی اس ذلیل و شرمناک زندگی سے مایوس ہو کر امن کی درخواست کی اور جان بخشی کے ملتمس ہوئے اور نہایت نیازمندی کیساتھ عاجزانہ لہجہ مین عرض کیا کہ خدا کے لیئے آپ ہمین امن دیجئے۔ ہم اپنے ان ناشایستہ و قبیح افعال سے توبہ کرتے اور آپسے التجا کرتے ہین کہ ہمارے سرون پر معافی کا تاج رکھیں اور ہماری ان بیجا اور ناجائز تقصیرون سے درگزر فرمائین۔

شیخ معظم نے ڈاکوؤن کی اس بزدلی اور نامردی کو نہایت نفرت کی نظرون سے دیکھا اور سخت حقارت آمیز لہجہ مین فرمایا۔ تمہاری توبہ یہی ہے کہ ہتیار زمین پر ڈالدو۔ اور ہر ایک اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کی مشکین کس دے۔ تمہارے پاس جسقدر ہتیار گھوڑے سواریان موجود ہون حاضر کرواؤ

میرے ساتھ موضع شکوہ پور میں لیچلو۔ ڈاکوؤں نے ایسا ہی کیا۔ اور ایک کثیر التعداد جماعت کے روبرو حلف اٹھایا کہ آیندہ ہم اس بستی کے کبھی بدخواہ ثابت نہوں گے اور شیخ کے ارشاد اور آپکی صوابدید سے سر موتجاوز نکرینگے ان واقعات کے علاوہ تذکروں میں اُن واقعات کا ثبوت ملتا ہے جو شیخ معظم کی شجاعت و دلیری کو بڑی دھوم دھام سے ثابت کررہے ہیں۔ لیکن چونکہ میں ناظرین کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا اسلیئے ان ہی دو مختصر واقعات پر اکتفا کرتا ہوں

شیخ معظم کا عقد — غرضکہ شیخ معظم صاحب جنپر ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیگی سید نور الجبار صاحب سید نور الجبار — سون پتی کی عصمت مآب و پاکدامن دختر سے نکاح کیا۔ سید نور الجبار ایک فقیر طبیعت بزرگ تھے جنکی محتاط زندگی اور زہد و اتقا نے انکی شہرت کو نہ صرف سون پت کی چار دیواری یا حدود میں بند رکھا تھا بلکہ دور دراز ملکوں میں آپکے تقدس اور پاکی کی ناموری نے آپکے خاندان سادات کی نجابت و شرافت میں ایک تازہ روح پھونکدی تھی۔ سون پت کے تمام باشندے آپکی فضیلت بزرگی۔ عالی نسبی ایمانداری اور عملی برکتوں کی انتہا سے زیادہ قدر کرتے اور آپکی معمولی اور ادنیٰ باتوں کو بھی عزت و قعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

واجب الاحترام سید قطع نظر اپنی ذاتی بزرگی کے آبائی فضیلت بھی بہت کچھ رکھتے تھے آپکا شریف و نجیب خاندان علم و فضل کے لحاظ سے سون پت اور اُسکے اضلاع میں بےمثل اور لاثانی گزرا ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ اس خاندان کا ہر ایک شخص آسمان علم کا نہایت درخشاں اور تابناک آفتاب تھا تو شاید چنداں نازیبا نہوگا بلکہ جب ذرا عمیق و غمیض نظروں سے دیکھا جاتا ہے تو بزرگ سید کے اولوالعزم اور جلیل القدر خاندان کے علاوہ ایسا خاندان دنیا میں بہت کم دکھائی دیتا ہے جسکے ہاں چند پشت سے علمی فیاضیوں کی ایک کیفیت رہی ہو۔

شیخ جمال الدین شیخ فیروز و شیخ وجیہ الدین — خلاصہ یہ کہ سید نور الجبار اپنی خاص نوعیت اور ذاتی و عرضی صفات میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے نیز فطری لیاقتوں اور روحانی برکتوں میں بےنظیر اور عدیم المثال خیال کیے جاتے تھے سید نور الجبار کی عفت مآب پاکدامن لڑکی کے بطن سے شیخ معظم کے ہاں تین فرزند پیدا ہوئے شیخ جمال الدین شیخ فیروز شیخ وجیہ الدین۔ جناب شیخ وجیہ الدین جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد ہوتے ہیں چونکہ میرے تذکرہ کے اس حصہ کو آپکے حالات سے زیادہ تعلق ہے۔ لہذا آپکے واقعات کو خصوصیت

کے ساتھ جدا عنوان سے کسیقدر تفصیل سے لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے دلچسپ واقعات

شیخ وجیہ الدین شہید غواص بحر معانی شہسوار میدان علوم ظاہری و باطنی جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے والد بزرگوار اور جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد ہیں جو اپنی ذاتی لیاقت اور روحانی قابلیت میں ید طولیٰ رکھتے اور تقدس و پاکی کی ناموری میں پوری شہرت رکھتے تھے۔

شیخ وجیہ الدین شہید کے وہ واقعات حالات جو آپکے زمانہ طفولیت اور بچپن سے تعلق رکھتے ہیں مورخین ہند نے انکے بیان کرنے میں زیادہ توجہ نہیں کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں انکی لائف کا پورا خاکا کھینچ نہیں سکتا لیکن تاہم مختلف روایات سے جو مختصر حالات معلوم ہوئے ہیں اور جنکا متعدد تذکروں سے کچھ کچھ پتا چلتا ہے وہ قلمبند کیے جاتے ہیں۔ اس صورت میں ناظرین تذکرہ بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ مجھے آپکے بچپن کے حالات ایسے سلسلہ سے نہیں پہنچے جنمیں میں بے کم و کاست یقین کیساتھ بیان کرسکتا۔ البتہ جو کچھ مجھے آپکے مختلف واقعات سے تحقیق ہوا ہے اُسے درج کرتا ہوں۔ اس مقام پر صرف انہیں روایات کو لیا گیا ہے جو محققین کے نزدیک پختگی کو پہنچگئی ہیں اور خوش اعتقاد راویوں کی ان روایات کو جو فسانہ ہائے شبینہ کے مقصود سے زیادہ وقعت و منزلت نہیں رکھتیں بالکل چھوڑدیا گیا ہے۔

شیخ وجیہ الدین کے ابتدائی حالات — آپکے ابتدائی حالات کی نسبت مجھے اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوا کہ جب آپ چار سال کے ہوئے تو آپکے واجب الاحترام والد شیخ معظم نے آپکو

علمی ترقی — مکتب میں قرآن مجید پڑھنے کیلئے بٹھایا۔ لیکن یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اس ہونہار اور طباع بچے نے بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا۔ طوطے کیطرح صرف الفاظ مُنہ سے نکالنے ہی نہیں سیکھے بلکہ کلام ربانی کا اصلی منشا اور فطرۃ اللہ کا ذاتی مفہوم اور اُسکے معانی و مطالب کے نقوش بھی دل پر جما لیئے۔ گو اس معصومیت کے عہد میں کلام ربانی کے نکات اور الہامی غوامض و دقائق کا پورے طور پر سمجھنا بہت مشکل تھا لیکن پھر بھی وہ مذہبی اصول جو اُسمیں واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں یا تأمل سے مستنبط ہوسکتے ہیں آپ کو بخوبی محفوظ اور ازبر ہوگئے تھے۔ جو حقیقت میں ایک گونہ آپکے خرق عادت میں داخل تھے۔

آپ کا ابتدائی زمانہ معمولی بچون کیطرح بے نتیجہ نہ تھا بلکہ تحمل بردباری۔ مسکینی کم گوئی وحشت آمیز تفکر یہ تمام باتین جو بچون مین معمولاً بہت کم دیکھی جاتی ہین۔ آپ مین بوجہ احسن موجود تھین جنسے قیافہ شناس نظرین فوراً نتیجہ نکال سکتی تھین کہ یہ بچہ کس زمانہ مین بڑا صاحبِ جاہت اور مقتدر ہوگا۔ طرفہ یہ کہ جون جون آپ عمر مین ترقی کرتے جاتے تھے مزاج مین انکسار تواضع خلق مروت پیدا ہوتی جاتی تھی۔

طرزِ معاشرت

یہ سخت تعجب کی نظر سے دیکھا جاتا ہو کہ ابھی آپ کی عمر بارہ تیرہ برس سے متجاوز نہین ہوئی تھی کہ معمولی درسی کتابون سے جو عام درسگاہون مین اُس زمانہ مین داخل تھین فارغ ہوگئے تھے اور اس چھوٹی سی عمر مین دینیات کی ضروری اور مختصر کتابون کا مطالعہ کر لیا تھا۔ اسکے ساتھ یہ اور بھی تعجب کی بات ہو کہ اسی اثنا مین آپ کو علم باطنی بھی حاصل ہوگیا تھا اور ریاضت و مجاہدت مین مشق و کمال پیدا کر لیا تھا جس سے آپکی روحانی قوتین اور فطری وضمیری جوہر خوب اُبھر اُبھر کر چمکنے لگے تھے اور آپسے ایسی ایسی حیرت افزا کرامتین صادر ہونے لگ گئی تھین جنسے دیکھنے والون کا روز بروز استعجاب بڑھتا جاتا تھا۔

عادات و خصائل

باوجودیکہ یہ تمام فضائل و محاسن جو ایک گونہ خرقِ عادات مین خیال کئے جاتے اور فطرت کی خاص بخششین سمجھے جاتے ہین۔ آپ کی مقدس ذات مین بوجہ اکمل پائے جاتے تھے لیکن بڑی خوشی سے دیکھا جاتا ہو کہ آپ کی طبیعت مین سادگی اور انکسار نہایت درجہ کا تھا۔ آپ بڑے بڑے مجامع مین معمولی آدمیون کیطرح نہایت سادگی کیساتھ آمد و رفت کرتے تھے۔ غریبون اور مسکینون کے ساتھ شفقت کرنے اور اُنکے ساتھ رحیمانہ برتاؤ برتنے مین شہرۂ آفاق تھے۔ خویش و اقارب کیساتھ آپکا حسن سلوک۔ غربا مساکین کی امداد۔ فیاضانہ مہمان نوازی عام و خاص مین اسدرجہ مشہور ہوگئی تھی کہ آپ کا دولت خانہ غربا اور مساکین کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ آپکے عمومی احسانات و افضال کا ہر شخص معترف تھا اور آپکی سخاوت و فیاضی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔ غرضکہ وہ تمام باتین جو ایک مقدس و بزرگ شخص مین پائی جانی لازمی اور ضروری ہین وہ سب اس مفخر خاندان و قوم مین موجود تھین۔

فیاضی

اب مین شیخ وجیہ الدین شہید کے غیر مرتب اور نامکمل ابتدائی حالات چھوڑ کر دکیونکہ باوجو

تحقیقات کے مجھو اور حالات دستیاب نہین ہوئے) آپ کی آخری زندگی کے زمانہ مین آتا ہون لیکن قبل اسکے کہ آپ کی انتہائی زندگی کے حالات لکھے جائین تسلسل کے لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہو کہ درمیانی زمانہ کے کچھ واقعات مختصراً بیان کرون۔

زمانۂ شباب

جناب شیخ صاحب کا زمانۂ شباب ابتدائی زمانہ سے زیادہ نتیجہ خیز اور مؤثر تھا۔ سکوت خیز چہرے پر حیرت افزا شباب کے آثار اور اسکے ساتھ اتقا و پرہیزگاری کی سُرخی پورے طور پر اپنی تابانی دکھا رہی تھی۔ اس زمانہ مین اگرچہ آپ کی زندگی بالکل پرائیوٹ تھی لیکن متانت انگیز چہرے پر جس دلیری اور شجاعت و بہادری کے آثار پائے جاتے تھے اُسے کچھ ہی نظرین خوب تاڑتی تھین جو فطرتاً خدائے ذو الجلال کے بیزوال نور سے جلا پا چکی تھین۔ گو صورت پر تسکینی حلیمی۔ سنجیدگی۔ غیر معمولی سکوت و خاموشی برستی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ان مختلف رنگون کے دوش بدوش بے دھڑک شجاعت مندجرات بیباکی و جنگجوئی صاف طور سے ہویدا تھی۔

باوجود اس خداداد حسن اور زور شباب کے وہ قابل تنفر اور غیر خوش آیندہ جوشون کے اُبھار اور ولولے جو اکثر نوجوانون کی طبیعتون مین گدگدا تے ہین آپکی طبیعت مین کبھی نہین اُٹھے۔ آپکی معمولی مذہبی پابندی بلکہ خدا کے خوف اور اسکی شرم نے ان تمام بے نتیجہ ولولون کو اندر ہی اندر ایسا نیست و نابود اور ملیامیٹ کر ڈالا تھا کہ تمام عمر انھین اُبھرنا نصیب نہین ہوا۔ رفتار زمانہ کے موافق اور ترقی عمر کے ساتھ ساتھ آپکے تمام کمالات عروج پکڑتے گئے اور اسوقت جبکہ آپکی روز افزون جسمانی قوت نے معراج ترقی کے آخری زینے پر قدم رکھا۔ باطنی کمالات اور روحانی قوتین اوج کمال پر پہنچ گئی تھین۔

احتیاط و ورع

آپ کی محتاط زندگی اور تورع و پرہیزگاری کی روایتین بہت مشہور ہین جنمین سے دو ایک مختصراً بیان لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین آپکی وقعت کا خاص طور پر اندازہ کر سکین۔

ایک یہ کہ مولنا شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ میرے واجب الاحترام والد نہایت محتاط اور متورع آدمی تھے چونکہ آپکا قالب بالکل سپاہیانہ تھا اور آپ فطرتاً چاق و چست تھے اسلئے شمشیر زنی کرنے اور اپنی بیخوف شجاعت کے جوہر ظاہر کرنے کا آپ کو زیادہ شوق تھا جسے سپاہیانہ قالب کی سچی روح کہہ سکتے ہین یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ سے سلطنت مغلیہ کی فوج مین بھرتی ہوگئے تھے۔ اور اپنے کار نمایان کے صلہ مین کوئی بڑا اور معزز فوجی عہدہ رکھتے تھے۔ جب اسلامی فوجین مخالفان اسلام

کی بیخکنی اور اُنکی نخوت وغرور کی گردنین توڑنے کیلئے کسیطرف بڑھتین توآپ بڑے جوش مسرت کے ساتھ اُنمین شریک ہوتے اور منکران اسلام کو بتادیتے کہ ابھی تک فاروقی مصفاخون کا جوش کم نہین ہوا ہی۔ باوجود ان تمام باتون کے آپکے تورع اور احتیاط انتہا سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید تہا جب لشکر کے گھوڑے بیچارے غریب کسانون کی کھیتیان روندتے اور پامال کرتے ہوئے بے محابا چلے جاتے توآپ کمال احتیاط کیوجہ سے لشکر سے الگ ہوجاتے اور اپنے گھوڑے کی باگ کھیتون سے اورطرف موڑ لیتے۔ اگرچہ بعض وقت اسکی وجہ سے آپکو سخت مشکل پیش آتی اور متعارف راستہ کو چھوڑکر مسطح اور ہموار زمین سے علیحدہ ہوکر اونچے نیچے اور غیر مسطح قطعات اور پیچیدہ راہون کی صعب اور دشوار گزار گھاٹیان بڑی وقت سے طے کرنی پڑتین۔

واقعہ

دوسرے یہ کہ آپ کسی معرکہ جنگ مین تشریف رکھتے تھے کہ آپکی اونٹنی جسپر کھانے پینے کا اسباب اور اوڑھنے بچھونے کا ساز و سامان لدا ہوا تہا گم ہوگئی اور عجیب اتفاق یہ تہا کہ جس رسالہ کی تمام آپکے ہاتھ مین تھی وہ بھی ان سامان سے خالی تہا۔ اوپر کڑاکے کا جاڑا پڑنے لگا تہا برف باری شروع ہوگئی تھی خنک ہوا کی بالٹی مین بیگے ہوئے جونکے بڑی تیزی و تندی کیساتھ چل رہے تھے غرضکہ اسوقت ان لوگون کی حالت نہایت نازک اور افسوسناک تھی۔

اگرچہ شیخصاحب کی عملی زندگی اُن لوگون پر زیادہ اثر ڈال چکی تھی جوآپکی ماتحتی مین کام کرتے تھے اور فوج کے کثیر التعداد لوگ آپکے فیض و برکت سے بہرہ ور ہوچکے تھے۔ مگر اس وقت فاقہ کی زبردست بیقراری کے سامنے اسکا اثر زیادہ دیر تک نہ رہسکا اُنہون نے تنگ ہوکر قرب جوار کی مواشی جبرًا پکڑلین اور ذبح کرکے تناول کین لیکن شیخصاحب احتیاط و تورع کے اسقدر پابند تھے کہ تین روز کے تابڑتوڑ فاقون کی سخت بیقراری کا تحمل کیا اور غصب شدہ چیزون مین سے کوئی چیز تناول کرنی آپکی محتاط اور اتقاپسند طبیعت نے گوارا نہین کی۔

جب فاقہ کشی کی یہان تک نوبت پہنچی کہ بدن مین نام تک کو قوت باقی نہین رہی تو رزاق حقیقی کی فیاضی و رزاقیت نے ایک نہایت عجیب غریب شگوفہ کہلایا اور خدائے ذوالجلال کی کارسازی ایک انوکھی صورت اور نرالی طرز پر نمایان ہوئی۔ یعنے آپ ایک عجیب اتفاقی طور پر چابک کی باریک نوک سے زمین کرید رہے تھے جیسا کہ متفکر اور متامل شخص سے اکثر اوقات ظہور مین آیا کرتا ہے۔ دفعتہ کچھ چونٹ

کی ایک پوٹلی آپکے قوت کے موافق زمین سے پیدا ہوئی چونکہ وہ آپکے لیے شرعًا حلال و جائز تھے لہذا آپنے اُنہین دہو دہلاکر صاف ستھرا کیا اور اُبال کر تناول فرمایا۔

نرمی و نصفت پسندی

اسیطرح غریبون بیکسون کے حال پر شفقت کرنے اور خدام و ملازمین کیساتھ نہایت نرمی اور تلطف سے پیش آنے اور ہربات مین انصاف پسندی مدنظر رکھنے کی بہت سی روایتین مشہور معروف ہین۔ جناب فاضل اجل شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہو کہ مجھے خوب یاد ہو میرے والد علیہ الرحمۃ خدام و ملازمین حتے کہ گھسیارون تک سے جس رحیمانہ برتاؤ اور نرمی و انصاف سے پیش آتے تھے اُسکی مثال کہین نہین پائی جاتی تھی بالخصوص اُس زمانہ کے متقیوں خداشناسون مین بہت کم دیکھی جاتی تھی۔

یہ ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کی طبیعت کو فطری طور پر فنون سپہگری سے زیادہ تعلق تہا۔ اور آپ کا قالب بالکل سپاہیانہ اور شجاعانہ تہا۔ اسیلیے آپ سلطنت مغلیہ کی افواج مین بھرتی ہوگئے تھے۔ لیکن اس امر مین ہماری واقفیت بالکل محدود ہو اور کسی مستند شہادت کے روسے یہ کہدینا بہت مشکل ہے کہ آپ شاہان مغلیہ مین سے کس تاجدار کے عہد حکومت مین فوج مین بھرتی ہوئے اور کس زمانہ مین فوجی سلسلہ اختیار کیا۔ اگرچہ یہ مضمون اس قابل تہا کہ اسے مفصل لکھا جاتا مگرافسوس کہ مورخین کی بے پروائی سے مجمل رہا جاتا ہو ان شیخ کے مختلف حالات پڑہنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اُسوقت سلاطین تیموریہ کا دسوان تاجدار ابوالمظفر شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز تہا۔ جیسا کہ ذیل کے چند واقعات سے عنقریب ثابت ہوگا۔

آپکے جنگی معاملات و واقعات صاف اس بات کا پتہ دیتے ہین کہ ابتدا مین جب آپنے فوجی ملازمت اختیار کی ہو تو شاہجہان بادشاہ اُسوقت سلطنت پر حکمران تہا اور جب عالمگیر کا دور دورہ ہوا تو اُسوقت آپ ایک فوجی عہدہ پر ممتاز تھے۔ بہرحال آپکی بے مثل شجاعت اور عدیم المثال بہادری کی حکایتین اسدرجہ مشہور ہوگئی ہین کہ جہان کہین آپکی دینی خدمات اور علمی فیاضیون کا ذکر ہوتا ہے وہان آپکی شجاعت و بہادری کا بھی ضرور ذکر ہوتا ہو چنانچہ اسمقام پر ہم آپ کی شجاعت کے وہ مختصر واقعات جو ہمین مختلف تحقیقات سے ثابت ہوئے ہین ثبت کرتے ہین تاکہ معلوم ہو اور حقیقت مین جناب شیخصاحب کی تاریخی زندگی کے ابتدائی حالات مین ان واقعات سے زیادہ مہتم بالشان اور

دلچسپ اور کوئی واقعہ بھی نہین ہے۔ ان واقعات کے ذکر کرنے سے ہمین ناظرین کو یہی دکھانا منظور ہے کہ وہ معلوم کرلین کہ آپ اس وصف کے کہان تک اور کس درجہ تک قابل تھے اور اس فرض منصبی کو کس قابلیت سے ادا کرتے تھے۔

دہامونی کا سفر

شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین ہنوز مین چار سالہ تھا کہ میرے پدر بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب سید حسین کی ہمراہی مین جو اپنے زمانہ کا ایک بڑا شجاع و دلیر شخص تھا اور جسکی بجز بہادری کی شہرت اُس زمانہ مین ہر طرف پھیلی ہوئی تھی قصبہ دہامونی کیطرف متوجہ ہوئے۔ اتفاق وقت سے اس مہم مین بھی آپکے ہمرکاب تھا۔ اسوقت قصبہ دہامونی مین جو مالوہ کے دائرہ مین داخل تھا بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی جسمین طرفین کے ہزارون آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی دہامونی کا راجہ تھا۔ جو شجاعت و جوانمردی مین مشہور اور استقلال و جرأت مین معروف تھا۔ اصل مین یہ راجہ شاہجہان بادشاہ کا باجگزار تھا لیکن انجام کار اُسنے اس باجگزاری کی ذلیل حالت مین (اور سچ پوچھئے تو عزت اور وقر کیحالت مین) رہنا پسند نہین کیا اور اپنی فطری شرارت سے بغاوت کے جھنڈے بلند کیے شاہجہان کو اُسکی شرارتونکی متواتر خبرین روزمرہ پہنچ رہی تھین اور سفیر مالوہ کی روزانہ ڈاک سے معلوم ہوتا تھا کہ صوبہ دہامونی نے ایک عام شورش پھیلا رکھی ہے۔ شاہجہان کی نظرین تمام ارکین دولت اور امرائے سلطنت پر دوڑین۔ لیکن اُسے اسوقت بجز اسکے اور کچھ بن نہ آیا کہ صوبہ دہامونی کی تمردی سرکشی اور بغاوت کی بھڑکتی ہوئی آگ دبانیکے لیے سید حسین کو ایک عظیم الشان فوج کی سرکردگی مین اُس طرف روانہ کیا۔ جسمین میرے والد بزرگوار بھی شریک تھے۔

شکست

ابتدا مین اگرچہ دونون لشکرون مین ایک عظیم الشان خونخوار جنگ ہوئی لیکن پھر اس لڑائی کا خاتمہ بظاہر صلح پر ہوگیا۔ راجہ نے بدستور سابق جزیہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور سید حسین کی مجلس مین حاضر ہوکر معذرت کرنیکو منظور کرلیا۔ صلح کے دوسرے دن تنہا مجلس مین حاضر ہوا۔ چونکہ اسلحہ جنگ سے آراستہ تھا اسلیئے دربانون نے دروازہ پر ٹوکا اور ہتھیارون کے ڈالدینے کا حکم کیا۔ لیکن مغرور راجہ اسپر راضی نہین ہوا اور جب قیل وقال حد سے تجاوز کرگئی تو نخوت پرست راجہ نے مغرورانہ الفاظ مین سید حسین سے کہلا بھیجا کہ جب تم سپاہیانہ قالب رکھتے ہو اور اسکے علاوہ کثیر التعداد فوج بھی تمہارے پاس موجود ہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ ایک تنہا شخص کو جو تمہارے مقابلہ مین مجھ سے زیادہ وقعت نہین رکھتا

ہتھیارون کیساتھ مجلس مین نہین آنے دیتے۔ سید حسین سے اُسکی یہ مغرورانہ تقریر سُن کر بجز اس کے اور کچھ نہو سکا کہ دربانون کو حکم دیدیا کہ اُسکے ہتھیارون سے کوئی تعرض نکیا جائے اور ہتھیارون سمیت مجلس مین لایا جائے۔ معزز سید کے حکم کی تعمیل کیگئی۔ اور راجہ ہتھیار لگائے ہوئے بڑی شان و شوکت سے داخل مجلس ہوا۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کہتے ہین کہ جس آن بان سے راجہ حاضر مجلس ہوا ہو اُسکا اثر اب تک میرے ذہن مین باقی ہے۔ مُنہ مین پان چباتا جاتا تھا اور بڑے نازو انداز سے نخوت کے نشہ کی لن ترانیون مین آہستہ آہستہ نازان و فرحان قدم اُٹھاتا تھا۔ اُسکے چہرہ کی بشاشت سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی شادی کی مجلس مین جاتا ہے۔ حالانکہ موت کے مُنہ مین جاتا تھا۔ الغرض میرے والد نے اُسکی صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص اس مجلس مین ضرور کوئی فتنہ برپا کریگا۔ یہ کہتے ہی آپنے شتابانہ لہجہ مین ایک خدمتگار کو بلایا اور میری طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ اس بچے کو کسی اونچے مقام پر کھڑا کردے مبادا جھپٹ مین آکر کسی قسم کا صدمہ پہنچے۔ اہل مجلس کیلئے شیخ کا یہ فرمان ایک معما تھا جسکا حل کرنا بہت مشکل تھا ہرچند کہ اہل دربار نے اس پہیلی کو بوجھنا چاہا۔ لیکن درباری رعب و جلال سے اُس وقت کسیکو یہ جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے۔

دہامونی کا راجہ جب دربار کے اُس مقام پر پہنچا جہان سے درباری رعب ہر شخص پر بڑے جاہ و جلال کیساتھ پڑتا تھا اور شاہی داب کی پابندی حاضرین دربار کو طوعًا و کرہًا ادا کرنی ضروری ہوتی تھی تو وہان سے بڑی دلیری و گستاخی کیساتھ آگے بڑھا اور محل سلام سے تجاوز کرگیا۔ دربان نے روکا اور خوف زدہ لہجہ مین کہا کہ شاہانہ سلام کی رسم یہین سے ادا کرو اور آگے قدم نہ ڈال۔ لیکن اُسنے دربان کی اس گفتگو پر کچھ التفات نہ کیا اور جواب دیا کہ مین جناب سید صاحب کے قدم مبارک کو بوسہ دینا چاہتا ہون تاکہ میرے دامن سے جرائم و تقاصیر کی وہ آلودگیان دُھل جائین جو مجھے ایسے مقدس شخص کی گستاخی کی وجہ سے نصیب ہوئی ہین۔

سید حسین کے ارشاد کے بموجب راجہ کی اس بے ادبی پر بھی اغماض کیا گیا۔ لیکن وہ جون جون قریب ہوتا جاتا تھا اُسکے تیور بدلتے جاتے تھے۔ اور چہرے کی بشاشت کی جگہ غیظ و غضب کے آثار نمایان ہوتے جاتے تھے۔ سید حسین کی نشستگاہ تک پہنچتے پہنچتے اُسنے بڑی غضبناکی کیساتھ تلوار پر ہاتھ ڈالا

اور پوری طاقت سے وار کیا۔ خوش قسمتی سے سید حسین پہلے ہی سے ہوشیار تھا تلوار کے علم ہوتے ہی اُسنے ایک علیٰ چالانہ حرکت کی اور فوراً ایک طرف ہوکر تلوار کی زد سے بچگیا۔ تلوار سر جھکاکے جو جب زمین پر پہنچی تو راجہ نے سید حسین کے سر کی جگہ تکیہ کو دوبارہ پایا۔ جھلاکر دوبارہ تلوار اُٹھائی اور سید حسین پر وار کرنے ہی کو تھا کہ میرے والد بزرگوار بسرعت تمام اُس غدار کے سر پر جا پہنچے اور خنجر کی ایک ہی ضرب میں ملعون کا کام تمام کرڈالا۔ سید حسین نے اس خوفناک منظر میں جب اُس متمرد کی ناپاک نعش بیحس و حرکت دیکھی تو ایک بیساختہ جوش کیساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ والد بزرگوار کی بیہ سرک شجاعت کی بیحد تعریف کی اور بڑی تپاک سے معانقہ کیا۔

در بار میں خونریزی

جب سید حسین اس مہم سے فارغ ہوا تو اب اُس نے اپنی عنانِ توجہ ملک مالوہ کے ایک اور صوبہ کیطرف پھیری۔ تاریخی حیثیت سے اگرچہ اس بات کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے کہ اس صوبہ کا کیا نام تھا جسکی طرف دہاموی کی فتح کے بعد سید حسین نے رُخ کیا لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صوبہ دہاموی کے اطراف میں یہاں سے قریباً بیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا کیونکہ سید حسین کی جو تاریخ دہاموی سے کوچ کرنے کی ہے وہی تاریخ اُس صوبہ میں داخل ہونے کی دریافت ہوتی ہے الغرض جب سید حسین کا جرار لشکر ملک مالوہ کے صوبہ میں پہنچا تو وہاں کا حکمران مقابلہ کے لئے تیار ہُوا دونوں لشکر باقاعدہ صف آرا ہوئے اور فوجی دریا بڑے زور شور سے لہریں لینے لگا دونوں لشکر اس انتظار میں صورت تصویر بنے کھڑے تھے کہ کب حکم ہو اور ہم اپنی جگہ سے جنبش کریں دفعتہً مخالف کی فوج میں سے ایک شخص صفیں چیرتا ہُوا باہر آیا۔ اور عجب شان و شوکت سے آیا ایک بسل پیکر گھوڑے پر سوار تھا زرہ بکتر سے تمام جسم چھپا ہوا تھا کمر میں دونوں طرف تلواریں لٹک رہی تھیں۔ دائیں ہاتھ میں چمکدار نیزہ اور بائیں میں لمبا برچھا تھا چہرہ سے شجاعت و بہادری کے آثار نمایاں تھے۔ قیافہ شناس نظریں فوراً تاڑ گئیں کہ یہی اس صوبہ کا حکمران معلوم ہوتا ہے چنانچہ اُنہیں بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ وہ دونوں لشکروں کے بیچ میں آکھڑا ہوا اور بآواز بلند بولا کہ اس صوبہ کا حکمران میں ہی ہوں اور یہ لوہے میں ڈوبا ہوا وفادار لشکر مجھی پر جان چھڑکنے کیلئے مستعد کھڑا ہے لیکن میں تا بہ امکان خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اور اسی لیئے اپنی قسمت کے آخری فیصلہ کیواسطے تنہا میدان میں کھڑا نظر آتا ہوں۔ اسصورت میں تم لوگ سمجھ گئے ہوگے کہ میں

مالوہ کے ایک اور صوبہ پر فوج کشی

میدان جنگ

سید حسین اور [illegible] مبارزہ

کس ارادے سے یہاں آیا ہوں اور میری حالت تمہیں صاف بتا رہی ہوگی کہ میں کیا چاہتا ہوں اگر تم لوگ مجھے قتل کرنا چاہو تو کر سکتے ہو لیکن شجاعت کا یہ مقتضا نہیں ہے کہ چند آدمی ملکر تنہا شخص کو قتل کر ڈالیں۔ شجاعت کی شرط یہ ہے کہ سید حسین تنہا معرکہ میں آکر مجھ سے مقابلہ کرے اور یہ تلوار جسکے حق میں جو فیصلہ دیدے وہ اُسپر بدل راضی ہو جائے۔ اسصورت میں لشکر کی خونریزی نہ ہوگی اور ہزارہا جانیں خونی دریا میں غرق ہونے سے بچ جائیں گی۔ رئیس کفار کی اس غیرت انگیز تقریر سے سید حسین کی ہاشمی رگ حرکت میں آئی۔ اور ایسا ہی مصفا خون فوارے کی طرح جوش مارنے لگا فوراً بدن پر ہتھیار لگائے۔ اور گھوڑے پر سوار ہوکر مقابلہ کیلئے اُٹھا۔ دونوں طرف سے نیزوں کے تابڑتوڑ وار ہونے لگے اور اسمیں جب کسیکو کامیابی نہ ہوئی تو دونوں نے تلواروں پر ہاتھ ڈالا۔ سید حسین کے حریف نے کچھ ایسی چابکدستی کی کہ یکبارگی تلوار کی چمک بجلی کیطرح کوندی۔ اور چشم زدن سے پہلے سید حسین کے سر پر پہنچی۔ سید حسین نے اگرچہ بڑے استقلال و تحمل سے تلوار کو سپر پر لیا۔ لیکن پھر بھی تلوار ایسی کاری لگی تھی کہ سپر کو کاٹتی ہوئی دستہ تک پہنچ گئی۔ اور دوسرے دست میں جا لگی حریف نے جب تلوار کو نہایت سختی اور زور سے کھینچا تو سید حسین اُس جھٹکے سے گھوڑی کی کمر سے کھنچے چلا حریف یہ موقع غنیمت پاکر گھوڑے سے کود پڑا۔ اور سید حسین کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور خنجر نکال کر سینہ کے بھونکنا ہی چاہتا تھا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب جھٹ اُسکے سر پر جا پہنچے اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اُسکی زندگی کی رسّی کو کاٹ ڈالا۔

سید حسین اور جناب شیخ صاحب اپنے لشکروں میں واپس آئے اور جان نثار فوج نے وفادارانہ جوش کیساتھ نعرہ فتح بلند کیا۔ حکمرانِ صوبہ کے یوں دفعتہً مارے جانے اور سید حسین کی اس نمایاں فتح حاصل کرنے نے حریف کے تمام لشکر میں زلزلہ ڈالدیا اور ہر طرف ایک تہلکہ سا پڑگیا جب جانبین کے فوجی سمندروں کی طوفان خیز موجوں میں سکون پیدا ہوا تو مخالف کے لشکر میں سے ایک اور سوار میدان کی طرف بڑھا جو اول سوار سے پوری مشابہت رکھتا تھا۔ اُسنے بھی سوار اوّل کے مطابق بآواز بلند کہا کہ میں مقتول کا برادر حقیقی ہوں اور تنہا اسلیئے تمہارے سامنے کھڑا ہوں کہ تم میں سے جس کا جی چاہے مجھ کو قتل کر ڈالے۔ لیکن میں اپنی قسمت کا فیصلہ اُس شخص کے ہاتھ میں دینے سے خوش ہوں جو میرے بھائی کا قاتل ہے۔ اُسکی اس تقریر کے سلسلہ کا ابھی خاتمہ بھی نہوا تھا کہ جناب شیخ

ایک اور قتل

وجیہ الدین صاحب اپنے مبارز کیطرف پرشوق نظرین اُٹھائے ہوئے آگے بڑھے اور چند مختلف اور متواتر ضربون کے بعد اُس لعین کا کام تمام کرڈالا۔

اظہار جرأت

شیخصاحب کی یہ جرأت اور جنگجوی دیکھکر تمام لشکر کفار پر ایک سکوت خیز سناٹا چھاگیا اور آپ کی عظمت اور جلال دیکھکر ہر شخص محو حیرت ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک کسی شخص کو لشکر سے نکلنے کی جرأت نہ پڑی لیکن انجام کار ایک تیسرا سوار جو اول کے دونون سوارون سے زیادہ تنومند اور جسیم تہا اور جسکی شجاعانہ کوششون کی دھاک اُس زمانہ کے تمام فوجی افسرون پر نہایت دہشتناکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ سر سے پاؤن تک لوہے مین ڈوبا ہُوا باہر نکلا اور پہلے سوارون کے مطابق اپنا مبارز طلب کیا۔ شیخصاحب نے گھوڑے کو ایڑ کی اور مقابل ہوتے ہی لگاتار وار کرنے شروع کردیئے۔ اگرچہ ان دونون مبارزون مین زیادہ عرصہ تک حریفانہ کوششین استعمال مین لائی گئین لیکن ہنوز کوئی کسی پر غالب نہ آیا بلکہ ہر شخص ایک دوسرے کو سینہ بسینہ اور کلہ بکلہ جواب دیتا رہا انجام کار رئیس کفار نے شیخصاحب کی دونون کلائیان پکڑ کر چاہا کہ زمین پر گرادے یا اپنے گھوڑے پر کھینچ لے۔ شیخصاحب نے حتی الامکان مدافعت و مزاحمت کی اور ساتھ ہی یہ فکر ہوئی کہ کسی حیلہ سے اِس سے نجات حاصل کرنا چاہیئے۔ حقیقت مین شیخصاحب کے لیئے یہ ایک مشکل اور نہایت سخت و خطرناک موقع تہا۔ آخر کار اپنے مقصد پر کامیاب ہونیکے لیئے شیخصاحب نے یہ تدبیر نکالی کہ آپنے بطریق خداع فرمایا خبردار اِس بہادر سوار کو پس پشت سے قتل نکر۔ شیخ کے یہ پُر اثر الفاظ کان مین پڑتے ہی اُسنے پشت کیجانب مُنہ پہیرا اور اسطرف مُنہ پہیرتے ہی اُسکے قوی بازوون مین ضعف سا پیدا ہوگیا بازوؤن کا ڈہیلا پڑنا تہا کہ شیخصاحب نے اپنی پُوری قوت کیساتھ ایک ایسا جھٹکا دیا کہ ہاتھ چھوٹ گئے۔ رئیس کفار نے پھر جو اسطرف رُخ کیا تو شیخ کا زہر مین بُجھا ہُوا خنجر پشت مین اُترا ہُوا پایا۔

ایک اور قتل

اِسکے مارے جانے سے لشکر کفار مین ایک اور بھی کھلابلی مچگئی اور اب سب نے ہتیلی پر جان رکھکر کیبارگی جنبش کی۔ سر اور سینہ توڑ تیرون کے مینہ برسانے اور آتش فشان آلات سے درگزر کرنیکے بعد سینہ بسینہ جنگ ہونے لگی اور وہ پھر تک ایسی زبردست خونریزی ہوئی کہ طرفین کے لشکرون کو مزہ آگیا۔ سید حسین نے جسقدر بھی لڑائیان راجپوتون سے لڑین۔ اگرچہ تقریبًا سب مین شیخ وجیہ الدین نے اُنمین زیادہ حصہ لیا۔ لیکن اِس لڑائی کا خاتمہ اور توڑ گویا آپ ہی کے ہاتھ پر ہوا اور فتح مالوہ کے تمام

اضلاع و اطراف آپ ہی کیوجہ سے فتح ہوئے۔

غرضکہ اِس انقطاعی جنگ پر طرفین کی آنکھین لگ رہی تہین اور اِسموقع کو دونون لشکرون نے اپنی فتح و شکست کا مدار علیہ سمجھ لیا تہا۔ سید حسین کا لشکر معرکہ جنگ مین جس جنگجوی اور بہادری

عظیم الشان جنگ

و دلیری سے لڑ رہا تہا اور اپنی بے محابا جرأتون اور بے نظیر شجاعتون کے جوہر دکھا رہا تہا اگرچہ وہ نہایت پُر فخر اور قابل قدر تھے لیکن جس خوبصورتی اور بہادری سے راجپوت ان کے متواتر اور لگاتار حملون کو روک رہے تھے اور دوش بدوش جواب دے رہے تھے ایک انصاف پسند مؤرخ کے نزدیک ضرور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہین یہی وجہ تھی کہ سید حسین کے لشکر کی بیخوف جرأت اور نڈر دلیری وہ نتیجہ پیدا نکرسکی جو اِسموقع پر ظاہر ہونا چاہیئے

فیاض ازل نے روز اول ہی سے اِس عظیم الشان معرکہ کی فتح جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کے نام زد کردی تھی اور پہلے ہی سے آپ کی قسمت مین اسلامی فتوحات کا ایک بڑا حصہ لکھا گیا تہا پھر یہ کیونکر ممکن تہا کہ دوسرا شخص اِس جلیل القدر تمغہ ازلی کو حاصل کرلیتا۔ پہلے دن کی لڑائی مین شیخ صاحب کے چند زخم ایسے کاری آئے تھے جنھون نے آپکو سخت ضعیف اور نڈہال کردیا تہا اور اِسوجہ سے آپ اِس سخت اور گھمسان کی لڑائی اور عظیم الشان خونریزی مین شریک نہین ہوسکے تھے دو روز تک برابر کشت و خون ہوتا رہا اور میدان جنگ خونی سمندر ہوکر عجیب خونخواری سے لہرین لیتا رہا۔

گو سید حسین کو شیخصاحب سے پہلے ہی کمال عقیدت تھی۔ لیکن اب ان حیرت انگیز واقعات اور شجاعانہ کوششون کے آپ سے ظہور مین آنے کے بعد اُسکے اعتقاد مین اور بھی پختگی اور تعجب انگیز ترقی ہوگئی تھی۔ اگرچہ اِسوقت اُسکے روزانہ اوقات جنگی معاملات مین صرف ہوتے تھے۔ لیکن پھر بھی جنگ کے انتظام سے جو وقت اُسکو ملتا تہا وہ شیخ کی خدمت اور آپکی تیمارداری مین صرف ہوتا تہا خدا خدا کرکے تین دن کے بعد آپ کو کچھ افاقہ ہُوا اور بدن کے زخم بھی کچھ کچھ بھر آئے۔ آپنے اِسی حال مین فوج کی کمان اپنے ہاتھ مین لی۔ اور موجودہ معاملات جنگ کے فراز و نشیب اور اُتار چڑہاؤ پر سرسری نظر ڈالکر سید حسین کو مشورہ دیا کہ ہماری فوج کی تعداد اگرچہ حریف کے مقابلہ مین بہت کم ہے لیکن ہم ہی دہاوے کے قابل ہین سب کو درست کرکے ایکبارگی حملہ کردینا چاہیئے۔ فتح ہمارے ساتھ ہی خدا نے چاہا تو پہلے ہی حملہ مین غنیم کی فوج پس پا ہوجائیگی۔ سید نے آپ کی اِس دلسوزی اور حکمت آمیز

تقریر کی بہت تعریف کی اور آپکے مشورہ کے مطابق حملہ کر دیا۔ میدان مین تلوارین چمکنے لگین اور آتش فشان آلات کے دھوئین سے سارا جنگل تیرہ و تاریک ہوگیا۔ شیخ وجیہ الدین کی حسن تدبیر اور زور بازو نے اول ہی حملہ مین صوبہ و ہاموئی کی فوجی طاقت کو نہایت کمزور کر دیا اور چند فوجی افسرون کے قتل کیساتھ وہاموئی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اب اسلامیون کیواسطے میدان صاف ہوگیا اور وہ بڑی جسارت کیساتھ باغی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے شہر مین گھس گئے۔ راجپوت شکست کھاکر بھاگے۔ اور فتحمندی کا عظیم الشان جھنڈا شیخ وجیہ الدین کے ہاتھ رہا۔ خاص شہر مین تھوڑی دیر تک ایک عام خونریزی رہی اور اسکے بعد لشکر کفار کو شکست ہوئی۔ اکثر ہلاک ہوے۔ اور بقیۃ السیف گرفتار کر لیے گئے۔ میدان سید حسین کے ہاتھ رہا۔ اور بیشمار غنیمتین لوٹ مین آئین۔

عام شکست

شیخ وجیہ الدین کے فضل و کمال روشن دماغی صائب رائے۔ تدبیر و شجاعت شوکت و ہیبت کی جہان تک سچی تعریف کیجائے مستحسن اور موزون الفاظ مین کیجائے بہت کم ہو۔ کیونکہ اس معزز و مشہور خاندان مین ایسے لوگ بہت کم گزرے ہین جنمین وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہون جو تنہا آپ مین دیکھے جاتے تھے یہی اوصاف تھے جنھون نے سید حسین جیسے امیر کبیر اور شجاع شخص کو شیخصاحب کا گرویدہ بنا دیا تھا اور آپ کا اعزاز پورے طور پر اُسکے دلمین قائم کر دیا تھا بلکہ آگے چلکر خود تاج و تخت کے وارث شہنشاہ عالمگیر کے دلمین آپ کی عظمت و وقار کے نقوش کندہ کر دیے تھے۔ سید حسین جیسے دانشمند اور عقل کے پتلے کو چونکہ آپ کی ذہانت خداداد و قابلیت تجربہ پر کافی اعتماد ہوگیا تھا اسلیے اب کوئی ملکی جنگی معاملہ ایسا نہین ہوا جس مین آپ کے نتیجہ خیز مشورے کے مطابق عمل درآمد نہین کیا گیا بلکہ ہر معاملہ مین آپکو اپنا ہمراز بناتا اور جو کچھ آپ مشورہ دیتے اُسکے مطابق عمل مین لاتا۔

عظمت و وقار

یہ بالکل صحیح ہے کہ تمام امرا کو اپنے قابل اور ممتاز کارکنون سے ایک خاص قسم کا ارتباط اور اتحاد ہوتا ہے۔ لیکن سید حسین اور شیخصاحب کا دلی تعلق خاصکر اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ ان مین بالکل ویسے ہی باہمی تعلقات پائے جاتے تھے جیسے فطرتاً بھائی بھائی مین پائے جاتے ہین قریباً تمام معاشرتی امور اور تمدنی احوال مین سید کا تعلق شیخصاحب سے بالکل برادرانہ اور عزیزانہ تعلق تھا اور سب سے زیادہ قابل تعریف بات یہ ہے کہ ان دونون کے باہمی تعلقات نمائشی اور بناوٹی نہ تھے بلکہ عملی طور پر اُن کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسکا اثر یہان تک پہنچا کہ جو شخص محترم اور واجب التعظیم

اتحاد و محبت

شیخ کی مخالفت کرتا تھا بزرگ سید کو اُس سے ذاتی اختلاف ہوتا تھا۔

قصہ مختصر جب فتحمند لشکر نے بہزار کامیابی اپنے قیامگاہ کیطرف مراجعت کی تو شیر دل سید نے اس فتح کی خوشی مین ایک شاہانہ جلسہ کیا اور کمال حوصلہ مندی اور عالی ہمتی سے لشکریون کی گودیان مال و زر سے بھر دین چند روز تک لشکر کا اس مقام پر قیام رہا۔ اور نہایت فارغ البالی سے عیش و کامرانی مین مصروف رہا۔ اسی اثنا مین ایک نہایت عجیب اور حیرتناک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ اس فتح کے تین دن بعد ایک مسن اور ضعیف عورت شیخصاحب کو دریافت کرتی اور تلاش کرتی ہوئی آپکے خیمہ مین آئی اور رونی ہوئی آواز مین گویا ہوئی کہ برخوردارمن! مین اُن تینون شخصون کی والدہ ہون جنکے سر تیری تیغ بیدریغ سے قلم کیے گئے ہین۔ مین جانتی تھی کہ دنیا بھر مین کوئی شخص میرے فرزندون سے زیادہ شجاع اور قوی تر نہوگا۔ لیکن حقیقت مین مجھے دھوکا ہوا جو آج نہ صرف میری نظرون مین بلکہ ہزارہا انسانون کی نگاہون مین طشت از بام ہوگیا۔ تجھپر خدا کی رحمت ہو اور آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا تجھے نظر بد کے زہریلے اثر سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ بیشک تو اُن سب سے قوت و شجاعت مین بہتر و برتر ثابت ہوا۔ مین نمائشی اور بناوٹی طور پر نہین بلکہ حقیقی طور پر اُنکی جگہ تجھے اپنا فرزند خیال کرتی ہون۔ میری آرزو ہے کہ تو مجھے اپنی مان کے قائم مقام تصور کر۔ اور میری کلبۂ احزان اور تاریک گھر کو اپنے نور قدوم سے منور کرکے چند روز اطمینان اور آسائش کیساتھ جلوہ آرا ہو تاکہ مین تجھے سیر ہوکر دیکھون اور تیرے جاہ و جلال سے بھرے ہوئے چہرہ سے میری آنکھون کو خنکی اور دل کو تسلی و اطمینان نصیب ہو۔

عجیب واقعہ

چونکہ بڑھیا کی تقریر دلسوزی اور شفقت و مہربانی سے بھری ہوئی تھی۔ اسلیے محترم شیخ پر اُس کا بہت بڑا اثر پڑا۔ خادم سے فرمایا کہ گھوڑا کس۔ اور آپ فوجی لباس سے آراستہ ہوکر بڑھیا کیساتھ چلنے پر آمادہ ہوگئے۔ عزیز و اقارب کی ایک جماعت نے جن مین آپکے بھائی بند بھی تھے آپکو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا۔ اور عرض کیا تعجب کی بات ہے کہ آپ جیسا تیز ہوش اور عقلمند ایک ایسی حرکت پر پیشقدمی کرے جسکا نتیجہ نہایت ضرر رسان اور مضرت دہ ہو ایک عورت ذات کی چند نمائشی باتون اور بناوٹی لفظون پر جنکی بنا صرف دھوکے اور غرور پر ہو بھروسہ کے قابل سمجھنا بیشک بعید از قیاس اور دور از عقل ہے۔ بالخصوص وہ عورت جس کے تین اولوالعزم اور بہادر فرزند آپ کی تیغ بےدریغ سے قتل کیے گئے ہون آپکا وہان جانا اور اس عورت کا مہمان ہونا۔ ہماری سمجھ مین بالکل نہین آتا۔ ہرچند کہ ان لوگون نے آپکو اس ارادہ

دلسوزی و مہربانی

سے باز رکھنے میں بہت کوشش کی لیکن آپنے اُن کی تقریر کیطرف ذرا بھی التفات نہیں کیا اور اُن کا منع کرنا کسی گنتی میں نہ لائے۔

جب مانعین کی اِس جماعت نے دیکھا کہ آنے والی بڑھیا کی شیریں کلامی اور پر اثر الفاظ کا جادو واجب الاحترام شیخ پر اپنا پورا اثر ڈال چکا ہے اور ہماری تمام کوششوں پر ناکامی کا پانی پھیر دیا گیا ہے تو آندھی مینہ کیطرح چیختے ہوئے سید حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بڑھیا کی التماس اور اُسکے قبول کرنے میں شیخ کی مستعدی بیان کی۔ بزرگ سید اِس وحشتناک خبر سے سخت متذبذب ہوئے اور ایک عاجلانہ حرکت کیساتھ شیخ کی خدمت میں پہنچکر گہری گہری قسمیں دلائیں اور بڑھیا کی التماس قبول کرنے سے باز رکھا۔

اِسوقت آپسے بجز اِسکے اور کچھ نہو سکا کہ بڑھیا کو بلاکر نہایت تسلی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ مادر من! یہ لوگ مجھے تیرے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دیتے مجھ افسوس ہے کہ میں فی الحال تیری اِس التماس کے قبول کرنے سے قاصر ہوں لیکن تجھے مطمئن رہنا چاہیے کہ میں چند روز کے بعد تیری بستی میں ضرور آؤں گا اور تیرے حسب منشا کچھ عرصہ تک وہاں رہوں گا۔ میں تجھ سے مضبوط وعدہ کرتا ہوں اور تو یقینی طور پر سمجھ لے کہ مسلمان ہمیشہ اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں اور اُنکے نزدیک عہد شکنی۔ بدعہدی ایک ایسا سنگین جرم اور سخت گناہ ہے جو معافی کی قابلیت نہیں رکھتا۔ وعدہ

چند روز کے بعد جبکہ تمام لوگوں کے دلوں سے یہ واقعہ نسیاً منسیاً ہوگیا تو شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے متعلقوں کو غافل پاکر سوار ہوئے اور اُس بڑھیا کے مکان پر تشریف لیگئے۔ بڑھیا در حقیقت ویسی ہی ایفائے وعدہ محبت و تعظیم اور اخلاص و دلسوزی سے پیش آئی جیسے حقیقی اور سگی ماں اپنے قابل اور فخر خاندان فرزند سے پیش آتی ہو۔ سب سے اول بڑے جوش مسرت کیساتھ استقبال کیا۔ پھر نہایت عظمت و وقار کیساتھ ایک قیمتی فرش پر بٹھایا۔ بڑھیا کی اِسوقت کی بشاشت اور خوشی کا کوئی کافی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا بار بار یہی چاہتی تھی کہ شیخ پر قربان ہوجائے اور اپنی جان اُسکے قدموں میں نثار کردے۔ کچھ دیر تک اِسی قسم کی صحبت رہی۔ زان بعد بڑھیا نے اپنے معزز مہمان کی کھانے کی تواضع کی اور امیرانہ طرز پر دعوت کا سامان مہیا کیا۔ کھانے سے فارغ ہونیکے بعد محترم شیخ اور بڑھیا کے مابین اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں اور دیر تک راز و نیاز کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ الغرض تین روز اِسیطرح گزرے چوتھے روز شیخ صاحب اُس سے اجازت

حاصل کرکے اپنے لشکر میں واپس چلے آئے۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں بار ہا اُس بڑھیا کے مکان میں گیا ہوں جب کبھی میں اُدھر جا نکلتا تو وہ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آتی اور میری تسلی و دلجوئی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی میں اُسے دادی کہا کرتا تھا اور وہ اِس سے بہت خوش ہوا کرتی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ میں نے بچپن میں اپنی دادی کو نہیں دیکھا تھا اِسلیئے مجھ معلوم نہ تھا کہ اِس بڑھیا کے علاوہ میری کوئی اور دادی ہے۔

واقعات مذکورہ بالا سے جو دلچسپی کے بہت سے سامان اپنے ساتھ رکھتے ہیں معزز شیخ کے شجاعانہ کارناموں اور بہادرانہ نام آوریوں کے ثبوت کے علاوہ آپ کی وہ خاص خاص خوبیاں بھی ظاہر ہوتی ہیں جو نہایت وقعت و قدر کی نگاہوں سے دیکھے جانیکے قابل ہیں اور نہایت مفید اور نتیجہ بخش اثر رکھتی ہیں منجملہ اُنکے ایک یہ کہ شیخ صاحب جیسے صادق القول اور محتاط تھے ویسے ہی بات کے پکے اور عہد کے پورے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی سے آپنے کچھ وعدہ کیا ہو اور پھر اُسے پورا نہ کیا ہو۔

تذکروں میں جسقدر حالات جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بیدھڑک شجاعت اور نڈر جرأت کے لکھے گئے ہیں اُنہیں سے بعض واقعات ہم نقل کرچکے ہیں جنسے کافی طور پر اندازہ ہو سکتا ہے کہ واجب الاحترام شیخ میں فی ذاتہ کسقدر شجاعت و جرأت کا مادہ تھا۔ لیکن اب ہم ابو المظفر محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے پرشوکت زمانہ میں آتے ہیں اور شیخ صاحب کے چند وہ واقعات مختصراً ذکر کرتے ہیں جنپر عالمگیری تذکروں کے ساتھ ساتھ تاریخی چمک ابتک برابر پڑ رہی ہے۔

جب ہندوستان کے اقبال کا ستارہ آسمانی سطح کے مشرقی افق میں شہاب ثاقب بنکر چمکا تو عالمگیر جیسا پُر رعب۔ سنجیدہ۔ اولوالعزم۔ عاقل۔ مدبر بادشاہ تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔ عالمگیر جیسا پابند مذہب اور علم دوست تھا ویسا ہی شجاعت و بہادری پر جان دیتا تھا۔ اُسکے پرشوکت دربار میں جس حیثیت سے علما فضلا کی تکریم و تعظیم کیجاتی تھی۔ اُسی لحاظ سے شجاع اور بہادروں کا اعزاز کیا جاتا تھا غرضکہ دونوں فریق اِس عہد حکومت میں امتیازیہ نظروں سے دیکھے جاتے تھے چونکہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی تاریخی زندگی میں یہ بات نہایت ہی عجیب و غریب تھی کہ آپ تیغ و قلم دونوں کے مالک تھے ایک ہاتھ میں تلوار کا قبضہ تھا اور دوسرے میں قلم کا نیزہ۔ جسطرح آپ کی تیغ دودم کی جیتی جاگتی یادگاریں اِسوقت تک زمین پر قائم و دائم ہیں اُسیطرح آپکے قلمی فتوحات کے دفتر ہمیشہ ہماری پیش نظر

ہین، اسلیے عالمگیری دربار مین آپ کا دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تہا

عالمگیر کی تخت نشینی

شاہ شجاع کا خروج

۱۰۶۸ھ مین محی الدین اورنگ زیب عالمگیر تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا اور اوائل ۱۰۶۹ھ مین اُسکے برادر شاہ شجاع نے بنگالہ کیطرف خروج کیا۔ عالمگیر ایک عظیم الشان اور جرار فوج ساتھ لیکر شاہ شجاع کی تنبیہ کیلیے روانہ ہوا اور عالمگیری شاندار جھنڈے ایشیائی دنیا کے مشرقی حصون کیطرف فوراً اُڑ کر کہڑے ہوئے۔ موضع کہجوہ مین دونون خونخوار اور عظیم الشان لشکرون کا اندہا دُہند مقابلہ اور مقابلہ کے بعد سخت خونریزی واقع ہوئی۔ اس جنگ مین جناب شیخ وجیہ الدین صاحب بھی شریک کرلیے گئے تہے اور عین معرکہ مین داد شجاعت دیتے تہے۔

اورن

اس معرکہ آرائی مین شیخ صاحب ہی نے لڑائی کا بہت بڑا حصہ لیا۔ فوج کا ایک مختصر مگر خونخوار دستہ بہادر اور دل چلے شیخ کے زیر کمان بڑے جوش کیساتھ آگے بڑہا چلا جاتا تہا اور تیرون کا برابر مینہ برسا رہا تہا۔ ایک موقع پر پہنچکر شیخ صاحب نے اپنے گہوڑے کی باگ روک لی اور ساتھ ہی آپ کی وفادار اور جان نثار فوج بھی رک گئی۔ آپنے چند منٹ تک غور کیا کہ مجھے کس پہلو پر حملہ آور ہونا زیادہ مفید ہوگا فوراً آپ کی سمجھ مین ایک رخ آگیا۔ اور اُسیطرف گہوڑے کی باگ اُٹھا دی۔ حریف کے لشکر نے اپنی توپون کے رخ ادہر کردیے اور ایک دم گولون کا مینہ برسانا شروع کردیا۔ لیکن خدا کی شان ان کا فیصدی ایک گولا بھی نشان پر نہ لگ سکا۔ چنانچہ اب دونون لشکرون نے توپون کے فیتے درگزر کرکے تلوارون کے قبضے پکڑ لیے۔ اور سینہ بسینہ جنگ شروع ہوگئی۔ کچھ دیر تک اندہا دُہند مقابلہ رہا۔ اور سخت خونریزی کے بعد حریف کا لشکر نہایت بزدلی اور سراسیمگی سے پیچھے ہٹا۔ شیخ صاحب نے بڑی بے جگری اور بہادری سے یہ مورچہ فتح کیا اور یہان کا ضروری انتظام کرکے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ حریف پر دوبارہ حملہ آور ہوئے۔

میدان جنگ

لشکر کی ہزیمت

مخالف فوج نے شیخ کے اس زبردست اور خونخوار حملہ کو بڑے زور سے روکا اور دو گھنٹے یا اس سے کچھ کم و بیش اُنہون نے بڑی خونخواری سے جنگ کی لیکن بعد ازان یک بیک اُن کے پاؤن اُکہڑ گئے اور یہ مورچہ بھی شیخ کے قبضہ مین نہایت آسانی کیساتھ آگیا۔ شاہ شجاع کے تمام لشکر مین ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اور شیخ کے متواتر حملون اور تابڑ توڑ وارون نے انہین بالکل بزدل بنادیا۔ چنانچہ جب اُنپر حد سے

زیادہ خوف طاری ہوا تو سراسیمہ ہوکر بہاگنا شروع کیا۔

شاہ شجاع اگرچہ فنون جنگ سے خوب واقف تہا اور بے نظیر شجاعت و بہادری مین غیر معمولی قابلیت رکہتا تہا۔ لیکن عالمگیر کے مقابلہ مین اپنا ضعف بخوبی سمجھتا تہا۔ گو اسکا لشکر تعداد مین کم نہ تہا۔ لیکن شایستگی اور خونخواری مین عالمگیر کے لشکر کی برابری نہین کرسکتا تہا۔ وہ جانتا تہا کہ ایسی خونخوار اور شایستہ فوج سے میدان لینا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ قواعد دان فوج کی کمی افسرون کی بے اعتباری۔ عام لشکر کی طبع برخاستگی۔ اور سب سے بڑھکر سامان حرب کی طرف سے ناکافی اطمینان۔ یہ تمام باتین اس قسم کی تہین جو ہر وقت شاہ شجاع کو متوحش اور بزدل بنارہی تہین شاہ شجاع نے جنگ کا یہ رنگ دیکھکر پہلے ہی سے نتیجہ نکال لیا تہا کہ اس موقع پر کامیابی کی امید کرنا سراسر فضول ہے اسلیے اُس نے میدان جنگ کو چھوڑکر آخری تدبیر یہ سوچی کہ چند مست ہاتھی عالمگیر کے لشکر کیطرف چہوڑے جائین اور ہر ہاتھی کے پیچھے زرہ پوشون کی ایک کافی تعداد روانہ کی جائے جب مست ہاتھی مخالف کی فوج پر حملہ کرکے متفرق و پریشان کردین تو زرہ پوشون کا لشکر آفت ناگہانی کیطرح ان پر ٹوٹ پڑے اور عام قتل کرکے دشمن کو پسپا کردے۔

مست ہاتھیوں کا حملہ

دوسرے دن جبکہ طرفین کے لشکر صف آرا ہوئے اور عالمگیر کے فوجی افسرون نے اپنے اپنے دستون کا باقاعدہ پرا جمایا تو شاہ شجاع کے لشکر کیطرف سے دو تین کوہ پیکر مست ہاتھی چنگھاڑتے ہوئے بڑے جوش و خروش کیساتھ نکلے اور اُنکے عقب مین کثیر التعداد فوج لوہے مین ڈوبی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھی خونی ہاتھیون نے چارون طرف بیجا با حملے کرنے شروع کردیے اور زرہ پوش جماعت بڑی دہشتناکی کیساتھ توپ کی باڑین مارنے لگی۔ جب یہ صورت ظہور مین آئی تو عالمگیر کے لشکر مین ایک تلاطم سی پڑ گئی۔ بڑے بڑے بہادرون کے پیر اُکھڑ گئے اور ہر شخص ایک سمت بے تحاشا بہاگ کہڑا ہوا۔ عالمگیر کے ہاتھی کے گرد بجز اُن خاص خاص وفادارون اور جان نثارون کے اور کوئی باقی نہین رہا جو خطرناک اور سخت نازک موقع پر اُسکا ساتھ دیتے چلے آئے تہے اور جنہون نے اُسکی ترقی و بہبودی مین ہمیشہ جانین لڑادی تہین۔

شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے مورچہ پر بے خوف و ہراس کہڑے ہوے اس خونی منظر اور قیامت زا حادثہ کو پرشوق نظرون سے دیکھ رہے تہے۔ فوج کی پریشانی اور بزدلی دیکھکر آپکی رگ غیرت حرکت مین

شیخ کی سوداور پرجوش نصیحت

آئی۔ اور بہادرانہ جوش تمام رگوں میں خون کی طرح دوڑ گیا۔ آپنے مورچہ چھوڑ کر سب سے اول اُس مست ہاتھی پر حملہ کرنا چاہا جو اُس طرف رخ کیے ہوئے بڑھا چلا آرہا تھا۔ جو فوج کا دستہ اسوقت آپکی زیر کمان تھا۔ ہاتھی کا مقابلہ کرتے ہوئے جھجکا اور میدان سے واپس چلے جانا غنیمت سمجھا۔ بہادر شیخ نے آگے بڑھکر سب کو روکا اور خوف زدہ آواز میں غل مچا کر کہا۔ "بہادرو! یہی تو لڑائی کا موقع ہے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے کا یہی تو وقت ہے۔ اسموقع پر جان دینا اور شجاعوں کے کارناموں میں اپنی زندہ یادگار قائم رکھنا جان بچانے اور ہمیشہ بزدلی اور نامردی کیساتھ یاد کیے جانیسے بہت بہتر ہے۔ شجاعت پیشہ ناموروں کی سب سے زیادہ جس چیز نے تاریخ میں بقائے دوام کیساتھ عزت افزائی کی ہے اور بہادروں کو جس بات نے تاریخی کارناموں میں ممتازیت و انتخاب کا پرفخر اعزاز بخشا ہے یہی جان نثاری او وفاداری ہے۔ اسمیں ذرا شک نہیں کہ ایسے جان جوکھوں اور خطرناک مواقع میں ثابت قدمی و استقلال سے کافی حصہ لینا بعض اولوالعزم اور جانبازوں کو بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ لیکن خوب سمجھ لینا چاہیے کہ انسانی تدبیر تقدیر الٰہی کو کبھی شکست نہیں دیسکتی۔ فتح ہمارے ساتھ ہو اور بغیر مقابلہ واپس چلے جانے میں بدنامی کے علاوہ سراسر حرمان نصیبی اور بدقسمتی آگے کھڑی ہے لیکن پھر بھی میں تمہیں بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ جسکا جی چاہے مجھ سے علیحدگی اختیار کرے اور جسے منظور ہو میرا ساتھ دے۔"

ہرچند کہ آپ کا یہ شیریں اور موثر وعظ دلسوزی اور حکمت آمیز مقولوں سے پُر تھا اور سامعین کے دلوں پر بہت اچھا اثر ڈالنے کا کافی سامان رکھتا تھا۔ لیکن تجربہ سے دیکھا جاتا ہے کہ جو طبیعتیں حقیقت میں قابل اور متاثر ہوتی ہیں ان میں ادنٰے بات سے تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بخلاف ان کے جو طبیعتیں ناقابل اور پژمردہ ہوتی ہیں اُنپر کسی موثر وعظ کا اثر پڑتا ہے نہ دلسوزی کا اظہار کام آتا ہے۔ اور چونکہ سنگلاخ چٹانوں پر بغیر ہل چلائے بیج ڈالنا اور پھر اُسکے بار آور ہونیکی امید کرنا خلاف قانون قدرت بات ہو۔ اسلیئے جناب شیخ صاحب اپنے اس ارادہ پر کامیاب نہیں ہو سکے

چنانچہ آپکے اکثر رفیق اس خطرناک معرکہ میں آپسے جدا ہو گئے۔ اور صرف چار شخصوں نے اس دہشتناک منظر میں آپ کا ساتھ دیا۔ یہی چار اولوالعزم اور ارادہ کے پُورے وہ شخص ہیں جن کی نسبت شیخ وجیہ الدین صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر ہمارے رفیقوں میں سے کوئی شخص کسی خوفناک اور جانبازی کے موقع

میں ہمارا ساتھ دیگا ان ہی چار مستقل اشخاص میں سے ہوگا۔"

قصہ مختصر آپ ایک اونچے دمدمے سے تلوار علم کیے ہوئے اُترے۔ ان چار شخصوں نے آپکے گھوڑے کا تنگ ایک مضبوطی کیساتھ پکڑکر باہم معاہدہ کیا کہ ہم شیخ کیساتھ جانیں تک لڑا دینگے اور وفاداری کا حق جیسا کہ چاہیے ادا کرینگے۔ جس مقام پر شیخ کے قدم ہونگے وہاں ہم اپنی آنکھیں بچھا دینگے۔ شیخ نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ہاتھیوں کیطرف رخ کیا۔ اور سب سے اول اُس ہاتھی پر سفاکانہ حملہ کیا جو زیادہ سرکشی کر رہا تھا۔ قریب پہنچکر کچھ دیر تک تو خاموش اور چُپ چاپ کھڑے رہے۔ لیکن جوں ہی ہاتھی نے اپنی مہیب اور خوفناک سونڈ آپ کی طرف اُٹھائی اور چاہا کہ لپیٹ کر گھوڑے سے کھینچ لے۔ آپنے پوری طاقت سے ایک ایسی تلوار ماری کہ اُسکی سونڈ نیچے کیجانب سے دوپارہ ہو گئی۔ سونڈ کے کٹتے ہی ہاتھی نے ایک نہایت کریہہ ہوش رُبا چیخ ماری جس سے سننے والوں کے دل دہل گئے اور لشکر میں عام طور پر ایک سخت زلزلہ اور تہلکہ پڑ گیا۔ ہاتھی ایسی بے سرو سامانی اور سراسیمگی کیساتھ پیچھے کیطرف بھاگا کہ زرہ پوشوں کا لشکر جو اُسکے عقب میں لشکر عالمگیر پر اسلحہ آتشی پھینکنے والے آلات سے باڑیں مارتا ہوا آگے بڑھا چلا آتا تھا اُسکے پاؤں سے اسقدر کچلا گیا کہ صرف گنتی کے آدمی اور وہ بھی بہت مشکل سے جانبر ہو سکے۔

شیخ کی یہ شجاعانہ کوشش گویا عالمگیر کی فتح و عروج اور شاہ شجاع کے زوال و ادبار کا مقدمہ تھا۔ ابھی اس سے پیشتر عالمگیر کا اقبال جو پہاڑ کی چوٹی کے ڈھلتے ہوئے سورج کیطرح نہایت حیرت کے ساتھ اس پرخوف نظارہ کو الوداعی نظروں سے دیکھ رہا تھا اُس آفتاب کیطرح چمکنے لگا جو نصف النہار پر پہنچکر اپنی پوری اور کامل درخشانی سے ایک عالم کو منور کر دیتا ہے۔ منتشر اور بھاگی ہوئی فوج سب طرف سے سمٹ سمٹا کر جمع ہو گئی اور شیخ کی سرکردگی میں غنیم کی فوج پر دفعتہً ٹوٹ پڑی۔ اب سطح زمین پر تلواریں چمکنے لگیں اور آتش فشاں آلات سے سارا میدان دھواں دھار ہو کر مہیب اور خوفناک آوازوں سے گونج اُٹھا۔ اس جنگ کا یہی حصہ زیادہ پرخطر اور خوفناک تھا۔ بہادروں کے سر کھیرے ککڑی کیطرح بے دریغ کٹ رہے تھے۔ اور زخمی سپاہی خونی دریا میں غوطے لگا رہے تھے۔ کسیکو کسی کی خبر تک نہ تھی اور ایک بڑے گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔

شاہ شجاع کی ہزیمت و شکست

نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ شجاع کو شکست ہوئی اُسکے لشکر کا اکثر حصہ بیدریغ قتل کیا گیا اور کسیقدر گرفتار

میدان عالمگیر کے ہاتھ رہا، اور غنیم کا بیشمار سامان حرب ہاتھ لگا۔ لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے اور ہر شخص کو اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔ عالمگیر نے اس فتح کی خوشی میں ایک شاہانہ جلسہ کیا اور چونکہ وہ عین معرکہ میں جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بہادرانہ کوشش اور وفادارانہ جوش کو اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا اسلئے سب سے پیشتر عمدہ اور منتخب اسلحہ کیساتھ کثیر التعداد رقمیں آپ کو عطا کی گئیں۔ عالمگیر نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کی کمر میں تلوار باندھی اور

عالمگیر کی حق شناسی

نہایت شکر گزاری کیساتھ آپکے منصب و عزت افزائی میں ترقی کرنی چاہی لیکن اس سیر چشم اور مستغنی المزاج بہادر نے اپنی اس کارگزاری کے صلہ میں کوئی مہتم بالشان اور منتخب عہدہ لینا پسند نہیں کیا کیونکہ آپ اپنے موجودہ منصب کو صوبجات کی گورنری اور پرگنوں کی عاملی کے ممتاز عہدوں سے کسیدرجہ کم نہ سمجھتے تھے۔ نیز آپ کی محتاط زندگی اور معمول سے زیادہ اتقاو پرہیزگاری اُن معزز عہدوں کے مناسب بھی نہ تھی جنہیں مصروف ہو کر اکثر لوگ ان امور سے غفلت میں پڑجاتے ہیں عجب نہیں کہ آپنے اسی خیال سے ان عہدوں کو قبول نہ کیا ہو۔

اس واقعہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ شیخ صاحب اپنی بے مثل شجاعت اور بیجا با جرأت میں کہاں تک قابلیت رکھتے تھے اور شاہی درباروں میں آپ کی شجاعانہ کوششیں کس درجہ اعزاز و وقعت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ اسکے علاوہ آپ کی شجاعت کی نسبت اور بھی بہت سے ایسے دلچسپ اور ندرت مآب واقعات تذکروں میں لکھے گئے ہیں جنسے آپ کی یہ صفت بوجہ احسن ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا میں ایک اور واقعہ لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

ایک اور واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید شہاب الدین کو جو شاہ عالمگیر کا ایک نہایت معزز و ممتاز اور مشہور کارکن تھا عالمگیر بادشاہ کیطرف سے محاسبہ پیش آیا، چونکہ حساب سمجھتے وقت بادشاہ کو اُسکی خیانت ثابت ہوئی۔ اسلئے عالمگیر نے اُسپر سخت عتاب کیا، اور گرفتاری کا حکم دیدیا۔ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے اُس تعارف کیوجہ سے جو ایک زمانہ سے حاصل تھا عالمگیری عدالت میں اُسکی ضمانت پیش کی اور خود غبن شدہ رقوم کے کفیل ہوگئے۔ آپ کی ضمانت منظور ہوئی اور رقوم کی ادائگی کے لیئے ایک محدود وقت مقرر کیا گیا۔ لیکن جب وعدہ کی مدت ختم ہوئی اور سید شہاب الدین نے رقومات ادا کرنے میں تساہل کیا تو شاہی مطالبہ آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ رقم کثیر تھی اور شیخ صاحب اسقدر

استطاعت نہ رکھتے تھے کہ اُسے ادا کر کے خلاص حاصل کرتے۔ اسلیئے آپنے سید شہاب الدین کو بلایا اور نہایت نرمی اور سہولت کیساتھ مطالبہ کا سلسلہ چھیڑا ہنوز باتوں کا تار نہ ٹوٹا تھا کہ بدقسمت سید نے آپ کے اُس قومی احسان اور اس دستگیری و نرمی کی یہ مکافات کی کہ سخت برہمی اور غصہ کے لہجہ میں بولا کہ حضرت! میرے پاس مال و دولت کچھ نہیں اور اسکے ساتھ ہی ایک بڑی غضبناکی اور عام جوش کیساتھ تلوار میان سے نکالکر کہنے لگا یہ حاضر ہے۔" شیخ صاحب نے اُسکی یہ برہمی (اور سچ پوچھئے تو کمینہ پن) ملاحظہ کرکے ایک نہایت ہی خوش آیندہ تبسم کیساتھ فرمایا۔ "پیارے سید! تلوار کا قبضہ پکڑنا بہت آسان ہے لیکن اُسکی ذمہ داری سے باہر آنا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ تمہاری غضبناکی محض بیجا ہے اور میرے سامنے کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔" شیخ کی یہ گفتگو سن کر وہ اور بھی افروختہ ہوا اور اُسکی حمیت کی رگ حرکت میں آئی۔ ایک فوری جوش کیساتھ تلوار اُٹھائی اور سر تک بلند لیگیا لیکن ہنوز تلوار نیچے جھکنے نہ پائی تھی کہ دل چلے شیخ کا بایاں ہاتھ اُس تک پہنچ چکا تھا آپنے اپنے بائیں ہاتھ سے تو اُسکی تلوار پکڑی اور داہنے ہاتھ سے چہرہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ احسان فراموش سید اوندھے منہ زمین پر جا پڑا اور ایک عرصہ تک بیہوش رہا۔ آپنے خادم سے فرمایا کہ اس گردن زدنی کے ہاتھ پاؤں رسی سے کس دیئے جائیں اور اسکے طویلہ میں جسقدر اونٹ گھوڑے موجود ہوں سب حاضر کیئے جائیں چنانچہ آپکے حکم کی تعمیل ہوئی اور حرماں نصیب سید کا طویلہ فوراً خالی کر دیا گیا۔

ادھر جب سید کو تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو آپنے اُسی قہر آلود نظروں سے دیکھکر فرمایا کہ سید! کیا اُس قومی احسان کا بدلہ یہی تھا جو تو نے ادا کیا۔ اور ہاں یہ تو بتا کہ اب تیرا وہ لاف و گزاف اور تکبر و غرور کہاں گیا۔ سید سے جبکہ اُسنے اپنے تئیں ایک بڑی رسی میں جکڑا ہوا دیکھا آپکے پہلے جملہ کو سن کر بجز اسکے اور کچھ بن نہ آیا کہ گردن نیچی کر لی۔ لیکن جب دوسرا جملہ کان میں پڑا تو اُسکے دل میں ایک غیر معمولی حرکت پیدا ہوئی اور نہایت جوشیلی آواز میں بولا کہ میں نے اپنے کامیاب ہونے میں کسیطرح کی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن اسے میں کیا کروں کہ آپ کا ہاتھ قبل اسکے کہ میں اپنا وار کروں حرکت میں آیا اور ایک ایسا قوی صدمہ مجھے پہنچا جس سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا پھر آپ ہی فرمائیں کہ اس میں میرا کیا قصور ہے۔

شیخ صاحب نے اُسکی یہ بیہودہ اور فضول گفتگو سنکر فرمایا کہ بیشک تم سچ کہتے ہو اب میں تمہیں پھر

موقع دیتا ہوں کہ اپنی کامیابی میں کوشش و محنت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو اور جو کچھ کرنا ہو کر گزرو چنانچہ آپنے خادم کو اشارہ کیا کہ سید کے ہاتھ پاؤں کھولدیے جائیں اور اسکی تلوار اُسے دیدیجائے فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل ہوئی۔ اور ناعاقبت اندیش سید تلوار لیکر محترم شیخ کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑا ہُوا۔ ہر چند چاہا کہ حملہ کرے۔ لیکن شیخ کا رعب اسدرجہ غالب ہُوا کہ اُسکا جسم سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپنے لگا اور بدن پر اسقدر لرزہ پڑا کہ حملہ کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔ انجام کار اُسنے تلوار زمین پر پھینکدی اور بیساختہ آپکے قدموں پر گر پڑا۔

رعب و ہیبت

اس واقعہ سے شجاعت کے سوا آپکے قومی احسان و تفضلات ہمہ گیری اور استقلال کے عمدہ نمونے ظاہر ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رعب و ہیبت جو شجاعت کیلئے لازمی ہیں آپ میں بطرز احسن پائے جاتے تھے۔ پھر اس واقعہ کو اگر ناظرین لطیفہ سمجھیں تو حقیقت میں ایک عمدہ اور نتیجہ خیز مذاق ہو۔ لیکن اگر تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو اس بات کی پوری تحقیق ہوتی ہو کہ حضرت الاکرام شیخ کی شجاعت۔ شہرت سے درگزر کرکے ضرب المثل کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ اگرچہ کتب تواریخ اور عام تذکروں میں بزرگ شیخ کی شجاعت کے افسانے جستہ جستہ مذکور ہیں۔ لیکن اس واقعہ کی نسبت مجھے یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ کس تاریخ میں اسکا ذکر ہوا ہے تاہم میں یقین کیساتھ کہہ سکتا ہوں کہ گو مورخین نے اسے ایک عام معمولی اور جزئی واقعہ سمجھکر نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن اسکے واقعی اور محقق ہونے میں کسیطرح کا شک نہیں اور اسکے ثبوت میں میں صرف ایک مستند شہادت پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں وہ یہ کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہُوا تو آپنے نہایت وثوق کے ساتھ ارشاد کیا کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے۔ اُس موقع پر میں خود موجود تھا اور اس خوفناک منظر کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا"۔ پس اس مستند اور فاضل کی واجب القبول عینی شہادت کے مقابلہ میں ہمیں ہرگز جائز نہیں کہ واقعہ مذکورہ کے ثابت اور محقق ہونے میں کسیطرح کا شک و شبہ کر سکیں۔

محترم شیخ کی تاریخ زندگی میں سب سے زیادہ جس چیز نے آپ کو تمام ہندوستان میں معروف و مشہور کر دیا ہے وہ یہی آپ کی شجاعت کے کارنامے اور بہادری کے افسانے ہیں جنمیں سے میں بعض اُن واقعات کو بہ تفصیل بیان کر آیا ہوں جنمیں ناظرین کی دلچسپی کو بہت کچھ سامان تھے اب میں آپ کی استقامت اور قلبی قوت کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں جو علاوہ دلچسپی کے مذکورہ بالا عنوان سے

استقامت

کمال تعلق رکھتا ہے کیونکہ حقیقت میں قلبی قوت اور استقامت ہی بیت الشجاعۃ کا پہلا دروازہ ہے جسمیں قدم رکھتے ہی ناظرین کو آپکی شجاعت کا اور بھی کافی اندازہ ہو جائیگا۔ اور معلوم ہو جائیگا کہ آپنے اس صفت خاص میں وہ غیر معمولی ترقی کی جس سے آجتک صفحات تواریخ پر آپکا نام نامی ثبت ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیباکی اور قلبی قوت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ ایک معرکہ جنگ میں عظیم الشان مقاتلہ اور سخت خونریز محاربہ واقع ہوا۔ دونوں لشکروں کے بیشمار اور انگنت آدمی قتل کیے گئے اور کچھ زخمی۔ لیکن انجام کار مسلمانوں کو نمایاں فتح نصیب ہوئی اور مقدس اسلام کے شاندار جھنڈے ہوا میں اُڑنے لگے۔ جب مسلمانوں کا جنرل جسکی زیر کمان یہ فاتح لشکر موجود تھا۔ اپنے مقام پر پہنچا تو رات کیوقت حسب دستور تمام فوجی افسر دربار میں حاضر ہوئے۔ مقتولوں کی تعداد میں گفتگو کا سلسلہ چھڑ گیا اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے مناظرہ کی حد تک پہنچا ہر شخص مقتولوں کی ایک تعداد قائم کرتا تھا۔ اور دوسرے کیطرف سے فوراً اسکی تردید ہوتی تھی۔ شدہ شدہ جب آپکی نوبت آئی تو فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جانبین سے پانچ کم دو سو یا پانچ اوپر دو سو آدمی قتل کیے گئے ہیں اور جو لوگ شکست کھا کر بھاگ گئے ہیں اُنکی بابت میں کوئی کافی معیار اور صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا۔

ذہانت و حافظہ

حاضرین نے جب آپ کا یہ عاقلانہ حیرت انگیز فیصلہ سُنا تو سخت استبعاد و استعجاب کیا اور تحیر انگیز صورت میں شیخ کے چہرہ کو تکنے لگے۔ لیکن تاہم کسیکو یہ مجال نہ تھی کہ آپکے قول کی تکذیب کرتا۔ اور ہاں نا کا کوئی جواب دیتا۔ اس تحیر اور بیجا سکوت نے محترم شیخ کو آشفتہ کیا اور آپ کسیقدر برہمی سے کہنے لگے کہ تم لوگ اسقدر متعجب کیوں ہوتے ہو میں نے کوئی بات نفس الامر کے خلاف نہیں کہی ہے یا وہ بات ہو کہ تم اُسے واقع کے مطابق نہ سمجھو۔ حاضرین نے اگرچہ اپنی متذبذب حالت کے درست کرنے میں بہت کچھ کوشش کی مگر بدقسمتی سے وہ اسمیں ناکام رہے۔ تاہم بلجاجت یوں عرض کرنے لگے۔ مخدوم و محترم شیخ صاحب! ہم اعتراضاً متعجب و متحیر نہیں ہوئے بلکہ ہمیں اس واقعہ سے کما حقہ واقفیت نہیں ہے ورنہ ہم آپ کی ہر بات قابل تسلیم سمجھتے اور اُسے وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

حاضرین دربار یہ سب کچھ کہہ رہے تھے لیکن حقیقت میں انہیں واجب الاحترام شیخ کی اس

بات مین بہت بڑا شک اور سخت تردد تہا۔ آپ اُنکے اس تذبذب کو فوراً تاڑ گئے اور چاہا کہ سب کو حقیقت حال پر مطلع کرین۔ چنانچہ آپ اُس مجلس سے ایسی ہیئت پر اُٹھے جیسے کوئی شخص قضاء حاجت کیلئے اُٹھتا ہے رات نہایت اندہیری اور تیرہ و تاریک تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی دیتا تہا نہ رستہ کا پتہ و نشان معلوم ہوتا تہا۔ اُس پاس کے گاؤن والون نے کبھی کے چراغ گل کر دیئے تھے۔ چارون طرف سے کالی کالی گھنگھور گھٹائین اُمڈی چلی آرہی تھین بجلی کی کڑک سے سارا جنگل گونج رہا تہا۔ گاہے گاہے یادھر اُدھر کے تیز جھونکے آبادی کا نشان دیتے تھے ورنہ اندہیرے کی سیاہ چادر سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ میلون تک عالم خاموشی اور سنسانی حکومت کر رہی ہو۔ ایسی خطرناک حالت مین شیخ ہی کا کام تہا کہ تلوار کا قبضہ ہاتھ مین پکڑ کر بہا بامعرکہ مین تشریف لیگئے۔

اسوقت معرکۂ جنگ اور بھی پُرخوف اور زیادہ خطرناک تہا کہین کہین سے زخمیون کی جگر خراش آوازین اور جانگزا صدائین سنائی دیتی تھین۔ یا اِدہر اُدہر سر و کے ڈھیر پڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے بے سر لاشون کے تودے لگے ہوئے تھے اور جسطرح مینہ سے زمین بھیگ جاتی ہو اسیطرح بہادرون اور جانبازون کے خون سے زمین بھیگی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہ سب کچھ تہا لیکن دل چلے اور نڈر شیخ کے دل پر اس حسرتناک منظر کا کچھ بھی اثر نہ پڑتا تہا۔ آپنے نہایت احتیاط اور اطمینان کیساتھ مقتولون کو گننا شروع کیا۔ اسی اثنا مین آپ کا ہاتھ ایک ایسی گھائل نعش پر پڑا جسمین ہنوز کچھ جان باقی تھی ہاتھ پڑتے ہی اُسنے ایک نہایت وحشتناک چیخ ماری۔ ممکن تہا کہ شیخ اس ہولناک چیخ سے وحشت مین آجاتے۔ لیکن تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت ہو کر کچھ تذبذب آپ مین دخیل نہین ہوا۔ آپنے اُسکی تسکین کی اور اپنا نام بتاکر اور لاشون کی پڑتال شروع کی۔ اسی اثنا مین آپ کا خیال اسطرف دوڑا کہ معرکۂ جنگ کے علاوہ کچھ مقابلہ گاؤن کے صحن و سطح مین بھی ہوا تہا وہان بھی چلکر مقتولون کی نعشین ٹٹولنی چاہئین چنانچہ آپ میدان جنگ کی نعش شماری سے فارغ ہوکر گاؤن مین پہنچے اور جہان جہان احتمال تہا انتہا سے زیادہ مقتولون کا تجسس کیا آپ ایک ایک لاش پر ہاتھ رکھتے اور گنتے جاتے تھے کہ دفعتہ آپکا ہاتھ ایک بڑھیا عورت سے چھو گیا جو لڑائی کیوقت ایک گوشہ مین چپ کر بیٹھ گئی تھی اُسنے بھی ایک نہایت خوفناک چیخ ماری اور غل مچاکر امن و پناہ کی استدعا کی۔ آپنے اُسکی بھی تسلی کی اور مزید اطمینان کیلئے آپنے اپنے نام نامی سے آگاہ کیا۔

یہ سخت تعجب بلکہ ایک گونہ خرق عادت بات ہو کہ مقتولون کی تعداد ٹھیک ٹھیک ظاہر ہوئی جو شیخ صاحب کا معیار تہا۔ آپنے نہایت جوش مسرت کیساتھ لشکر کیطرف مراجعت فرمائی۔ اور مجلس کو اُسی ہیئت پر پایا جسپر آپ چھوڑ کر معرکہ کیطرف تشریف لیگئے تھے۔ حسب قاعدہ مجلس مین جا بیٹھے اور جب لوگون کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو معرکہ مین جانے اور مقتولون کی نعشین شمار کرنے اور اُن دونون شخصون سے ملاقات کرنے کا سارا قصہ تفصیل بیان کیا۔ اب حاضرین کا استعجاب اور بھی زیادہ ہوا اور وہ پہلے سے بھی کسیقدر زائد حیرت زدہ ہو گئے۔ سب سے زیادہ خود رئیس کو آپ کی اس قلبی قوت اور حیرت افزا استقامت پر تعجب تہا۔ اُسنے فوراً حکم دیا کہ تنو بہادر سوار مشعلین لیکر معرکہ مین جائین اور تمام مقتولون کا شمار کرکے اُن دونون شخصونکو ہمراہ لے آئین۔ سوارون کی یہ جماعت اگرچہ اپنی بے ونظیر شجاعت اور بیخوف دلیری مین ضرب المثل تھی لیکن اس خطرناک وقت اور پرخوف مقام کی ہیبت سے معرکہ مین جاتے ہوئے ہچکچائی اور خوف کے مارے سر سے پاؤن تک تہر تہر کانپنے لگی۔ امیر نے جب ان لوگون کی یہ حالت دیکھی تو ایک تند اور غضبناک لہجہ مین بولا۔ ہان ہان ابھی جاؤ اور اس سربستہ راز کی مجھے جلد اطلاع دو۔ اور اس طلسم کی پردہ کشائی کرو۔ اس دوہرے حکم نے اُنکے رہے سہے ہوش حواس بہی گم کر دیئے۔ اور اب بجز اُسکے ارشاد کی تعمیل کے اور کچھ نہو سکا۔ معرکہ مین جاکر مقتولون کا شمار کیا اور اُن دونون شخصونکو ساتھ لے آئے۔ مقتولون کی تعداد نے شیخ کی رائے سے موافقت کی اور اُن دونون شخصون نے آپکے نام سے امیر کو اطلاع دی۔

قصہ مختصر محترم شیخ کی شجاعت و استقامت اور قلبی قوت کے حالات و واقعات اسقدر وسیع اور غیر محدود ہین جنکے ذکر کرنے کی ہم اپنے اس مختصر تذکرہ مین گنجایش نہین دیکھتے۔ یہی وجہ ہو کہ اسمقام پر مشتے نمونہ از خروارے بہت تھوڑے وقائع لکھکر اس عنوان کو ختم کرنا مناسب خیال کرتے ہین القلیل ینبئی عن الکثیر والغرفۃ تحکی عن البحر الکبیر ورنہ خاصکر آپکی بے مثال جرأت اور سچی شجاعت کے اسقدر واقعات ہین کہ اگر فیصدی دس کا بھی انتخاب کیا جاوے تو بھی ہمارا تذکرہ اُنکے لیئے ناکافی ہو تاہم ناظرین کی دلچسپی کے لیئے چند روایتین اوپر نقل کر آئے ہین جنسے آپکی شجاعانہ کوششین بخوبی ظاہر ہوتی ہین۔ لیکن اس بات کو ہم ڈنکے کی چوٹ کہین گے کہ شیخ کے پولیٹکل معاملات کی نسبت ہمین ایک واقعہ بہی لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ مورخین نے اُنہین عام اور جزئی واقعات خیال کرکے بالکل نظر انداز

کردیا ہو اسلیئے ہمین امید ہے کہ ناظرین بسہات کا الزام دینے سے ضرور اغماض کرینگے کہ ہمنے کوئی پولیٹکل واقعہ شیخ کی سوانح عمری مین ذکر نہین کیا۔

شیخ کے عام اخلاق وعادات

اخلاق وعادات

شیخ کے سپاہیانہ واقعات کو چھوڑکر اب ہم آپکے عام اخلاق وعادات پر نظر ڈالتے ہین کیونکہ انسان کی تاریخی زندگی مین یہی ایک ایسا دلکش مرقع ہے جسمین مختلف شکل و شمائل کی تصویر نظر آیا کرتی ہین۔ نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہو کہ وہی شیخ جسکے پرزور ہاتھ مین ابھی ابھی تلوار کا قبضہ تھا اب علمی جلسون مین فضیلت کی کرسی کو زینت دے رہے ہین۔ وہی شیخ جو کل معرکہ آرائیون مین داد شجاعت دے رہے تھے اور بیمثل جرأت کے حیرتناک نمونے دکھا رہے تھے آج علمی مذاق کی نہرون مین بڑی بڑی غوطے لگا رہے ہین۔ کبھی آپ کا روئے سخن علما و فضلا کیطرف دکھائی دیتا ہو جسمین علمی باریکیان بیان کیجاتی ہین۔ کبھی درویشون اور پیروان طریقت کیطرف متوجہ معلوم ہوتے ہین جسمین کشف و مراقبہ کے عام مباحث ذکر کیئے جاتے ہین۔ علما و فضلا مشائخ و سالکین کا مجمع دروازے پر لگا ہوا ہے اور سب مرادون اور کامیابیون سے گودیان بھربھر کر جا رہے ہین۔ مین اس عنوان مین جسقدر آپکے اخلاق وعادات اور عام خوبیون کی تعریف کرونگا وہ حقیقت مین آپکے اصلی واقعات ہونگے جن مین شاعرانہ استعارہ ہوگا نہ تکلف و بناوٹ کا دخل۔

علم وفضل

شیخ وجیہ الدین صاحب علاوہ حسن صورت اور شجاعت و بہادری کے علم و فضل مین خاص امتیاز رکھتے تھے اور جسطرح ظاہری علم مین عدیم المثال سمجھے جاتے تھے اسیطرح علم باطن مین ضرب المثل تھے آپکے ضمیری اور روحانی جوہر اپنے مین ممتازیت کی گدی تدر رکھتے تھے اور ربانی اسرار اور الہامی نکات آپ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اور یہ ایک ایسی خصوصیت آپ کو حاصل تھی جسکی وجہ سے اسوقت کی تمام اسلامی سوسائٹیون اور علمی مجلسون مین آپ کی بیحد عزت کیجاتی تھی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے آپکی تواضع۔ علمی قدردانی۔ انشاپردازی شیرین کلامی فصاحت و بلاغت کا جادو ہر شخص پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا اسلیئے ہر موقع و محل یہان تک کہ شہر کی گلی کوچون مین آپ کی خداداد قابلیت کی بڑے زور و شور سے داد دیجاتی تھی۔

مورخین نے شیخ کی قابلیت پر جو مختصر ریمارک کیئے ہین انکے متفقہ الفاظ یہ ہین کہ اس جلیل القدر اور عظیم الشان خاندان مین جو سب سے زیادہ قابل فخر اور خاندانی اعزاز کے بقا اور دوام کا باعث ہو وہ شیخ وجیہ الدین صاحب کا وجود باجود ہے۔ تمام خاندان مین آپسے زیادہ کوئی شخص نہ عالی دماغ حوصلہ مند دقیق النظر۔ بردبار خوش اخلاق۔ صائب رائے۔ شجاع۔ فصیح و بلیغ۔ عقیل و فیاض نہین ہوا۔ باوجود امیرانہ شان و شوکت کے آپکے مزاج مین انتہا سے زیادہ عجز و انکسار تھا۔ آپکا طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے کوسون دور تھا۔ آپ علمی جلسون اور اسلامی انجمنون مین نہایت سادگی کیساتھ شریک ہوتے۔ درویشون اور مشائخون سے ملاقات کرتے۔ انکے مکان پر پاپیادہ جاتے۔ علما و فضلا کی عظمت کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ بیمارونکی عیادت کرتے محتاجون مسکینون کی ہر وقت حمایت کرتے سب سے بڑی قابل تعریف اور خوبی کی بات یہ تھی کہ اگر بمقتضائے بشریت کسی معاملہ مین آپسے غلطی ہوجاتی اور اسپر کوئی متنبہ کرتا یا احیاناً نصیحتاً کوئی بات کہتا تو آپ اُسے نہایت مشکوری کیساتھ فوراً قبول کرلیتے۔ اور اگر وہ نیک صلاح ہوتی تو نہایت مستعدی اور آمادگی کیساتھ عمل مین لاتے غرضکہ یہ تمام باتین اس قسم کی تھین جنہونے شیخ کو تمام ہندوستان مین مشہور کردیا تھا اور جن کی وجہ سے آپکے پرفخر اور قابل قدر و منزلت واقعات سے صفحات تاریخ کو اب تک زینت ہو بلکہ امید ہے کہ تاریخی روشنی ہمیشہ تک آپ پر تابان اور درخشان رہیگی۔

الحاصل شیخ کے ان واقعی اخلاق وعادات سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ آپ کیا بلحاظ شہرت عام اور کیا بلحاظ دیگر فضائل و خصائل جامع جمیع کمالات اور حاوی حسنات و خیرات تھے۔ اور جب آپ کی شجاعت و دلیری کے کارنامے بھی ان عام اوصاف کیساتھ پیش نظر کیئے جائینگے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ بزرگ شیخ نامداران اسلام کی تاریخ مین بلحاظ عام مقبولیت اَللّٰہ اپنے والد بزرگوار جناب شیخ معظم اور جد امجد جناب شیخ منصور کے پورے فوٹو تھے بلکہ سچ پوچھیئے تو انکے بقائے دوام اور شہرت عام کے باعث آپ ہی تھے۔ اس خاندان کے سلسلۂ نسب مین ہم شیخ معظم کی اولاد کے نام لکھ آئے ہین لیکن ان مین جسے سب سے زیادہ تاریخی شہرت اور عام مقبولیت حاصل ہو وہ شیخ وجیہ الدین ہمارے اس عنوان کے ہیرو ہی ہین۔ گو شیخ جمال اور شیخ فیروز آپکے دو بھائی بھی علم و فضل اور خاص اوصاف کیساتھ موصوف تھے۔ لیکن آپ کی مقامی شہرت کے مقابلہ مین پاسنگ بھی نہ تھے اسلیئے ہمین اس کہنے کی جرأت ہوگی

کہ اس خاندان کے تمام موجودہ گروہ میں آپ ہی ایک ایسے واجب الاحترام اور معزز شخص تھے جنہیں خاندان کا چشم و چراغ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

شیخ کا کلام الٰہی سے عشق

شیخ کے حالات زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کلام ربانی کے ساتھ انتہا سے زیادہ عشق رکھتے تھے اور مقدس کلام الٰہی کو سفر حضر میں ہمیشہ تعویذ بازو بنائے رہتے تھے۔ چنانچہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے والد محترم کا عام دستور تھا کہ ہر شبانہ روز قرآن مجید کے دو سیپارے تلاوت کیا کرتے تھے لیکن یہ تلاوت سرسری اور طوطے کیطرح نہ ہوتی تھی بلکہ معانی نکات اور الہامی غوامض کی رعایت کیساتھ ہوتی تھی وہ الہامی اسرار جو قرآن مقدس کے لفظ لفظ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ اثنائے تلاوت میں آپ پر منکشف ہوتے اور ہر ہر لفظ کا آپکی طبیعت پر ایسا زبردست اثر پڑتا تھا کہ بعض اوقات بے اختیار رونے لگتے تھے۔ غرضکہ آپ میں مقاصد ربانی کے سمجھنے اور انسے متاثر ہونیکی پوری قوت تھی اور جو کچھ آپکو اس سے فائدہ حاصل ہوا وہ کسیطرح معرض تحریر میں نہیں آسکتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپکو قرآن مجید سے کمال عشق ہوگیا تھا اور آپکو سفر حضر خوشی رنج میں کبھی سیپارے پڑھے بدون چین ہی نہیں پڑتا تھا جب آپ معمر ہوئے اور بصارت میں کچھ ضعف آگیا تو ایک جلی خط قرآن اپنی تلاوت کیلئے پسند کیا اور سفر میں کسیوقت اپنی جان سے جدا نہیں کیا"

شیخ کا ازدواج و اولاد

شیخ وجیہ الدین صاحب نے شیخ رفیع الدین محمد ابن قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز کی عصمت مآب اور پاکدامن دختر سے نکاح کیا اور انکے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ شیخ ابوالرضا محمد، شیخ عبدالرحیم شیخ عبدالحکیم۔ باستثنائے شیخ عبدالحکیم کے باقی دونوں حضرات کے مفصل و بسیط حالات چونکہ ناظرین کو آگے چلکر ملیں گے۔ لہذا اس موقع پر مختصراً اسقدر عرض کرنا مناسب ہے کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کو جسقدر محبت شیخ عبدالرحیم صاحب سے تھی اسقدر اور فرزندوں سے نہ تھی یہی وجہ تھی کہ سفر و حضر کے اکثر موقعوں میں آپکی ہمراہی کا شیخ عبدالرحیم ہی کو اعزاز حاصل تھا۔ اور چونکہ آپکی آغوش محبت اور سایۂ عاطفت میں شیخ عبدالرحیم ہی نے بچپن سے پرورش پائی تھی اسلیئے آپکو ان ہی سے کمال محبت تھی اور اس عالمگیر شہرت کا باعث جو شیخ عبدالرحیم کو اسوقت تک حاصل ہے غالباً یہی محبت ہے

فضل و کمال کے لحاظ سے شیخ ابوالرضا محمد جس رتبے کے شخص تھے گو انکی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے لیکن نشر علوم اور مفید فنون کی اشاعت کے اعتبار سے جو خصوصیت اور تاریخی شہرت جناب شیخ عبدالرحیم کو

حاصل ہوئی اُسمیں شیخ ابوالرضا محمد دوسرے درجہ میں جگہ رکھتے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے دہلی میں بیت العلوم کی عمارت کا نقشہ بنایا اور اسکے در و دیوار کو علوم و فنون کے مرقعوں سے سجایا۔ ان ہی طالب علموں کی گوناگون علمی برکتوں سے لبریز کیں وہ شیخ عبدالرحیم صاحب ہیں۔ جنکے حلقۂ درس میں مختلف ممالک و دیار کے ذہین طلبہ نے زانوئے ادب تہ کیئے اور علم ادب دینیات منقول معقول حساب ہیئت علم اللسان فلسفہ حکمت منطق کلام علم الرجال وغیرہ علوم کی تکمیل میں مصروف رہے وہ شیخ عبدالرحیم ہیں مگر تاہم ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ شیخ ابوالرضا محمد جو ایک جلیل القدر عالم تھے اور بلند ہمتی کیساتھ مختلف علوم سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ حدیث و فقہ اور تفسیر قرآن جنکی اہل اسلام کے تمام طبقوں میں عزت کیجاتی ہے ان علوم میں آپکو ایسا کمال تھا جسے ماہرین فن اب تک تسلیم کرتے ہیں اسکے علاوہ آپکے رسمی علوم و فنون بالخصوص علم ادب کا کمال بھی بڑے بڑے ادیبوں کو تسلیم ہے مختصر یہ کہ شیخ ابوالرضا محمد کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے آپ فقہ حدیث تفسیر طب ادب شاعری کلام اور سب سے بڑھکر علم تصوف میں مجتہدین فن کے درجہ میں شمار کیئے جاتے تھے اگرچہ آپ جامع علوم تھے لیکن جسقدر تصوف اور ادب سے دلچسپی تھی اسقدر دوسرے علوم و فنون سے کم تھی جیسا کہ آگے چلکر آپکی تالیفات میں ان تمام باتوں کا ذکر ہوگا۔

اب میں صرف ان الفاظ پر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں کہ جب جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کو تمام علوم و فنون میں مہارت کامل حاصل ہوگئی اور آپ زمانہ کے سرد و گرم سے خوب واقف ہو چکے تو ایک باخدا ولی کی ولایت کے شواہد مشاہدہ کرکے اس سے بیعت کی اور اشغال صوفیہ میں مستغرق ہو گئے۔ لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ خاموشی اور کم گوئی کی عادت ڈالی اور گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنی پسند کی۔ غرضکہ چند روز میں آپنے اسمیں وہ کمال پیدا کر لیا جسکی نظیر اُس زمانہ کے صوفیوں میں پائی نہ جاتی تھی وھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

شیخ کی شہادت اور باب کا خاتمہ

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق	ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

شیخ کی شہادت

شیخ وجیہ الدین صاحب کے سوانح عمری میں جو باتیں ہم نقل کر آئے ہیں وہ آپکے حالات زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ ہو لیکن سب سے زیادہ اہم اور مہتم بالشان آپکی شہادت کا افسوسناک واقعہ ہے جسے ہم مختصراً بیان

کرتا ہون مگر مجھے افسوس ہو کہ اب مین اپنے قلم سے ایک ایسے بے مثل بہادر ایسے لاثانی شجاع اور اقبال
اور مخزن روزگار کے دنیا سے اُٹھ جانے کا واقعہ لکھ رہا ہون جسکی عمر لطیف اور مقدس ذات حقیقت مین آیندہ
تمام کامیابیون کا ایک مختصر دیباچہ اور دینی و دنیوی ترقیون کا پورا فوٹو تھی اور جسکی شجاعت و بہادری
پر ہندوستان کو انتہا سے زیادہ فخر و ناز تھا۔ بیشک شیخ وجیہ الدین صاحب کا دنیا کو یون خدا حافظ کہنا
اور عزیز و اقارب سے یک لخت منہ موڑ لینا ایک ایسا جانگداز حادثہ اور جگرخراش صدمہ ہو جسپر تیر کا دل بھی
آنسو ڈالے بدون نہین رہ سکتا۔ لیکن تاہم ہمین خوش ہونا چاہیئے کہ گو دنیا سے شیخ صاحب کا اثر زائل ہو چکا
ہو مگر انکا نام نامی ابتک خیر و خوبی کیساتھ باقی ہے اور قیامت تک دایم و قایم رہے گا اگرچہ لوگو کی نظرون
سے انکا وجود باجود غائب ہو گیا ہو لیکن ابدالآباد تک اُنکا ذکر بلند رہیگا۔ وہ موت بہت ہی مبارک ہے
جسکی وجہ سے ہمیشہ کی زندگی انسان کو نصیب ہوتی ہو اور وہ انسان نہایت خوش قسمت ہو جسکے لیے اقبال
کی یاوری سے وہ سامان پیدا ہو جاتین جنسے اُسے بقائے دوام اور شہرت عام حاصل ہو ہم شیخ صاحب
کی اس مبارک موت سے خوش ہین جسنے اُنکو ابدی زندگی اور اُسکے ساتھ خدائی رضامندی کا معزز و محترم تمغہ
حاصل کرایا اور خداوند عالم سے دست بدعا ہین کہ ہمین اور تمام مسلمانون کو یہی موت نصیب ہو۔ آمین

یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّی حُبَّہَا أَبَدًا	وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ آمِینَا

شیخ کی شب بیداری

شیخ عبد الرحیم صاحب کا بیان ہو کہ میرے بزرگوار والد صائم النہار اور قائم اللیل تھے ہمیشہ رات کو تہجد کی
نماز کیلیے اُٹھا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ تمام شب تہجد گذاری مین بسر کرتے تھے ایک شب کا ذکر ہے کہ
آپ تہجد گذاری مین مصروف تھے اور مین بھی اُسوقت آپکے پاس حاضر تھا آپنے ایک سجدہ مین اسقدر طول کھینچا
کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کی مقدس روح عنصری جسم سے مفارقت کر گئی مین حیران تھا کہ اب کیا کرون اور کسکو
اس واقعہ کی اطلاع دون اُسوقت طرح طرح کے خیالات کا بیحد ہجوم تھا اور اُنکا سلسلہ آناً فاناً بڑھتا
چلا جاتا تھا۔ غرضکہ کوئی بات میری سمجھ مین نہ آتی تھی اور مین دل ہی دل مین کہہ رہا تھا کہ الٰہی یہ کیا معاملہ
ہو۔ اینچہ می بینم بہ بیداری ست یا رب یا بخواب۔ اتنے مین آپکو ہوش ہوا اور آپ نہایت بشاش سجدہ سے
اُٹھے جب مین نے اُس سجدہ کی طوالت کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے سجدہ مین غیبت واقع ہوئی اور
اسی حالت مین شہیدون کے احوال پر مطلع ہوا جب مین نے اُنکے اعلیٰ درجات اور قدر و منزلت کو
اپنی آنکھون سے دیکھا تو میرے دل مین ایک بے اختیارانہ جوش پیدا ہوا اور مین نے جناب الٰہی مین نہایت عاجزی کے ساتھ

شہادت کیلیے دعا

شہادت کی درخواست پیش کی۔ اور یہان تک اصرار و الحاح کیا کہ میری التماس نے آخرکار قبولیت کا جامہ پہنا
اور منکشف ہوا کہ دکن کیجانب جانا چاہیئے کیونکہ شہادت کا اعزاز وہان پہنچکر حاصل ہو سکتا ہو مین والد بزرگوار
کی زبانی یہ الفاظ سن رہا تھا اور زار زار رو رہا تھا اور اُسوقت میرا بُرا حال تھا۔ آپ نہایت خوش آیندہ
تبسم کیساتھ مجھے تسلی دیتے اور میری آنکھون سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

شیخ کا دکن کیطرف سفر کرنا

الغرض اس واقعہ کے بعد آپنے سفر کی تیاریان کردین اور باوجودیکہ آپ شاہی منصب کو مدت سے
خدا حافظ کہہ چکے تھے۔ اور اُس سے آپکو پہلے ہی سے دلی نفرت پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن اسوقت شہادت کا
شوق اسدرجہ دامنگیر تھا کہ پھر از سر نو اسباب سفر و جنگ فراہم کرنے مین مشغول ہو گئے نہایت عمدہ
گھوڑے خریدے اور جن ہتیارون کی کمی تھی ضرورتاً شاہی اسلحہ خانہ سے لیئے۔ اور دکن کیجانب شادان و فرحان
متوجہ ہوئے۔ اسوقت آپ کا خیال تھا کہ شاید راجہ سیوا سے جو اُس زمانہ میں دکن کا حکمران تھا اور وارث
تخت و تاج خیال کیا جاتا تھا۔ اور جسکی طرف سے قاضی اسلام کی نسبت سخت سخت بیجا سختیان ظہور مین آئی
تھین مجھے جنگ کرنے اور قاضی وقت کا اُس سے انتقام لینے کا اشارہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس خیال سے
آپ آگے بڑھتے چلے گئے۔ لیکن جب برہانپور مین پہنچے تو آپ پر منکشف ہوا کہ تم اپنی شہادت کا مقام
بہت پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ آپ فوراً اُسطرف پلٹے اور جن قدمون گئے تھے اُنہین قدمون مراجعت فرمائی

ایک قافلہ سے ملاقات و صحبت

اثناء راہ مین تاجرون کے ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی جو صلاح و تقوے کیساتھ متصف تھا اور جو آپکی
صحبت مین رہنا غنیمت سمجھتا تھا آپنے بڑی خوشی کیساتھ ان اچھے اور پاک نفس مسلمانون کو اپنی صحبت
کیلیے پسند کیا۔ اور جسنے ملک قصبہ سندیا سے عبور کرکے ہندوستان مین آنا چاہا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ اثناء
سفر مین ایک نہایت بوڑھا اور مسن شخص آپکے سامنے آیا جو ضعیفی اور کم طاقتی کے سبب سے قدم قدم پر ٹھوکر
کھاتا تھا اور حالت رفتار مین اُسکے پاؤن برابر ڈگمگاتے تھے۔ آپنے اُسکے حال زار پر کمال مہربانی فرمائی اور
ہمدردی کے لہجہ مین اُسکا مقصد دریافت کیا۔ بڈھے نے تھرتھراتی ہوئی آواز مین ملجاجت عرض کیا کہ
مین دہلی جانا چاہتا ہون اگر آپ اپنے خدمتگارون مین مجھے جگہ دین اور امن و امان کیساتھ دہلی پہنچا دین
تو زندگی بھر ممنون منت رہونگا۔ بزرگ شیخ نے بڈھے کی تشفی کی اور اپنے ایک ملازم سے ارشاد کیا کہ اس ضعیف
کو ہر روز تین پیسے یا دو وقت کی خوراک دیدیا کرو۔ چنانچہ ملازم نے آپکے ارشاد کے بموجب اُسے کھانا دیا اور
نہایت حفاظت سے اپنے پاس رکھا۔

حقیقت میں یہ بدمعاش بڈھا رہزنوں کا جاسوس تھا جو تاجروں کے قافلے میں اسی غرض سے شامل ہوا تھا کہ فرصت کا موقع پاکر رہزنوں کو خبر دے اور وہ عین غفلت میں غافل تاجروں پر ٹوٹ پڑیں لیکن افسوس کہ غدار و بیوفا کی یہ ہوکاوہی کسی پر ظاہر نہیں ہوئی اور سب نے ایک غریب مسافر سمجھکر اسکی مہمان نوازی میں بڑی فیاضی برتی۔ جب اس مختصر سی جماعت کا قیام سرائے نوبتریا میں ہوا تو جاسوس نے رہزنوں کو اطلاع دی۔ کچھ دن ہی ساون چڑھا تھا کہ رہزنوں کی ایک کثیر جماعت ہتیاروں سے آراستہ سرائے میں آ دھمکی۔ جناب شیخ صاحب ہنوز تلاوت قرآن میں مشغول تھے اور کلام الٰہی کے موثر الفاظ سے دلچسپی لے رہے تھے آپ ربانی نکات کے تتبع میں اسدرجہ محو تھے کہ اس قیامت زا حادثہ کی مطلق خبر نہ تھی اتنے میں دو تین شخص رہزنوں کی جماعت سے علیحدہ ہوکر آپکے پاس آئے اور کہنے لگے شیخ وجیہ الدین کسکا نام ہے اور وہ کون شخص ہے فرمایا یہ نام تو میرا ہی ہے کہا ہمیں معلوم ہے کہ آپکے پاس کچھ مال و اسباب نہیں ہے نیز ہماری جماعت میں کا ایک شخص آپکا نمکخوار بھی ہے اس لیے گزارش ہے کہ آپ ان لوگوں سے علیحدہ ہو جائیں ہمیں آپ سے کسی قسم کا تعرض نہیں اور نہ ہمیں یہ منظور ہے کہ آپکو کوئی تکلیف پہنچے۔ کیونکہ ہم اس قافلہ کو لوٹنے کی غرض سے آئے ہیں اور تا بامکان یہ لوگ ہمارے ہاتھ سے جانبر نہیں ہونگے آپنے رہزنوں کا یہ منشا سمجھکر قرآن مجید کو غلاف کیا اور انسے مخاطب ہوکر فرمایا یہ تم کیا کہتے ہو یہ ممکن نہیں کہ میں اپنے بھائیوں کی رفاقت چھوڑ کر علیحدگی اختیار کروں اور انہیں مصیبت میں مبتلا دیکھکر خاموش رہوں۔ یہ کہکر آپنے ہتیار اٹھا لیے اور ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ سب سے پہلے آپ ہی انکو مقابلہ کیلیے میدان میں نکلے

بدمعاش بڈھا

رہزنوں کا قافلے کو لوٹنے کیغرض آنا

صبح کا وقت ہو قریبا آٹھ گھنٹے بج چکے تھے آفتاب کی تیز اور چمکیلی شعاعیں غلیظ ابر سے چھپی ہوئی تھیں۔ رہزنوں کی کثیر جماعت بڑی چیرہ دستی اور خونخواری کیساتھ برا جمانے کھڑی ہو گئے چہرے نہایت بشاش اور تر و تازہ ہیں اور ایک مٹھی بھر آدمیوں سے مقابلہ کرنا کوئی بات ہی نہیں سمجھتے شیخ صاحب اپنے مصیبت زدہ رفیقوں کو ساتھ لیے ہوئے خدا کے نام پر جان دینے کیلیے بالکل آمادہ و تیار ہیں۔ اگرچہ آپ اپنے ساتھیوں کی بے سر و سامانی اور انکی مصیبت کا خیال کرکے کسیقدر افسردہ ہیں لیکن شہادت کا انتہا سے زیادہ شوق آپکے قوی دل اور مرد میدان ہونیکو ثابت کر رہا ہے تلوار کا قبضہ ہاتھ میں ہے اور تسلی آمیز لہجہ میں اپنے ساتھیوں کی دلجوئی میں مصروف ہیں آپ چاہتے ہیں کہ میدان رہزنوں پر تنہا ٹوٹ پڑیں لیکن اپنے رفیقوں کے مصیبت میں مبتلا ہونے سے ڈرتے ہیں اور پھر اپنے ارادہ کو آیندہ وقت کیلیے اٹھا رکھتے ہیں۔ اسوقت آپکو یقین ہوگیا تھا کہ میرا خون اسی سر زمین پر گرایا جائیگا۔ اور مرتبہ شہادت کا اعزاز ہمیں حاصل ہوگا اور یہی ایک یقین تھا جو ایسے نازک اور خطرناک موقع

شیخ کا رہزنوں سے مقابلہ

پر آپکو بہت کچھ شاداں و فرحاں بنا رہا تھا اتنے میں جنگ چھڑ گئی اور جانبین سے تیر و تلوار کے وار ہونے لگے۔ بہادر شیخ جنکے قدم قدم پر شہادت کا شوق بھڑک رہا تھا بپھرے ہوئے شیر کیطرح بڑی بیتابی کیساتھ رہزنوں پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو بالکل خبر نہیں رہی کہ میں کہاں ہوں اور کس جم غفیر پر حملہ کر رہا ہوں رہزن چاروں طرف سے سمٹ سمٹا کر اس شیر دل بہادر پر ٹوٹ پڑے اور سبنے نرغہ میں کر لیا آپکے جسم مبارک پر بائیس زخم کاری لگے اور آخری زخم میں سر جسم سے علیحدہ ہوگیا۔ لیکن اسپر بھی آپنے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے پچاس قدم تک کفار کا تعاقب کیا۔ اسی اثنا میں ایک عورت آپکے سامنے آگئی اور آپکا یہ حال دیکھکر تعجب و تعجب کیسا سخت حیرت زدہ ہوئی آپ اسیمقام پر ٹھنڈے ہوکر گر پڑے اور وہیں مدفون ہوئے۔

اسوقت شیخ وجیہ الدین شہید کا غم سب سے زیادہ آپکے نہایت پیارے اور چہیتے فرزند شیخ عبد الرحیم کو تھا جنکے آپ اپنے مہربان والد کے فراق میں جسقدر رنج و غم اور آہ و زاری کرتے بجا تھا لیکن آپنے اس جانگداز صدمہ میں جس صبر و استقلال سے کام لیا در حقیقت وہ آپ ہی کا کام تھا شیخ کی دلگداز حالات سنکر کوئی ایسا سخت دل نہ تھا جو آپ پر غم کے آنسو نہ بہاتا ہو مگر قابل وہ تھی بات یہ ہے کہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے صبر و استقلال میں کچھ بھی فرق نہ آیا تھا بلکہ آپ بالکل چپ اور پاک نفس حضرات کیطرح صبر و استقلال کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے اگرچہ الگ تنہائی میں آپکے غم کو ہر بکرا ابھارتے اور اکساتے تھے مگر آپ وہ ایک غمناک کلمہ کہکر خاموش ہو جاتے تھے اور مشیت ایزدی سے دم بخود تھے۔

شیخ عبد الرحیم کا صبر و استقلال

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت میرے والد بزرگوار شہید ہو چکے تھے اسی غم کا ذکر ہو کر مجھکو ایک بیچینی ہو کر نیند آگئی میں دیکھتا ہوں کہ شیخ صاحب اسی حالت میں متمثل ہوکر میرے پاس تشریف لائے ہیں آپ شہید ہو چکے تھے اور جہاں جہاں آپکے جسم پر زخم لگے تھے مجھے ایک ایک کرکے دکھا رہے ہیں میں فوراً گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور ایصال ثواب کیغرض سے کچھ صدقہ و خیرات کرتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ اپنے والد کی لاش مبارک اس میدان سے نقل کرکے دہلی میں لاؤں لیکن جب میں نے عزم بالجزم کیا تو آپ پھر خواب میں تشریف لائے اور مجھ کو منع کر دیا کہ میری لاش یہیں رہنے دو اور یہاں سے نقل کرکے دوسرے مقام پر نہ لیجاؤ۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے وہ حالات جو مجھکو لکھنے تھے لکھ چکا لیکن اسکے ساتھ ہی مجبوراً اسبات کا سخت افسوس ہے کہ جس طرح آپکی ولادت کا سنہ اور تاریخ کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہوا اسیطرح آپکی شہادت کی تاریخ کا بھی کہیں پتہ نہیں چلا اور مجھے اسبات کا اقرار کرنا چاہیے کہ قدیم مورخوں نے کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی جس میں ان باتوں کا صاف صاف تذکرہ ہو اور جس سے کو تاریخ نویسی کی حیثیت سے کافی مدد ملے۔ لیکن تمام شیخ کے حالات زندگی کی بابت جو کچھ میں نے لکھا ہے حتی الوسع مستند

خاتمہ باب

دوسرا حصہ

تمہید

معزز ناظرین! ہمارے تذکرہ کا پہلا حصہ ختم ہوگیا جسمین جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے اُن معزز و ممتاز بزرگوارونکے حالات آپ پڑھ چکے ہین جو اس محترم اور شریف خاندان کے سلسلہ نسب مین تاریخی شہرت زیادہ رکھتے تھے اب دوسرے حصہ کا آغاز ہے جسمین آپکے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا جناب شیخ رفیع الدین محمد کے عالی احترام خاندان اور خود آپکے ننہیال کے محترم و معزز حضرات کے مفصل حالات پڑھینگے۔ اسی لیے مین نے اس حصہ کے دو باب قرار دیے ہین پہلے باب مین جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ننہیال کا ذکر ہوگا۔ اور دوسرے مین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے۔

باب اول

شیخ رفیع الدین محمد

شیخ رفیع الدین محمد کا فضل و کمال

جناب شیخ رفیع الدین محمد جو حضرت شیخ وجیہ الدین شہید کے خسر اور جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا ہین اُس نامور اور دنیا کے مشہور عالم و فاضل کے فرزند رشید ہین جو قطب العالم کیساتھ پکارا جاتا تھا اور جسکے تبحر علمی غیر معمولی تفرس انتہا سے زیادہ فہم و دانائی بلاغت و فصاحت کے پرمغز اور قابل قدر کارنامون کی چمک سے صفحات تاریخ ابتک روشن ہین۔ آپکی خداپرستی تقدس انسانی اپنے ضمیر کی جوہر کی تابانی، اخلاق کی تہذیب شائستگی خیالات کی نجابت شرافت پر دہلی اور اہل دہلی کو کمال فخر تھا اور حقیقت یہ ہو کہ وہ خدا کے جمال و جلال کی روشنی اور اسلامی برکتون سے مالامال اور اُنکی بخششون اور لازوال نعمتون سے بہرہ ور تھا۔ اگرچہ شیخ رفیع الدین محمد کے اور بھی چند بھائی تھے لیکن تاریخ نویسون نے اس خاندان پر ریمارک کرتے ہوے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد اپنے تمام بھائیون پر ایک خاص قسم کی عظمت و فضیلت رکھتے تھے۔ آپ ظاہر و باطن دونون طرح کے علوم کے جامع اور کتب تصوف سے کما ینبغی واقفیت رکھتے تھے۔ پہلے پہل آپنے اپنے والد بزرگوار سے طریقہ چشتیہ قادریہ حاصل کیا اور کچھ دنون شیخ نجم الحق صاحب کی مبارک صحبت مین فیضیاب رہے۔ ازان بعد والد کی ترغیب و تحریص سے خواجہ محمد باقی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ایک زمانہ تک اُنکی صحبت مین زندگی بسر کی اور جو کچھ حاصل کرنا تھا یہان حاصل کرلیا۔ خواجہ محمد باقی اس بلند اقبال اور ہونہار تلمیذ یا مرید کو انتہا سے زیادہ دوست رکھتے تھے اور اُسکی خداداد قابلیت اور ذہن رسا کی وجہ سے اپنے حلقہ کے تمام تلامذہ پر ترجیح دیتے تھے یہی وجہ تھی کہ اس خاص فن کے واسطے کوئی

خواجہ محمد باقی کی خاص توجہ

ایسی صفت نہ تھی جو خواجہ محمد باقی نے شیخ رفیع الدین محمد سے دریغ رکھی ہو شیخ صاحب نے چند روز مین طریقت کے تمام مراتب پر عبور کرلیا اور پیر کی غایت درجہ کی توجہ کی وجہ سے معراج کمال پر پہنچ گئے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ خواجہ محمد باقی شیخ رفیع الدین محمد صاحب کا بہت بڑا ادب کرتے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے تھے جب آپکو خطاب کرتے تو شیخ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور جو کچھ شیخ صاحب عرض کرتے تھے اُسے خواجہ صاحب ضرور مان لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ خواجہ صاحب کے تمام یارون اور خلیفون مین یہ بات عام طور پر مشہور ہوگئی تھی کہ شیخ رفیع الدین محمد صاحب خواجہ کے معشوق ہین حقیقت مین خواجہ کے برتاؤ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے ساتھ ایسے ہی تھے جیسے کسی مہربان باپ یا شفیق استاد کے برتاؤ اپنے نہایت پیارے اور چہیتے فرزند یا لائق و قابل تلمیذ کیساتھ ہوا کرتے ہین۔ اور آپکا یہ اعزاز گویا اُن بھولی خدمتگزاریون کا ایک بیش بہا مرقعہ تھا جسے آپنے اپنے بزرگوار کی نمایان خدمات سے مختلف الوان اور نقش و نگار کیساتھ سجایا تھا چنانچہ مین اس مقام پر چند اُن واقعات کا ذکر کرتا ہون جنسے ان دونون حضرات کے اتحاد اور ارتباط اور دلی تعلقات نہایت تفصیل کیساتھ ظاہر ہوتے ہین اور یہ بھی واضح ہوتا ہو کہ خواجہ محمد باقی اپنے لائق و قابل مرید کی کسی بات کو کبھی رد نہ کرتے تھے اور تمام معاشرتی امور مین اُنسے عزیزانہ برتاؤ برتتے تھے۔

شیخ رفیع الدین محمد کا ازدواج ثانی
(۱) حاشیہ

شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور آپنے شیخ محمد عارف ابن شیخ عضد اعظم پوری کی لڑکی سے نکاح ثانی کرنا چاہا تو مجلس عقد مین جناب خواجہ محمد باقی کو قدم رنجہ فرمانیکی تکلیف دی۔ خواجہ نے ضعف کا عذر کیا اور شیخ رفیع الدین سے معذرت کہلا بھیجی کہ مین عقد کے جلسہ مین ضعف کیوجہ سے شریک نہین ہوسکتا۔ امید ہے کہ تم مجھے معذور رکھوگے میرے تمہارے تعلقات نمایشی نہین ہین بلکہ فطرتی اور حقیقی طور پر وابستہ ہین اور جب یہ ہے تو گو مین بظاہر تمہارے جلسہ عقد مین شرکت نہین رکھتا لیکن دل سے ضرور شریک ہون۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب جب خواجہ کی اس معذرت پر مطلع ہوئے تو خود حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ حضور کو میرے جلسہ عقد مین ضرور شریک ہونا پڑیگا خواجہ نے جواب دیا کہ عزیزمن! مجھے اس شرکت سے معاف کرو۔ آجکل پیرانہ ضعف و نقاہت اسدرجہ بڑھے ہوئے ہین کہ اعظم پور تو بہت دور ہے تھوڑی دور بھی جانیکی برداشت نہین کرسکتا۔ شیخ نے عرض کیا بھلا حضور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ مین تنہا جاؤن بغیر آپکے مجھے کہین لطف صحبت نہین ملسکتا اگر حضور کی یہی مرضی ہو اور آپ میرے جلسہ عقد مین قدم رنجہ نہین فرماسکتے تو مین بھی نہین جاتا۔ شیخ کی اس تقریر نے خواجہ کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا اور شب اعظم پور جانے کیلیے رضامند ہوگئے

جب خواجہ محمد باقی اعظم پور پہنچے اور اُس طرف کے صوفیوں نے آپ کی آمد آمد کی خبر سنی تو سب جمع ہوئے اور بڑے جوش مسرت کیساتھ آپکا خیر مقدم ادا کیا۔ ہر ایک شخص نے اپنے حوصلہ کے موافق زر نقد آپ پر نثار کیا اور ایک پُر تکلف اور عالیشان مکان میں مسند پر لا بٹھایا۔ اعظم پور کے اطراف و اضلاع سے جوق جوق صوفی آنے لگے اور آپکی صحبت مبارک سے فیضیاب ہونے لگے۔ اُس نواح کے تنو منو کوس کے صوفی اس مجلس میں حاضر تھے اور محفل کا وہ رنگ تھا جو اس سے پیشتر کسی نے کبھی سنا تک نہ تھا۔ غرضکہ اسی محفل میں شیخ رفیع الدین محمد کا نکاح منعقد ہوا۔ اور مجلس برخاست ہوگئی۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار کی والدہ ماجدہ انہی شیخ محمد عارف کی صاحبزادی تھیں جنکا نکاح شیخ رفیع الدین محمد سے اس مجلس میں ہوا۔ وللہ الحمد۔ خلاصہ یہ کہ اس بیان سے وہ دلی تعلقات بخوبی ظاہر ہوتے ہیں جو جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد صاحب میں تھے۔

دوسرا واقعہ

(۲) بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد سرہندی سے جناب خواجہ محمد باقی کی نسبت کوئی گستاخی و بے ادبی ظہور میں آئی اور کسی شخص نے خواجہ کی خدمت میں اُسے بجنسہ نقل کر دیا جس سے آپ نہایت آشفتہ و برہم ہوئے اور آثار قہر و غضب کی آپ کی پیشانی سے ظاہر ہونے لگے اتفاق سے وہاں ایک تاگا پڑا ہوا تھا آپنے اُٹھا کر بڑی مضبوطی کیساتھ گرہ لگائی اور دم میں ڈالدیا۔ شیخ رفیع الدین محمد نے جو خواجہ کے مزاج سے واقف و شناسا تھے اس تاگے کو اٹھا لیا اور بڑی حفاظت و احتیاط سے پاس رکھا۔ چند روز کے بعد شیخ احمد سرہندی قبض شدید میں مبتلا ہوئے۔ اور جوں جوں علاج کرتے گئے تنگی بڑھتی گئی۔ آخر کار وہ اسکے سبب کی تلاش اور تفحص کے درپے ہوئے اور مدت تک حیران رہے کرتے رہے جب حقیقت حال واضح ہوا تو آپ دہلی میں آئے اور خواجہ کے رفقاء سے اس بارہ میں شفاعت کی درخواست کی کسیکو اسقدر جرأت نہ پڑی کہ خواجہ کی خدمت میں اسکی بابت لب کشائی کرتا۔ اور شیخ احمد سرہندی کی معذرت کر کے انکی گستاخی معاف کراتا۔ انجام کار سب نے مجبور ہو کر جواب دیا کہ ہم خواجہ کی خلاف مرضی کچھ نہیں کر سکتے لیکن اگر تم خواجہ کے معشوق سے کہو گے تو امید ہے کہ وہ تمہارا مطلب حل کر دینگے۔ شیخ احمد نے جناب شیخ رفیع الدین محمد کیطرف رجوع کی اور باصرار و الحاح اپنا حال عرض کیا۔ شیخ خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ احمد کی التماس کو ایک ایسے شائستہ اسلوب اور عمدہ طریقے سے خلوت میں عرض کیا کہ خواجہ کو قبول کرتے ہی بن پڑا اور بہت لیت و لعل کے بعد خواجہ نے فرمایا۔ بیشک مجھے تمہاری خاطر سے شیخ احمد کی گستاخی سے درگزر کرنا اور اُنکے سر پر معافی کا تاج رکھنا مناسب تھا لیکن کیا کروں وہ

تاگا میرے پاس سے گم ہوگیا۔ شیخ نے خواجہ کی اس مہربانی اور عزت افزائی کا شکریہ ادا کیا اور وہ تاگا جیب سے نکال کر فوراً حاضر کر دیا اور خواجہ کے حکم سے اُسکی گرہ کھول ڈالی۔ تاگے کی گرہ کھلتے ہی شیخ احمد کا قبض جاتا رہا۔ اور انکی رنج و بیماری فرحت و صحت سے بدل گئی۔ اس واقعہ سے بھی جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد کے خصوصیات اور باہمی تعلقات کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اعزاز شیخ رفیع الدین کو خواجہ کے عالی دربار میں حاصل تھا اُسکی کوئی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس میدان میں آپکی عظمت کے برابر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا تھا آپ کی بے مثال عزت اور لاثانی توقیر خواجہ کے عظیم الشان حلقہ میں سب کو تسلیم تھی اور ہر شخص آپکو اپنا سرتاج سمجھتا تھا۔ علاوہ ان دو واقعوں کے کتابوں میں اور بہی خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی بہت مثالیں لکھی ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ناظرین کی دلچسپی سے خالی ہیں اسلئے نظر انداز کیجاتی ہیں۔ مگر مجھے یہاں اسقدر لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد نے جس دلسوزی اور دردمندی سے خواجہ محمد باقی کی خدمت کی سعادت اُن کا فرض منصبی سمجھا جاتا ہے مگر خواجہ نے جو اعزاز و اکرام شیخ رفیع الدین محمد کا اپنے مریدوں کے حلقہ میں قایم کیا اسکے احسان سے شیخ صاحب کبھی سبکدوش نہیں ہو سکے۔

شیخ رفیع الدین محمد کی ذکاوت و فراست بھی خاصکر قابل ذکر ہے اور اسکی روایتیں بہت زیادہ دلچسپ ہیں چنانچہ ایک دو روایتیں یہاں نقل کیجاتی ہیں (۱) شیخ فرید بخاری جو اپنے وقت کے معزز امیروں میں سے ایک نہایت دولتمند تھا اور قطع نظر تمول و دولتمندی کے نجابت و صلاح کو جامع اور مشائخ صوفیہ کا انتہا سے زیادہ معتقد تھا اُسنے ایک عالیشان سرا کی بنیاد ڈالی اور کثیر التعداد روپیہ صرف کر کے اسمیں چند بڑی بڑی عمارتیں قایم کیں جب سرا اور اسکی عمارتیں بنکر تیار ہوگئیں تو اُسنے اپنی عزت افزائی کی غرض سے شہر کے تمام مشائخ کی دعوت کی اور سامان ضیافت مرتب کیا۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور مع رفقا کے غریبخانہ پر تشریف لا کر کترین کی عزت افزائی فرمائیں چنانچہ آپنے اُسکی دعوت منظور کر لی اور مقررہ وقت پر تشریف لیگئے۔ کھانے سے فارغ ہونیکے بعد سماع کی محفل گرم ہوئی۔ اور اہل مجلس میں سے ایک شخص پر وجد طاری ہوا اثناء فاتا اُسکا حال متغیر ہوگیا اور مستانہ نعروں سے ساری محفل گونج اُٹھی۔ تمام حاضرین دستور مجلس کے مطابق اُسکی تعظیم کیلئے اُٹھے لیکن شیخ نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔ اسپر بعض لوگوں نے چرچا کیا اور باہم بڑی حیص بیص کے بعد سب کا اسپر اتفاق ہوگیا کہ بیشک شیخ کا یہ فعل خلاف طریقت ظہور میں آیا۔ شیخ نے فوراً اس عیب گیری کو تاڑ لیا اور سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے میرے کہڑے نہونے کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن منہ سے

شیخ رفیع الدین محمد کی ذکاوت کا ایک عجیب قصہ

آپ اُسیطرح بیٹھے رہو اور کسی سے کچھ نہیں کہا جب اُس شخص کا وجد زائل ہو گیا اور محفل سماع برخاست ہوئی تو خود شیخ فرید نے آپ سے دریافت کیا کہ صاحبِ وجد کی تعظیم کیلئے جو آپ کھڑے نہیں ہوئے اسکا کیا سبب تھا شیخ صاحب نے نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیا کہ اگر تم اُس شخص سے اِس وجد اور تغیر کا سبب دریافت کرتے تو میرے بیٹھے رہنے کا عذر بہت جلد روشن ہو جاتا اور مجھے دریافت کرنیکی حاجت نہ پڑتی چنانچہ شیخ فرید نے اُس شخص کو اپنے پاس بلایا اور رقص و نعرے کا سبب پوچھا۔ جواب دیا کہ مین بجز اسکے اور کچھ نہیں جانتا کہ دو تین روز کا عرصہ ہوا ہے کہ میری بیوی انتقال کر گئی ہے اُسکا رنج و غم میرے دل مین اسوقت تک مضمر تھا جب یہ بیچین کر دینے والے نغمے اور تڑپا دینے والے راگ میرے کان مین پڑے تو وہ رنج و غم بے اختیار بھڑک اُٹھے اور انتہا سے زیادہ بیچینی اور تغیر مجھ مین ظاہر ہوا پھر آپنے وہ تو دیکھ ہی لیا جو مجھ سے ظہور مین آیا جب یہ شخص اپنی تقریر کا سلسلہ ختم کر چکا تو شیخ رفیع الدین محمد نے کسیقدر کرخت آواز مین فرمایا کہ بھلا ایک مذاق کی تعظیم کیلئے اُٹھنا جو اپنی جورو کے غم مین مبتلا ہو کر چند نعرے مارے مشائخ طریقت نے کہان اور کس جگہ بیان فرمایا ہے حاضرین مجلس آپکی اِس فراست و ذکاوت سے دنگ ہو گئے اور جنہون نے اسبارہ مین بحث کی تھی خجالت و شرمندگی سے سر نہ اُٹھا سکا اور انجام کار اپنی اِس بیہودہ بحث سے توبہ کی اور شیخ سے معافی چاہی۔ اِس واقعہ سے شیخ صاحب کی ذہانت و تفرس سے قطع نظر کرکے آپکا قومی اعزاز و اقتدار بھی ثابت ہوتا ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ قومی جلسون مین نہایت باوقعت اور مقتدر تسلیم کیے جاتے تھے۔

شیخ کے تفرس کی ایک اور مثال

(۴) خانعالم جو شاہی دربار کے امیرون مین سے تھا۔ اور ابتدا مین شیخ رفیع الدین محمد کا نہایت معتقد تھا ایک مرتبہ اُسکے باغ مین جو کہ اُسکے مکانسے بہت ہی متصل واقع تھا ایک فقیر وضع شخص وارد ہوا۔ یہ فقیر بظاہر نہایت مہذب معلوم ہوتا تھا اور دنیا اور دنیا کی مخالطت و صحبت سے کلی نفرت رکھتا تھا۔ بات بات مین اُسکی زبان سے قال اللہ و قال الرسول نکلتا تھا اور چونکہ چند روز مین اسکی توکل و قناعت اور تدین و تہذیب نیز اتقا، خدا پرستی طہارت اور تقدس نفسانی و ضمیری جوہر کی درخشانی و دیانت۔ نیک نیتی کی شہرت تمام دہلی مین پھیل گئی تھی اسلیے تمام اسلامی پارٹیون مین اسکی عزت کیجاتی تھی۔ اور قطع نظر اِس خصوصیت کے چونکہ اُسکی تواضع اور خوش چلنی کا جادو خانعالم کے ہمجلیسون پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا اسلیے دہلی کے ہر گلی کوچہ مین اُسکی قابلیت کی داد دیجاتی تھی۔ خانعالم کے ندیمون نے جب اسکی لیاقت اور خدا پرستی کا ہر طرح پر امتحان کیا تو تفصیل تذکرہ اُسکے مفصل حالات خانعالم سے بیان کیے اور وہ دل سے اُسکا معتقد ہو گیا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد کا

بھی اُس باغ مین گزر ہوا اور آپنے اُس فقیر کو دیکھکر خانعالم سے فرمایا کہ یہ شخص فقیر نہین ہے بلکہ ایک نہایت زہریلا سانپ ہے اس سے تا بامکان بچتے رہنا۔ لیکن خانعالم نے آپکی اِس دلسوزی اور ہمدردی کو حسد پر محمول کرکے ذرا بھی التفات نہین کیا۔ اور بجائے اسکے کہ شیخ کی نصیحت کو پیش نظر رکھکر اِس سے احتیاط کرتا اُلٹا آنکھ بند کرکے اُسکی مصنوعی اور بناوٹی باتون پر جان قربان کرنے لگا۔ ابھی اِسپر بہت دن نہ گزرنے پائے تھے کہ بادشاہ دہلی نے خانعالم کو ایران کی سفارت پر متعین کیا اور چونکہ اِس دور دراز سفر کیلئے کثیر التعداد روپیہ کی ضرورت تھی اور اتفاق سے اُسوقت اسقدر روپیہ اُسکے پاس موجود نہ تھا اسلیے وہ نہایت متحیر و متردد ہوا۔ فقیر نے خانعالم کی اِس سراسیمگی اور تذبذب کو معلوم کرکے دریافت کیا کہ تمہاری پریشانی اور تردد کا کیا سبب ہے خانعالم نے تمام حال مفصلاً بیان کر دیا اسپر فقیر نے نہایت تسلی آمیز لہجہ مین کہا کہ تم روپیہ کیطرف سے پریشان نہو مین اکسیر بنانا جانتا ہون لمحہ بھر مین تمہارے آگے روپیہ کا ڈھیر لگا دونگا۔ لیکن اسکے لیے کسیقدر اسباب مہیا کرنیکی ضرورت ہے۔ بدقسمت خانعالم فوراً اُسکے دھوکے مین آگیا۔ اور لاکھ روپیہ زائد کے توڑے اُسکے سامنے چن دیے مکار و عیار فقیر چند روز تک عجیب و غریب حیلے کرتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ تمام روپیہ غارت کرکے ایکدن روپوش ہو گیا ہر چند تلاش و جستجو کیگئی لیکن کہین سُراغ نہ لگا۔ خانعالم کی نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مضمون سچ کر دکھایا ہوا اور اپنی حماقت و ابلہ فریبی کے طشت از بام ہونے کے خوف سے خاموش ہو گیا۔ اور فقیر کی عیاری و دھوکہ دہی کا ذکر پر عشش کرنے لگا۔ حقیقت مین اگر خانعالم شیخ رفیع الدین محمد کی دلسوزی و خیر خواہی سے بھری ہوئی نصیحت پر عمل کرتا اور فقیر کے اِس رنگ روغن پر نجاتا تو ایسا چشم زخم کبھی نہ اُٹھاتا۔ اور اگر اُسے ذرا بھی خداداد عقل ہوتی تو ایسے درہم و دینار کے بندہ سے ہمیشہ کوسون دور رہتا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ غریب اور سادہ لوح خانعالم کو بیشک اُس نفس کے بندہ کی صحبت بظاہر خوش اور سعید معلوم ہوتی تھی مگر اُسے یہ خبر نہ تھی کہ ایک مجسم شیطان کا زہریلا اثر نہ صرف میرے مال کو زہر آلود کر دیگا بلکہ عزت و آبرو کو ایسی سخت مضرت پہنچائیگا کہ مین انجام کار ہاتھ ملتا رہ جاؤنگا۔ وہ کیا جانتا تھا کہ ایک ایسا شخص جسکی پنجگانہ نماز کبھی ناغہ نہو جسکی مجلس مین ہر وقت وظیفہ و ظائف کا چرچا ہے جسکی زبان سے اللہ ہو کے سوا دوسرا لفظ نہ نکلے میرے حق مین کالا ناگ ثابت ہوگا جس کا کاٹا کبھی نہ بچ سکے گا۔ ان ہی گندم نما جو فروش فقیرون کے حالات پر ریمارک کرتے ہوئے ایک معزز ہمعصر لکھتا ہے کہ "ایسے صوفیون اور فقیرون کو۔ سلام ہے جو نفس کے بندے ہو کر مال فراہم کرنیکی دُھن مین لوگون کو ٹھگتے پھرتے اور ناخدا ترسی سے ناواقفون کا اُلٹی چھری سے گلا کاٹتے ہین لیکن اُف تک نہین کرتے۔" آمین ذرا

شک و شبہ نہیں کہ جس شخص نے فقر اور تصوف کو اپنی خبیث اور ناپاک نفسانی خواہشوں اور حیوانی جذبات سے بہرہ حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دے رکھا ہے اور انسانی عظمت اسلامی برتری علمی حرمت کو ملیامیٹ نابود کرکے ذلت کے آخری درجہ پر پہنچا رکھا ہے اُسکی ذات نہایت نفرتناک اور سخت تنفر انگیز ہے جو لوگ فقر تصوف کے ظاہری لباس سے آراستہ ہوتے اور رنگین کپڑے پہنکر گلے میں تسبیح ڈالکر فقیری کے پردہ میں غریبوں کی گاڑھی کمائی کا مال غصب کرتے یتیموں کے حلقوم سے بڑی بیدردی او ظلم سے لقمہ نکالتے ہیں اُنپر نیز اُنکی فقیری پر دو حرف. فقر و تصوف بجائے خود کوئی مضر اور شرع کے خلاف چیز نہیں ہیں بلکہ انسے انسان کے ضمیری جوہر نہایت روشن و چمکدار ہوتے اور اپنے میں خدا تعالیٰ کے بھی جلال و جبروت کی تابانی رکھتے ہیں لیکن ایسے فقر و تصوف پر خدا کی لعنت جو انسانی شرافت و عظمت کے مٹانیوالے اور ذاتی جوہروں کے خون کرنیوالے ہوں. فقرا کی فضیلت و بزرگی قرآن مجید کی متعدد آیات اور بیشمار حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے لیکن اسمیں وہ دنیا طلب فقیر ہرگز داخل نہیں ہیں جو فقیری کی آڑ میں دنیا حاصل کرتے اور غریبوں کے مال بیدریغ ہڑپ کر جاتے ہیں. بلکہ اصلی فقیر وہ ہے جو اپنا مال و متاع خدا کی راہ میں قربان کردے اور خدا کی رضامندی و خوشنودی میں جان تک دریغ نہ کرے یہ شان فقیری ہے اور حقیقت میں انہیں فقیروں کی نسبت جناب نبی

شان فقیر کا — کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یدخل فقراء امتی الجنۃ قبل الاغنیاء بخمسمائۃ عام یعنی میری امت کے فقرا غنی اور دولتمندوں سے پانسو سال پیشتر جنت میں داخل ہونگے. لیکن اُس فقیری کی نسبت جسکا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں آپ صاف لفظوں میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کاد الفقر ان یکون کفرا اسی فقیری کا یہ اثر ہوا کہ کیسا گر درویش جو ابھی ابھی زہد و پارسائی کے لباس میں خانخاناں کے باغ میں بیٹھا نظر آتا تھا جب یہاں سے غریب خانخاناں کا کثیر النقد اور روپیہ غارت کرکے مخفی ہوا تو تمام زہد و پارسائی کو چھوڑ کر فسق و فجور اختیار کیا اور مذہب سے اسقدر دور ہو گیا کہ ڈاڑھی موچھ منڈا کر برہمن کا روپ بھرا اور سادہ لوح ہندؤں کو ٹھگنا شروع کیا. جب خانخاناں ایران کی سفارت کی تکمیل کرکے دہلی واپس آیا تو اثناء سفر میں حافظ محمد حسن بنجو خانخاناں کا منشی تھا اور تفرس و ذکاوت میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اس عیار درویش کو دیکھکر فوراً پہچان لیا اور گرفتار کرکے خانخاناں کے پاس لے آیا. اس مکار نے اگرچہ پہلے پہل اپنا حال مخفی کرنے میں بہت کوشش کی لیکن جب طرح طرح کی ایذا اور المناک سزا دیگئی تو آخرکار اُسنے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور تلاشی کے بعد کچھ مال بھی برآمد ہوا.

اسکے بعد خانخاناں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جلیل القدر اور واجب الاحترام بزرگ کی خدمت میں پہنچکر اُس

خانخاناں کی بیعت — بیعت کی ہے اور اُسکی طاعت و بندگی کا حلقہ اپنے کان میں ڈال لیا ہے فوراً گھبراہٹ کیساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور چونکہ تصویر کشی میں پوری مہارت رکھتا تھا صبح کو اُس بزرگ کی تصویر ایک کاغذ پر کھینچی اور جناب خواجہ محمد باقی کی خدمت میں حاضر ہوکر خواب کی تعبیر دریافت کی اور کاغذی تصویر ملاحظہ کیلئے پیش کی خواجہ نے فرمایا کہ تصویر دیکھنے کی کوئی حاجت نہیں میں اُس عزیز کو پہچان گیا ہوں تمہیں چاہیے کہ شیخ رفیع الدین محمد سے بیعت کرو اور اُنکے فرمان پر گردن تسلیم خم کرو. چنانچہ خانخاناں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عذر و معذرت کرکے بیعت کی

الغرض شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے اوصاف کمالات اور خداترسی و روحانی جوہروں کی جہانتک تعریف کیجائے تھوڑی ہے آپکے تاریخی حالات و واقعات کتابوں میں اسقدر لکھے گئے ہیں کہ اگر اُن کا دسواں حصہ بھی ذکر کیا جائے تو حیات ولی اُنکی وسعت نہیں رکھتی اسلیئے میں تمام واقعات کو قلم انداز کرکے صرف ایک ایسے واقعہ پر آپکے حالات کو ختم کرتا ہوں جو نہایت ہی دلچسپ اور نشاط انگیز ہیں

شیخ کی مروت و بخشش — شیخ رفیع الدین محمد کے اگر تمام اوصاف اخلاق سے قطع نظر کیجائے اور خواجہ محمد باقی کی خلافت کی نسبت کو بھی الگ کر دیا جائے تو بھی کرم و مروت کی ایک ایسی صفت آپ میں پائی جاتی تھی جس سے مخیروں اور عالی ہمتوں کی فہرست میں آپکا نام نہایت روشن اور جلی حرفوں میں نظر آتا ہے اور غالباً ایک اسی مروت پسندی کی صفت نے آپکو دنیا بھر میں مشہور کر دیا ہے آپکی مروت و حوصلہ مندی کی مثالیں اگرچہ تذکروں میں بہت کچھ پائی جاتی ہیں لیکن میں اس مقام پر صرف ایک واقعہ لکھتا ہوں جس سے واضح ہو جائیگا کہ شیخ صاحب کو اس صفت میں اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل تھا.

شیخ کی مروت کا ایک عجیب واقعہ — شیخ رفیع الدین محمد دولت علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور یہ تمام دولتمندی و تمول انہیں اپنے والد ماجد قطب العالم کے ورثہ سے حاصل ہوا تھا یہ بات قابل تعریف ہے کہ آپ مال و زر کیساتھ اُن پوری پوری آراستہ تھے جو مال و دولت کیواسطے زیب و زینت کا باعث ہیں یعنی کرم و سخاوت جوانمردی. خوش خلقی مروت سب باتیں آپ میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں. فقرا اور مساکین کیساتھ سلوک کرنے اور رحیمانہ برتاؤ سے پیش آنے کے سوا طلباء سے بہت رعایت کرتے اور تاامکان اُنکے ساتھ نیک سلوک کرتے آپکا تمول تخصیص کے ساتھ اسوجہ سے اور بھی قابل ذکر ہے کہ باوجودیکہ آپکی دولتمندی اور تمول تمام دہلی میں اشاعت پا چکا تھا اور حقیقت میں آپکا تمول ایک امیر کبیر کی دولت کیساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتا تھا لیکن آپ ایسے سادہ طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے جو ایک دولتمند کو مشکل اور سخت مشکل ہے آپ ہر شخص سے خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا نہایت

شیخ کی مروت کا ایک عجیب واقعہ

عاجزی و انکساری اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے۔

ایکدفعہ کا ذکر ہو کہ رہزنوں کی ایک جماعت نے آپکے تمول کی شہرت سنکر آپکے مکان پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن اس سے قبل کہ سب ملکر یکبارگی مکان پر چل پڑیں اور آپکا مال و متاع غارت کر کے لیجائیں اپنے میں سے ایک شخص کو اسلئے منتخب کر کے روانہ کیا کہ آمد و رفت کے راستہ سے واقف ہو جائے اور نقد و اسباب کا پتہ لگالائے اور یہ بھی معلوم کر آئے کہ گھر کے لوگ غافل ہیں یا ہوشیار۔ چنانچہ رہزنوں کا منتخب کیا ہوا جاسوس لوگوں کو غفلت میں پاکر شیخ کے مکان میں دزدانہ گھس گیا۔ لیکن خدا کی شان گھر میں داخل ہوتے ہی اندھا ہو گیا اور نہایت بے چینی کیساتھ چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اسکی آہٹ محسوس کر کے گھر والے جاگ اٹھے اور چراغ لیکر ادھر ادھر دیکھا شروع کیا۔ جب حقیقت حال پر مطلع ہوئے تو شیخ کی خدمت میں عرض کیا آپنے اپنی انتہا درجہ کی مروت و کرم کی وجہ سے اہل خانہ کو حکم دیا کہ اُس سے کسیطرحکا تعرض نکرو اور کچھ دیکر رخصت کر دو۔ چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھر والوں نے اُسے کچھ نقد و کھانا دیکر رخصت ہونیکی اجازت دی لیکن جاسوس نے بہ آرائی ہوئی آواز میں غل مچاکر کہا کہ میں کسطرح جاؤں نہ تو آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے نہ پاؤں میں رفتار کی طاقت ہے میری آنکھیں بالکل اندھی ہو گئیں اور گھٹنے ٹوٹ گئے ہیں یہ سنکر شیخ بستر خواب سے اٹھے اور نہایت شفقت اور مہربانی سے اپنی انگلی اسکی آنکھوں اور گھٹنوں پر پھیری وہ جاسوس بالکل تندرست ہو کر اپنی جماعت سے جا ملا اور تمام واقعہ بجنسہ نقل کر دیا۔ رہزنوں کی جماعت نہایت نادم و پشیمان ہوئی اور تاسف کرتی ہوئی لوٹ گئی۔ اسکے بعد پھر کبھی انہوں نے اسطرف رخ نہیں کیا حالانکہ شیخ کا مکان شہر اور آبادی سے الگ واقع تھا اور مکان کی عمارت سنگین و پختہ نہ تھی بلکہ نہایت خام اور بودی تھی طرفہ یہ کہ آپکا تمول مشہور و معروف تھا اور کوئی پہرہ چوکی دینے والا موجود نہ تھا۔

شیخ رفیع الدین محمد کی اسقدر معرفی کے بعد اب ہم آپکے آباؤ اجداد میں سے خاصکر اُن حضرات کے حالات مختصراً ذکر کرتے ہیں جو خویل کے سلسلہ نسب میں تاریخی شہرت زیادہ رکھتے ہیں اور جنکے واقعات دلچسپی اور ندرت کے سامان بہت کچھ اپنے ساتھ لیے ہوئے ہیں

شیخ رفیع الدین محمد کے آباؤ اجداد کا شجرہ نسب

ملہ شیخ طاہر کے تین فرزند تھے لیکن دو صاحبوں کے نام باوجود تحقیق کے ٹھیک معلوم نہیں ہوئے ہو سوائے ملہ شیخ حسن صاحب کے چار فرزند تھے محمد یحییٰ شیخ محمد المعروف بہ خیالی اور شیخ عبد العزیز صاحب کے علاوہ دو اور صاحبزادے تھے جنکے نام کا پتہ نہیں لگا ملہ شیخ عبد العزیز صاحب کے تین صاحبزادے تھے جن میں سے دو صاحبزادوں کے نام کا پتہ نہیں لگا

شیخ محمد طاہر اور انکا خاندان

شیخ کی تعلیم

شیخ کا تحصیل علوم کے لیے وطن سے نکلنا

شیخ کا تحصیل علوم کے لیے بہار پہنچنا

شیخ محمد طاہر جو شیخ رفیع الدین محمد کے جداعلیٰ تھے اور جو پورب میں بڑے مشہور اور نامور عالم شمار کیے جاتے تھے ملتان میں پیدا ہوئے آپکا خاندان ملتان میں بڑی ناموری اور نیکنامی کیساتھ مشہور تھا جسکی نجابت و شرافت نہ صرف ملتان کے باشندے بلکہ دور دراز کے لوگ تسلیم کرتے تھے اور جسکا اعزاز و اقتدار ہر طبقہ کے لوگ ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے اس خاندان میں بہت سے ایسے مقتدر اور باوقعت لوگ موجود تھے جنکے فضل و کمال کا تمام زمانے کو اعتراف تھا اور جس شہرت کیساتھ انکا نام پکارا جاتا تھا اُس سے کہیں زیادہ وقعت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی غرضکہ محترم شیخ محمد طاہر جنپر تاریخی روشنی ہمیشہ چمکیگی اس معزز و متقدس خاندان میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی زمانہ میں اگرچہ شیخ محمد طاہر کو حسب معمول قرآن شریف کی تعلیم پانیکے لیے مکتب میں بٹھا دیا گیا لیکن یہ تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کیطرف بالکل توجہ نہیں کی بلکہ ہمیشہ سیر و شکار میں مصروف رہے اور یہی مصروفیت تحصیل علوم سے مانع ہوئی مگر جب آپ عمر کے ابتدائی مرحلے طے کر کے سن بلوغ کو پہنچے تو ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکی ہمشیرہ نے قرآن مجید کی ایک آیت پیش کی اور اسکی تفسیر دریافت کی جسکا جواب شیخ سے کچھ بن نہ پڑا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی آپکو اسدرجہ ندامت حاصل ہوئی کہ کسیطرح سے سر اٹھانے کی اُسوقت آپکو جرأت نہ ہوئی اور اسقدر سلسلہ جنبانی ہوئی کہ قرآن مجید بغل میں لیکر اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا اور تحصیل علوم کیلئے مسافرت کی ناگوار سختیاں برداشت کرنا اختیار کیں اب آپکی یہ کیفیت تھی کہ جس شہر یا قصبہ میں کسی عالم کی شہرت سنتے اُسکی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ نہ کچھ حاصل کرتے۔ چندروز میں آپ تھانیسر پہنچے اور یہاں اسقدر قابلیت پیدا ہو گئی کہ قرآن شریف کے معانی و مطالب اخذ کرنیکی کامل مہارت اور استعداد حاصل ہو گئی۔ آپنے اپنی ہمشیرہ کو خط لکھا اور جس آیت کی تفسیر لکھدی جسکی بابت انہوں نے استفسار کیا تھا۔

شیخ محمد طاہر کو اسوقت اگرچہ تمام علوم و فنون میں کافی دسترس پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن ہمت کو بلند پرواز شاہین نے اسپر بس نہیں کیا۔ بلکہ اُن کا ذوق علمی تھانیسر سے صوبہ بہار میں کھینچ لایا۔ کیونکہ اُس عہد میں بہار کے سوا تحصیل علوم و تکمیل فنون کا کوئی دوسرا موقع طالب علموں کے حق میں نہ تھا۔ یہاں اُسوقت اہل علم کا بہت بڑا مجمع تھا اور ہر موقع پر علما کے جھگڑے رہتے تھے۔ جب آپ بہار میں پہنچے تو ایک مشہور علامہ کی خدمت میں تکمیل علوم کیغرض سے تشریف لیگئے اور اُسنے آپکو شائق اور ہونہار سمجھکر اپنے درس میں داخل کر لیا آپکا نہایت محنت و جانفشانی سے چندروز میں تمام کتب درسیہ اور فنون رسمیہ پر عبور کرا دیا اب وہ زمانہ آیا کہ آپ کی بیمثال جودت طبع اور لاثانی حافظہ کا علما کے عام طبقوں میں چرچا ہونے لگا اور شدہ شدہ

آپ کی عدیم النظیر ذہانت اور استحضار علوم کی بے انتہا شہرت نے لوگوں کو آپ کی طرف متوجہ کیا لوگ جوق جوق آپ کی زیارت کیلئے آتے اور آپکے فضل و کمال اور علمی تبحر کا بدل اعتراف کرتے۔

شیخ کے محاسن اخلاق

علاوہ ازین آپکے اخلاق ایسے وسیع اور عام تھے جنکا جادو بہار کے تمام باشندون پر اپنا اثر ڈال چکا تھا اور جستہ جستہ آپ کی فطانت نیک چلنی حاتم اخلاق کی ہر جگہ داد دیجاتی تھی۔ بہار کا قاضی جس کی شرافت و ایمانداری کی تمام اہل شہر قدر کرتے تھے اور جنہے اپنی زیبا و پسندیدہ عادات اور شائستہ اخلاق سے مسلمانون کے تسخیر قلوب مین عام طور پر ناموری حاصل کی تھی اسنے جب شیخ محمد طاہر کے فضل و کمال اور وجاہت و نجابت کو دیکھا تو اپنی عزیز و پیاری لڑکی کو آپکے عقد مین دیدیا۔ عقد کے چند روز بعد آپنے بہار کو چھوڑ دیا اور پورب کے کسی اطراف مین قیام فرمایا۔

شیخ کی تحدیث

الغرض خدا تعالی نے شیخ محمد طاہر کو وہ اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل عطا کی تھی جسکی نظیر اُس عہد مین بہت مشکل سے ملتی تھی۔ آپ تمام علوم کو جامع اور مروجہ فنون کو حاوی تھے آپ کی نظر ایسی وسیع اور غائر تھی کہ تمام علوم سے عمدہ عمدہ نتائج اخذ کر لیتے اور ان کے جزئی و کلی مسائل کا پورے طور پر انتخاب کر لیتے تھے۔ بہرحال آخر عمر مین آپکو وہ مرتبہ حاصل ہوگیا تھا کہ اپنے زمانہ کے علماء کے سرتاج اور ثقات بزرگوں مین متفق علیہ تسلیم کیے جاتے تھے۔ شیخ کے یہان قاضی بہار کی پاکدامن دختر کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوے جنمین سب سے بڑے اور بزرگ فرزند شیخ حسن تھے۔ شیخ محمد طاہر صاحب آخری عمر مین اپنے فرزندون اور

شیخ کا انتقال

اہل و عیال کو ساتھ لیکر شہر جونپور مین چلے آئے تھے۔ یہین آپنے انتقال فرمایا اور یہین مدفون ہوے آپکی قبر شریف ہنوز موجود ہے اور لوگ دور دور سے اُسکی زیارت کیلئے آتے ہیں۔

شیخ حسن صاحب

شیخ حسن صاحب جو شیخ طاہر کے بڑے فرزند تھے بچپن کے زمانہ مین نہایت ذہین اور حلیم فطرت رکھتے تھے۔ لیکن جون جون آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرتے گئے مزاج مین تواضع و انکساری آتی گئی نو سال کی عمر مین آپنے قرآن مجید یاد کر لیا اور اسکے بعد کتب متداولہ کی تحصیل مین مشغول ہوے۔ علم صرف و نحو کی معمولی کتابین پڑھنی شروع کین اور دو تین ہی برس مین اس فن کی تمام درسی کتابین نکال ڈالین گیارہ یا بارہ سال کی عمر مین آپکو صرف و نحو مین کامل مہارت اور تامہ لیاقت ہوگئی۔ اسکے بعد آپنے فقہ و حدیث وغیرہ علوم کی تعلیم پائی۔ فقہ و حدیث کے علوم اگرچہ نہایت سخت اور دشوار گزار علوم مین لیکن

شیخ حسن کی تعلیم

شیخ حسن صاحب کو اپنے بے مثل حافظہ اور عدیم المثال ذہانت کی بدولت یہ اہم اور مشکل علوم بھی پانی تھے

غرضکہ آپ اٹھارہ سال کی عمر مین تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔

اگرچہ اس امر مین ہماری واقفیت محدود ہے اور ہمین یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ شیخ حسن کی خدمت معلمی کن علما کے سپرد کیگئی۔ لیکن ہمین ذرا شک نہین کہ تعلیم کا دوسرا جزو جسے تربیت سے تعبیر کیا

شیخ کی تربیت

جاتا ہے اُسکی اتالیقی خود جناب شیخ محمد طاہر کے ہاتھ مین تھی اور شیخ محمد طاہر اس پایہ کے شخص تھے کہ اُس عہد مین بڑے بڑے نامور اور مشہور علماء کی اتالیقی آپکے سپرد تھی جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہین بہرحال شیخ حسن کو تعلیم و تربیت کے اعتبار سے اعلی درجہ کے اہل کمال مین شمار کرنا ضرور ہے۔

شیخ کا علمی تبحر

جب شیخ حسن صاحب فارغ التحصیل ہوے تو دور دور سے لوگ آپسے فقہ و حدیث کی تعلیم پانیکی غرض سے جوق جوق آنے لگے اور اس کمسنی اور ابتدائی عمر مین آپ مقتدائے خواص اور متفق علیہ علماء تسلیم کیے گئے لیکن آپکے طفلانہ تطورن پہلے ہی سے اس بات کی پیشینگوئی کرتی تھین کہ یہ شریف و نجیب بچہ آئندہ زمانہ مین علم طریقت کا سرتاج اور مشائخ صوفیہ کا پیشوا قرار دیا جائیگا اور بچپن کے زمانہ مین آپکی پیشانی سے وہ رشد و طلب کے آثار نمایان تھے جو صاف طور پر اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ ہونہار بچہ درویشوں کا مقتدا ہوگا

شیخ حسن کا مرید ہونا

چنانچہ جس زمانہ مین سید حامد راجی شاہ کی عظمت شہرت کا ستارہ اوج عروج پر شہاب ثاقب بن کر چمک رہا تھا اور اقبال کی یاوری سے کمال علم کا آفتاب اپنی پوری تابانی و کمال سے تھا نیز اُن کے ضمیری جوہرات اور روحانی جذبات کی روشنی اطراف عالم مین پھیل گئی تھی تو شیخ حسن بزرگ سید کے امتحان کی غرض سے اُنکی خدمت مین پہنچے اور پہلے ہی مرحلہ مین جاذب ازلی نے محترم سید کے حلقہ مین آپکو کھینچ لیا۔ سید حامد راجی شاہ

سید حامد راجی شاہ کا اعزاز

اپنے وقت کے مشائخ مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے اور علم طریقت مین آپنے وہ نام پایا تھا کہ مشائخ زمانہ آپکو نہایت معزز اور مقتدر القاب سے یاد کرتے تھے۔ علاوہ ازین جو عظمت اور قدر و منزلت اُنکے دل مین موجود تھی وہ ایسی اعلی درجہ کی تھی جسکا کوئی کافی اندازہ نہین کر سکتا۔ آپ شیخ حسام الدین مانکپوری

شیخ حسام الدین کا مختصر تذکرہ

کے ممتاز خلیفہ تھے جو حقیقت مین شریعت و طریقت دونون طرح کے علوم کو جامع اور مشائخ چشتیہ مین اعلی درجہ کا اعزاز و اقتدار رکھتے تھے۔ اسکے علاوہ شیخ نور قطب العالم کی خلافت کا ممتاز منصب بھی آپکو حاصل تھا۔ غرضکہ شیخ حسام الدین صاحب اپنے عہد مین ایک ایسے مسلم الثبوت صوفی تھے جو ہر بات مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کا زہد و تقوی تو ضرب المثل تھا اور آپکا مستجاب الدعوات ہونا عوام و خواص مین بے مثل شہرت پا چکا تھا۔

شیخ نور قطب عالم کا مجمل بیان

شیخ نور قطب العالم ہندوستان کے نامور اور مشہور مشائخ میں سے تھے۔ عشق و محبت ذوق و شوق
تصرف و کرامت، ریاضات و مجاہدات اور مذہبی مباحث میں سب سے زیادہ حصہ رکھتے تھے، بلکہ اس عہد
میں کوئی شخص ان باتوں میں آپکی ہمسری اور برابری کا دعویٰ نہ کر سکتا تھا۔ کثرت ریاضات نے تمام
عالم میں شہرت عام پیدا کر دی تھی۔ اور علما و فضلا و مشائخ کا مجمع آپکے مکان پر لگا رہتا تھا۔ شیخ نور قطب
العالم کی لطائف میں جو بات سب سے زیادہ استعجاب کی نظر سے دیکھی جاتی تھی وہ آپکی دینداری اور مذہبی تقدس
و جوش ہے جسکی نظیر اُس زمانہ کے مشائخ میں بہت مشکل سے ملتی ہے۔ آپ اپنے والد شیخ علاء الحق بن سعد
کے خلیفہ بھی تھے جو جامع علم ظاہر و باطن اور مرجع خواص و عوام تھے۔ گو خلافت کے اس ممتاز منصب نے شیخ
نور قطب العالم کو اور بھی مشہور و معروف کر دیا تھا لیکن مہتمم بات یہ ہے کہ جس چیز نے آپکے فضل و کمال کو منصب
خلافت کے علاوہ تمام ہندوستان میں مشہور کر دیا وہ آپکے علمی کارنامے اور تصرف و کرامات کے سچے
واقعات ہیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آجتک صفحات تواریخ پر انکی گہری جھلک پڑ رہی ہے۔

شیخ علاء الحق

شیخ علاء الحق قطع نظر اسکے کہ بنگالہ اور پورب کے تمام مشائخ میں نہایت قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھے
جاتے تھے اور اُس عہد کے علماء و مشائخ میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے شریعت و طریقت کے دونوں
علموں کو جامع اور علمی تبحر میں بے مثل تھے۔ انکا علم و فضل میں جو پایہ تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ یہ بات بجز آپکے
اور کسیکو بہت کم نصیب ہوئی ہے کہ جس نے آپسے فیض صحبت اور علمی تعلیم کا حصہ لیا وہ علم و فضل میں کامل اور
بے نظیر ثابت ہوا۔ شیخ علاء الحق جناب شیخ سراج الدین اودہی کے خلیفہ ہیں جو شیخ نظام الدین قدس

شیخ سراج الدین اودہی

سرہ کے معزز جانشین اور ایک نہایت بزرگ اور اولو العزم خلیفہ شمار کیے جاتے ہیں۔ الغرض جناب شیخ محمد طاہر کے
فرزند رشید شیخ محمد حسن بزرگ و محترم سید حامد راجی شاہ کے مرید و معتقد تھے اور انکے کمال علم اور تبحر کیوجہ سے
انہیں مشائخ کا پیشوا اور علمائے شریعت و طریقت کا سراج جانتے تھے۔ چنانچہ آپکے اُس دلی اعتقاد کی مثال
جو سید حامد راجی شاہ کے بارہ میں رکھتے تھے ایک تاریخی واقعہ سے خوب ظاہر ہوتی ہے۔

شیخ محمد حسن کے ارادت کی مثال جو آپ کو سید حامد راجی شاہ کی نسبت تھا

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ بدّاؤ شارح ہدایہ اور چند نامور علماء نے جو شیخ حسن کے درس میں شریک ہوا کرتے
جلیس و انیس تھے، آپکے اُس اعتقاد کو جو بزرگ سید کے حق میں رکھتے تھے استعجاب کی نظر سے دیکھا اور ایکدفعہ
تو برملا یہ کہہ بھی دیا کہ سید حامد راجی شاہ سے آپکا بیعت کرنا اور انکی متابعت کا حلقہ اپنے کان میں ڈالنا نہایت
ہی بعید اور دور از قیاس بات ہے کیونکہ آپ تو خاندانی عظمت شان کے علوم و فنون میں عام طور پر

اپنے ہمعصروں میں ممتاز ہیں اور آپکے ضمیری و روحانی جوہر تبے میں ممتازیت کی گہری تہ رکھتے ہیں اسکے
سوا آپکی دانش و فضل کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا ہے اور اہل ملک کی نگاہیں آپ پر وقعت کیساتھ پڑتی
ہیں باوجود اس فضل و شہرت کے آپکا سید حامد سے بیعت کرنا جو علم مکتب سے چنداں حصہ نہیں رکھتے سخت
تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہے۔

شیخ بدّاؤ کی یہ تقریر سنکر جناب شیخ محمد حسن نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے فرمایا کہ پیارے شیخ بدّاؤ
تمہارا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ واجب الاحترام اور فخر خاندان و قوم سید حامد راجی شاہ مکتبی علم سے حصہ نہیں
رکھتے لیکن تمہیں یہ معلوم ہے کہ ظاہری کتابی تعلیم جو ہر انسان کو کتب میں دیجاتی ہے اُسکے لیے کچھ بھی ضرور
نہیں کہ ہر انسان اس تعلیم سے مصلح قوم اور ریفارمر بننے کی قابلیت یا لیاقت پیدا کرے۔ بلکہ فطرت جس
انسان کو اپنے ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اُسکے ضمیر کو اول ہی روز سے روحانی جوہروں اور ربانی قابلیتوں
کے زیور سے آراستہ کر دیتی ہے ایسے وقت میں اگر اُسے مکتبی تعلیم نہ بھی دیجائے تو بھی کوئی اندیشہ اور مضائقہ کی
کی بات نہیں ہوتی کیونکہ اُسکے روحانی جوہر جو پہلے ہی سے اُسمیں مضمر کیے گئے ہیں ایک نہ ایک روز اپنی
اصلی تابانی اور روشنی دکھا کر ضرور رہیں گے۔

یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ظاہری کسب اور محنت کو ہر چیز میں مداخلت ہے گو کوئی شخص کیسا ہی غبی
اور کند ذہن ہو مگر پھر بھی محنت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اُسے باقاعدہ عمل میں لایا جائے تو کچھ نہ کچھ حاصل ہو ہی
جاتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ذہانت و حافظہ فطرت کی خاص عنایتیں ہیں
جو مقدس اور پاک نفوس کو بغیر ظاہری تعلیم کے بھی حاصل ہو سکتی ہیں اور ربانی قابلیتوں کی وہ درخشانی
و تابانی جو کسی پاک دل پر پرتو افگن ہو جاتی ہے وہ نہ جانکاہ محنت سے میسر ہو سکتی ہے نہ عرق ریزی وہاں کچھ کام
دیتی ہے لیکن اسپر بھی میں چاہتا ہوں کہ اہل علم کی ایک جماعت منتخب ہو کر محترم سید کی خدمت میں بھیجی جائے
تاکہ جو مشکل اور اہم مسائل اور علمی باریکیاں دلمیں کھٹکتی ہیں اُنہیں سید کی خدمت میں پیش کریں اگر
سید کی توجہ سے حل ہو جائیں اور انکا جواب باصواب حاصل ہو تو میری طرح انکو بھی معتقد و مرید ہو جانا چاہیے
ورنہ خیر۔ چنانچہ شیخ بدّاؤ وغیرہ نے اہل علم کی ایک جماعت سید کے امتحان کیلیے منتخب کی اور اُسے آپکی خدمت
میں روانہ کیا۔ لیکن یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ بعض لوگوں کے اشکال تو راستہ ہی میں حل ہو گئے اور بعضوں
نے بزرگ سید کے پُر انوار جمال کے دیکھنے سے اور باقی لوگوں کے شکوک و شبہات آپکے حکمت آمیز اور پُر اسرار کلام

کے سنتے ہی منگئے۔ حاضرین آپکے اس عدیم المثال تصرف کی بانگی دیکھکر قدموں پر گر پڑے اور فوراً بیعت کرکے رابطہ ارادت مین داخل ہو گئے۔

شیخ حسن کی دہلی مین تشریف آوری

الغرض شیخ حسن صاحب ایک دراز مدت تک اُسی شہر مین مین طالبون کے ارشاد و تعلیم مین مصروف و مشغول رہے لیکن بعد ازان سلطان سکندر کی استدعا سے جو سلاطین دہلی مین ایک انصاف پسند اور منصف مزاج بادشاہ تہا اور جو فیاضی اور سخاوت مین سب سے افضل و فائق شمار کیا جاتا تہا پُرانی دہلی مین تشریف لائے اور بہیہ منڈل مین اقامت اختیار کی

بہیہ منڈل کی مختصر تاریخ

مجہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شائقین کی بصیرت و اطلاع کیلئے بہیہ منڈل کی مکمل ہسٹری مختصر الفاظ مین کرون ناظرین سے امید ہے کہ خارج از بحث کا الزام دینے سے معذور سمجہینگے۔ بہیہ منڈل ایک نہایت عظیم الشان اور خوشنما محل ہے جو قطب صاحب کے راستہ مین حوض خاص کے سامنے واقع ہے یہ ایک نہایت عالیشان عجیب و غریب اور حیرت افزا عمارت ہے دلچسپ و دلکشا ہونے کے سوا کسی زمانہ مین بہت ہی خوش منظر اور پر فضا ہوگی لیکن اسکی موجودہ ویران حالت دیکھکر اُس شاہانہ شوق پر انتہا سے زیادہ افسوس ہوتا ہے جسنے اس عظیم الشان اور دلگیر عمارت کی بنیاد ڈالی ہوگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عمارت حوصلہ مند فیروز شاہ کے شوق کا نتیجہ ہے جسنے کثیر التعداد لاگت سے اسکو تیار کیا تہا۔ اسی عمارت کو جہان نما بہی کہا جاتا ہے اور بہیہ منزل کے لقب سے بہی پکارا جاتا ہے لیکن عوام الناس بہیہ منڈل کہتے ہین۔ کتب تواریخ پر غائر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عالیشان اور خوبصورت عمارت اُسی زمانہ مین بنائی گئی تہی۔ جس زمانہ مین فیروز شاہ نے فیروز آباد آباد کیا تہا۔ فیروز آباد کی تعمیر ۷۵۵ھ ہجری مین ہوئی۔ اور اُسکے چند سال بعد بہیہ منڈل کی تعمیر ہونی شروع ہوئی۔ اس عمارت کی قطع وضع نہایت عجیب و غریب ہے۔ ایک بلند اور اونچے برج پر چار دیوارون کا ایک خوبصورت کمرہ بنایا گیا ہے۔ اس کمرہ مین سے گزر کر اُسکی بغلی دیوارون مین اوپر جانے کا زینہ رکہا گیا ہے چند زینے چڑہکر اوپر جانا ہوتا ہے یہان ایک نہایت کشادہ اور سنگین بارہ دری تہی جسکی خوشنمائی اور رونق کو اُسکے عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ یہان بجز اس عمارت کے اور کوئی چیز ایسی نہ تہی جسپر انسان کی نظر شوق سے پڑے لیکن افسوس کہ اب وہ عمارت بہی ٹوٹ پہوٹ کر ڈہیر ہو گئی اور بجز علامات و نشانات کے اور کوئی چیز باقی نہین ہے مدتون کی بیدردی نے نازک خیال معمارون کی عجیب و غریب صنعت اور حیرت انگیز کاریگری کو بالکل بے رونق کر دیا ہے اور بجائے اسکے کہ کبھی اس سے تفریح ہوتی تہی۔ دل گہبراتا اور وحشت زدہ ہوتا ہے۔ مورخون کا بیان ہے کہ فیروز شاہ نے ایک نقب بنائی تہی کہ قلعہ فیروز آباد سے اس مکان مین ہوکر نقب کے راستہ سے سوارہ حوض خاص تک چلے جاتے تہے۔ اگرچہ یہ عمارت

اب بہت شکستہ اور خراب ہو گئی ہے۔ لیکن پہر بہی نقشہ اور ہیئت اور وضع قطع اچہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جناب شیخ حسن پُرانی دہلی مین تشریف لائے اور بہیہ منڈل مین اقامت اختیار کی اسی محل پر آپنے انتقال فرمایا اور یہین مدفون ہوئے۔ کہتے ہین کہ سلطان سکندر کا بلند اقبال اور نامور فرزند فتح خان شیخ کا بہت بڑا معتقد تہا۔ ایکدفعہ اُسکے دل مین آیا کہ باپ سے بغاوت کرے اور باغیون کی ایک جماعت کی سرگرمی مین دار الحکومت پر حملہ آور ہوکر مستقل بادشاہ بنجائے۔ دربار کے بہت سے ندیمون اور سلطنت کے اُمراء اور کارکنون نے اُسکے ساتھ اس بارہ مین اتفاق کر لیا اور مسلح ہوکر وقت کے منتظر ہے۔ لیکن جب شیخ فتح خان نے اس بارہ مین شیخ سے مشورہ کیا تو آپنے اُسے بغاوت سے منع کیا۔ اور امن و امان کی بشارت دی اسیسے سلطان سکندر بہی آپکا معتقد ہو گیا۔ اور آپکے اعزاز و اقتدار کا کوئی دقیقہ اُٹہا نہ رکہا۔

فتح خان پسر سلطان سکندر شیخ حسن کا بڑا معتقد تہا۔

بعض مورخون کا یہ بہی بیان ہے کہ جب شیخ دہلی مین تشریف لائے تو بادشاہ وقت شیخ کے بعض کرامات پر خواب مین مطلع ہوا۔ جسنے اُس کے پہلے اعتقاد مین ایک اور بہی نئی اور تازہ روح ڈالدی۔

شیخ حسن کا انتقال

جناب شیخ حسن سنہ ۹۰۹ ہجری کو بہیہ منڈل کے محل مین بحالت وجد فوت ہوئے۔ آپ ظاہری تندرست اور چست چالاک تہے کسی طرح کی بیماری عارض نہ تہی۔ آپ کی مجلس مین طالبین کا جمگہٹا لگا ہوا تہا اور ایک رباعی جسکا اول مصرعہ ہے "ساقی ازان مے کہ دل و دین من ست" ہے بار بار پڑہی جاتی تہی جس سے آپ پر وجد طاری ہوا اور اسی حال مین آپ کی مقدس روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

کتاب مفتاح الفیض جو علم سلوک مین تصنیف کی گئی ہے۔ شیخ کی بہت بڑی یادگار ہے جس سے آپکے باطنی علم اور بے مثال روحانی جذبات کی شان و شوکت بڑی خوبی سے واضح و آشکارا ہوتی ہے۔

شیخ حسن کی اولاد کا ذکر

شیخ حسن کے انتقال کے بعد آپکے چار فرزند یادگار باقی رہے۔ لیکن اُن مین سے جنہین تاریخی شہرت حاصل ہے اور جنسے شیخ صاحب کی آیندہ نسلون کا سلسلہ بڑہا وہ صرف دو فرزند ہین شیخ محمد المعروف خیالی اور شیخ عبد العزیز یہی وہ دو شخص ہین جنکے فضل و کمال کی شہرت عام طور پر تمام ہندوستان مین پہیلی ہوئی ہے اور جو علم سلوک کی کتاب کے پورے دیباچہ اور الولی مکاتبیہ کے کامل نوٹ تہے۔

دربار دہلی مین شیخ محمد خیالی کا اعزاز

شیخ محمد خیالی صحیح الحال لطیف المشرب قوی الریاضت تہے۔ اور علم سلوک کے دوسرے بازو سمجہے جاتے ہین حکومت دہلی کیطرف اُنکا بہی اعزاز و اقتدار کیا جاتا تہا جو جناب شیخ حسن آپکے والد بزرگوار سے وابستہ تہا سلطان دہلی آپکی بڑی عزت کرتا تہا اور سیر و سفر مین اکثر اوقات اپنے ساتھ رکہتا تہا بلکہ کمال قدردانی سے

آپ کو اپنے تخت پر جگہ دیتا تھا اور یہ اُس قابلیت اور پولیٹکل لیاقت کا نتیجہ تھا جو روز اول ہی سے آپ مین مضمر تھی۔ لیکن آپنے باوجود حکومت کے اس شان و شوکت اور شاہی اعزاز و اقتدار کے اپنی اصلی حالت نہین چھوڑی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے عہد مین پیشوائے مذہبی تسلیم کیئے گئے ہین۔

شیخ محمد خیالی کی لیاقت

شیخ محمد خیالی کی شہرت اگرچہ زیادہ تر علوم سلوک مین ہو۔ لیکن آپ فقہ و حدیث اور ادب و کلام مین بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ گو آپ ابتدا مین اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے اور انہین کے طریقہ کو استعمال مین لاتے تھے۔ مگر انجام کار آپ کا وہ ارتباط جو سلسلۂ قادریہ کیساتھ وابستہ تھا آپ پر غالب آیا اور اسی زمانہ مین آپنے تکمیل فنون کی غرض سے دہلی سے سفر کیا۔ اور ملک عرب مین پہنچکر حرم مدینہ مین سالہا سال ریاضات شاقہ مین زندگی بسر کی۔ جب حاجی عبد الوہاب بخاری دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے تو آپنے شیخ محمد خیالی کو بشارت دی کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب مین مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ اس ہندی شیخ زادے نے ایک مدت دشواری سے زندگی بسر کی ہو اب تو اُسے ہندوستان مین پہنچا دے لہذا مین بکمال الحاجت عرض کرتا ہون کہ آپ میرے ساتھ ہندوستان تشریف لے چلین۔ شیخ نے فرمایا یہ سچ ہو لیکن تاوقتیکہ خود مجھے اسکا حکم نہوگا۔ ہندوستان نہین جا سکتا چنانچہ جب آپ اسپر مامور ہوے تو حاجی عبد الوہاب

شیخ کا انتقال

بخاری آپکو ہندوستان مین لایا اور یہان پہنچکر آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ بھو سندل مین اپنے والد بزرگوار کے پہلو مین آرام فرما رہے ہین۔

شیخ کے خلفا

شیخ محمد خیالی کے خلفا بیشمار اور انگنت ہین اور یہ آپ ہی کے جیش فیض کا نتیجہ تھا کہ جسنے آپسے فیض صحبت حاصل کیا وہ بھی علم و فضل مین کمال عروج کو پہنچگیا اور شہرت مین منظفر اور عدیم المثال ثابت ہوا آپکی خانقاہ مین بعض ایسے بھی معزز و مقتدر خلیفہ ہین جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلائے جاتے ہین اور جو کمال و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ چکے ہین۔ شیخ امان اللہ پانی پتی اور شیخ عبد الرزاق جھنجھانوی کو کون نہین جانتا اور کونسا آدمی ایسا ہو جو انکے فضل و کمال سے واقف نہین ہو یہ لوگ ایسے نہین ہین جنکے تبحر اور فیض صحبت مین ہندوستان کے مشہور اور نامور مشائخ کو کلام ہو۔

شیخ عبد العزیز شیخ حسن کے فرزند رشید

شیخ حسن صاحب کے دوسرے مشہور اور دنیا کے نامور فرزند رشید شیخ عبد العزیز ہین جنکی تاریخی زندگی کو حالات مین سب سے اول اور سب سے مفصل لکھنا چاہتا تھا کیونکہ میرا ذاتی شوق اور اس عجیب شریف خاندان کے معزز حضرات کے حالات کی غایت کے لحاظ سے یہی ایک مضمون اس قابل تھا جو سب سے پیشتر مفصل لکھا جاتا

مگر ترتیب مضامین اور نسق کلام کی وجہ سے مین اس مضمون پر فقرا دیرین پہنچا حقیقت مین شیخ عبد العزیز بھی ایک ایسے مقدس اور نفیس طبیعت بزرگ تھے جنکی ذاتی شرافت و نجابت جنکی عابدانہ زندگی۔ جنکی تورع و پرہیزگاری نے آپکو دور دور مشہور کر دیا تھا۔ اور جن کی تقدس مآبی اور پاکی کی ناموری نے آپکے شریف و معزز خاندان مین اور بھی جان ڈالدی تھی آپکے بچپن کا زمانہ در اصل آپکی آئندہ لائف کا ایک مختصر دیباچہ اور پورا فوٹو تھا جیسے والے اس شفق اور ہونہار بچہ کی ظاہر نظرون سے پہلے ہی تاڑ گئے تھے کہ کچھ دنون بعد یہی ہلال ملک شہرت بدر کامل ہو کر چمکنے والا اور اپنی پوری تابانی سے ایک عالم کو روشن و منور کرنے والا ہو اور درحقیقت ایسا ہی ہوا بھی طبقہ علمائے صوفیہ مین جس قدر مشہور و معروف خاندان دنیا مین گذرے ہین ان مین سے یہ خصوصیت خاص پہلے ہی سے آپکے حصہ مین تھی کہ علاوہ تکمیل علوم درسیہ و فنون رسمیہ کے سلسلہ سہروردیہ و قادریہ کے خرقہ سے ممتاز ہون۔ دنیا مین ہر شخص کے ایک فنی ہونیکی شہرت رکھتا ہو اور ایک ہی علم مین اسکی نظر وسیع ہوتی ہے اور وہ اُسی مین تبحر حاصل کرتا ہو۔ زیادہ سے زیادہ دو فن تک اسکا شاہین کمال بلند پروازی کیا کرتا ہو لیکن تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہو کہ آپ تمام علوم کو جامع اور سب مین تبحر رکھتے تھے اور ہر علم مین ویسی ہی بحث کر سکتے تھے جیسے کوئی شخص اپنے علم خاص مین بحث کرتا ہو۔ اس سے زیادہ کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہو کہ آپکی قابلیت و لیاقت ہر قسم کے اہل فن کو تسلیم تھی۔ اور سب کو آپکے فضل کا اعتراف تھا۔

شیخ عبد العزیز کا بچپن

شیخ عبد العزیز صاحب ابھی دو تین ہی سال کے تھے کہ آپکے والد بزرگوار اپنی عمر شریف کے مرحلے طے کر کے راہگرائے سفر عالم آخرت ہوئے۔ اور اپنا فیض باطن شیخ قاضی خان ظفر آبادی کے حوالے کر گئے جو آپکے ایک نہایت معزز خلیفہ تھے۔ اور جن کی استقامت و کرامت زہد و تجرید ریاضت و مجاہدات تاثیر صحبت کا اُس زمانہ مین کوئی دوسرا دعویدار نہ تھا اور تصرف و کرامت مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے۔ شیخ عبد العزیز جب ابتدائی عمر کے مرحلے

شیخ عبد العزیز کی تعلیم و تربیت

طے کرکے سن تمیز کو پہنچے تو جناب سید محمد بخاری ابن حاجی عبد الوہاب بخاری کی خدمت مین تحصیل علوم کی غرض سے حاضر ہوئے۔ چونکہ سید محمد اور خود ان کے والد بزرگوار حاجی عبد الوہاب بخاری جناب سید حسن صاحب کے فضل و کمال کے معترف اور اس امر کی علی الاعلان شہادت دیتے تھے۔ کہ درحقیقت شیخ حسن ہی اس زمانہ مین تمام علوم و فنون مین فرد ہین۔ نیز شیخ عبد العزیز کی ذاتی خوبیون اور فطری قابلیتون نے سید محمد بخاری کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ اس لئے انہون نے شیخ عبد العزیز کی اتالیقی کے نازک اور اہم فرائض کو اپنے ذمہ مین لیا اور نہایت قابلیت اور دلسوزی سے ان فرائض کو ادا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز مین شیخ عبد العزیز کو انکی فیض صحبت

اور تعلیم مرتب سے فقہ حدیث ادب کلام اور تمام دینیات میں کامل کر دیا۔

شیخ عبدالعزیز کی علم سلوک میں تکمیل

جب شیخ عبدالعزیز درسی کتابوں کی تکمیل سے فارغ ہو چکے تو حاجی عبدالوہاب بخاری کی خدمت میں چند روز رہکر خصوصی استفادہ حاصل کیا اور خرقہ سہروردیہ زیب تن فرمایا حاجی عبدالوہاب بخاری نے سید راجو قتال سے خرقہ حاصل کیا تھا جو جناب مخدوم جہانیاں کے چھوٹے بھائی تھے اور جو بہت عمر اور سن ہو کر راہ آخرت پر گامزن ہوئے تھے۔ آپ نے خود مخدوم جہانیاں اور نیز شیخ رکن الدین ابوالفتح سے خرقہ حاصل کیا تھا انکی سند طبقہ صوفیہ میں بہت بڑی شہرت رکھتی ہے جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نے جسطرح سید راجو قتال کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا اسیطرح مدت تک شیخ عبداللہ قریشی کی صحبت میں بھی حاضر رہکر فیضیاب ہوئے تھے۔ الغرض جب شیخ عبدالعزیز صاحب نے اس فضل و کمال کی شہرت حاصل کی اور علم شریعت و طریقت میں پورے طور پر تکمیل کر لی۔ تو شیخ قاضی خان نے اپنے فرزند رشید شیخ عبداللہ کو ظفرآباد سے شیخ عبدالعزیز کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ اُس فیض باطن کو یاد دلائیں کہ جو شیخ حسن صاحب نے قاضی خان کے حوالے کیا تھا اور اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ میں خود حاضر خدمت ہوتا ہوں مگر اس میں طلب شرط ہے شیخ عبدالعزیز یہ پیام پاتے ہی شتو ظفرآباد روانہ ہوئے اور جب وہاں پہنچے تو زر نقد مال متاع کچھو کپڑا وغیرہ جو کچھ پاس رکھتے تھے سب راہ خدا میں صرف کر دیا اور حالت تجرید میں پورے تین سال تک طرح طرح کی مشقتوں اور ریاضتوں کی برداشت کی یہانتک کہ ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور اسمیں آپکو خاطر خواہ عروج حاصل ہو گیا۔

جب یہ سب کچھ ہو گیا تو شیخ قاضی خان ظفرآبادی نے جناب شیخ حسن کا باطنی فیض آپکے سپرد کر دیا اور دہلی کی طرف مراجعت کرنیکی اجازت دی آپ آنسے رخصت ہو کر اپنے قدیم قیامگاہ میں تشریف لائے اور ارشاد کے قوانین و قواعد کی بنیاد ڈالی اور مسایل سلوکیہ کا اچھی طرح اعلان کیا۔ اگرچہ شیخ عبدالعزیز نہایت ذکی الطبع اور ذہین تھے اور اسکے ساتھ ہی فقہ حدیث علم سلوک میں کامل مہارت حاصل کر چکے تھے۔ مگر پھر بھی اس اثنا میں سید ابراہیم ایرجی کی خدمت میں مدت تک علوم تصوف کے دقایق اور باریکیاں حاصل کرتے رہے اور انجام کار سلسلہ قادریہ کے خرقے سے سرفراز ہوئے گو سید ابراہیم ایرجی تمام فنون علم میں کامل اور اکثر خانوادوں کی برکات کے جامع تھے لیکن نسبت قادریہ اُنپر غالب آگئی تھی اور خرقہ قادریہ شیخ بہاؤالدین قادری سے زیب تن فرمایا تھا۔

خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالعزیز صاحب ہمیشہ ریاضت و مجاہدات میں مصروف رہے اور جو کچھ آپنے جوانی کی حالت میں اپنے اوپر لازم کیا تھا آخر وقت تک نہایت دلیری اور جرأت کیساتھ ادا کیا شیخ عبدالعزیز صاحب کی

تاریخی زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لایق تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپنے اپنے خاندان کے طریقہ کی اتباع اور اسلاف کے روئیہ کی پیروی میں کوئی دقیقہ کبھی فروگذاشت نہیں کیا اس سے زیادہ قابل تعریف

آداب مشایخ

بات یہ ہے کہ آپ آداب مشایخ کے تحفظ میں انتہا درجہ کی کوشش کیا کرتے تھے آپکے ادب کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی شیخ کا نام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ معزز الفاظ اور روحانی خطابات سے یاد کیا کرتے۔ بالخصوص اپنے موجودہ مشایخ کا غایت درجہ اعزاز و احترام پیش نظر رکھتے اور اُن کا بڑے قیمتی الفاظ میں شکریہ ادا کرتے۔

شیخ کی فیاضی

آپ میں فیاضی کا مادہ نیچرل اور فطرتی تھا۔ علاوہ اُس فیاضی کے جو آپسے عام طور پر ظہور میں آتی تھی پرسبھی علما صلحا اور حاجتمندوں کی اعانت میں کثیر التعداد رقمیں صرف ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جسطرح صوفیوں اور شائخوں و علما کے طبقوں میں آپکے فضل و کمال اور تصرف و کرامت کی ایک غیر معمولی شہرت اور دھوم مچی ہوئی ہے اسیطرح مشہور و نامور فیاضوں کی فہرست میں بھی آپ جلی اور روشن حرفوں میں لکھے جاتے ہیں

شیخ کے عادات و اخلاق

باوجود اس شان و شوکت اور اعزاز و اقتدار کے آپکے مزاج میں انتہا درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تھا درویشوں اور عالموں سے خود اُنکے قیام گاہوں میں جاکر ملاقات کرتے اور ہر شخص سے خواہ کسی مرتبہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اگر کسیکی بیماری کا حال آپکو معلوم ہوتا تو دن میں کئی کئی مرتبہ جاکر عیادت کرتے۔ اسکے علاوہ عفو و ترحم حد اعتدال سے متجاوز تھے۔ گو بعض نا سمجھ خدام اور جہلا عوام بدزبانیاں کرتے تھے مگر آپ اپنی بلند نظری اور حوصلہ مندی سے ہمیشہ درگذر کیا کرتے اور اپنی عام فیاضیوں سے دشمن و دوست کو مالامال کر دیتے تھے۔

ان ہی باتوں پر کیا منحصر ہے حلم بردباری صبر رضا تسلیم غرضکہ جسقدر عمدہ اور اچھے اخلاق ایک نہایت اولوالعزم اور بزرگ شخص میں پائے جانے ضروری و لازم ہیں سب آپ میں بوجہ احسن پائے جاتے تھے اور ان تمام باتوں میں آپکا کمال اُس عہد کے لوگوں کو تسلیم تھا۔ اسلئے ہم نہایت زور دیکر کہہ سکتے ہیں کہ اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ شیخ عبدالعزیز صاحب تمام اخلاق محمودہ میں مشایخ چشت کی ایک محسوس یادگار اور دنیا کے ممتاز و مشہور اہل کمال میں سے تھے۔

شیخ کا انتقال

آپنے ۹ جمادی الاخری ۹۷۵ ہجری میں انتقال فرمایا اور آیہ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون پر آپکا خاتمہ ہوا۔ آخر میں ہم اُس سلسلہ قادریہ کو اس مقام پر تبرکاً نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو خاص شیخ عبدالعزیز صاحب کی قلم سے لکھا ہوا ہے اور چونکہ عربی دانوں کیلئے اسمیں زیادہ حظ ہے اسلئے بجنسہٖ عربی میں لکھدیتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد للہ الذی ھدانا الی سبیل الرشاد وامرنا باتباع الحق والسداد والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد وآلہ اولی الولایۃ والارشاد وصحبہ الاکرمین الاکملین الامجاد وبعد فیقول العبد تراب الاقدام خدام اہل بیت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام م ق ر مخاطبین عبد العزیز بن حسن نجح اللہ بعینہ ترجیل یوم خیر من اسمہ ان الشیخ الاعز الاکرم العاقل العالم التقی الافاضل والاکامل سلالۃ الاولیاء فی الاصفیاء الشیخ یحیی بن الشیخ معین الدین خالدی جعلہ اللہ تعالیٰ من اہل صفوتہ واصطفاہ بخلوص محبتہ وکمال عشقہ لما تشرف بشرف حضوری وصحبتہ وتمسک بذیل رسوخ اعتقادہ ومحبتہ عقدت معہ عقد الاخوۃ الدینیۃ و البستہ خرقۃ المشائخ الصوفیۃ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم ونور اشباحہم وانا لبستہا بطریق الاجازۃ او الوکالۃ او النیابۃ والاجازۃ والخلافۃ من شیخی ومرشدی ومقتدای ومرجعی ومستندی سید السادات منبع السعادات السید ابراہیم بن معین بن عبد القادر بن مرتضی الحسنی القادری سلمہ اللہ تعالیٰ وشیخی ومرشدی المشار الیہ لبس من شیخہ ومن شدہ ابی البرکات بہاء الملۃ والدین ابراہیم الاستاذ القادری افاض اللہ علینا بالبرکاتہم وشیخہ ومن شدہ المشار الیہ لبس من شیخہ السید السند قطب الوقت ابی العباس احمد بن حسن الجیلی القادری الشافعی وھو من ابیہ السید السند الشریف السید حسن وھو من ابیہ السید الشریف موسیٰ وھو من ابیہ السید الشریف علی وھو من ابیہ السید السند الشریف محمد وھو من ابیہ السید الشریف حسن وھو من ابیہ السید الشریف محمد صلوۃ احمد وھو من ابیہ السید الشریف محی الدین ابی نصر وھو من ابیہ السید الشریف ابی صالح وھو من ابیہ السید الشریف عبد الرزاق وھو من ابیہ القطب الربانی والغوث الصمدانی محی الملۃ والدین ابی محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی وھو من شیخہ ابی سعید علی المخزومی وھو من شیخہ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہکاری وھو من شیخہ ابی الفرح یوسف الطرطوسی وھو من الشیخ عبد الواحد ابن عبد العزیز التمیمی وھو من ابی بکر الشبلی وھو من سید الطائفۃ جنید البغدادی وھو من سری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من ابی سلیمان داؤد بن نصیر الطائی وھو من الامام علی بن موسیٰ الرضا وھو اخذ العلوم الادب من والدہ الامام موسیٰ الکاظم وھو من والدہ الامام جعفر الصادق وھو من والدہ الامام محمد الباقر وھو من والدہ الامام زین العابدین وھو من والدہ الامام حسین وھو من والدہ الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم وھو من سید المرسلین وخاتم النبیین حبیب رب العالمین محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ الطیبین الطاہرین وھو قال ادبنی ربی فاحسن تادیبی - انتہی کلامہ ۞

جناب شیخ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد اُنکے چند فرزند باقی تھے۔ جنمین شیخ قطب العالم مہا اللّٰہ خنّن کمال علم و دانش۔ جود و سخا سب سے ممتاز او رمستثنے تھے علمی ذوق و شوق خدا نے آپکو بچپنے ہی سے دیا تھا یہی وجہ تھی کہ گو تربیت کی اتالیقی جو تعلیم کا دوسرا جزو ہے جناب شیخ عبدالعزیز ہی کے ہاتھ میں تھی لیکن مختلف علوم جو اُس زمانہ مین رائج اور درس مین داخل تھے آپنے ہر فن کے مجتہدین سے جدا جدا حاصل کیے علم فقہ و حدیث کو خاص طور پر علمائے وقت سے حاصل کیا صرف نحو کلام و ادب اور اسی قسم کے وہ فنون جو عربیت کے جزو اعظم کہلاتے جاتے ہین اور جو اہل علم کیواسطے گرانمایہ جوہر ہین اُنمین آپکو اسقدر کمال تھا کہ ماہرین فن مین شمار کیے جاتے تھے۔ علی ہذا القیاس وہ تمام مجلسی علوم جنکی مختلف ممالک و اقوام مین بہت بڑی عزت کیجاتی ہے اُن مین بھی آپکی طبیعت نہایت موزون اور قابل واقع ہوئی تھی۔ یہی وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے آپ تمام بھائیون کی نسبت اپنے مین ممتازیت کی گہری تہ رکھتے اور سب سے ممتاز و مستثنے سمجھے جاتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائی زمانہ مین آپکو وجد و سماع کے طریقہ سے بالکل انکار رہتا بلکہ صوفیون کے تمام اوضاع و اطوار سے کلیۃً اعراض تھا۔ آپ ہمیشہ ان باتون سے مجتنب و محترز رہتے اور وجد و سماع کی مجلسون مین شریک ہونیکو لہو و لعب سے زیادہ تصور نہ کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب کی مجلس سلوک گرم تھی اور عطر ارشاد کا دور دورانہ کھلا ہوا تھا صوفیون کے جھگڑے لگے ہوئے تھے۔ علما کا مجمع مجلس کی رونق دوبالا کیے ہوئے تھا۔ اسی اثنا مین شیخ قطب العالم بھی تشریف لے آئے اور خاموشی و متانت کیساتھ ایک طرف بیٹھ گئے۔ شیخ عبدالعزیز صاحب اپنے فرزند رشید کیطرف متوجہ ہوئے اور اُس روحانی توجہ اور زبردست کشش کا آپ پر ایسا اثر پڑا کہ فوراً بیخود ہو گئے۔ حاضرین مجلس نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور غل مچا کر کہا الحمد للہ کہ آپکے صاحبزادے صوفیون اور اُنکے طریقہ کے معتقد ہو جائینگے اور اپنے انکار و اعراض سے پشیمان ہو کر قائل ہو جائینگے لیکن شیخ عبدالعزیز نے فوراً انہین خاموش کر دیا اور شتابانہ لہجہ مین فرمایا کہ قطب العالم کا انکار ایک ایسا مستحکم و مضبوط ہے جسکی کوئی حد نہین۔ علاوہ اسکے ہنوز اُنکی طلب کا زمانہ نہین آیا ہے جس سے وہ مجبور ہین چنانچہ جب آپ کی بے خودی دور ہو گئی اور ہوش مین آئے تو حاضرین نے اُس کیفیت کی بابت سوال کیا فرمایا خواب کی طرح ایک قسم کی بیہوشی مجھپر طاری ہو گئی تھی جو کسیطرح قابل اعتبار اور لائق لحاظ نہین ہو سکتی۔ لیکن جب شیخ عبدالعزیز صاحب کا پیمانہ حیات لبریز ہو کر چھلک گیا اور آپ دنیا سے سفر کر کے رہگرائے عالم آخرت ہوئے تو شیخ نجم الحق جو جناب شیخ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نہایت ممتاز و معزز خلیفہ تھے اور

جنکی باطنی توجہ و تصرف کی دہوم ایک عالم مین مچی ہوئی تھی اپنے مرحوم و مغفور شیخ کے مرقد شریف کی زیارت اور ماتم زدون کی تعزیت کی غرض سے تشریف لائے جب زیارت سے فارغ ہوئے اور شیخ مرحوم کے اعزہ و اقارب سے ملاقاتین کر چکے اور دہلی سے وطن مالوف کیطرف مراجعت کرنی چاہی تو شیخ قطب العالم کی درگاہ مین تشریف لیگئے آپ اسوقت طلبہ کے درس مین مشغول تھے اور نہایت توجہ و اطمینان کیساتھ علوم کے رموز و باریکیان بیان فرماتے تھے شیخ نجم الحق نے آپکی طرف نظر التفات سے دیکھا اور ایک عجیب و غریب تصرف کرکے جھٹ سوار ہوگئے آپکی پالکی ہنوز تھوڑی دور پہنچی کہ شیخ قطب العالم مین انتہا سے زیادہ کرب و بے چینی ظاہر ہوئی اور یہ کیفیت ساعت بساعت اور آناً فاناً بڑہتی گئی۔ یہان تک کہ آپ پا پیادہ افتان و خیزان شیخ نجم الحق کیطرف متوجہ ہوئے اور اُنسے بیعت کرکے طریقہ صوفیہ حاصل کیا۔

اسکے بعد جب خواجہ محمد باقی قدس سرہ طریقہ نقشبندیہ کے پہیلانے اور اسکے عام رواج دینے مین مشغول ہوئے اور آپ کی شہرت کا ستارہ معراج کمال پر پہنچا تو شیخ قطب العالم آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور مدت تک فیض صحبت حاصل کرتے رہے۔ یہ عجیب بات ہو کہ خواجہ محمد باقی جو ابتدا مین شیخ قطب العالم کے سلسلۂ تلامذہ مین داخل تھے۔ اور ایک مدت تک آپکی خانقاہ کے مجاور رہے تھے اب خود شیخ قطب العالم نے اُن کا تلمذ اختیار کیا لیکن نہایت مسرت کیساتھ دیکھا جاتا ہو کہ شیخ نے کبھی اس بات کا خیال تک نہین کیا اور اُنسے فیض صحبت حاصل کرنے مین برابر مستغرق رہے حقیقت یہ ہے کہ اہل کمالات بیشک ہر درجہ کے آدمی سے استفادہ حاصل نہین کرلیتے ہین اپنے تئین اہل کمال مین ہرگز شمار نہین کرتے۔ امام بخاری جو فن حدیث مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے اور اپنے عہد مین ایک ایسے مسلم الثبوت محدث تھے جنکے علم و فضل مین کسیکو کلام نہین تھا۔ تحقیق مدارج پر ریمارک کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ "محدث اُسوقت تک کامل نہین ہوتا جبتک کہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کا شاگرد نہو اور اپنے برابر والے سے استفادہ حاصل نکرے اور اپنے کمتر سے سماعت حدیث نکرے یعنی محدث کو تحقیق کا ایسا درجہ حاصل کرنا چاہیے کہ ہر ایک قسم کے لوگون سے اپنے فائدہ کی بات اور مفید مضمون کو تحقیق کرتا ہے"۔ واقعی امام بخاری کا یہ قیمتی اور وزنی ریمارک قابل غور ہو جو لوگ اپنے سے کم درجہ لوگون سے استفادہ لینے کو معیوب سمجھتے ہین اُنہین اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

خواجہ محمد باقی کی ابتدائی خدمت اور شیخ قطب العالم کے تلمذ اختیار کرنے کا صحیح زمانہ بتانا اگرچہ بہت مشکل ہو لیکن اسقدر یقین کیساتھ کہا جاسکتا ہو کہ جسوقت خواجہ ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کررہے تھے شیخ قطب العالم کے سلسلۂ تلامذہ مین تھے اور علمی ذوق و شوق مین آپکا میلان طبعی شیخ کی طرف تھا جس زمانہ مین خواجہ محمد باقی

شیخ کی خانقاہ کے مجاور تھے اُسی زمانہ کا ذکر ہو کہ ایک دفعہ آدھی رات کو شیخ پر منکشف ہوا کہ خواجہ محمد باقی کی تعلیم و تلقین کی تکمیل مشائخ بخارا کیساتھ مخصوص ہو چنانچہ آپ اُسیوقت باہر تشریف لائے اور خواجہ سے فرمایا تمھین بخارا کے مشائخ طلب کرتے ہین اسیوقت اُدہر متوجہ ہونا چاہیے خواجہ نے فوراً سفر کی تیاری کی اور شیخ سے رخصت ہوکر عنان توجہ بخارا کی طرف متوجہ کی۔ چونکہ شیخ کے پاس اسوقت بجز تہبند کے خرقہ موجود نہ تھا اسلیئے آپنے تہبند ہی خواجہ کو عنایت فرمایا۔ جسے خواجہ نے دستار کے طور پر سر سے لپیٹ لیا اور فوراً بخارا کے قصد سے اُدہر متوجہ ہوگئے۔

بخارا مین پہنچکر خواجہ محمد باقی، خواجہ مکنگی کیخدمت مین حاضر ہوئے اور سلوک کے تمام طریقے اور باطنی فیض حاصل کیئے۔ چند روز مین آپ کی روحانی قوت نے غیر معمولی ترقی کی اور آپکے فضل و کمال کا آفتاب اپنے انتہائی عروج پر پہنچگیا۔

شیخ قطب العالم کے چند فرزند تھے لیکن سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جن کے تاریخی حالات باب اول کے شروع مین ہم کسیقدر تفصیل کیساتھ ذکر کرآئے ہین جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد شیخ رفیع الدین محمد کے خاندان کے حالات جسقدر ہمین لکھنے مقصود تھے سب لکھ چکے۔ لیکن سچ پوچھیے تو ابھی ہمین بہت کچھ لکھنا باقی ہو کیونکہ یہ حالات شیخ عبدالرحیم صاحب کے ننہیال کے متعلق لکھے گئے ہین اسکے ساتھ تاوقتیکہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے ننہیال کے واقعات اور اس خاندان کے مشہور و معروف حضرات کے حالات لکھے جائین تو یہ سمجھنا چاہیے کہ گویا مصور نے یک رخی تصویر دکھائی ہو اسلیئے ہمین ضرور ہو کہ دوسرے باب مین شاہ صاحب کے ننہیال کا مختصر تذکرہ لکھین وجہ یہ کہ جو تاریخی شہرت اور عظمت و جبروت اس شریف و نجیب خاندان نے حاصل کی ہو وہ دنیا مین ہمیشہ کیلئے ایک محسوس یادگار باقی ہے جو آجتک اُسے زندہ کیئے ہوئے ہو۔

باب دوم

حضرت شیخ محمد پھلتی

حضرت شیخ محمد عارف باللہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نانا۔ اُن نامور اور معزز شیخ کے بلند اقبال فرزند ہین جنکا نام شیخ محمد عاقل تھا اور جنکے جود و سخا۔ زہد و تقوے، طالب العلمون اور مساکین و فقرا کی رعایت اور علمی کارنامون کا امتیازی پھریرا تمام ہندوستان مین اُڑتا تھا اور جنکے تصرفات توجہات کے چرچے

اور قابل قدر حالات سے اب تک تاریخی صفحات پر روشنی چمک رہی ہے۔ شیخ محمد اپنے تمام بھائیوں میں سب سے افضل اور عمر میں سب سے بڑے ہیں۔ گو شیخ محمد کے دوسرے فرزندوں نے بھی گمنامی کے دائرہ سے نکلکر تاریخی شہرت محدود طور پر حاصل کر لی ہے اور علمی شہرت میں ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہے لیکن اُن سب میں بلحاظ شہرت عام قابل انتخاب شیخ محمد ہی ہیں جو خاص فضائل سے منسوب ہیں۔ یہی ایک وہ معزز اور نامور شخص ہے جس نے اپنے خاندان کو دنیا بھر میں مشہور کر دیا۔ لوگوں کا یہ خیال نہایت صحیح اور قابل نوٹ ہے کہ اگر اس خاندان میں شیخ محمد نہ ہوتے تو یہ خاندان گمنامی کے دائرہ سے نکلکر کبھی اسقدر تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا۔

شیخ محمد کی ولادت و بچپن

شیخ محمد کے بچپن کا زمانہ حقیقت میں آئندہ اعزاز و اقتدار اور فطری ضمیری جوہروں کا ایک ایسا قابل آئینہ تھا جس پر آئندہ زمانے میں تجلیات ربانی کا پرتو بخوبی پڑ سکا۔ ابتدائے نشو و نما سے رشد و ہدایت کے آثار آپ کی مبارک اوصاف پیشانی پر درخشاں تھے۔ جسے دیکھکر اہل دل آپ کے حال پر بے انتہا التفاف کرتے اور اوصاف کہتے تھے کہ کچھ دنوں بعد یہ ہلال ہندوستان میں چودھویں رات کا چاند بنکر اپنی پوری تابانی دکھائیگا۔ چنانچہ شیخ جلال نے جو دنیا کے نامور اور مشہور ولی جناب شیخ آدم بنوری کے نہایت معزز و مقتدر خلیفہ تھے اور شیخ محمد عاقل سے بیحد محبت و دوستی رکھتے تھے۔ شیخ محمد کے پیدا ہونے پر بہت خوش ہوئے اور خاص خاص لوگوں کو صراحۃً اور کنایۃً مطلع کیا کہ یہ بچہ شدنی اور ہونہار ہے جو آئندہ زمانہ میں بڑی قدر و منزلت کو پہنچیگا۔ دنیاوی حشمت و شوکت اسکے قدموں کو بوسہ دیگی اور یہ اہل دل کے حلقوں کا پیشوا اور سربراہ قرار دیا جائیگا۔

جب شیخ محمد پیدا ہونے کو تھے تو جناب شیخ جلال آپ کے والد بزرگوار کے پاس آئے اور ایک طلائی دینار ہدیۃً پیش کیا۔ اور جب آپ دنیا سے منہ موڑکر عالم بالا میں تشریف لیجانے لگے تو حاضرین کو وصیت فرمائی کہ میرا مصحف مقدس جس میں میں تلاوت کیا کرتا ہوں شیخ محمد کو پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے اس ارشاد کی تعمیل کی گئی اور آپ کا مصحف شیخ کو پہنچا دیا گیا جسے شیخ نے بڑی مشکوری کیساتھ قبول کیا۔

شیخ محمد کی تعلیم

جب شیخ محمد صاحب ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر کے سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ کچھ عرصہ تک نارنول میں ایک مشہور عالم کے درسگاہ میں تعلیم پائی۔ بعد ازاں جناب شیخ ابوالرضا محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دنوں آپ سے تعلیم پاتے رہے لیکن جب آپ کی طبیعت یہاں سے اُچاٹ ہوئی تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کی صحبت میں تشریف لائے اور یہ صحبت آپ کی طبیعت کے بہت ہی مناسب پڑی چونکہ آپ کا دل و دماغ پہلے ہی سے اُن جوہروں سے آراستہ تھا جنہیں فطرت کی خاص بخشش کہنی چاہئیں

اور آپ کے ضمیری جوہر عجیب و غریب قابلیت کا جامہ رکھتے تھے۔ لہذا تھوڑے عرصہ میں آپ نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ جو لوگ آپ کے ہم سبق تھے اُنھیں آپ کی اس عاجلانہ ترقی اور تمام علوم پر اسقدر جلد عبور کر جانے پر تعجب اور تعجب کیساتھ رشک تھا۔ لیکن غمیض اور عمیق نظروں خوب سمجھ گئی تھیں کہ اس شخص کے ضمیر میں خدا کی طرف سے وہ قوت و دیعت کیگئی ہے جو ربانی نکات کے سمجھنے میں ید طولےٰ رکھتی ہے۔

شیخ کا بغرض طلب علم سفر کرنا

جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے اور علمی تحقیقات پر اس حد سے اُس حد تک عبور کر گئے تو آپ نے خدا طلبی کیطرف دعوت کی جسکی آپ نے مردوں با ہمت کی طرح اجابت کی۔ اور وطن مالوف کو خدا حافظ کہکے اہل کمال کی تلاش میں اکناف و اطراف عالم کا سفر کیا اور علمائے کاملین کی صحبتوں میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے۔ سالہا سال کشاکش طلب میں نہایت مستعدی سے زندگی بسر کی اور باطنی علوم کے اشغال میں ہمہ تن مصروف رہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے فضل و کمال کا شہرہ تمام بلاد میں پھیل گیا اور اہل دنیا کی نگاہیں عزت و وقعت کیساتھ پڑنے لگیں۔ جب آپ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچگئے اور سلوک و ارشاد کے تمام مراتب طے کر چکے تو پھر وطن مالوف میں تشریف لائے اور علم ظاہری و باطنی کے درس میں مشغول ہو گئے۔

جناب شیخ محمد صاحب کے عام اخلاق و عادات

شیخ کے عام اخلاق و عادات

اب ہم شیخ محمد کے اُن معاملات اور تاریخی حالات کو چھوڑکر جو تعلیم و تعلم سے متعلق ہیں آپ کے عام اخلاق و عادات پر توجہ کرتے ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر کہ شیخ موصوف کے اخلاق و عادات پر ریویو کریں یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اس خاندان کے طبقہ علما میں کوئی عالم ایسا نہ گزرا ہے جو علمی فیاضی جود و سخا، ترک حظ نفس، توکل و قناعت زہد و اتقا میں آپ کا دعویدار ہو اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کوئی شخص کسی بات میں آپ کا شریک ہو بھی تو اُسکا یہ دعوے قطعی طور پر نادرست ہوگا کہ خدا ترسی اور زہد و اتقا میں بھی وہ آپ سے افضل یا برابر ہوگا۔ آپ کی خدا پرستی تواضع بردباری اور سب سے بڑھکر عظمت و کرامت اسقدر شہرت پکڑ گئی تھی۔ کہ بڑے بڑے باکمال لوگ دور دور سے حاضر خدمت ہوتے اور آپ کے تلامذہ اور مریدوں کے حلقہ میں شریک ہونے کو مایۂ اعزاز و افتخار سمجھتے گو آپ کے چہرہ سے نورانی عظمت جلال برستا تھا اور وہ شان و شوکت رعب و دبدبہ نمایاں تھا جس سے دیکھنے والوں پر عظمت کا ہیبت طاری ہوتی تھی۔ لیکن آپکی عاجزی و انکساری حد اعتدال سے بڑھ گئی تھی اور باوجود اس شان و شوکت کے مزاج میں انتہا درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ آپ ہر ایک شخص سے نہایت خندہ پیشانی اور تواضعانہ

اخلاق کیساتھ پیش آتے اور اُنکی رضامندی و خوشنودی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے۔ صدق و راستگوئی اور تحقیق و احتیاط میں ایسے مسلم الثبوت تھے کہ لوگ آپکے قول و نقل کو بے تامل بغیر سند و حجت پیش کرتے آپ کا طرز معاشرت بالکل نرالا اور انوکھا تھا جسپر کبھی کسیکو نکتہ چینی کا موقع ہی نہیں ملا۔

آپ کی تاریخی زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کے احترام و اعزاز اور اُنہیں راضی رکھنے میں انتہا سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ طالب العلمی کے زمانہ سے لیکر ارشاد و تکمیل کے عہد تک کبھی کوئی بات ایسی ظہور میں نہیں آئی جو شیخ کی مرضی کے خلاف ہو اور یہ ایک ایسی بات ہے جسکی نظیر دنیا میں بہت مشکل سے ملسکتی ہے۔ آپکے اس قسم کے بہت سے دلچسپ واقعات ہیں جنسے ناظرین کو اس بات کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ جناب شیخ محمد صاحب کے دل میں اپنے واجب الاحترام اور معزز شیخ کی کہاں تک عظمت و عزت قائم تھی۔ لہذا میں چند واقعات مختصراً ذیل میں قلمبند کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ

پہلا واقعہ شیخ محمد صاحب خود اپنے قلم مبارک سے لکھتے ہیں کہ اثنائے تحصیل میں چونکہ ہمارے معزز و محترم شیخ کی طبیعت اکثر اوقات تجرد کیطرف منجذب و مائل تھی اسلئے ہم لوگوں کا سبق روزانہ نہوتا تھا اور ہوتا بھی تھا تو بہت تھوڑا اس صورت میں مجھے اپنے اوقات کے ضائع ہونیکا بہت صدمہ تھا چند روز تک تو میں اسی کشاکش میں رہا کہ اب مجھکو کیا کرنا چاہئیے۔ کیا میں شیخ کی صحبت سے علیحدہ ہوکر کسی اور درسگاہ میں تعلیم لوں یا اسی معمولی حیثیت میں اوقات بسر کروں آخرکار میں نے دلمیں اس بات کا قطعی فیصلہ کرلیا کہ صرف اسی قلیل مقدار تعلیم پر قناعت کرنا اور موجودہ فرصت کو یوں ضائع و برباد کرنا بہرحال بہتر نہیں ہے چنانچہ ہمت کے شاہین بلند پرواز نے بال و پر کھولے اور اب میں علمائے کاملین کی درسگاہیں تلاش کرنیکو نکلا۔ اتفاق سے شہر کی ایک نامور و فاضل اجل کی درسگاہ میں میرا گزر ہوا جو طالب علموں کو نہایت محنت و جانفشانی سے درس دیتا اور انکی ترقی تعلیم میں بیحد کوشش کرتا تھا۔ اُسکی محنت و کوشش دیکھکر میرا عزم مصمم ہوگیا کہ چند درسی کتابیں یہاں نکال لینی چاہئیں لیکن جب میں وہاں سے واپس ہوکر شیخ کی مجلس میں پہنچا تو آپنے اول میری طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھا پھر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر دو تین کلمے لکھکر زمین پر ڈالدیا اور خود اُٹھکر گھر میں تشریف لیگئے۔ شیخ کے چلے جانیکے بعد میں نے کاغذ اُٹھاکر پڑھا اسمیں لکھا تھا کہ "آج تم کہاں گئے تھے کہ مجھے تمہارا باطن ظلمت و تاریکی سے مکدر نظر آتا ہے" میں نے فوراً توبہ کی اور اپنے ارادہ کو فسخ کردیا۔ اور پھر کبھی اس قسم کا خیال تک میرے ذہن میں نہیں گذرا۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکے شیخ نے اپنے ایک مرید کو حکم فرمایا یہ بکری میرے فلان دوست کے مکان پر پہنچادے۔ مرید نے فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل کی اور بکری لیکر چلا۔ رستہ میں بکری نے چلنے سے انکار کیا۔ اور ایک مقام پر اڑکر کھڑی ہوگئی ہر چند اس نے اُسکے چلانے میں کوشش کی مگر بکری جگہ سے ہلی تک نہیں چونکہ اس نے بکری کا چلانا اور اپنے کندھے پر لادکر لیجانا دونوں باتیں حرج سے خالی نہیں دیکھیں اسلئے اب اُسے یہ فکر ہوا کہ کسی مزدور کو کچھ اُجرت دیکر بکری پہنچادینی چاہیئے۔ لیکن اتفاق سے اُسوقت کوئی مزدور دستیاب نہیں ہوا۔ اور اس صورت میں شیخ کی خدمت بجاآوری میں قاصر رہا۔ شیخ محمد صاحب کو جب اس قضیہ پر اطلاع ہوئی تو آپنے ایک عاجلانہ حرکت کی اور جلدی سے بکری کو کندھے پر لادکر روانہ ہوگئے جب واپس آئے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپنے دونوں صاحبوں کے حال پر مطلع ہوکر فرمایا کہ شیخ محمد کو اُنکی حسن خدمات نے مقربین کے درجہ پر پہنچایا۔ اور دوسرے مرید کو اُسکے قصور نے اس مرتبہ کے حاصل کرنیسے باز رکھا۔

تیسرا واقعہ

تیسرا واقعہ شیخ محمد صاحب فرماتے ہیں کہ آدھی رات کا وقت تھا یا اس سے کچھ کم پیش تمام عالم پر خاموشی اور سکوت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تاریکی سب طرف حکومت کررہی تھی کہ میرے معزز شیخ سجدے سے اُٹھکر باہر آئے۔ میں آپکے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اُٹھائے چلا آتا تھا۔ جب آپ دروازے پر پہنچے تو لمحہ بھر ہیئت مراقبہ میں کھڑے رہے۔ اسکے بعد میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر کوئی طالب تمہارے پاس رجوع لائے تو اُسے فوراً وہ تمام باتیں تلقین کرو جو ہم سے تمہیں پہنچی ہیں ہم تمکو بخوشی اجازت دیتے ہیں میں آپکی یہ باتیں (اور سچ پوچھئے تو خداوندی الہام) سُنکر حیرت زدہ ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اس عظیم الشان منصب کی مجھ میں قابلیت کہاں ہے۔ اور ان باتوں کا خیال تک کبھی میرے ذہن میں نہیں گزرا ہے۔ شیخ صاحب یہ کیا فرمارہے ہیں۔ آپنے میرے اس خطرہ کو فوراً دریافت کرلیا اور ایک نہایت خوش آئندہ لہجہ میں فرمایا کہ تم نے جو کچھ اسوقت میری زبان سے سُنا ہو واقعی باتیں ہیں۔ اسوقت خداتعالے نے مجھے اُن تمام لوگوں کے نام تعلیم کردیئے ہیں جو تم سے بیواسطہ یا بواسطہ بیعت کرینگے۔ اور اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہارے سامنے اُن لوگوں کے نام مفصل بیان کرسکتا ہوں۔ تمہارا اس بارہ میں توقف و حیرت کرنا محض بے سود ہے۔ کیونکہ جو کام خداوندی دربار میں مقرر ہوچکتا ہے وہ ہرگز محل توقف میں نہیں ہوتا۔

ان واقعات سے قطع نظر اُس احترام و اعزاز کے ثبوت سے کے جو شیخ محمد صاحب کے دلمین اپنے معزز شیخ کا قائم تھا آپ کی عظمت و بزرگی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خداوندی بخششین اور فطرت کی بخششین پہلے ہی سے آپکے حال پر مبذول تہین۔ اور روز اول ہی سے خدا کی نظر رحمت آپ پر پڑ چکی تہی۔ آپ اکثر اوقات یہ رباعی پڑھا کرتے تھے ؎ ای دوست ترا بہر مکان می جستم ٭ ہر دم خبر ازین و آن می جستم ٭ دیدم تبو خویش را تو خود من بودی ٭ خجلت زدہ ام کز تو نشان می جستم ٭

شیخ محمد صاحب کی عظمت و بزرگی کی ایک اور تمثیلی حکایت بیان کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدا ہی سے نہایت معزز اور متقدر رہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اقارب مین سے ایک شخص محمد حنفی نام پورب کے کسی ناحیہ مین شہید ہو گئے تہے مین طالب العلمی کے عہد مین ایک دن حجرہ کے حجرے مین بیٹھا ہوا تھا اور حجرے کا دروازہ بند کیے ہوئے کتاب کے مطالعہ مین مستغرق تھا کہ دفعۃً وہ عزیز متشکل ہو کر میرے حجرے مین آ کھڑا ہوا اُسکے بدن کو فوجی لباس میں اُنکے جسم پر تھا اور ہتیار لگے ہوئے تھے جن کی چمک زمین پر برابر پڑ رہی تہی۔ مین نے یہ صورت دیکھکر کہا کہ مجھے اپنے حالات سناؤ بولے جس وقت میری یہ پر زخم لگتا تھا مین ایک ایسی لذت پاتا تھا جسکی حلاوت اب تک میرے دلمین باقی ہے۔ اسوقت چونکہ بادشاہ اسلام کی جرار فوج فلان مشہور بتخانے کو مسمار و خراب کرنیکے لیے جا رہی تہی اسلیے ہمین اُنکی رفاقت و امداد کا حکم ہوا اور اس تقریب سے ہمارا گزر اس راہ مین بھی ہوا۔ مجھے تم سے ملنے کا انتہا سے زیادہ شوق تھا لہذا تمہارے حجرے مین آیا اور نیاز قدمبوسی حاصل کی۔

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرفات اور باطنی توجہات و کرامات اور پیشین گوئیان وغیرہ

شیخ محمد صاحب کے تصرفات

جن لوگون نے مخدومی شیخ محمد کی قابلیت اور خداداد لیاقت پر مختصر طور پر ریمارک کیے ہین اُنکے متفق الفاظ یہ ہین کہ اس تمام خاندان مین شیخ محمد سے بڑھکر کوئی شخص عالی دماغ۔ حوصلہ مند۔ خوش اخلاق۔ قوانین اسلام کا پابند۔ بزرگان اسلام کے احترام و وقار کی رعایت کرنیوالا نہین ہوا۔ بالخصوص آپکے باطنی توجہات و تصرفات کے اسقدر حالات ہین کہ اگر فیصدی دس کا بھی انتخاب کیا جائے تو یہی حالات ولی کی وسعت اُنکے لیے کافی ہے پر بھی ہم اس مقام پر آپکے تصرفات کے وہ چند واقعات لکھتے ہین جو ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہین ہین۔ سید علی جو آپکے مریدون مین سے ایک مخصوص و منتخب مرید ہین نقل کرتے ہین کہ مین جوش جوانی کے زمانہ

سید علی [illegible]

مین شراب بکثرت استعمال مین لایا کرتا تھا گویا ہر وقت اور ہر ساعت اُسی مین مستغرق و محو رہتا تھا اور کوئی ممنوع و قبیح فعل ایسا نہ تھا جسکا مین مرتکب نہوتا تھا۔ جب میری حالت پستی و خرابی کے انتہائی درجہ پر پہنچگئی اور تمام اخلاق و عادات بگڑتے چلے تو مین نے اپنے دلمین عزم بالجزم کر لیا کہ اگر مجھے کوئی ایسا کامل بزرگ ملیگا جسکی پُر اثر نظرین پڑتے ہی مین اپنے ان ناشایستہ و قبیح افعال سے باز آ جاؤنگا اور اتقاء و پرہیزگاری کی تحریک میرے دلمین فوراً پیدا ہو جایگی تو مین اُسکی صحبت و خدمت کو اپنے لیے ضروری اور لازمی سمجھونگا۔ اور اُسکی ارادت و اعتقاد کا حلقہ گوش دل مین ڈالونگا۔ اُسکے ہاتھ پر بیعت کرونگا۔ اور پھر ان ممنوعات کے گرد نہ پھٹکونگا اتفاق سے جناب شیخ محمد صاحب کسی تقریب کیوجہ سے قریہ سرائے مین تشریف لائے۔ حقیقت مین یہ وہ زمانہ تھا جسمین میرے اقبال و سعادت کا ستارہ پستی سے نکلکر اوج کمال پر شہاب ثاقب بنکر چمکنے والا تھا چونکہ میرے والد بزرگوار پہلے سے شیخ کے معتقد تھے اسوجہ سے مین بھی اُن کے ساتھ واجب الاحترام شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آپنے ایک سرسری نظر مجھپر ڈالی اور فرمایا تم کہان رہتے ہو اور کسجگہ نوکر ہو۔ ہنوز یہ دو تین ہی باتین اُنکی زبان مبارک سے نکلی تہین کہ میرے دلمین ایک عجیب قسم کا انجذاب واقع ہوا اور جن ممنوعات و مناہی مین مین ایک مدت سے آلودہ تھا اُنسے فوراً طبعی نفرت پیدا ہوا اور وہ تھانو فتاً آناً فاناً زیادہ ترقی کرتا گیا مین فوراً اٹھکر گھر آیا اور شراب کے شیشون کو چور چور کر ڈالا۔ مناہی کے جسقدر اسباب و ذرائع میرے مکان مین موجود تھے اور اسمین کچھ شبہ نہین کہ بعض چیزین ایسی بھی تہین جو نہایت قیمتی اور مجھے بیحد عزیز تہین اور جنکا مجھے شاید تمام عمر اپنے پاس سے علیحدہ کرنا گوارا نہوتا۔ لیکن شیخ کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف نے مجھ مین اسقدر اثر ڈالا کہ میری نظرون مین تمام جذبی اور قیمتی سامان بالکل ہیچ نظر آیا۔ اور ایک ایسی طبعی نفرت پیدا ہوئی کہ بغیر لحاظ کسی امر کے مین نے تمام سامان عیش کو خاک مین ملا دیا اور مجھے اُن کے غارت کرنے مین کسیطرح کا دریغ نہ آیا جب مین ان تمام کامون سے فارغ ہو گیا۔ تو غسل کر کے نئی پوشاک زیب بدن کی اور شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر توبۃ النصوح کی اور بیعت کر کے آپ کی صحبت کا التزام اپنے اوپر فرض سمجھا۔ ایک عرصہ کے بعد مجھے سفر کابل کا اتفاق ہوا اور مین نے شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ گو کمترین کی دلی آرزو تھی کہ چند روز حضور کے فیض صحبت مین زندگی بسر کر کے دارین کی فلاح و سعادت حاصل کرتا۔ لیکن افسوس کہ میری بدقسمتی مجھے کابل کیطرف کھینچے لیے جاتی ہے اور مین بدنصیب مجبور ہو کر آپ سے رخصت ہوتا ہون شیخ صاحب نے نہایت خوش آیندہ مسکراہٹ کیساتھ یہ مشہور بیت پڑھی اور نہایت خندہ پیشانی سے مجھے رخصت کیا ؎ گر در یمنی چو با منی پیش منی ہو در پیش

من چہ بے منی رہ بینی و بے تو یعنے اگر تم میرے ساتھ ہو تو گویا میں ہی ہوں لیکن میرے سامنے موجود ہو اور اگر میرا خیال تمہارے دل سے مٹ گیا ہے تو اگرچہ میرے پاس ہو مگر حقیقت میں میں ہی میں ہوں۔

الغرض میں کابل کیطرف روانہ ہوا اور چند روز وہاں رہنے کا اتفاق پڑا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک نہایت حسین خوبصورت عورت سے مجھے خلوت ہوئی اور بدکاری کی خواہش نے میرے دل پر ہجوم کیا قریب تھا کہ توبہ کی گرہ بالکل کھل جائے اور میں فسق و فجور میں مبتلا ہو کر دین و دنیا سے کیا گزرا ہو جاؤں کہ دفعتاً ایسے خطرناک اور نازک موقع میں شیخ کی مبارک صورت میرے سامنے آموجود ہوئی۔ جوں ہی اس شکل شمائل پر میری نظر پڑی گویا نفسانی خواہش نام تک کو نہ تھی۔ شہوت کا تمام نشہ اتر گیا اور میں اپنی اصلی حالت پر آگیا اسکے بعد اگرچہ مجھے تین یا چار سال تک کابل میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن کبھی عورت کی رغبت نے میرے دل میں خطور نہیں کیا۔ میرا گمان تھا کہ میں بالکل عنین اور نامرد ہو گیا ہوں اور رجولیت کا مادہ مجھ سے سلب کر لیا گیا ہے۔ مگر جب میں وطن مالوف کی طرف لوٹا اور اپنی شرعی بی بی سے ہمبستر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ عنینیت و نامردی نہ تھی بلکہ عصمت حق کی جلوہ گری تھی۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد صاحب کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف کا ایک عجیب و غریب اثر تھا جسکی نظیر اور اہل دلوں کے حلقہ میں بہت مشکل سے پائی جاتی ہے۔

ایک اور واقعہ

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرف کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک طالب العلم عظمت اللہ نام آپ کی خانقاہ میں سکونت رکھتا تھا چونکہ وہ دلگیر صورت سے قطع نظر کرکے خوش لحن بھی تھا اس لیے آپکو اس سے معمولی محبت ہو گئی تھی اور جب وہ اپنی موسیقی خیز آواز سے کوئی غزل پڑھتا تھا تو آپ اس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ جوش مسرت سے بھرے بیٹھے تھے اور کمال وجد کا سرور ابتہاج حاصل تھا کہ عظمت اللہ کو نغمہ چھیڑ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن اس نے اس موقع پر تن داری برتی اور آپکے ارشاد کی تعمیل سے پہلو تہی کی۔ دو تین مرتبہ آپ نے اسکو طلب کیا۔ مگر اس نے ہر دفعہ انکار اور انکار کیساتھ اصرار کیا۔ آپکی طبیعت اس سے بیحد مکدر و منغض ہوئی اور ایک غضبناک اور قہر آلود نگاہ سے اسکی طرف التفات کیا جس کے اثر سے اسکی حالت میں عجیب و غریب انقلاب پیدا ہوا۔ سارے چہرے پر زردی اور زردی کیساتھ مردنی چھا گئی۔ اور جسم پر لرزہ پڑا اور آناً فاناً بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ ہلاکت کا خوف اسپر غالب آیا۔ اور اپنی زیست سے محض مایوس و ناامید ہو گیا محمد جعفر جو شیخ صاحب کے خادم قدیم تھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے

اور لجاجت کے لہجہ میں عظمت اللہ کی سفارش کی بابت لب جنبانی کی آپ کا غصہ فرو ہوا اور اسکی اس گستاخی سے درگزر کی۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اب اسے وہ خوش الحانی اور دلفریب آواز میسر نہیں ہو سکے گی جسپر مجھے رغبت تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسکے بعد اسکی آواز کی ملاحت اور خوش لحنی جاتی رہی اور مردود جمیع طبائع ہو گیا جو لوگ اس سے پیشتر اسکی آؤ بھگت کرتے تھے وہ اب نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے اور جو اپنے سر و آنکھوں پر جگہ دیتے تھے۔ صف نعال میں بھی بیٹھنے کو ناگوار جاننے لگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ طرح طرح کے فسق و فساد میں مبتلا ہوا اور کسی جگہ اسکو اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔

الحاصل شیخ محمد صاحب کے اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں جن میں سے صرف ان ہی دو ایک واقعوں کے قلمبند کرنے پر اکتفا کیا تاکہ یہ تذکرہ زیادہ طول نہ پکڑ جائے اور معزز ناظرین کو بہت انتظار نہ کرنا پڑے لیکن شیخ کے حالات زندگی ختم کرنے سے پیشتر مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح آپکے روحانی تصرف کے دلچسپ واقعات سے ناظرین نے لطف اٹھایا ہے اسیطرح آپکے سلب امراض کے چند واقعات جو تصرف کا دوسرا جزو ہیں مختصراً درج کروں تاکہ اہل مذاق اپنے اپنے مذاق کے مطابق دلچسپی لیں۔

سلب امرض

شیخ محمد صاحب کو تصرف کی اس دوسری شاخ سلب امراض میں وہ قوت حاصل تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ سید برہان بخاری کو قولنج عارض ہوا جسکی وجہ سے نہایت کرب و بے چینی اور اضطراب بیقراری پیدا ہوئی ان کے رفقا نے آپسے التجا کی اور آپ سید برہان کے مکان پر تشریف لیگئے مریض کے سرہانے بیٹھکر اسکے مرض کو سلب کر لیا۔ اور انہے فوراً شفائے کلی پائی۔ لیکن اسکا اثر شیخ صاحب میں کبھی کبھی ظاہر ہوتا تھا۔ اور آپ گاہے ماہے قولنج میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ میر عبداللہ جو آپکے خواص کے حلقہ میں ایک معزز شخص ہیں نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ صاحب کسی موضع کو تشریف لیگئے اور میں خدمت میں حاضر تھا جب وہاں سے مراجعت کرنے کا قصد ہوا تو مجھے سخت و شدید تپ عارض ہوئی اور ایک دو ہی روز میں اسقدر ناطاقت ہو گیا کہ جنبش کرنے تک کی طاقت نہیں رہی۔ شیخ نے جب میری یہ حالت دیکھی تو میرے واسطے سواری کی جستجو کی اتفاق سے اسوقت سواری کہیں میسر نہیں ہوئی۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر تم میرے گھوڑے کے آگے آگے چل سکتے ہو تو تیار ہو جاؤ نہیں اسوقت عجیب و غریب واقعات پیش آئیں گے۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے چنانچہ بہزار محنت و دقت لوگوں نے مجھے گیا اور شیخ کی نظر مبارک کے سامنے لا بٹھایا۔ فوراً مجھے مرض میں تخفیف معلوم ہوئی اور اب میں نہایت

چاق وچوبند ہوکر آپکے گھوڑے کے آگے آگے چلنے لگا۔ جون جون قدم آگے ڈالتا تھا مجھ مین طاقت وتوانائی آتی جاتی تھی حتیٰ کہ مجھے شفائے کلی حاصل ہوگئی اور ساری منزل پاپیادہ قطع کی لیکن مجھکو حیرت تھی کہ ذرا بھی تکان وکاہلی معلوم نہوتی تھی۔

کرامات

شیخ محمد صاحب کی کرامتون کے بھی بہت سے عجیب واقعات ہین۔ ایک دفعہ بمقام ستورہ آپ کے ایک بے ریا اور مخلص دوست نے دعوت کی اور صرف بقدر کھانا پکایا جو پندرہ آدمیون کو کافی ہوسکتا تھا۔ جب دسترخوان بچھایا گیا تو صوبہ کا حاکم شیخ محمد یعقوب آدمیون کی ایک جماعت کثیرہ کیساتھ شیخ کی زیارت کیلئے آموجود ہوا۔ ایسے محل پر لوگون کے ایک جم غفیر کے دفعۃً آجانے سے میزبان گھبرا گیا اور اُسکے چہرے کا رنگ فق ہوگیا شیخ صاحب نے اُسکی یہ گھبراہٹ معلوم کرکے فرمایا کہ تم کسی طرح کا فکر نہ کرو۔ ان لوگون کی دعوت ہمارے ذمہ ہے لیکن تمہین اسقدر تکلیف کرنا ضرور ہوگی کہ کثیر التعداد طباق جمع کردو۔ انشاءاللہ یہی قلیل مقدار کھانا بہت ہوجائے گا اور تمام حاضرین سیر ہوکر کھائین گے۔ اور ایسا ہی ہُوا بھی۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے تو آپنے ایک خوش آیند تبسم کیساتھ فرمایا کہ فقیر لوگ گاہے گاہے ایسا بھی کیا کرتے ہین۔

شیخ اللہ بخش جو آپکے قبیلہ مین ایک ذی وجاہت اور صاحب اعتبار شخص تھا اور قوت و دولتمندی کے نشہ مین چکنا چور ہورہا تھا۔ اُس نے ایک دفعہ جناب شیخ صاحب کی خدمت مبارک مین کچھ ایسی گستاخی اور بے ادبی کی جس سے آپکو سخت رنج ہُوا آپنے غضبناک ہوکر فرمایا خداوندا اسکے بعد اس شخص کا مُنہ مجھے نہ دکھائیو۔ یہ کہکر آپ تو سوار ہوگئے اور پیچھے شیخ اللہ بخش ایک نہایت مہلک اور خطرناک مرض مین گرفتار ہوگیا جس سے ہزار علاج کے بعد بھی جانبر نہوسکا۔ دو روز تک حالت نزع رہی اور تیسرے روز جبکہ آپنے مکان پر مراجعت فرمائی مرگیا۔ شیخ نے اُس کے جنازے پر نماز پڑھی اور لوگون نے دفن کردیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالوہاب آپکے چچازاد بھائی نے ایک نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارت بنائی۔ عمارت جب بن بناکر تیار ہوگئی تو شیخ عبدالوہاب کو ایک اتفاقی سفر پیش آیا۔ اُنکے چلے جانے کے بعد اُسطرف کے ایک رئیس رستم نامی نے جسے شیخ عبدالوہاب سے دلی عداوت تھی اس عمارت کو مسمار وخراب کروانے کا قصد کیا۔ جب شیخ محمد صاحب اُس کے اس ارادے پر مطلع ہوئے تو فرمایا۔ سخت افسوس کی بات ہو کہ شیخ عبدالوہاب کی عمارت بلاوجہ ڈھائی جائے اور ہم موجود ہون۔ اور چونکہ جنگ کرنا فقیرون کا شیوہ نہین ہے۔ اسلئے مین ایک تصرف کرتا ہون کہ رستم یہان تک پہنچ ہی نہ سکے چنانچہ جب رستم نے شیخ

عبدالوہاب کی عمارت مسمار کرنیکے ارادے سے فوج کا ایک دستہ فراہم کیا اور سب لوگ اُسکے ساتھ چلنے پر راضی ہوگئے۔ تو سید لشکر خان کے عاملون مین سے ایک شخص نے اُنکو شامل اسباب مین اتفاق نہین کیا اور اس مہم مین شریک ہونے سے صاف انکار کردیا۔ — رستے مین رستم نے اُس سے سختی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ قاتل کا حقیقی بھائی مارڈالا گیا۔ اس قتل کے وبال مین رستم سے مواخذہ کیا گیا اور وہ اسی مواخذہ مین مرگیا

سید محمد وارث جو نہایت معتبر اور صادق القول شخص ہے بیان کرتا ہے کہ مجھے ایک مرتبہ سفر پیش آیا مین رخصتانہ ملاقات کیلئے شیخ محمد صاحب کی خدمت مین حاضر ہُوا آپنے مجھے عافیت کی خوشخبری دی اور مصافحہ کرکے رخصت کیا۔ اتفاقاً اثنائے سفر مین ایک رات خونی ڈاکوؤن نے ہجوم کیا اور مجھپر ہلاکت کا خوف غالب آیا۔ اس نازک اور خطرناک موقع پر مجھسے بجز اسکے اور کچھ نہوسکا کہ شیخ صاحب کی جناب مین متوجہ ہُوا اور آپ کا تصور ذہن نشین کرکے بچھونے پر جا لیٹا کرب و بیچینی کیساتھ چند کروٹین لین اور آخرکار نیند آگئی۔ خواب مین دیکھتا ہون کہ جناب شیخ صاحب کھڑے فرمارہے ہین کہ محمد وارث اُٹھو اور بے خوف وخطر یہان سے نکل جاؤ۔ تم سے کوئی تعرض نہین کرسکتا۔ لو یہ دو لڈو ناشتہ کیلئے رکھ لو۔ مین نے لڈو لیکر اسی حالت مین جیب مین ڈال لئے۔ جب مین بیدار ہُوا تو ہنوز میرے جسم پر دہشت کا اثر باقی تھا اور ڈاکوؤن کا دہشتناک خیال مجھے رہ رہکر دہلا رہا تھا۔ لیکن جب مین نے وہ دونون لڈو جو خواب مین شیخ نے عنایت فرمائے تھے بعینہٖ جیب مین دیکھے تو ایک فوری اطمینان نے میرے گمشدہ ہوش و حواس بجا کردیئے۔ مین اپنے دلکو نہایت مضبوط اور قوی پاکر بچھونے سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور سوار ہوکر منزل مقصود کیطرف روانہ ہوگیا۔ ڈاکوؤن کو یا تو میری مزاحمت کرنیکی جرأت ہی نہین ہوئی یا اسکے سبب مجھسے غافل رہے۔ بہرحال مین بڑی جرأت اور آزادی سے نکلکر روانہ ہوا اور کسی نے میرا تعاقب نہین کیا۔ شیخ صاحب کے عنایت کیئے ہوئے لڈو مدت تک تبرکاً میرے پاس رہے لیکن جب آپ نا پائدار اور فانی دنیا سے رحلت فرمائے عالم باقی ہوئے تو مین اُنہین کھا گیا۔

پیشین گوئی

سنہ ۱۱۱۹ھ مین جب عالمگیر بادشاہ کے فرزندون شاہ عالم اور محمد اعظم مین بمقام اکبرآباد خونخوار اور عظیم الشان جنگ واقع ہوئی تو شیخ محمد صاحب کے معتقدون مین سے کسی نے آپکو یہ مضمون عریضہ لکھا کہ ان دونون وارثان تخت وتاج مین سے کس کے نصیب مین فتح مقدر ہے آپ ہمین سے جسے فاتح تسلیم کرین مین اُسیکی جانبداری کرون۔ شیخ صاحب نے فوراً لکھ بھیجا کہ شاہ عالم کی فتح ہوگی۔ اور محمد اعظم عین میدان جنگ مین مارا جائیگا۔ انجام کار ایسا ہی ہُوا اور آپکی پیشین گوئی بے کم وکاست سچی ہوئی۔

جناب شیخ محمد صاحب کی صحبت و نظر کا اثر

یہ عنوان اسقدر وسیع ہے جسکی تفصیل اور توضیح کیلئے کئی مجلد درکار ہین لیکن مختصر یہ ہے کہ شیخ محمد صاحب کے علم و فضل اور فیض صحبت کا پایہ اسقدر ارفع و اعلیٰ تھا کہ جس نے آپ سے فیض صحبت حاصل کیا وہ یہی تصرف و توجہ مین کامل اور بے نظیر ثابت ہوا۔ جن لوگون نے آپکی مریدی و تلمذ اختیار کیا انکی ٹھیک تعداد بتانا بہت مشکل ہے لیکن تاہم جنہین تاریخی شہرت حاصل ہے انکی تعداد بھی اسقدر ہے جنکی مختصر فہرست کی وسعت حیات ولی نہین رکھتی۔ اسلیئے ہم چند حضرات کی مجمل فہرست ناظرین کے سامنے پیش کرکے اس باب کو ختم کرتے ہین۔

شیخ کے تلامذہ

سید عبد الرحیم اور سید ہاشم جو معقولی و منقولی علوم مین شہرۂ آفاق تھے آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آپکی بیعت و صحبت کیوجہ سے وہ ارتباط حاصل کیا کہ آپنے ایک دن انپر نظر التفات ڈالی جسکی تاثیر یہ ہوئی کہ ہر ایک مین ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی۔ سید عبد الرحیم کو کشف خواطر اور کشف قبور حاصل تھا یعنے آپ ہر ایک شخص کے دلی بھید اور مخفی اسرار ظاہر کردیتے اور جس قبر پر پہنچتے اُسکی حقیقت بیان کرتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کھاتولی کے قبرستان مین سے گزر رہے تھے۔ ہمراہیون سے فرمایا کہ مین دیکھ رہا ہون کہ آگ کا ایک بھڑکتا ہوا شعلہ زمین سے نکلکر آسمان تک پہنچگیا ہے اور جب چند قدم آگے بڑھے تو ایک قبر کو دیکھکر فرمایا کہ آگ کا شعلہ اس قبر سے نکل رہا ہے۔ لوگون نے اسکا کھوج لگایا تو معلوم ہوا یہ قبر ایک ایسے شخص کی ہے جو ظلم و فسق کیساتھ متصف تھا۔ اکثر ایسا ہوا کرتا تھا کہ ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا اور آپنے اُسکے دل کا حال ظاہر کردیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ مسلوب العقل ہوگئے اور مجذوبون کیطرح بازارون مین پھرنے لگے۔ سید عبد الرحیم کی والدہ اپنے فرزند کا یہ حال دیکھکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور ماجرا تمام عرض کیا کہ عبد الرحیم پر ایسی توجہ ڈالیئے کہ اُنکے گئے ہوئے ہوش و حواس بجا ہو جائین فرمایا اُسے چند روز تک ہماری خدمت مین حاضر رہنا چاہیئے۔ چنانچہ لوگون نے سید عبد الرحیم کو زنجیرون مین کسکر چند روز تک آپکی نظر مبارک مین رکھا تھوڑے ہی دنون مین اُن کے ہوش حواس درست ہوگئے۔

سید ہاشم کی یہ کیفیت تھی کہ جو آسیب زدہ آپکے سامنے لایا جاتا فوراً جن و آسیب کا اثر مریض سے جاتا رہتا۔ ایک عالم آپکی نظر فیض اثر کی بدولت آسیب جن سے خلاصی پاتا تھا اور جنون کی ایذا سے مریضون

کو صحت و تندرستی حاصل ہوتی تھی۔ شدہ شدہ انکو بھی جذب واقع ہوا اور مستانہ وار صحرا و بیابان مین گشت لگانے لگے۔ بیان کیا جاتا ہو کہ سید ہاشم ایک رات ایک ہندو فقیر کے تکیہ مین پہنچے جو اس زمانہ مین سحر کا مقتدا اور پیشوا تسلیم کیا جاتا تھا اور جسکا جادو دنیا مین مشہور و معروف تھا جبوقت آپ اس کے تکیہ مین پہنچے ہین تو سحر کیوجہ سے حوض کے دونون کنارون پر خشک کھالون کے سنگریزون پر لڑکھنے کی خوفناک آواز اُن کے کان مین پہنچی۔ لیکن آپنے اُسطرف ذرا التفات نہین کیا ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک دیو بھیڑیے کی شکل مین نمودار ہوا جسنے بڑی خونخواری سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ مستانہ وار حق حق کہتے ہوئے اُسکے پیچھے دوڑے۔ اور وہ آناً فاناً مین غبار بنکر اڑگیا۔ ہندو نے یہ واقعہ دیکھکر جادو سے توبہ کی اور جھٹ مسلمان ہوگیا

ایک دفعہ عبد السبحان نامی ایک شخص جناب شیخ محمد صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا آپنے جون ہی اُسپر نظر التفات ڈالی۔ فی الحال ایک قسم کی توحید منکشف ہوئی جس سے وہ دیوانہ وار کوچہ و بازار مین پھرنے اور ہر چیز کو خدا کہنے لگا۔ تمام شرعی و عرفی آداب بالائے طاق رکھدیئے اور کسی بات کا پابند نہ رہا۔ اور جب اُسکے تمام حالات و خیالات اور بھی بگڑتے چلے تو لوگ اسکی اس آزادی سے تنگ ہوکر دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت مین لائے اور آپنے اُسکی کیفیت جذب کو ایک ہی نظر مین سلب کردیا اور ایک خاص نظر ڈالی جس سے عبد السبحان بدستور سابق عقل و ہوش مین آگیا۔ اور تمام دیوانہ پن جاتا رہا۔

سید عنایت اللہ باشندہ سنبلہیڑہ کو شیخ صاحب کی توجہ سے بہت تھوڑے زمانہ مین غیب کی باتون کا کشف حاصل ہوگیا تھا اور وہ صدہا کوس کی باتین فوراً دریافت کرلیتا تھا۔ قرب و جوار کے لوگون کی حرکت و سکون سے واقف ہونا اُسکے آگے کوئی بات ہی نہ تھی۔ بیان کیا جاتا ہو کہ ایک دفعہ سید عنایت اللہ بیمار پڑے۔ شیخ صاحب اُنکی عیادت کیلئے وطن سے چلے۔ سید عنایت اللہ کو اُن کے سوار ہونے سے گھر پہنچنے تک کے سارے حالات منکشف تھے گویا بستر مرض پر پڑے ہوئے آنکھون سے تمام واقعات دیکھ رہے تھے۔ جب شیخ صاحب سوار ہوئے تو سید عنایت اللہ نیند سے چونک پڑے اور حاضرین سے کہنے لگے اسوقت شیخ صاحب سوار ہوگئے ہین۔ پھر کہا اب فلان موضع مین پہنچے ہین اور اب فلان مقام پر تشریف رکھتے ہین۔ یہانتک کہ جب شیخ صاحب سنبلہیڑہ کے قریب پہنچے تو کہا اب شیخ صاحب ہمارے شہر مین آگئے ہین۔ یارو جلد اٹھو اور بڑے جوش مسرت کیساتھ شیخ کا استقبال کرو

بعد ازان حاضرین کیطرف متوجہ ہوکر کہنے لگے۔ بھئی اُٹھا اُٹھاؤ کیونکہ شیخ اب دروازے پر آ پہنچے ہین

سید عثمانی آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے۔ آپکے فیض صحبت سے عجیب غریب کیفیت حاصل ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلائق کا شور و شغب بالکل محسوس نہ کرتے تھے۔ اور عالم پر سکوت و خاموشی کا سناٹا چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ توحید کا غلبہ اسدرجہ تھا کہ جب کسی نے اُن سے توحید کی مثال دریافت کی تو بولے توحید کی مثال ایسی سمجھنی چاہیئے کہ ایک مٹی کی ٹھلیا کو ریت سے لبریز کرکے پانی سے بھر دیا جائے۔ بعد ازان غور سے دیکھا جائے تو پانی کا ہر ہر ذرہ ریت کے ہر ہر جزو مین سرایت کیا ہوا نظر پڑے گا۔ اسیطرح توحید خداوندی تمام مخلوق مین ساری ہے۔

محمد محسن جو معقول و منقول مین کامل مہارت رکھتا تھا شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا اور چند روز مین آگاہی کے شرف سے ممتاز ہوا۔ آخرکار ہمہ اوست کی معرفت اُسپر غالب ہوئی اور رفتہ رفتہ قیود شرعی سے قدم باہر نکلنے لگے شیخ نے محمد جعفر کو جو آپ کا مخلص بے ریا خادم تھا اُسپر متعین کیا کہ مفروضہ نمازین محمد محسن سے فوت نہونے پائین لیکن پھر تھوڑے عرصہ مین اُسکا ٹھکرجاتا رہا۔ اور تمام ہوش و حواس بجا ہوگئے۔ محمد محسن کی توجہ باطنی یہان تک پہنچ گئی تھی کہ ایک جوان صالح کسی عورت کی محبت مین مبتلا ہوگیا تھا اور دیوانو کی طرح ہوش باختہ آہ و زاری کرتا پھرتا تھا لوگون نے آپسے کہا افسوس ہے کہ ایک ایسا نیکدل اور خدا شناس آدمی یون ہاتھون سے جاتا رہے محمد محسن نے اُس شخص کو اپنے پاس بُلایا اور ایک نظر خاص ڈالی۔ فوراً اُس کے دل سے عورت کی محبت جاتی رہی بجائے اسکے محبت الٰہی کے نقوش اُسکے لوح دل پر کندہ ہوگئے۔

عبد الہادی جو سماع و وجد کے سخت منکر و مخالف تھے شیخ کی خانقاہ مین گئے۔ اتفاق سے اُسروز آپ کہین سماع مین مدعو تھے۔ جب آپ مجلس سماع مین شریک ہونیکے لیئے تشریف لیجانے لگے تو عبد الہادی بھی ساتھ ہولیئے اثنا راہ مین شیخ نے فرمایا کیا حالت سماع مین تمپر کبھی وجد بھی طاری ہوا ہے۔ جواب دیا کہ نہین۔ فرمایا تم وجد کرنا چاہتے ہو۔ عبد الہادی نے آپ کی طرف استعجاب کی نظر سے دیکھا۔ گویا اُنہون نے تعجب کیا کہ لوگون پر کس طرح اور کیونکر وجد طاری ہو سکتا ہے۔ شیخ صاحب عبد الہادی کا استعجاب دیکھکر خاموش ہوگئے۔ لیکن جب مجلس مین پہنچے اور محفل سماع گرم ہوئی۔ تو آپنے اُنکی طرف نظر التفات ڈالی اور ایک ایسا روحانی تصرف کیا کہ عبد الہادی کی سے حرکات مستانہ ظاہر ہونے لگین اور لحظہ بلحظہ اُس مین ترقی ہوتی گئی۔ کامل دو روز تک بیخود رہے اور ہوش مین آنے کے بعد سماع و وجد کے قائل ہوگئے۔

ایک وفد سنبلہیڑہ کے باشندون نے شیخ سے استدعا کی کہ آپ اُنہین توجہ باطنی اور تاثیر روحانی

کرشمہ دکھائین۔ اُسوقت شیخ کی مجلس مین بہت سے آدمی حاضر تھے آپنے فوراً ایک سرسری نظر حاضرین پر ڈالی ستّر آدمی جنہین سید نور علی اور سید عثمانی بھی شریک تھے بیخود ہوگئے اور عرصہ تک عالم بیہوشی مین پڑے رہے۔ ایک مرتبہ شیخ مانکہ باشندۂ قصبہ لاور آپکی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت! مین آپ کی باطنی توجہ و تاثیر کے امتحان کی غرض سے آیا ہون۔ شیخ اُسکی طرف متوجہ ہوئے اور وہ اشراق کیوقت سے جمعہ کیوقت تک بیہوش پڑا رہا۔ گو آپنے اُس کو پکڑ کر خوب جھنجوڑا اور جنبش دیا۔ مگر وہ بے ہوشانہ حرکتین کرنے لگا۔ لیکن عرصہ کے بعد جب ہوش مین آیا تو لوگون نے حال دریافت کیا۔ بولا اگر شیخ لحظہ بھر اور توجہ فرماتے تو میری روح بدن سے مفارقت کر جاتی۔

الغرض شیخ محمد صاحب کے تصرفات و توجہات کی مثالین اسقدر ہین کہ اگر فیصدی پانچ بھی بیان کیجائین تو بھی اُنکو لئے ایک طولانی دفتر چاہیئے۔ اس لیئے ہم نے باستثنائے چند آپکے تصرفات کے تمام واقعات نظر انداز کر دیئے ہین۔ معزز ناظرین سے امید ہے کہ وہ ہمین اسکا الزام نہ دینگے۔

شاہ عبید اللہ جناب شیخ محمد صاحب کے کئی صاحبزادے تھے۔ لیکن ان سب مین شاہ عبید اللہ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین جو علم مین سب سے بڑے اور عظمت و بزرگی مین سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہین۔ آپ اپنی بے نظیر قابلیت اور عدیم المثال لیاقت کیوجہ سے اسقدر معزز و ممتاز تھے کہ خاندان مغلیہ کے وارثان تخت و تاج باوجود اس شان و شوکت اور جاہ و جلال کے تعظیم کرتے اور اُس عہد کے مشائخ اپنی آنکھون پر جگہ دیتے تھے۔ شاہ عبید اللہ کی مختصر الفاظ مین یہ تعریف کافی ہے کہ آپ ایک ایسے معزز و ممتاز شیخ کے فرزند رشید ہین جنہونے صرف قصبہ پہلت کو بلکہ ہندوستان کے اکثر طبقون کو فخر حاصل ہو۔ قطع نظر اس خاندانی عزت و بزرگی کے آپ کی ذات مین بھی وہ جوہر تابان تھے جن سے ایک عالم منور و روشن تھا۔

جناب شیخ محمد صاحب خود اپنی زبان سے فرماتے ہین کہ ایک دن خدا تعالٰی نے اس فقیر پر ایک آشنا کی صورت مین تجلی فرمائی یعنے ایک بچہ کی انگلی پکڑے ہوئے میری طرف بڑھا چلا آرہا ہے جب میرے قریب پہنچا تو ارشاد کیا۔ محمد! مین اس بچہ کو تیرے گھر مین پیدا کرتا ہون۔ فقیر نے کمال لجاجت و الحاح کیساتھ عرض کیا کہ خداوندا یہ تیری مخلوق ہے۔ جہان منظور ہو پیدا کر۔ اس واقعہ سے کچھ چند دنون پیچھے شاہ عبید اللہ پیدا ہوئے۔ پس اگر شاہ عبید اللہ کے تمام خاندانی اور ذاتی اعزاز سے قطع نظر کیجائے تو بھی صرف ایک یہی خصوصیت اس قسم کی ہے جسکے مقابلہ مین تمام اور اعزاز و اقتدار پاسنگ کے برابر بھی نظر نہین آتے ہین کہ روز ازل سے آپ ہی کے حصہ مین تھی کہ خدا تعالٰی آپ کی نسبت ایسا کچھ فرمائے۔ شاہ عبید اللہ کے یہ خصوصیات

اور تمام خاندان کو عموماً اس سے زیادہ اور کیا ذریعہ فخر ہو سکتا ہے۔

الغرض شیخ محمد صاحبؒ ۔ جمادی الاولیٰ ۹۳۳ھ میں انتقال فرمایا جب آپ مدفون ہوچکے تو جناب شیخ عبد الرحیم صاحب قدس سرہ نے آپکی قبر پر بیٹھکر حاضرین مجلس کو جہری ذکر کا حکم فرمایا۔ اس صحبت کے بعد جناب شیخ عبد الرحیم صاحبؒ نے فرمایا کہ شیخ محمد کی روح نے مجھ پر ظاہر ہوکر کہا کہ میں اپنے جسم میں متمثل ہوکر تمہارے پاس آنا چاہتا تھا اور یہ قدرت خدا کی طرف سے مجھے عنایت ہو گئی ہے لیکن مصلحت اسی میں ہے کہ مجسم ہوکر تمہارے سامنے نہ آؤں۔

اسیطرح آپکے انتقال کے بعد کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بڑھیا جو شیخ کی دلی عقیدتمند اور با اخلاص خدمتگزار تھی آپکے انتقال کے بعد تپ لرزہ میں مبتلا ہوئی اور اسدرجہ ضعیف ناتوان ہوگئی کہ ایک رات پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کیلئے بیقرار تھی۔ نہ تو کوئی آدمی ہی پاس تھا کہ پانی پلاتا اور لحاف اُڑھاتا نہ اُسمیں اسقدر طاقت ہی تھی کہ خود اُٹھکر اپنے کام کا انجام دیتی۔ ایسے نازک اور بیکسی کیوقت بڑھیا زار قطار روتی جاتی اور شیخ کو یاد کرتی جاتی تھی کہ اتنے میں آپ متمثل ہوکر اُسکے پاس تشریف لائے پانی پلایا لحاف اُڑھایا اور اطمینان و تسلی کرکے تشریف لیگئے۔

معزز ناظرین! شیخ محمد صاحب جو دودمان ہٰذا کے معزز و بلند اقبال ہیرو ہیں اُنکے حالات زندگی کی بابت مجھے جو کچھ لکھنا تھا سب لکھ چکا۔ اب میں آپکے سلسلۂ نسب پر ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالتا اور آپکے اجداد عظام اور آبائے کرام میں سے چند مشہور و معروف حضرات کی نہایت مختصر لائف پیش کرکے ختم بات کرتا ہوں۔



واضح ہو کہ شیخ محمد صاحبؒ کے اجداد عظام نے اول اول مقام سہسوان میں جو یورپ میں ایک مشہور و معروف شہر ہے بسابست اختیار کی تھی۔ آپکے اکابر و اسلاف رونق افزائے محفل درس تھے یہانتک کہ شیخ احمد بن شیخ یوسف جنپر اس خاندان کے نامور اور دنیا کے مشہور مشائخ کا سلسلۂ نسب منتہی ہوتا ہے

سلطان سکندر تاجدار ہندوستان کے عالیشان دربار میں پہنچے اور چندہی روز میں اپنی منظر قابلیت سے شاہی دربار میں وہ اعزاز و اعتبار پیدا کرلیا کہ سلطنت کی طرف سے چند قریئے آپکو مدد معاش کیلئے نسلاً بعد نسل عنایت ہوگئے۔ اس تقریب کیوجہ سے اس خاندان کے اسلاف نے پھلت میں بسابست اختیار کی اور ایک دراز زمانہ تک انکی اولاد و احفاد نے یہاں توطن کیا۔ شیخ احمد کے حقیقی بھائی شیخ محمود کے دو فرزند تھے۔ شیخ فرید اور شیخ محمد جو اسی موضع پھلت میں سکونت رکھتے تھے۔ شیخ فرید اپنے آباء کرام کے طریقہ و طرز پر اکتسابی و وہبی فضائل کیساتھ موصوف تھے اور آپکے فضل و کمال کی شہرت قصبہ پھلت کی چار دیواری سے نکلکر دور دور تک پہنچ گئی تھی آپکے انتقال کے بعد آپکے تین فرزند جمیل یادگار باقی رہے۔ شیخ قیر ۔ شیخ ابو الفتح شیخ عبد الرحمن ان سب میں شیخ ابو الفتح خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔ آپ عنفوان شباب میں علوم کی تحصیل میں مشغول ہوئے جب تمام علمی تحقیقات سے فارغ ہوئے اور ہر قسم کے علوم میں کامل دستگاہ حاصل کرچکے تو آپکی عالی ہمتی نے صرف ان ہی علوم کی تحصیل پر قناعت نہیں کی بلکہ ہمت کے شاہین نے تحصیل سلوک کی طرف بال و پر کھولے اور آپ مشائخ کاملین کی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مدتوں تک اس زمانہ کے صوفیوں کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور مشائخ زمانہ کے فیض صحبت سے سعادت اندوز ہوئے چنانچہ چند مستند شہادتوں اور نقل صحیح سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ شیخ عبد العزیز کی خدمت میں پہنچے اور اُنسے استفاضہ حاصل کیا بعد ازاں شیخ نظام نارنولی کی صحبت میں آئے جو مشائخ چشتیہ میں ایک مشہور و نامور شیخ تھے اور جو خواجہ خانوی گوالیاری کے ممتاز خلیفہ تھے۔ شیخ ابو الفتح کو شیخ نظام کی صحبت نہایت موافق اور نہایت مفید پڑی۔ سالہا سال ریاضات و مجاہدات میں بسر کئے اور ہر قسم کے فیض سے بہرہ اندوز و کامیاب ہوئے۔ آخر کار جب ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور آپکے اقبال یاوری اور فضل و کمال کے ستارہ نے اوج کمال پر قدم رکھا تو پھر وطن مالوف کیطرف مراجعت فرمائی اور درس و تدریس وعظ و تلقین میں مصروف ہوئے۔ یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ گو شیخ نظام علوم مروجہ پر چنداں اطلاع نہ رکھتے تھے۔ لیکن تو بھی شیخ ابو الفتح جو تمام علوم و فنون پر کامل اقتدار رکھتے تھے آپکی صحبت سے فیضیاب تھے۔ شیخ نظام کے خاندان میں جو علوم نے شہرت پائی وہ شیخ ابو الفتح ہی کی علمی فیاضیوں کا سبب ہے کیونکہ جس زمانہ میں آپ شیخ نظام کی صحبت میں تھے تو اُنہوں نے اپنی اولاد کے علوم کی تکمیل اور تربیت کی خدمت جو تعلیم کا دوسرا عنصر ہے آپ ہی کے سپرد کر دی تھی جسے شیخ ابو الفتح نے بڑی قابلیت اور دلسوزی

سلوک شیخ فرید

شیخ ابو الفتح اور انکی تعلیم

کیساتھ ادا کیا اور جبکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں شیخ نظام کی اولاد نہایت قابل و دانشمند اور دنیا میں مشہور و نامور ہوگئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک صاحبدل نے شیخ ابوالفتح کو شیخ نظام کیخدمت میں نگیکر نہایت استعجاب کے لہجہ میں فرمایا کہ "آفتاب ستارونکی پناہ مین آیا ہے"۔

سنا جاتا ہے کہ شیخ ہیبت اللہ انصاری نے جو شیخ عبدالعزیز دہلوی کے معتقد و خلیفہ تھے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز شیخ ابوالفتح پڑھائیں جسوقت انکا انتقال ہوا شیخ ابوالفتح نارنول مین تھے۔ لوگ انتظار کرتے جاتے تھے اور شیخ کے انتظار مین کھڑے ہوتے جاتے تھے۔ دفعۃً سامنے سے شیخ نمودار ہوئے اور شیخ ہیبت اللہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ گویا آپکے دلمین خودبخود یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ وطن پہنچنا چاہیے۔ یہان پہنچکر معلوم ہوا کہ شیخ ہیبت اللہ انتقال کر گئے اور لوگ انکی وصیت کے مطابق تیرا انتظار کررہے ہین۔

شیخ ابوالفتح | شیخ ابوالفتح نے خواجہ طیفور کی محترم و باعصمت لڑکی سے نکاح کیا۔ جب مجلس عقد گرم ہوئی تو زمزمۂ غنا چھیڑ دیا گیا۔ شیخ ابوالفتح کی حالت ساعت بساعت متغیر ہونے لگی اور شدہ شدہ وجد و رقص کی نوبت پہنچی۔ خواجہ طیفور کے مشرب مین سماع منع تھا اور وہ وجد و رقص کے سخت مخالف تھے لوگونے جب کیفیت خواجہ کے گوشگذار کی تو آپ مجلس مین تشریف لائے اور شیخ کی یہ حالت دیکھکر فرمایا چونکہ اس عزیز پر وجد حقیقی طاری ہوا ہے اسلیئے اسکا انکار کرنا نہین چاہیئے۔

شیخ ابوالفتح کا انتقال | شیخ ابوالفتح کے انتقال کا وقت جب قریب آگیا تو آپنے اپنے بھتیجے شیخ ابوالحسن کو بلاکر فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت میرے سامنے پڑھو۔ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور شیخ ابوالحسن نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کی چند آیتین پڑھین تلاوت سے فارغ ہونیکے بعد شیخ نے فاتحہ کیلئے ہاتھ اٹھائے اور آیۂ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ پڑھکر منہ پر ہاتھ پھیرے کہ آپکا طائر روح قفس جسم سے پرواز کرگیا۔ اوراد و مشائخ مین شیخ ابوالفتح کا ایک رسالہ دنیا مین آپکی محسوس یادگار باقی ہے جو بلحاظ مضامین نہایت لطیف و اعلیٰ درجہ کا رسالہ ہے۔

شیخ ابوالفضل | شیخ ابوالفتح کے انتقال کے بعد آپکے بڑے فرزند شیخ ابوالفضل سریر آرائے خلافت ہوئے اور افادۂ ظاہری و باطنی کی مسند پر جلوس فرمایا۔ آپنے طولانی عمر پائی اور سب کی سب حیات اپنی ترک دنیا و اہل دنیا و درس علوم دینیہ و کتب سلوک

[illegible]

کی عمل جیسے احیا العلوم وغیرہ تصنیف کی۔ آپ دربارِ طریقت و شریعت مین نہایت اعتدال کیساتھ ادا اور افراط و تفریط سے دور رہے۔

شیخ ابوالکرم | جب شیخ ابوالفضل کا جام حیات لبریز ہوکر چھلک پڑا تو آپکے بڑے صاحبزادے شیخ ابوالکرم جو سابق مین شاہی نوکری مین مصروف تھے سجادہ نشینی کے درپے ہوئے اور اس کام کو اپنے ذمہ لینا چاہا۔ شیخ ابوالکرم اگرچہ نہایت نیک الطبع خوش تقریر و فصیح اور قابل تھے اور اپکے ساتھ علوم فقہ و حدیث وغیرہ مین بھی آپکو کامل مہارت حاصل تھی لیکن عیش طلب اور راحت پسند تھے اور چونکہ ابتدائی زمانہ سے اسوقت تک شاہی ملازمت مین زندگی بسر کی تھی اسلیئے ریاضات و مجاہدات کی زیادہ محنت و مشقت بھی نہین اٹھائی تھی جناب شیخ ابوالفضل کو بھی ان باتون کا یقین تھا اسیوجہ سے آپ نے اپنی رحلت سے قبل کبھی اس بات کا تذکرہ نہین فرمایا کہ میرے بعد سجادہ نشینی کا حق شیخ ابو مکرم کو حاصل ہے لیکن تاہم شیخ ابوالکرم کی ذاتی خوبیون اور شیرین گفتاری و بلند ہمتی نے قبیلہ کے تمام لوگون کو اپنا گرویدہ کرلیا تھا اسلیئے وہ شیخ ابوالکرم کی حمایت مین اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کا استحقاق ثابت کرکے سجادہ نشینی کی مسند پر بٹھا دیا۔ شیخ ابوالفضل کے معتقدان اور مریدون نے ان لوگون کے دباؤ سے شیخ ابوالکرم کی سجادہ نشینی نہایت تحمل کیساتھ تسلیم کی لیکن بایزید شیخ مبارک نے جو شیخ ابوالفضل کے جان نثار خادم تھے اس سجادہ نشینی کو تسلیم نہین کیا اور گھبرا کر دیکھنے لگے کہ شیخ کی روح کیطرف متوجہ ہوئے تاکہ حقیقت حال پر مطلع ہون۔ شیخ ابوالفضل انکے خواب مین تشریف لائے اور صاف لفظون مین فرمایا میری سجادہ نشینی کا استحقاق اس شخص کو حاصل ہے جو کل فلان درخت کے نیچے کھانا تقسیم کریگا۔ جب شیخ مبارک بیدار ہوئے تو تمام لوگون پر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ عجیب اتفاقی بات ہے کہ جب صبح کو کھانا تقسیم ہونے لگا تو شدہ شدہ

شیخ محمد عاقل | کھانے کی تقسیم شیخ ابوالفضل کے نواسے کے ہاتھ سے اس درخت کے نیچے شیخ محمد عاقل کے ہاتھ مین بھی لوگونے یہ صورت دیکھکر شیخ محمد عاقل کو شیخ مرحوم کا سجادہ نشین تسلیم کیا اور رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہوگئے کہ جنکی وجہ سے شیخ ابوالکرم کی جمعیت متفرق ہوگئی اور وہ اس افلاس و تنگدستی مین جو لازمۂ درویشی ہے تحمل نکرسکے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہونے سجادہ نشینی سے دست برداری کی اور شیخ محمد عاقل مستقل سجادہ نشین قرار دیئے گئے۔

اگرچہ آپکے کئی صاحبزادے تھے لیکن عمر مین سب سے بڑے اور قدر و منزلت مین سب سے افضل شیخ محمد تھے جنکا ذکر قدرے تفصیل کیساتھ مین اوپر کر آیا ہون۔

[illegible]

تمہید

تیسرا حصہ

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب

حضرات ناظرین! اب میں عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی لائف شروع کرتا ہوں۔ آمین راقم یقین کر میں اس عنوان پر جسکے تفصیلی حالات سے آپکو زمانہ دراز سے ایک خاص دلچسپی اور دلچسپی کیساتھ کمال اشتیاق تھا نیز جب مجھ سے اول اور سب زیادہ مفصل لکھنا چاہئے تھا بہت میں پہنچا۔ لیکن میرے رسالہ کے بیان میں بھی چند در چند ایسی ضروری اور معقول مزاحمتیں واقع ہوئیں جنکی وجہ سے میں آپکے اشتیاق کے جلد پورا کرنے میں معذور رہا۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔ اب جبکہ میں پہلے اور دوسرے حصہ میں شیخ صاحب کے مقدس اور جلیل القدر خاندان کے مفصل حالات ختم کر چکا تو آپکے حالات زندگی کا قلم اٹھاتا اور جسقدر مفصل حالات مجھ دستیاب ہوئے بترتیب قلمبند کرتا ہوں تاکہ آپ کا نام نامی دنیا میں زندہ جاوید اور آپکے خاص فضائل و کمالات سے قوم میں ایک غیر معمولی تحریک اور تحریک کیساتھ مبارک جوش پیدا ہو۔ وباللہ التوفیق۔ وبیدہ ازمۃ التحقیق۔ قبل اسکے کہ میں معزز شیخ کے ان فضل اور آپکے روحانی و ضمیری جوہروں علمی کارناموں کو ترتیب وار قلمبند کروں جو ضرب المثل کے طور پر آجتک تاریخوں میں محسوس ہوا کرتے ہیں مناسب ہے کہ آپکے حالات زندگی اور فضائل و کمالات کا اجمالی طور پر سرسری خاکہ کھینچوں تاکہ ناظرین کو آپکے قابل تقلید واقعات دیکھنے کی زیادہ رغبت ہو اور شائقین زیادہ شوق سے پڑھیں۔

واضح ہو کہ الاخر وکم شیخ عبدالرحیم صاحب دہلی میں ایک ایسے نامور اور مشہور بزرگ گزرے ہیں جنکا نام نامی بچہ بچہ کو یاد ہو اور جنسے نہ صرف دہلی ہی کے باشندے روشناس ہیں بلکہ تمام ہندوستان اور ہندوستان کے [illegible] تک آپکے نام کا امتیازی بہرہ [illegible] ہے یعنی وہ بزرگوار ہیں جنکے وہبی و اکتسابی علوم کا سمندر بڑے زور شور سے چار دانگ عالم میں [illegible] رہا ہو اور حدیث و تفسیر کا چمکدار اور نکھرا ہوا چشمہ گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں انتہائی پیاس اور [illegible] کے ساتھ بہ رہا ہو جسمیں سے بیشمار خوشگوار و شیریں نہریں کٹ کٹ کر دور دور جا پہنچی ہیں اور جنہوں نے اپنی شادابی سے ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا ہو۔ ہجرت کی دسویں صدی میں اس فاضل اجل نے اپنے علم و فضل کے عالمگیر جھنڈے تمام عالم میں گاڑ دیے تھے اور طائر خیال بلند پرواز کے مراتب علم اور شان کمال کی رفعت و بلندی کو پا نہیں سکتا تھا۔ ہندوستان میں آپ وہ پہلے ہی نامور ہیں جنہوں نے طالبان علم دین کیلئے صلائے عام دی اور اپنے بے نظیر فیضان اور عدیم المثال صحبت سے اہل دنیا کو نہال کر دیا۔ حدیث و فقہ کے مختلف علمی معلومات اور سلوک

ارشاد کی باریکیوں اور نازک و دقیق مسائل کو دنیا کے سامنے پیش کیا جسکے فیض سے آجتک ہندوستان کے علمی کارناموں کے چراغ روشن ہیں۔

حقیقت میں ہندوستان کے علما پر شیخ کا اسقدر احسان ہے جسکے بار سے تمام نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن تعجب اور تعجب کے ساتھ افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ بہت کم ایسے معزز علما ہیں جو آپکے تاریخی حالات سے واقف ہیں گو ہمیں یہ بات ضرور تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ نامور و مشہور حضرات کے واقعات کچھ نہ کچھ مشہور ہو جاتے اور خود بخود انکی شہرت خاص خاص لوگوں میں پھیل جاتی ہے تاہم یہ ضروری بات ہے کہ ایک دنیا کے نامور اور مشہور شخص کے جہاں تک جزوی اور دلچسپ واقعات پر عبور ہوتا ہے وہ اسیقدر زیادہ مفید و کارآمد ثابت ہوتے ہیں جسے انکے خاص فضائل اور کمالات کی وجہ سے قوم میں ایک عجیب و غریب تحریک پیدا ہوتی ہے اور جسکے پڑھنے سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل کمال کی ترقی کے سامان کیونکر پیدا ہو جاتے ہیں اور انسانی کمال جو انکا اصلی شریف عنصر ہے وہ کن طریقوں سے حاصل ہو سکتا ہے پہلے میں لکھ آیا ہوں کہ جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے تین فرزند رشید تھے۔ شیخ عبدالحکیم جو سب میں چھوٹے صاحبزادے تھے ان انکے حالات زندگی چونکہ بالکل تاریکی میں ہیں اسلئے افسوس ہے کہ ہمارا تذکرہ ان سے خالی رہا جاتا ہے۔ شیخ عبدالرحیم صاحب جناب شیخ وجیہ الدین کے نامور فرزند اگرچہ عمر میں شیخ ابوالرضا محمد سے چھوٹے تھے لیکن علم حدیث و فقہ کی اشاعت دینے میں شیخ ابوالرضا محمد سے افضل تھے گو علمی فیاضیوں کی شہرت میں ہر ایک دوسرے سے بڑھکر تھا باستثنائے شیخ عبدالحکیم کے باقی دونوں حضرات کے حالات اس حصہ میں لکھے جائینگے اسلئے اس حصہ کے بھی دو باب مقرر کئے گئے ہیں پہلے باب میں شیخ عبدالرحیم کے حالات زندگی ہونگے اور دوسرے میں شیخ ابوالرضا محمد کے۔

الغرض جناب شیخ عبدالرحیم صاحب عجیب و غریب قابلیت کے شخص تھے آپکے روحانی و ضمیری جوہر اپنے میں گہری ممتازیت کی تہہ رکھتے تھے اور تمام علوم و فنون میں قابل انتخاب تھے آپ جسطرح علم حدیث و تفسیر میں عدیم المثال اور بے نظیر تسلیم کئے جاتے تھے اسیطرح فقہ و ادب وغیرہ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ باوجود ان شرعی علوم و فنون کے دنیوی علوم کا کافی حصہ رکھتے تھے جیساکہ آگے چلکر مفصل طور پر آپکو معلوم ہوگا۔ ہندوستان میں جس معزز اور بزرگوار نے سب سے پیشتر حدیث کے درس تدریس کی بنیاد ڈالی اور جس مشہور محدث نے اس خوب علم کے شائع کرنے اور پھیلانے میں کوشش بلیغ کی وہ شیخ عبدالرحیم صاحب تھے۔ ربانی نکات اور آسمانی اسرار جو قرآن و حدیث کے الفاظ میں خمیر کر دیئے گئے ہیں آپ ہی نے انہیں ہندوستانیوں پر واضح کیا اور جن لوگوں کے دلوں پر صدیوں سے جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی آپ ہی نے اپنے پر اثر وعظ اور غیر معمولی تلقین سے منور کر دیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کو قدرتاً علم سے زیادہ دلچسپی تھی گویا فطرت نے اس مقدس نفس اور پاک طینت کی ذات میں علمی مذاق کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر اوقات علوم دینیہ کے مطالعہ اور قرآن شریف کی اشاعت میں مصروف رہتے اور علم سلوک کے رواج دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ آپکی عظمت زندگی اتقاء و پرہیزگاری ترک دنیا و اہل دنیا نفس کشی عام اخلاق خدا ترسی کی بے نظیر شہادت دہلی کی چار دیواری سے نکلکر دور دور تک پھیل گئی تھی۔ اور علم و ہنر، فہم و فراست، عزم و ثبات نے آپکی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی فیاضیوں کے مذاق عام نے دلوں میں وہ ذوق شوق پیدا کر دیا تھا کہ دور دور کے اہل کمال آپکے درسگاہ میں کھنچ آتے اور پرانی دہلی جمیع علوم و فنون کا مرکز بن گئی تھی۔

قدرت کے نازک اور پیارے ہاتھوں نے جس علم و فیض کی قیمتی قبا آپکے موزون قد و قامت پر سجائی تھی وہ دور سے ترقہ پر بشکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی گویا خیاط ازل نے علم اور اسکے ساتھ عمل خلوص کی ہم شکل وزن اول ہی آپکے لیے قطع کی تھی جس سے اسوقت آپنے اپنے جسم کو سجایا۔ آپکی معجز نما کرامات اور روحانی تصرفات توجہات کا چرچا ایک عالم میں پھیلا ہوا تھا اور آپکی فطری لیاقتوں اور ذاتی جوہروں کے ڈنکے تمام دنیا میں بجگئے تھے۔ آپکے مزاج میں استغنائی کمال درجہ تھی جسکی نظیر سے علماء کاملین کے حلقے خالی نظر آتے ہیں گو آپکی طبیعت میں بیحد درجہ کی بے تکلفی تھی لیکن امراء و روساء کے مکانوں پر کبھی نہیں جاتے تھے۔ اور اپنے دروازے کو کلیتہً بند کر رکھا تھا ہاں اگر یہ لوگ آپکی زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو نہایت متواضعانہ اخلاق اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے اور عزیزین قوم کا خصوصیت کیساتھ اعزاز و اکرام فرماتے اگر وہ لوگ نصیحت کیطرف راغب ہوتے تو نہایت نرمی و تلطف سے حق نصیحت ادا کرتے اور امر معروف و نہی منکر کے منصب کو بڑی جرأت و آزادی کیساتھ ادا کرتے۔

۵ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کا ایک مخلص جو بادشاہ اورنگ زیب کے سلسلہ خواص میں داخل تھا ایک [illegible] کا ذکر ہے کہ عالمگیر کو بنکھا کر رہا تھا کہ دفعتاً اسپر محویت غالب ہوئی اور بنکھا ہاتھ سے چھوٹ کر اس زور سے عالمگیر پر گرا [illegible] چونکہ پرانا بیمار تھا [illegible] دریافت کیا کہ اس بیجا حرکت کے کیا وجہ [illegible] کچھ حال اور [illegible] اپنے انتساب کا ذکر کیا جسے عالمگیر نے بغور کانوں سے سنا اور غائبانہ مشتاق ملاقات ہوکر [illegible] شیخ کو [illegible] یاد [illegible] نہایت [illegible] عرض کیا کہ بادشاہوں کی محفلوں اور امرا کے گھروں میں جانا شیخ کا دستور نہیں ہے چونکہ عالمگیر مذہب کے سخت پابند تھا اور مذہبی تقدس کے علاوہ اہل مسند کا [illegible] ان کے عشق و محبت کا بندہ تھا۔ خواص کی یہ آزادانہ گفتگو سنکر [illegible] اشتیاق کی آگ بھڑک اٹھی اور اپنے دربار کے ایک معتمد علیہ کو جو شیخ سے غایت درجہ کا اتحاد رکھتا تھا آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے اشتیاق اور بیحد ملاقات کی کیفیت کہلا بھیجی اس شخص نے عالمگیر کا پیام دیکر اگرچہ بہت کچھ مبالغہ کیا مگر کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا شیخ نے قطعی طور پر انکار کر دیا کہ میں عالمگیر سے ملاقات کرنیکے لیے اسکے دربار میں نہیں جا سکتا۔ عالمگیر کا فرستادہ [illegible]

آپ کو جس طرح جہل و جاہلوں سے طبعی نفرت تھی اسیطرح بموافقہ علم و علما کی تعظیم و تکریم کرتے تھے مذہبی عقاید و خیالات میں مستحکم اور زندقہ و الحاد کے قطعی دشمن تھے۔ بہرحال میں احادیث نبویہ کا تتبع کرتے اور کوئی جزئی و فروعی بات حدیث کے خلاف نہ کرتے۔ یہ آپ کی استقامت کا ادنی نمونہ ہے کہ عمر بھر میں جماعت سے ایک نماز بھی عذر کے فوت نہیں ہوئی۔ بچپن کے زمانہ سے لیکر آخر عمر تک ممنوع باتوں کی طرف کبھی میل نہیں کیا۔ طریقہ محمدیہ کی پیروی آپ کی جبلی عادت تھی۔ باوجود اس فضل و کمال کے مزاج میں غایت درجہ کا انکسار و عجز تھا۔ طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے عاری تھی امور ضروریہ کو خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور بیع و شرا میں خود تصرف کرتے۔ آپکا لباس، نہ تو زاہدان خشک و فقہائے ظاہری کی سی ہیئت پر ہوتا تھا نہ فقرا آزادی کے طریقہ پر۔ بلکہ مشائخ و صوفیہ کے مطابق ہوتا تھا جسطرح خود بغیر اشد ضرورت کے قرض لینا مکروہ جانتے تھے اسیطرح اُن لوگوں سے بھی ناخوش ہوتے اور ملامت کرتے تھے جو کھانے اور تنعم تلذذ وغیرہ کیلئے قرض لیتے تھے۔ طبی معلومات میں آپکا ذہن نہایت رسا و سلیم تھا۔ اور علمی و عملی تجربات خاص طور پر مشہور تھے۔ آپکا وظیفہ نوافل تہجد تھا۔ جن میں تعداد رکعت کی قید کچھ نہ ہوتی تھی۔ بلکہ جبتک طبیعت میں نشاط و رغبت ہوتی تھی نوافل میں مصروف رہتے تھے۔ اشراق و چاشت کی نماز بلا ناغہ ادا کرتے اور بعد مغرب دو رکعتیں نماز اپنے والدین اور برادر کو ثواب پہنچانے کیغرض ادا کیا کرتے۔ عذر کے سوا ہمیشہ تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور نہایت خوش الحانی اور قواعد تجوید کی رعایت سے پڑھتے۔ علیٰ ہذا روزانہ کے علاوہ قرآن مجید کے دو تین رکوع تدبر معانی کیساتھ پڑھنا آپکا دستور تھا۔ ہزار بار درود اور ہزار دفعہ نفی اثبات نماز فجر سے پیشتر بعض بعض [illegible] اور بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ہمیشہ ورد کیا کرتے۔ جب جناب شیخ ابوالرضا محمد آپ کے برادر کلاں کا انتقال ہوگیا تو آپنے بعض یاروں کی استدعا و اصرار سے وعظ کہنا شروع کیا۔ کہ شرح مشکوۃ شریف کی حدیثیں

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۱ ۔ مایوس ہوگیا تو روانگی سے پہلے ایک کاغذ لکھکر دیدیجئے تاکہ بادشاہ میری تقصیر پر محمول نہ کرے [illegible] ایک نہایت حقیر اور چھوٹا کاغذ جس میں [illegible] اتنا کہ ذیل کی عبارت لکھی [illegible] اجماع ہوچکا ہے کہ بیشک الفقیر علی باب الامیر [illegible] اور حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں فرماتا ہے (متاع الحیوٰۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل) [illegible] عالمگیر نے جب اس رقعہ کو دیکھا [illegible]

نہایت تشریح و توضیح کیساتھ بیان فرماتے اور کچھ تنبیہ الغافلین اور کچھ غنیۃ الطالبین کا حصہ بیان کرتے آخر میں قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنی شروع کی لیکن ہنوز تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ ضعف مرض غالب آیا اور اسی مرض میں انتقال فرما گئے۔

باب اوّل

جناب شیخ عبدالرحیم صاحبؒ کے مفصل حالات

(شیخ کی ولادت وطفولیت تعلیم وتربیت)

شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ولادت کی صحیح تاریخ اور سال و دن بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے کیونکہ کسی تذکرہ اور تاریخ کی کتاب سے اسکا پتہ نہیں چلتا لیکن آپکا سال ولادت سنہ وفات سے جہانتک مطابقت کیا جاتا ہے تو اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۰۵۴ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ غالباً صحیح ہے کیونکہ مستند تواریخ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپنے ستتر برس کی عمر پاکر ۱۱۳۱ھ میں انتقال فرمایا اور جب ۱۱۳۱ھ میں سے ستتر نفی کئے جائینگے تو ۱۰۵۴ھ باقی رہ جاتے ہیں اسلئے آپکا سنہ ولادت شیخ ۱۰۵۴ ہجری سمجھنا چاہئے جو حسابی قاعدہ سے نہایت صحیح اور درست ہے۔ شیخ کے پیدا ہونے سے پیشتر ہی بعض اُن پاک نفوس اور صاف باطن حضرات نے جنہیں فطرت سے مناسبت کا کافی حصہ ملا تھا اور جنکے دلوں میں ربانی جلال بڑے زور و شور سے چمک چکا تھا غیر مخصوص ذرائع ذریعے سے تعلیم پائی تھی صاف لفظوں میں جناب شیخ وجیہ الدین آپکے والد بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ انشاء اللہ تمہارے ایک ایسا پاک نفس اور نیک فطرت لڑکا پیدا ہوگا جسکی فرزندی کے تعلق سے نہ صرف تم بلکہ تمہارا سارا خاندان دنیا میں روشناس ہو جائیگا اور ہندوستان سے لیکر عربستان تک اسکے نام کا امتیازی جھنڈا گڑ جائیگا حتیٰ کہ شیخ شیخ رفیع الدین محمد صاحب نے جنکے علمی و عملی کارنامے دنیا میں خاص طور پر مشہور ہو چکے تھے اور جن کا فضل و کمال اسلئے ورع کی وقعت کیساتھ ذکر کیا جاتا تھا صریح لفظوں میں شیخ عبدالرحیم صاحب کی بابت پیشین گوئی کی تھی جسے میں اس مقام پر مختصراً ذکر کرتا ہوں۔

جب شیخ رفیع الدین محمد (جو آخر میں شیخ عبدالرحیم صاحب کے حقیقی نانا ہوئے اور جنکی الفت میں دوسرے حصہ کے باب اول میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر رہا ہوں) کا جام حیات لبریز ہونے کے قریب ہوا تو ایک دن آپنے اپنا تمام اثاث بیت جمع کیا اور تمام وارثوں کو شرعی حصہ تقسیم کر دیا اپنی اولاد میں سے ہر ایک شخص کو اُسکے حسب حال عنایت فرمایا جب آپکی سب سے چھوٹی صاحبزادی کی نوبت پہنچی جو آئندہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی والدہ

ہوئیں) تو آپنے اُنہیں فوائد طریقت کے چند جزو اور پیروں کا شجرہ عطا کیا شیخ کی بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کی ہنوز شادی نہیں ہوئی ہے اسکے مناسب حال یہ کاغذ کے چند اوراق نہیں ہیں بلکہ شادی کے سامان مہیا کرنے ضروری ہیں شیخ محمد صاحب نے جواب دیا کہ یہ کاغذ کے چند اجزا ہمارے گذشتہ اسلاف کی ایک یادگار اور میراث ہیں جنہیں ہم دنیا کے تمام حشمت و شوکت سے افضل و قیمتی سمجھتے ہیں اس لڑکی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو بڑا ہوکر اہل اللہ کی جماعت کا سرتاج قرار دیا جائیگا اور عالم کا مقتدا و پیشوا تسلیم ہوگا چونکہ وہ ہماری اس معنوی میراث کا مستحق ہوگا لہٰذا یہ تمام اوراق اُسکے حوالہ کر دئیے اور شادی کے سامان اُن کا ہمیں ذرا فکر نہ کرنا چاہئے خدا تعالیٰ مسبب الاسباب ہے خود مہیا کر دیگا چنانچہ جب شیخ عبدالرحیم صاحب پیدا ہوئے اور ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن رشد کو پہنچے تو آپ کی نانی صاحبہ نے وہ اوراق آپ کے سپرد کر دئیے جو آپ کے بہت کام آئے جس مبارک زمانہ میں شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت ہوئی اُس وقت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ سریر آرائے سلطنت تھا اور آپ کے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب سلطنت کی طرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے قطع نظر اسکے آپ خود بھی دولت و ثروت رکھتے تھے غرضکہ شیخ عبدالرحیم کی اقبال یاوری سے وہ تمام سامان مہیا ہو گئے تھے جو ایک خوش قسمت بچہ کی پرورش کیلئے درکار ہوتے ہیں لہٰذا نہایت ناز و نعمت کے ساتھ آپ کی پرورش ہوتی تھی آپکا بچپن کا زمانہ حقیقت میں آپ کی آئندہ حالات کا ایک ایسا دیباچہ تھا جسے سرسری طور پر دیکھکر مبصرین صاف کہتے تھے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں یہی نونہال بچہ اپنے مذہبی تقدس اور روحانی تصرفات کی وجہ سے تمام عالم کا ایک معزز و معتقد پیشوا تسلیم کیا جائیگا تمام ملک و قوم اسے نہایت اعزاز کے ساتھ اپنی آنکھوں پر جگہ دیگی اور اسکے سامنے سلاطین کی گردنیں جھک جائینگی چنانچہ اس قسم کی پیشین گوئیوں کے واقعات بہت سے ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو خود شیخ عبدالرحیم صاحب کے قلم مبارک کے لکھے ہوئے ہیں اور چونکہ وہ زیادہ دلچسپ ہیں اسلئے صرف اُن ہی کے قلمبند کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ماموں شیخ عبدالحی ایک نہایت صالح اور خدا ترس آدمی تھے اتقاء پرہیزگاری کے سوا دنیا اور اہل دنیا سے طبعی نفرت رکھتے اور بالکل اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلتے تھے گو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں بے انتہا کوشش کرتے تھے لیکن خدا کی شان کہ اُن کی طبیعتیں متاثر نہ ہوتی تھیں اور لکھنے پڑھنے کی طرف ذرا متوجہ نہ تھیں جس کی وجہ سے بزرگ شیخ اپنی فلاح اور معزز

خاندان کے نام کو برقرار رکھنے سے بالکل مایوس و ناامید ہو گئے تھے۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ماں باپ دولتمند ہوں یا مفلس اُنکی بڑی آرزوئیں اپنے ہونہار بچوں کی کوششوں سے وابستہ ہوتی ہیں لیکن جب وہ اپنی اولاد کے اطوار اس قسم کے دیکھتے ہیں جن سے کسی طرح کی اُمید نہیں بندھتی تو اُن کی مایوسی و شکستہ دلی سخت خطرناک ہوتی ہے ایسی حرمانی اور مایوسی کے وقت اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ قبل از وقت جان دینے کو مصلحت و عزت سمجھتے ہیں اور بعض مرتے نہیں تو مرنے سے بدتر ہو جاتے ہیں کیونکہ اُن کی زندگی نہایت دردناک طریقہ سے آخر ہوتی ہے۔ بجنسہ یہی حالت شیخ عبد الحی صاحب کی تھی آپ کو رہ رہ کر یہی خیال پیدا ہوتا تھا کہ افسوس جو علمی فضیلت ہمارے بزرگوں نے حاصل کی ہے میری اولاد کی بد لیاقتی اُسے دنیا سے مٹا ڈالے گی یہی ایک خیال تھا جو شیخ کو ہمیشہ مغموم و رنجیدہ رکھتا تھا۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ میں بچپنے کی حالت میں سر سے عمامہ اتار کر زانو پر رکھے ہوئے وضو کر رہا تھا اور جس قدر وضو میں سنن و آداب ہیں سب کی برابر رعایت کرتا جاتا تھا آپ نے مجھے اس حالت میں دیکھا اسقدر خوش ہوئے کا جوش مسرت ظاہر کیا اور نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی اولاد کی ناقابلیت دیکھ دیکھکر ہمیشہ ڈرتا تھا کہ ہمارے بہادروں کا سر ہماری اولاد سے منقطع ہو جائے گا لیکن اب مجھ کو قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اس سر کا حامل ہمارے خاندان میں موجود ہے گو اپنی نسل میں نہ سہی بہن کی نسل میں موجود ہے۔

(۲) شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں ہنوز میں خورد سال بچہ تھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں کے ایک عزیز خواجہ ہاشم نام بخارا سے آئے اور ہمارے محلہ میں سکونت اختیار کی جب مجھے دیکھتے محبت سے پیش آتے اور بہت ہی توجہ و التفات فرماتے ایکدفعہ فرمایا مجھے ایک ورد و یاد ہے جسکا عامل ہمیشہ متمول و دولتمند رہتا ہے چونکہ میرا دل اسوقت دنیا کے تمام تعلقات سے منقطع تھا اسلئے اُن کے جواب میں عرض کیا کہ جب خدا تعالیٰ مجھے بلا واسطہ قوت لایموت پہنچاتا ہے اور میری مایحتاج کا وہ خود متکفل ہو چکا ہے تو اب میں دوسرے سے کوئی حاجت نہیں رکھتا خواجہ ہاشم میری اس برجستہ اور معقول جواب کو سنکر خاموش ہو گئے لیکن چند روز کے بعد فرمایا کہ میں ایک ایسی مؤثر دعا سینہ بسینہ پہنچی ہے کہ اگر مجذوم پر پڑھکر پھونکی جائے تو اُس کا جذام فوراً جاتا رہے میں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ میں اس خبیث اور موذی مرض سے محفوظ ہوں ہاں اگر کوئی مبتلائے جذام میری نظر پڑے گا اُسے خدمت مبارک میں لا حاضر کروں گا آخر کار چند روز کے بعد خواجہ ہاشم نے صاف لفظوں میں کہا

کہ برخوردار میں اس درود و دعا کے ذکر کرنے سے جو تمہارا انکار کرنا مقصود تھا کیونکہ تم استعداد عالی رکھتے ہو اب امتحان سے معلوم ہوا کہ تم میرے خیال سے بھی بڑھکر عالی ہمت۔ حوصلہ مند بلند خیال۔ دقیق النظر ہو میرا دلی مقصد یہ تھا کہ تم اشغال صوفیہ میں سے کوئی شغل اختیار کرو میں نے خواجہ کی یہ دلسوزی دیکھکر کہا تو آپ ہی کوئی شغل بتائیے چنانچہ خواجہ نے مجھ اسم ذات کی تلقین کی اور فرمایا کہ ایک کاغذ کے تختہ پر ہمیشہ اسم ذات کو لکھتے رہو یہانتک کہ تمہارے خیال میں بڑی مضبوطی اور استحکام کیساتھ بیٹھ جائے میں نے اس شغل کو اختیار کیا اور چند ہی روز میں اسکی کیفیت مجھ پر غالب ہو گئی اس زمانہ میں میں شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اور حاشیہ خلاصہ الحکیم کے لکھنے کا ارادہ تھا جب میں نے لکھنا شروع کیا تو ایک جزو کے قریب اسم ذات لکھ گیا اور مجھ بالکل شعور نہوا کہ کیا لکھ رہا ہوں۔

الغرض جناب شیخ عبد الرحیم کی طفولیت کا زمانہ نہایت ہی مبارک اور مقدس زمانہ تھا جس میں آپکی نہایت ہی ناز و نعمت اور عمدہ طور سے پرورش ہوئی۔ شیخ کے زمانہ طفولیت کے حالات اگرچہ ہمیں کسی ایسے سلسلہ سے نہیں دستیاب ہوتے ہیں جن پر ہم بلا تامل بھروسہ کر لیں لیکن تاہم جو ہمیں تحقیق ہوا ہے بیان قلمبند کرتے ہیں آپکا بچپن فطرت کی ان عجیب غریب خوبیوں کو لئے ہوئے تھا جنکی نظیر دوسرے بچوں میں مشکل سے پائے جانے کی اُمید ہو سکتی ہے آپ کائنات حسن کے لب لباب تو نہ ہو کے حسین نقشے تو بھی آپکے چہرہ میں ایک ایسی قسم کی نمکینی و ملاحت تھی جس سے شان کبریائی کے عجیب عجیب غریب نمونے ظاہر ہوتے تھے۔ آپکی صاف اور نکھری پیشانی اپنے میں ایک خاص عالمانہ تزک احتشام کی تابانی رکھتی تھی اور اس میں ایک عجیب نوعیت کی بزرگانہ متانت کا چمکارا امنڈا رہتا۔ آپکی دلفریب خطلاہٹ آنکھوں میں اس غضب کی کشش تھی جنہوں نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔

بزرگ شیخ کی بچپنے کی سکوت خیر مصورت آپکی مزاج کے تحمل و بردباری کی صاف شہادت دیتی تھی اور قیافہ شناس نظریں خوب جانتی تھیں کہ آپکی یہ خاموشی۔ ربانی نکات اور ضمیری جوہروں کی کوئی گرہ تہ اپنے میں رکھتی ہے وہ نازبرداری اور خوشامدیں جو عموماً بچے اپنے نازبردار اور مہربان والدین سے کرتے ہیں آپنے کبھی نہیں کیں ادب کا یہ حال تھا کہ آپنے کبھی اپنے والدین کے سامنے اونچی نگاہیں کر کے بات نہیں کی اور ہر بات برجا و درست کہنے اور گردن نیچی کر کے نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی عادت تھی غرضکہ محترم و معزز شیخ کی طفولیت کا زمانہ ایسا عجیب غریب اور

حیرتناک زمانہ تھا جسکی نظیر سے اس عہد کے تمام بچے خالی تھے۔

شیخ کی تعلیم و تربیت

اگرچہ اس امر میں ہماری واقفیت محدود ہے کہ شیخ کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی لیکن مختلف واقعات اور اس جلیل الشان عظیم القدر خاندان کے دستور پر نظر ڈالنے سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس مرید حضرے چوتھے سال میں قدم رکھا تھا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے قرآن مجید پڑھانا شروع کیا اور بہ تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا تھا کہ اس کم سن بچے نے اس نوعمری میں تعلیم قرآن کیطرف اسقدر توجہ مبذول کی کہ بہت تھوڑے عرصہ میں ختم کر لیا ازاں بعد صرف و نحو اور ادب کی کتابیں جو دینی علوم کے عنصر ہیں پڑھنی شروع کیں اور ابھی آپ آٹھ سال کے تھے کہ یہ علوم کچھ ایسے پانی ہو گئے کہ بڑے بڑے تجربہ کار ٹکا نہ کھاتے تھے اسی زمانہ میں علم ادب میں آپکو وہ کمال حاصل ہو گیا تھا کہ فصاحت و بلاغت اور لغت کے متعلق شعرا اور نثاروں کو غلطیاں بتا دیتے تھے کہ بیان یوں ہونا چاہیے تھا لیکن خود شعر نہ کہتے تھے اور شاعری کو بلحاظ ایک مقتدر علامہ ہونے کے مایہ فخر نہ سمجھتے تھے جب آپکو نواں یا دسواں سال شروع تھا تو شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتے تھے اور معقول کی اکثر کتابیں نکال چکے تھے جس زمانہ میں اورنگزیب اکبرآباد میں جلوس فرماتا تھا تو آپکے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب بھی وہاں موجود تھے اور اس لئے سے آپ اکبرآباد میں مرزا محمد زاہد ہروی[1] سے تعلیم پاتے تھے ابتدائی رسائل سے شرح عقاید اور حاشیہ خیالی تک تو آپنے اپنے برادر کلاں شیخ ابوالرضا محمد سے نکالے اور شرح مواقف اور تمام کتب کلامیہ

[1] مرزا محمد زاہد ہروی کا قاضی اسلم کے فرزند رشید ہیں قاضی اسلم جہانگیر کے عہد میں ہرات سے ہندوستان میں آئے اور اپنی ذاتی خوبیوں اور علمی قابلیتوں کی وجہ سے جہانگیر کو اپنا گرویدہ کر لیا جہانگیر نے جب ان کی لیاقت کا بھی امتحان کر لیا تو قاضی القضاۃ کے معزز منصب پر ممتاز کیا دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس میں اس سے زیادہ اور کونسا درجہ ہو سکتا ہے کہ آپ ایک ایسے عہدے پر ممتاز تھے جسکے سامنے خود وارث تخت و تاج کی بھی گردن تسلیم خم ہوتی تھی۔ قاضی اسلم، ملا محمد فاضل بدخشان کے شاگرد رشید تھے جب ابتدائی زمانہ کے مراحلے کر چکے تو کابل میں پہنچے اور ملا صادق حلوائی کا فیض حاصل کیا بعد ازاں توران میں گئے اور ملا مرزا جان شیرازی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور میر مرزا جان کے تلمیذ رشید ملا یوسف سے حکمت کے فنون اور علمی معلومات حاصل کیں جو اس عہد کے تمام مشہور اساتذہ میں نہایت امتیاز کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ جب قاضی اسلم ان تمام علوم سے فارغ التحصیل ہو گئے تو لاہور میں تشریف لائے اور ملا جلال لاہوری سے جو علوم عربیہ میں یگانہ روزگار اور فرد العصر تسلیم کیا جاتا تھا اور علوم عقلیہ و نقلیہ کو جامع و حاوی تھا تفسیر و اصول کا درس لیا مرزا محمد زاہد تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے آپکے بے نظیر جودت ذہن اور عدیم المثال فہم و فراست سے تمام اہل علم کے حلقے خالی تھے حاشیہ شرح مواقف اور حاشیہ شرح تہذیب اور حاشیہ رسالہ تصور و تصدیق آپکی مشہور یادگاریں ہیں علاوہ ان تصانیف کے آپکی چند اور تصانیف بھی مشہور ہیں جیسے حاشیہ شرح تجرید حاشیہ ہیاکل وغیرہ آپ اورنگزیب کے عہد میں منصب احتساب پر ممتاز تھے ایک عرصہ کے بعد اس عہدے سے مستعفی ہو کر کابل تشریف لے گئے اور عزلت گوشہ

اصولیہ میرزا زاہد ہروی سے پڑھیں جب شرح مواقف پڑھتے تھے تو آپ کے درس میں اور بھی کئی بڑی عمر کے طلبہ شریک تھے لیکن سب کے سب آپسے ناراض اور کبیدہ خاطر رہتے تھے کیونکہ آپ شرح مواقف جیسی مشکل کتاب کے لمبے لمبے صفحے استاد سے دریافت کئے بغیر صاف پڑھ جایا کرتے تھے اور کسی مقام پر دم نہ لیتے تھے حالانکہ ہر طالب العلم کتاب کے ایک ایک مقام کو سمجھنا اور اسپر بحث کرنا چاہتا تھا بھلا یہ بات شیخ صاحب سے کب ممکن تھی یہاں تو خیال و دماغ عقل کامل سے پہلے ہی آراستہ ہو چکا تھا اور یہ معمولی کتابیں آپکے سامنے بالکل پانی تھیں شیخ حامد جو بڑے طباع اور ذہین شخص تھے اور کتب کلامیہ کی تعلیم میں شیخ کے ہم درس بھی تھے آپکے اس لگاتار پڑھنے سے اور کسی مقام کو دریافت نہ کرنے سے سخت ناخوش تھے ایکدن کا ذکر ہے کہ شیخ کتاب کا مشکل مقام پڑھ رہے تھے شیخ حامد کو یقین تھا کہ آج یہ اس مقام پر ضرور رکینگے لیکن جب آپ اس مشکل مقام کو بھی لگاتار پڑھتے چلے گئے تو شیخ حامد جھلا اٹھے اور آپے سے باہر ہو کے کہنے لگے کہ شیخ صاحب آپ کچھ سمجھتے بھی ہیں یا یوں ہی ورق گردانی کرتے ہیں شیخ نے اپنے دوست کا طیش و غضب دیکھکر نہایت عجز و انکساری سے کہا شیخ صاحب مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مقام آپکی سمجھ میں نہیں آیا ہو اگر حقیقت میں یہ مقام بغیر سمجھے گیا ہو تو آپ مجھ سے دریافت کریں شیخ حامد نے سب سے مشکل مقام کی طرف اشارہ کر کے کہا اسی کو سمجھا دیجئے اس وقت خود میرزا محمد زاہد اور آپکے تمام ہم سبقوں کی پرشوق نظریں شیخ پر برابر اٹھ رہی تھیں اور ہر ایک شخص دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ آج شیخ کی علمی لیاقت کا پورا امتحان ہو جائیگا حقیقت میں ایسے مقام پر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی جانچ نہایت ہی قابل وقعت تھی آپنے ایک ایسے سہل اور آسان طریقہ پر اس مشکل مقام کی تقریر کی جس سے تمام حاضرین آپکے بے مثل جودت ذہن اور عدیم المثال فہم پر عش عش کرنے لگے اور تحیر انگیز صورت سے آپکے چہرے کو تکنے لگے جس تبحر کے ساتھ آپنے اس اشکال کی تقریر کی وہ ایسی معمولی تقریر نہ تھی جس سے لوگوں کو استعجاب اور استعجاب کے ساتھ حیرت نہ ہوتی چنانچہ طلبہ آپکے فضل و کمال کے قائل ہو گئے اور جس شہرت کے ساتھ آپ مشہور تھے اب اس سے بہت زیادہ وقعت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible] اختیار کی آپ علوم ظاہری کے علاوہ باطنی علوم سے بھی حصہ رکھتے تھے اور اکابر اولیاء [illegible] کی صحبت سے فیضیاب تھے جس سے روحانی ذریعہ سے تعلیم حاصل کی تھی جیسا کہ آپکی بعض تصانیف خاص سے معلوم ہوتا ہے آپ نے بحث وجود اور بحث علم واجب الوجود میں ایک نہایت عجیبہ خیز تقریر کی ہے چونکہ وہ حضرات صوفیہ کی دلچسپی سے خالی نہیں لہذا میں اس مقام پر نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں آپ بحث وجود میں لکھتے ہیں والتحقیق ان الوجود بالمعنی المصدری

اگرچہ میرزا محمد زاہد پہلے ہی سے شیخ کو ہونہار اور رشید جانتے تھے لیکن اسوقت کی علمی قابلیت دیکھکر انہیں یقین ہوگیا کہ عنقریب زمانہ آنے والا ہے جس میں اس نونہال پودے کی خوش آیندہ جھونکے ایک عالم کے دل و دماغ کو معطر کرینگے اور یہی ہلال آئندہ زمانہ میں بدر کامل ہوکر ملک میں چمکیگا یہی وجہ تھی کہ میرزا موصوف شیخ پر حد سے زیادہ التفات کرتے اور ہر وقت آپکی دلجوئی و خوشنودی میں مصروف رہتے تھے چنانچہ خود جناب شیخ عبد الرحیم صاحب مرزا صاحب کے حالات پر مختصر ریمارک کرتے ہوئے آپکی ان مہربانیوں کا ذکر کرتے ہیں جو ایام درس میں آپ پر مبذول تھیں۔

مرزا محمد زاہد کی مہربانیاں

آپ فرماتے ہیں کہ جناب مرزا محمد زاہد جن سے میں نے تمام کتب کلامیہ و اصولیہ پڑھیں اور جو تمام علوم میں مجتہدانہ کمال رکھتے تھے مجھ پر نہایت مہربان تھے اور بڑے ذوق شوق سے میری تعلیم میں شب و روز مصروف رہتے تھے یہانتک کہ جس روز میں کسی قوی عذر کی وجہ سے کتاب کا مطالعہ نکرتا تھا تو آپ فرمایا کرتے تھے فرزندمن! ایک دو ہی سطریں پڑھ لو تاکہ ناغہ نہو عالمگیر بادشاہ آپ کی بقدر عزت کرتا تھا کہ آپکو ندیموں اور وزراء کے زمرہ میں جگہ دیتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عالمگیر نے آپ کو طلب کیا اور آپ بہت جلد اسطرف متوجہ ہوئے جوں ہی آپ دروازہ سے نکلنے لگے میں نے دروازہ کی دونو بغلیاں مظبوطی سے پکڑکر کہا تاوقتیکہ آپ میرا فلان کام سرانجام نہ دین لینگے میں آپکو نہ چھوڑونگا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸) [illegible]

ذلك في تعليقات شرح التجريد ۱۲

آپنے نہایت خندہ پیشانی اور خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا تم جیتے رہو میں ابھی آتا ہوں اطمینان و دلجمعی سے تمہاری بات سنونگا اور تمہارے کام کو انجام دونگا اسوقت میں متردد ہوں اور شاہی دربار میں جانے کی غرض سے پابرکاب ہوں میں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا کہ میں آپکو اپنے کام کی انجام دہی بغیر چھوڑدوں جب آپنے میرا یہ اصرار ملاحظہ کیا تو واپس پلٹ آئے اور جبتک میرا کام پورا پورا انجام کو نہ پہنچا دیا قدم آگے نہ بڑھایا دوسرے طلبہ جب اس قسم کی مہربانیاں مجھ پر دیکھتے تھے تو تعجب کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے میں محسود طلبہ تھا۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے استاد مرزا محمد زاہد میں سب سے زیادہ قابل تعریف ایک بات تھی کہ جب کسی معاملہ میں آپسے فروگذاشت ہوجاتی اور کوئی متنبہ کرتا تو فوراً قبول کرلیتے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہو کہ آپنے رمضان میں میری دعوت کی میں آپکے مکان پر موجود تھا اور مغرب کا وقت قریب آگیا تھا اتنے میں ایک کباب فروش آیا اور کباب کا خوان آپکے سامنے رکھکر عرض کیا کہ یہ آپکی نذر ہیں مرزا صاحب نے مسکراکر فرمایا کہ اے عزیز! میں نہ تو تیرا پیر ہوں نہ استاد پھر نذر کیا معنی؟ معلوم ہوتا ہو کہ اس سے تیری کوئی اور غرض ہو اگرچہ اسنے اول اول اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے سے انکار کیا لیکن آپکے مبالغہ اور اصرار سے معلوم ہوا کہ اُس کی دوکان بر سر راہ واقع ہے اور مرزا کے ماتحت لوگ اس کی دوکان کو وہاں سے اٹھانا چاہتے ہیں جب یہ کیفیت آپکو معلوم ہوئی تو فرمایا کل میں ایک متدین اور معتبر آدمی بھیجوں گا جو نہایت عدل اور انصاف سے فیصلہ کردیگا اب تو جا اور اطمینان رکھ۔ کباب فروش نے کہا حضور! یہ کباب میں نے خاص آپکے لیے تیار کیے تھے اور اب وقت میں اسقدر گنجائش نہیں رہی کہ یہ فروخت ہوسکیں آپنے ایک شخص کو جو مرزا موصوف کے بچوں کا معلم تھا حکم فرمایا کہ ان کبابوں کی قیمت کا اندازہ کرکے گھر سے قیمت دلادو چنانچہ اس نے آٹھ آنے دلادیے اور کباب آپکے سامنے رکھدیے میں نے یہ صورت دیکھکر عرض کیا کہ آپکی غرض رشوت سے بچنے کی تھی لیکن افسوس کہ وہ ہنوز حاصل نہیں ہوئی کیونکہ ان کبابوں کی قیمت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور کباب فروش آٹھ آنے پر صرف اس غرض سے راضی ہوگیا کہ اس سے آپکا کام متعلق ہے آپ فوراً متنبہ ہوئے اور اسیوقت کباب فروش کو بلاکر دریافت کیا کہ تونے گوشت کتنے کا خریدا تھا اور مصالح کتنے کا اور ایندھن میں کیا خرچ ہوا اور نفع کسقدر حاصل ہوتا ہے حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ وہ ساڑھے تین روپے کے کباب تھے آپنے پورے دام اسکے حوالہ کیے اور معلم کو بلاکر سخت سست

کے بعد فرمایا کیا تو جانتا تھا کہ میں حرام چیز سے روزہ افطار کروں یہ کونسی عقل اور کونسی دوستی کی بات ہو۔
اسکے بعد آپنے اور آپکے ساتھ میں نے کھانا تناول کیا۔

علم فقہ

الحاصل جناب شیخ عبدالرحیم صاحب دس سال کی عمر میں صرف نحو ادب کلام اصول معقول حکمت وغیرہ تمام علوم رسمیہ کی تکمیل کر چکے تھے جب آپنے گیارھویں سال میں قدم رکھا تو فقہ وحدیث کی تحصیل میں مصروف ہوئے لیکن کسی تذکرہ اور مستند تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان علوم کی خدمت علمی کن علماء کے سپرد تھی البتہ ایک مورخ کے مجمل ریمارک سے اسقدر پتا چلتا ہو کہ صرف فقہ کی تعلیم تو آپنے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی خدمت میں پائی اور چونکہ شیخ وجیہ الدین صاحب متبحر علوم میں کمال رکھتے تھے کچھ عجب نہیں کہ علم حدیث کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت میں حاصل ہوئی ہو یہ بھی ممکن ہو کہ آپ نے اس علم کی دوسرے معلم سے تحصیل کی ہو بہر صورت اس فن شریف کے اساتذہ کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہو تاہم وثوق کیساتھ کہا جاسکتا ہو کہ اس عہد میں علمی روشنی بہ اثرات بہت پھیل رہی تھی اور عالمگیری دربار میں بڑے بڑے علما اور مجتہدین موجود تھے قطع نظر اسکے ابھی کہ شیخ کی نہال میں اس قسم کا اہل کمال موجود تھی جو یگانۂ روزگار اور فرید عصر تسلیم کیا جاتا تھا اور دنیا کا ممتاز شمول کمال میں گنے جاتے تھے تو ممکن کہ شیخ نے حدیث وفقہ کی تعلیم اعلےٰ درجہ کی پائی جس میں کسیطرح کا کوئی شک وشبہ نہیں ہو سکتا اور جب آپکے اس کمال پر نظر ڈالی جاتی ہو جو بہ علم من خصوصیت کے ساتھ آپکو حاصل تھا تو صاف معلوم ہوتا ہو کہ اس نعمت کو بغیر ان حضرات کے بخش دیا ہو جو اس زمانہ میں ممتاز و مشہور ہو چکے تھے یہی وجہ ہو کہ جن لوگوں نے آپکے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں انہوں نے آپکے علمی تجربہ پر ریمارک کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ علم حدیث پر نہایت شاندار اور وزنی ریویو کئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ جیسے کامل اجل شخص ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نیلگون آسمان کے نیچے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سے زیادہ فن حدیث میں طاق اور جاننے والا اس عہد میں کوئی نہ تھا اگر میں انصاف سے آپکی نسبت کوئی رائے ظاہر کروں تو بلا تامل اس امر کا اعتراف کروں گا کہ میں نے ان جیسا ایک شخص بھی نہیں دیکھا جو تمام علوم میں عموماً اور حدیث وفقہ میں خصوصاً تبحر رکھتا ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد آپ جیسے محدث و مفسر فقیہ کو ہندوستان کی گود میں پرورش پانا بہت کم نصیب ہوا ہوگا آپکو صحاح کی اکثر حدیثیں از بر تھیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تمام حدیثیں معہ اسناد کے بلا توقف نقل کرتے تھے بلکہ صحاح کل تمام
شاہ ولی اللہ صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے والد بزرگوار کے علم کے آگے دنیا بھر

علماء کے علوم کو بالکل ایسا دیکھتا ہوں جیسے دریا کے مقابلہ میں قطرہ حقیقت میں شاہ صاحب کی تعریف مبالغہ آمیز اور جھوٹی تعریف نہیں ہو بلکہ جس شخص نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تصنیفات اور ان حواشی کو دیکھا ہو جو آپنے حدیث وفقہ کی کتابوں پر چڑھاتے ہیں وہ اُن سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے اس قول کا پورے طور پر اندازہ کر سکتا ہو کہ کہانتک ٹھیک اور درست ہو۔

تکمیل علوم

الغرض جناب شیخ عبدالرحیم صاحب بارہ سال کے تھے کہ علم حدیث وفقہ کی تکمیل کر چکے تھے اور آپ کو تمام وکمال اُس پر عبور ہو گیا تھا گویا یہی سال آپکے فارغ التحصیل ہونے کا تھا آپکا اس چھوٹی سی عمر میں تمام درسیہ کتب سے فارغ التحصیل ہو جانا اور ہر ہر مضمون کتاب کو از بر یاد رکھنا نیز ان سے ہزار ہا جدید مسائل اور صدہا نکات وباریکیاں مستنبط کرنا اگرچہ آپکے جودت ذہن اور بے نظیر فہم ودرایت کی بے مثال دلیل ہے لیکن ہم صرف خوب سمجھتے ہیں کہ یہ ان وہبی علوم اور ربانی قابلیتوں کا پرتو ہو جو روز ازل سے اُن پاک نفوس حضرات کے مجلۂ دل میں چمکا ہوا جنہوں نے روحانی ذریعہ سے تعلیم پائی ہو۔

انتہائے سلوک

معزز اور واجب الاحترام شیخ جب دینیات سے فارغ التحصیل ہو گئے تو لوگ آپکے پاس تحصیل علوم کی غرض سے جوق جوق آنے لگے اور اسی چھوٹی سی عمر میں سبنے آپکو اپنا سرتاج مان لیا لیکن آپکی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی نے ان ہی علوم پر قناعت نہیں کی بلکہ ہمت کے بلند پرواز شاہین نے باطنی علوم کی تحصیل کی طرف بال وپر کھولے اور آپ اہل اللہ کی جستجو کے درپے ہوئے اگرچہ یہ شوق آپکو ابتدائے تحصیل ہی میں دامنگیر تھا اور گاہے گاہے ادہر متوجہ بھی ہوتے تھے مگر اس کا ظہور کلیۃً فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہوا چنانچہ آپ خود اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں بارہ یا تیرہ سال کا تھا تو ایک رات حضرت زکریا علیہ السلام کو خواب میں دیکھا آپنے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور اسم ذات کے شغل کی تلقین فرمائی جس کی تاثیر اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ باوجودیکہ میں تحصیل علم میں شب وروز مصروف تھا اور ذکر کی طرف میری توجہ بہت کم مبذول تھی لیکن پھر بھی جو بات اُسوقت مجھکو حاصل تھی اسکی نظیر سے بڑے بڑے قوی الطالب اہل کمال کے حلقے خالی تھے جب میں دینیات سے فراغت پا چکا تو جناب شیخ عبدالعزیز[1] قدس سرہ کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ فرزند میں آیا ہوں تاکہ خواجہ معین نظر قبول سے

[1] شیخ عبدالعزیز قدس سرہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے پرنانا ہیں جن کے حالات دوسرے حصہ کے پہلے باب میں لکھے جاچکے ہیں ۱۲

نہ دیکھیں اپنی عقیدتمندی کا ہاتھ دوسرے شخص کے ہاتھ میں نہ دینا پھر اسکے بعد تمہیں اختیار ہے چنانچہ میں نے خواجہ
خورد کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور تعبیر دریافت کی [illegible] ض کیا کہ [illegible] نہ میں آپکے سوا دوسر [illegible]
[illegible] خواجہ کے لقب سے نہیں پکارا جاتا اسلیئے معلوم ہوتا ہے کہ بشارت آپ ہی ہیں خواجہ نے جواب دیا عزیز من
تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں [illegible] ہر کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات کی بیعت میسر ہوگی اور اس
فقیر کا رتبہ اس سے بہت [illegible] ہے کہ جناب شیخ عبدالعزیز جیسے مقتدر بزرگ خواجہ کے ساتھ مجھ کو تعبیر فرمائیں۔"
چنانچہ میں اسکے بعد بشا [illegible] کا منتظر رہا اور شب و روز [illegible] شغل میں مستغرق رہا ایک رات کا ذکر ہے
کہ میں درود پڑھ رہا تھا وقت آسمان پر چھتا [illegible] وہ رات تاریک تھی اور چاند کے طلوع
ہو [illegible] نہ تھا غ [illegible] آہستہ زمین پر پھیلنا شروع ہوا اور آ [illegible] ی طرف بڑھنے لگا
[illegible] تک کہ میری تمام چارپائی اور جسم پر چھا گیا اور میں بالکل نور میں ڈوب گیا حتیٰ کہ نور سے [illegible]
ر [illegible] میں بڑے [illegible] شوق سے درود پڑھتا رہا لیکن جوں ہی سر آیا فوراً [illegible] ہوگیا او [illegible]
اپنے آپ تک کی خبر نہیں رہی میرے والد بچھونے سے اٹھے اور ہر چند کہ میری سمجھ [illegible] ماں چلا ہم

۱؎ [illegible] خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور طریقۂ نقشبندیہ کے دوسرے بارہ [illegible] محمد باقی رحمۃ [illegible]
[illegible] خواجہ [illegible] ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر کے [illegible] احمد سرہندی کی [illegible]
[illegible] کے وطن [illegible] بیعت فرمائی یہاں [illegible] خواجہ حسام الدین [illegible]
[illegible] ابتدائی زمانہ میں [illegible]
[illegible] خواجہ حسام الدین [illegible] کی خدمت [illegible] روحانی جذبات نے [illegible] تو آپ [illegible]
[illegible] ترک کر کے گھر سے نکل [illegible] اور فقر کے لباس میں [illegible]
[illegible] آپکے عزیز و اقارب کو [illegible]
[illegible] خواجہ حسام الدین [illegible] جناب خواجہ محمد باقی کی خدمت [illegible] اور انجام کار [illegible]
[illegible] الغرض خواجہ خورد جب خواجہ حسام الدین کی خدمت میں پہنچے تو آپ خاص مراعات سے [illegible] ارشاد و تکمیل [illegible]
[illegible] تصوف میں [illegible] لیکن آپ حدیث و تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم میں [illegible]
[illegible] شیخ عبدالرحیم صاحب [illegible] علاوہ آپکے تلامذہ کے حلقہ میں داخل تھے [illegible]
[illegible] مفصل لکھا جائے گا جب آپ کا جام حیات لبریز ہونے کے قریب ہوا تو آپنے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بلا کر
محمد باقی قدس سرہ کے روضہ [illegible] اس مقام پر دفن کرنا [illegible] آپ کی فرزندی [illegible]
[illegible] مقبرہ کے اندر دفن نہ کرنا کیونکہ میں اس مقام کے لائق نہیں ہوں شیخ نے جواب دیا کہ چونکہ یہ کام [illegible]
[illegible] ہوگا۔ اس سے ممکن ہو کہ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں قاصر رہوں فرمایا تمہارا کام تبلیغ ہے چنانچہ [illegible]
فرماتے ہیں کہ جو [illegible] کا انتقال ہوا تو میں نے آپ کی وصیت کا اعلان کر دیا [illegible] کو اس پر متنبہ کر دیا
لیکن انہوں نے [illegible] خواجہ کی وصیت کے برخلاف مقبرہ کے اندر دفن کیا۔

ہوتا ہو کہ سیر ظاہری وجود ہی مفقود ہو گیا تھا الغرض اس حالت غیبت میں میں آسمانوں [illegible] بعد دیگرے
طے کرتا ہوا اور پہنچا اور جناب [illegible] علیہ وسلم کی ملازمت نصیب ہوئی آپ نے مجھے بیعت لی اور
نفی اثبات کا طریقہ تلقین فرمایا [illegible] ش میں آیا تو اپنی حالت کو بالکل بدلا ہوا پایا گویا اب میں ایک
دوسرے ہی عالم میں تھا چند روز [illegible] پھر خواجہ خورد کے پاس گیا اور اپنی گزشتہ کیفیت بیان کر کے التماس
کی کہ اب آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں فرمایا تمہیں ظاہر میں بھی کسی بزرگ سے بیعت کرنا مناسب ہے" میں نے
کہا کہ میں [illegible] بزرگ و مقتدر دوسرا شخص نہیں پاتا فرمایا چونکہ میں تمہیں [illegible] عزیز رکھتا ہوں
اسلیئے اسبات کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے بیعت کرو عرض کیا میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ مجھے دوست بھی رکھتے ہیں
[illegible] پھر بیعت سے انکار بھی کرتے ہیں آخر [illegible] کچھ وجہ؟ فرمایا حقیقت یہ ہے کہ میں بعض ممنوعات [illegible]
ہوں اور سنت [illegible] کی اتباع میں قدرے تساہل کرتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ اس ارتباط کی وجہ سے تمہاری
راہ تشرع [illegible] جائے لیکن ہاں فیض صحبت پہنچانے میں [illegible] دریغ نہ کرونگا میں خواجہ کی یہ تقریر جو دلسوزی
اور خیرخواہی سے بھری ہوئی تھی سنکر عرض کیا اگر مجھے کس سے بیعت کرنا چا [illegible] اگر شیخ آدم بنوری
قدس سر [illegible] خلفا میں سے کوئی بزرگ [illegible] بہت اچھا ہے کیونکہ وہ متشرع مہذب نفس [illegible]
میں ایسا گمان رکھتے ہیں جو دوسرے کو اس زمانہ میں [illegible] نے عرض کیا کہ ہماری پڑو [illegible]
[illegible] سکونت [illegible] کے ایک معمر خلیفہ میں [illegible] مقتضی میں ان سے بیعت
کرلیں مناسب ہے چنانچہ میں بزرگ سید کی خدمت میں حاضر [illegible] لیکن جو [illegible] ارادت و خلوص غالب تھا
پہلی مرتبہ آپ نے میری بیعت لینے سے انکار کر دیا مگر آخر [illegible] آپ کی صحبت [illegible] فیضیاب ہوا اور
آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ سب کچھ تھا لیکن اسم ذات کا شغل جو مجھے حالت غیبت میں حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل [illegible]
تھا غالب [illegible] حقیقت یہ ہو کہ جو لطف [illegible] مجھے اس میں ملتا تھا وہ کسی [illegible] میں وہ لذت نہ پاتا تھا
نفی اثبات کا شغل [illegible] سے بن ہی نہ آتا تھا اور اگر طبیعت پر زور ڈالتا کبھی مصروف بھی ہوتا تھا تو
مزا نہ آتا تھا اس سے مجھے اس درجہ شرم [illegible] ندامت ہوتی تھی کہ محترم [illegible] کے سر نہ اٹھا سکتا تھا
انجام کار میں نے سید صاحب سے اس [illegible] درخواست کیا پہلے تو آپ نے چند مرتبہ [illegible] ٹال دیا اور
دوبارہ تصرف کے ساتھ متوجہ ہوئے لیکن جب آپکا تصرف ذرا کارگر نہ ہوا تو فر [illegible] نے انبیا

[illegible] میں کشمیری بستی کے رہنے والے تھے ان کے والد بزرگوار [illegible]

علیہم السلام کے انفاس طیبہ کی توسط سے استقرار پایا ہو ہم اُسے بدل نہین سکتے تم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کی طرف متوجہ ہو اسکا علاج وہین سے میسر ہوگا چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا اُس وقت سے نفی و اثبات کا شغل مجھ پر غالب آیا اور اسقدر آسان ہوگیا کہ بارہ یا تیرہ برس کی عمر مین ایک سانس مین دوسو دفعہ بآسانی کرلیتا تہا گو مین اس زمانہ مین بھی تحصیل علوم سے خالی نتھا اور بہت سے علائق دنیوی میرے ساتھ وابستہ تھے لیکن باوجود اسکے جو انجذاب و کشش مجھے حاصل تھا دوسرے طالب کو کم نصیب تھا۔

واجب الاعتصام سید ابن فقیر پر نہایت مہربانیان فرمایا کرتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے شیخ! تم ہنوز بچے تھے اور اپنے ہمعمرون مین کھیلتے پھرتے تھے کہ ہماری طبیعت تمہاری طرف مائل تھی مین تمہین دیکھکر خدا سے دست بدعا ہوتا تہا کہ خداوند اس بچہ کو اپنے اولیا کے زمرہ مین داخل کرے اور اسکا کمال ظاہر کر سو خدا کا شکر ہے کہ اُسکا نتیجہ ظہور مین آگیا۔

شیخ کے اساتذہ اور اُنکے اجمالی حالات

شیخ ابوالرضا محمد

ابتدائی زمانہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب کی تعلیم و تعلّم کا دوسرا جز تربیت جناب شیخ وجیہ الدین آپکے والد بزرگوار اور شیخ ابوالرضا محمد آپکے برادر مہربان کے ہاتھ مین تہی اور چونکہ یہ دونون اس قدر بلند مرتبت کے شخص تھے جنکی علمی و عملی نظیر سے تمام ہندوستان خالی تہا اسلیے تعلیم و تربیت کے اعتبار سے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اعلے درجہ کے اہل کمال مین شمار کرنا چاہیے۔ ابتدائی تعلیم کے سلسلہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب نے ان دونون مقدس اور پاک نفوس حضرات سے کون کون کتابین نکالین یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ باوجود تلاش کے اسوقت تک کسی تاریخ و تذکرہ سے اسکا پتا نہین چلتا لیکن تاہم اسقدر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہو کہ آپنے سلسلہ عقاید کے ابتدائی رسالون سے شرح عقاید اور شرح خیالی تک کی تعلیم شیخ ابوالرضا محمد سے پائی چنانچہ خود شیخ عبدالرحیم صاحب اپنے سلسلۂ تعلیم ریویو کرتے ہوئے بیان کرتے ہین کہ جس زمانہ مین مین اخی معظم شیخ ابوالرضا محمد سے شرح عقاید اور حاشیۂ خیالی پڑھتا تھا جب حاشیۂ خیالی پر مین نے ایک اعتراض کیا اور خود ہی اقوی جواب کے درپے ہوئے شدہ شدہ اس مناظرہ کی نوبت یہانتک پہنچی کہ ہمین اور برادر مہربان مین رنجش پیدا ہوگئی مین نے پڑھنا چھوڑ دیا ایکدفعہ کا ذکر ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴ ہو رہی تھی۔ ابھی یہ کم سن ہی تہو کہ والد نے انتقال کیا اور آپ کو اسیوقت سے طلبی کا ولولہ پیدا ہوا [illegible] دیکہو

کہ ہم دونون خواجہ خورد کی ملاقات کے لیے گئے آپنے معمولی مزاج پرسی کے بعد فرمایا کہ اب تمہاری خیالی کہانتک پہنچی ہو مین نے عرض کیا کہ حضرت! چند روز سے مین نے اُسے چھوڑ رکھا ہو فرمایا کیون؟ عرض کیا کہ نماز روزے کے ضروری احکام معلوم ہوجانے کے بعد اُسکی چندان ضرورت نہین دیکھی لیکن جب آپنے اصل حقیقت ظاہر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴ جا بجا دورہ کیا۔ اللہ کا کوئی گھر نکلتے پھرے اور اتفاق سے پنجاب کے اطراف مین ایک بزرگ کی خدمت مین پہنچے جو قرات مین ید طولےٰ رکھتا تہا اور جس نے قواعد تجوید و ترتیل کو معراج کمال تک پہنچا دیا تہا یہ بزرگ دنیا اور اہل دنیا کو خدا حافظ کہکے صحرا کی ایک مسجد مین زندگی بسر کرتا اور آدمیون کے اختلاط اور اُن کی آمد و شد سے فراغت پاکر توکل و قناعت کے ساتھ موصوف تہا واجب الاحترام سید ایک مدت تک اُنکی خدمت مین رہے اور حفظ قرآن کی بابت دریافت کیا فرمایا کہ تمہارا ارشاد صحیح ہے تو ایک اور عزیز پر موقوف ہے جسکی خدمت مین انشاء اللہ عنقریب پہنچنے والے ہو لیکن حفظ قرآن مجھ سے کرلو چنانچہ آپ قرآن مجید پڑھنے لگے اور اسی اثنا مین اس عزیز کی صحبت کی برکت سے تجرید و ترک دنیا اور بعض شیطان کی دہوکا دہی سے بچنے کے آداب حاصل کرلیے۔ بیان کیا جاتا ہو کہ ایک دن سید اور وہ بزرگ دونون قرآن مجید کے دور مین مصروف تھے کہ بہت سے آدمی عربی لباس زیب تن کیے ہوئے جوق جوق ظاہر ہوئے اُن کا سردار مسجد کے قریب آیا اور اس بزرگ کی قرات سنکر فرمانے لگا بارک اللہ [illegible] حق القرآن یعنی خدا برکت دے کہ تو نے قرآن کا حق ادا کیا یہ کہا اور واپس چلا گیا اُس عزیز کا دستور تہا کہ قرآن پڑھتے وقت آنکھین بند کرلیتا تہا اور کسی چیز کی طرف ذرا التفات نہ کرتا تہا جب سورت ختم کرچکا تو سید سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ تھے جنکی ہیبت سے میرا دل کانپ رہا تہا ہرچند کہ مین اٹھنا چاہتا تہا لیکن قرآن کی حرمت کی وجہ سے اٹھ نہ سکا سید نے جواب دیا کہ شکل و شباہت کے بہت سے آدمی تھے جنکے جسمون کو سبز لباس ڈھانکے ہوئے تہا جب اُنکا سردار مسجد کے دروازہ [illegible] جوش کے ساتھ اس کی تعظیم مین کھڑا ہوگیا [illegible] باتون کا سلسلہ ختم ہوا تہا کہ اسی شکل و شمایل کا ایک شخص آکر بولا کہ [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم کے مجمع مین حاضر تہا آپ ایک حافظ کی تعریف فرما رہے تھے جو اسی صحرا مین سکونت رکھتا ہو اور یہ بھی فرمایا کہ [illegible] کل ایسے وقت مین ہم اُسے دیکھون گا اور اس کی قرات سنون گا اب آپ لوگون سے دریافت کرتا ہون کہ حضور تشریف لائے [illegible] یا نہین اگر ہوئے تھے تو کس طرف تشریف لے گئے ان دونون حضرات نے جب اُس کی یہ حیرت انگیز تقریر سنی تو اُمید مرد و حضرت کے [illegible] اور ہرچند تفحص کیا لیکن کہین سراغ نہ ملا الغرض جب بزرگ سید قرآن پڑھ چکے تو اُس عزیز نے انہین رخصت کیا اور کہا کہ [illegible] جاؤ اور جس جگہ صاحب ولایت پاؤ اسکی خدمت مین انتہا سے زیادہ کوشش کرو سید عبداللہ شہر بشہر اور قصبہ بقصبہ گشت لگاتے ہوئے ساماذ مین پہنچے اور شیخ ادریس رحمۃ اللہ سامانی کی خدمت مین حاضر ہوئے جو سلسلۂ قادریہ کے دوسرے بازو اور سلوک و تصوف مین مشہور زمانہ تھے توکل و قناعت آپ کا اوڑھنا بچھونا تہا اور ریاضت و مجاہدہ لباس۔ آپ آمد و رفت کا دروازہ بند کیے ہوئے محنت و سختی مین زندگی بسر کرتے اور شدت و عسرت سے لذت اُٹھاتے تھے پہلی دفعہ جب محترم سید شیخ ادریس سے ملاقات کی تو آپنے اُنہین کورا جواب دیا کہ دنیا مین فقیر بے شمار ہین جہان چاہو جاؤ کیونکہ میرے پاس وہی شخص رہ سکتا ہو جو مردود کی طرح کہانے پینے لوگون کے ملنے جلنے سے بالکل علیحدگی اختیار کرلے اور حاجت ضروریہ کے سوا میرے دروازہ سے باہر نہ جائے بزرگ سید نے ان تمام شرطون کو منظور کیا اور طریقۂ سلوک کی تحصیل مین مصروف ہوئے اولوالعزم اور عالی ہمت کی طرح سید نے ان جانکاہ و محنتون کو جنہین حقیقت مین اختیاری موت کہنا چاہیے نہ صرف صبر کیا بلکہ دل راضی رہے شیخ ادریس سید کی یہ جانفشانیان اور کارگزاریان ملاحظہ فرماکر بہت محظوظ ہوتے اور روز بروز اُن کے حال پر توجہ زیادہ مبذول کی اسی اثنا مین شیخ کے فرزند رشید نے سید سے قرآن مجید یاد کرنا شروع کردیا تہا جس نے شیخ کی توجہ مین ایک اور جلا پیدا کردی تھی القصہ حافظ سید عبداللہ ایک زمانہ دراز تک شیخ ادریس کی خدمت مین فیضیاب رہے لیکن جب اُن کا انتقال ہوگیا تو شیخ آدم بنوری کی خدمت مین حاضر ہوئے جو اُس زمانہ مین پیشوائے مذہب تسلیم کیے جاتے تھے اور سلاطین وقت کی گردنین جنکے سامنے جھکی رہتی تھین سید نے آپکو ایک عالی مقام شیخ متشرع عظیم المعرفت قوی الاثر پاکر اور کہین جانے کا ارادہ بالکل [illegible] بقیہ صفحہ [illegible]

کرنے پر مبالغہ اور مبالغہ کے ساتھ بیحد اصرار کیا تو اصلی واقعہ بے کم و کاست بیان کیا گیا خواجہ خرد نے
نہایت مہربانی سے فرمایا کہ اچھا شرح خیالی ہم سے پڑھ لو اور کل صبح کو ضرور آؤ چنانچہ میں دوسرے دن کتاب
لیکر حاضر ہوا اور آپنے تقریر کرنی شروع کی میرے اعتراض کو نہ صرف پسند ہی کیا بلکہ اُس کی قوت و
تائید ظاہر کی تین روز تک یہی صحبت رہی اور اس اثنا میں میں نے شرح خیالی کا بہت سا حصہ نکال
لیا چوتھے دن جب میں کتاب لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو فرمایا چونکہ تمہارے محترم اور بزرگ
شیخ رفیع الدین محمد نے مجھکو تین ہی سبق پڑھائے تھے اسلئے میں بھی تمہیں تین روز سے زیادہ درس نہیں دونگا
اور اس کا قصہ یوں ہے کہ میں عنفوان شباب میں ظاہری حسن خوبصورتی کو دوست رکھتا تھا شیخ رفیع الدین
صاحب کا ایک فرزند رشید نہایت ہی خوبصورت رکھتا تھا اور اُس کے حسن و جمال کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا
تھا میں ایک دن اُسے دیکھنے کے قصد سے گیا اور شرح لمعات ساتھ لیتا گیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میں
تصوفی مسائل کی تحقیقات کیلئے آیا ہوں کیونکہ شیخ موصوف ہمارے شہر میں مشکلات تصوف کے حل
کرنے میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور علمی فضیلت میں تمام ملک میں مسلم الثبوت تھے جب میں انکی خدمت میں
پہنچا تو نہایت جوش مسرت سے میرا استقبال کیا اور بڑی مہربانی سے پاس بٹھایا جب میں نے شیخ کے
سامنے کتاب رکھی تو آپنے دو تین جملے سرسری طور پر فرماکر کتاب بند کردی اور زیادہ تحقیق نہ فرمائی اور اسکے

شیخ رفیع الدین محمد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۰ [illegible] فتح کردیا اور سالہا سال آپ ہی کی صحبت میں گزار دیئے لیکن جب شیخ آدم کا بھی انتقال ہو گیا تو سید عبد الله
اپنے عم بزرگوار سید عبد الرحمن کے پاس چلے آئے جو شیخ آدم کے ایک مخلص اور بے ریا مرید تھے اور ہمیشہ انہی کی صحبت میں رہے
جس زمانہ میں شیخ آدم اور سید عبد الرحمن کی باہم خط و کتابت ہوا کرتی تھی تو جو مکتوب شیخ کی طرف سے لکھا جاتا اُس میں سید عبد الرحمن کو حکم
سید عبد الله کو [illegible] چنانچہ میں اس مقام پر شیخ کے دو مکتوب نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جن سے علاوہ باہمی [illegible] محبت
کے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ آدم بزرگ سید کی بہت عزت کرتے تھے۔ **مکتوب اول** بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] **مکتوب دوم** بسم الله الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین والصلوة على خير خلقه محمد وآله اجمعين [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہی اپنے فرزند رشید کو بلا کر فرمایا کہ خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو میں یہ صورت دیکھکر سخت نادم ہوا اور شرمندگی
کے مارے شیخ کے سامنے سر نہ اٹھا سکا لیکن چونکہ جوانی کا زمانہ تھا اسپر ذرا بھی التفات نہیں کیا اور دوسرے
روز اسی نیت اور اسی مطلوب پر حاضر ہوا اور وہاں جاکر بدستور سابق معاملہ دیکھا تیسرے روز ایک قوی ندامت
مجھپر غالب ہوئی اور میں نے اُن خیالات سے جو میرے دل میں جم گئے تھے توبہ کی اس روز آپنے نہایت ہی خندہ
پیشانی سے ملاقات کی اور انتہا سے زیادہ ملتفت ہوکر تصوفی تحقیقات کے درپے ہوئے اور خاص
خاص علمی نکات بیان فرمائے درس سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر آپ کو اس فن کی تحقیق میں نظر ہو
تو مجھے حکم دیجئے تاکہ روزانہ دولتخانہ پر حاضر ہوکر جو کچھ فقیر کو آتا ہو عرض کروں لیکن میں آپکے یہاں آنے کو تجویز
نہیں کرتا کیونکہ آپکی عزت و توقیر کا پایہ اس سے کہیں زیادہ بلند ہے میں نے شیخ کی یہ دلسوزی اور مہربانی سے
بھری ہوئی تقریر سنکر التماس کی کہ جب حضرت میری حضوری تجویز نہیں فرماتے ہیں تو میں آپکی اس تکلیف کو
کب گوارا کر سکتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ سلسلہ بند ہوا چاہتا ہے اور یہ تحقیق عنقریب ختم ہوا چاہتی
ہے شیخ میرے یہ برجستہ فقرے سنکر نہایت محظوظ ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد فیروز شاہ میں تشریف لاکے
اور ایک جگہ معین کرکے فرمایا آپکو یہاں بیٹھنا اور تصوف کے مشکل سے مشکل اور مغلق مقامات کا مطالعہ
کرنا چاہئے اگر کوئی مقام مشکل حل ہونے سے باقی رہجائیگا تو اُس کا حل کرنا میرے ذمہ ہے چنانچہ اُس روز سے
میری یہ حالت ہوئی کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آئی تو شیخ کے بتائے ہوئے مقام پر جاکر مطالعہ کرتا اور مشکل مقام
خود بخود واضح ہو جاتا یہ تجربہ کے ساتھ دیکھا جاتا تھا کہ اگر میں اُس معین جگہ سے ایک بالشت کے فاصلہ کا بھی
تفاوت کرتا تو وہاں یہ بات میسر نہ ہوتی تھی"۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب خواجہ نے اپنی تقریر کا سلسلہ یہانتک پہنچایا تو میں نے عرض کیا
معلوم ہوتا ہے کہ ان تین سبقوں پر اکتفا کرنا اسی کرامت کے ساتھ مقید ہے خواجہ بھی اگر اس قسم کا تصرف فرمائیں
تو بہت ہی مناسب ہوگا خواجہ نے فرمایا میرے اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہی غرض تھی اور تمہیں
اسبات پر برانگیختہ کرنا منظور تھا پس اگر آج سے بعد تمہیں کسی علم میں کوئی ایسی مشکل درپیش آئے جو تم
سے حل نہ ہو سکے اُسے مجھپر ظاہر کرنا انشاء الله حل ہو جائیگی۔

شیخ کا بیان ہے کہ خدا کا شکر ہے اُس روز سے مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی گو میں مرزا محمد زاہد کی خدمت
میں تحصیل علوم کرتا تھا لیکن حقیقت میں مجھے ہر کتاب کے مضامین پر تمام و کمال عبور حاصل تھا اکثر ایسا

اتفاق پڑا ہو کہ میں ایک کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھتا اور آخر حصہ کی لوگوں کی تعلیم دیتا تھا۔

واقعہ مذکورۂ بالا سے جسطرح یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہو کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی ابتدائی تعلیم جناب شیخ ابوالرضا محمد کے ہاتھ میں تھی اُسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوتی ہو کہ آپکے سلسلۂ اساتذہ میں جناب خواجہ خرد اور میر زاہد ہروی بھی داخل ہیں مذکورۂ بالا حضرات کے علاوہ شیخ کے اور بھی چند اساتذہ ہیں جن میں سے خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی خصوصیت کے ساتھ نہایت بلند رتبہ کے آدمی ہیں اور جنکی شہرت اگرچہ زیادہ تر تصوفی تحقیقات میں ہو لیکن حقیقت میں تمام علوم میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اور ہندوستان میں مجتہدین فن تسلیم کیے جاتے تھے خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کے جن اساتذہ کی مختصر فہرست نہایت تلاش و جستجو اور بحث جانکاہی سے ہمیں دستیاب ہوئی ہو اُن کے نام نامی حسب تفصیل ذیل میں درج ہیں۔

جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید۔ جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب۔ جناب حافظ سید عبداللہ صاحب جناب خواجہ خرد صاحب۔ جناب خواجہ ابوالقاسم صاحب اکبرآبادی قدس اللہ اسرارہم شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے حالات ہم پہلے حصہ میں نہایت بسط و شرح کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں اور شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے واقعات اسی حصہ کے دوسرے باب میں درج ہونگے باستثنا ان دونوں حضرات کے باقی اہل کمال کے مختصر حالات اس موقع پر لکھے جاتے ہیں اُمید ہو کہ معزز ناظرین خاص دلچسپی کیساتھ پڑھینگے۔

حافظ سید عبداللہ قدس سرہٗ

سید عبداللہ کا ابتدائی زمانہ

جناب سید عبداللہ صاحب اصل قصبۂ کھیڑی ضلع بارہہ کے رہنے والے ہیں ابھی آپ نہایت کمسن تھے کہ والدین کا سایۂ عاطفت سر پر سے اُٹھ گیا اور اس زمانہ میں آپکو داعیۂ خداطلبی پیدا ہوا اولیاء اللہ کی جابجا تلاش کرتے پھرے اور آخرکار ضلع پنجاب میں ایک بزرگ کے پاس پہنچکر قرآن مجید حفظ کیا اُسکے بعد سامانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ ادریس سامانی کی خدمت میں پہنچے اور محنت و خدمت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا سید عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں شیخ ادریس کی صحبت میں حاضر تھا میری عادت ہوگئی تھی کہ فقیروں کے استنجے کے لئے پتھر سے ڈھیلوں کو صاف کیا کرتا تھا ایک دن شیخ نے بھی اس خدمت اور کارگذاری پر خوشی اور خوشی کے ساتھ تعجب پیدا ہوا لیکن شیخ نے باطنی اشراق سے فوراً معلوم کرکے فرمایا عبداللہ انھیں میرے چہرے اور بدن کو کہ پتھروں کے نشانات اور تغیرات

معلوم ہوتے ہیں وہ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا میں خداطلبی کے ابتدائی زمانہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا اور اُن کے استنجے کیلئے اپنے بدن اور چہرے سے ڈھیلے صاف کیا کرتا تھا حقیقت یہ ہو کہ جو لذت مجھے اُس مالش میں حاصل ہوتی تھی ابتک اُس کا اثر میرے دل میں باقی ہو یہ زخموں کے نشان اُسی مالش کے اثر ہیں۔

خدمت کارگذاری

سید عبداللہ فرماتے ہیں کہ شیخ ادریس کے زمانۂ خدمت میں ایک یہ کام بھی میں نے اپنے ذمہ کر لیا تھا کہ جمعرات کے روز شیخ اور آپکے گھر والوں کے میلے کپڑے دریا پر لیجاتا اور اپنے ہاتھ سے صاف کر کے خدمت شیخ میں حاضر کیا کرتا آپ نماز جمعہ اُن ہی سفید کپڑوں کو زیب بدن فرمایا کرتے ایک دفعہ کا ذکر ہو کہ جمعرات کو فاقہ کی وجہ سے میری بری حالت تھی اور بھوک کے مارے بیتاب تھا لیکن اسیحالت میں بدستور سابق شیخ کے کپڑے لیکر دریا پر پہنچا اور لوگوں سے پرے ہٹکر ایک تنہا مقام پر کپڑے دھونے میں مشغول ہوا جوں جوں آفتاب بلند ہوتا جاتا تھا اور دھوپ میں حرارت و تیزی ترقی کرتی جاتی تھی مجھ پر بھوک اور پیاس غالب ہوتی جاتی تھی آخرکار میں بیہوش ہوگیا اور مجھے اپنے آپ تک کی خبر نہیں رہی اسی اثنا میں ایک برقع پوش مرد میرے پاس آیا اور نہایت نرمی اور آہستگی سے مجھے بیدار کرکے بغل کے اندر سے گرماگرم روٹی نکال کر دی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ کیا تم نے قرآن مجید میں آیۂ - ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ نہیں پڑھی ہو میں نے بایں خوف وہ روٹی قبول نہیں کی کہ مبادا یہ شیطان ہو اور مجھے دھوکا دیتا ہو لیکن اُس عزیز نے میری یہ اندرونی خلش خود دریافت کرلی اور ایک نہایت ہی تسلی کے لہجہ میں فرمایا کہ اے شخص تو اس خیال کو دل سے نکال ڈال اور اس روٹی کو غیبی رزق تصور کر چنانچہ اُس کے اس ارشاد سے میرا دلی کھٹکا جاتا رہا اور میں نے خوب سیر ہوکر روٹی کھائی ابھی تک میں نے دل میں کہا کہ دریا کا پانی گرم ہو کاش سرد پانی یہاں ہوتا تو بہت اچھا ہوتا میرے دل میں اس خطرہ کے گزرتے ہی برقع پوش نے مجھے ٹھنڈا پانی دیا جسے میں نے خوب سیر ہوکر پیا اُس کے بعد کپڑے دھوکر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا سید! تم نے خضر کے ہاتھ سے روٹی لیکر کھائی بہتر کیا لیکن محمدیوں کو خضر کا احسان اُٹھانا زیبا نہیں ہو۔

شیخ آدم کی صحبت خدمت

الغرض جب شیخ ادریس صاحب کا انتقال ہوگیا تو محترم بزرگ سید عبداللہ جناب شیخ آدم کی خدمت میں پہنچے اور چونکہ اُن کا طریقہ آپ کو بہت پسند آیا اسلئے زمانہ دراز تک اُن ہی کی صحبت میں

زندگی بسر کی۔ بزرگ سید عبداللہ کے عام اوصاف اور خاص فضایل سے قطع نظر کرکے آپ کی خوش لحنی اور ملکۂ علم تجوید خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہو یہ خصوصیت روز ازل سے آپ ہی کا حصہ میں تھا کہ جب قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہوتے تو جس قدر چرند پرند اس مقام پر ہوتے آپ کی سوزش خیز آواز اور لحن داؤدی کے اثر سے مردوں کی طرح گر پڑتے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ سید عبداللہ کچھ ایسے درد انگیز لہجہ میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے کہ تمام حاضرین پر ایک طرح کی محویت طاری ہو جاتی تھی اور جس قدر لوگ مسجد میں موجود ہوتے تھے سب محو سماع ہو جاتے تھے ایک دن کا ذکر ہو کہ دارالشکوہ کے قاریوں میں سے خوش شہور و منتخب قاری آپکے امتحان کے لئے آئے جن میں سے ہر ایک شخص قواعد تجوید میں ید طولے رکھتا تھا ان لوگوں نے استدعا کی کہ قرآن کا کچھ حصہ ہمارے سامنے پڑھیے سید نے فرمایا کہ اگر تمہیں ایک دو رکوع سننے ہیں تو میں ابھی پڑھتا ہوں اور اگر زیادہ کی رغبت ہو تو تھوڑی دیر توقف کرو چاشت کی نماز کے بعد حسب دستور دو سپارہ پڑھونگا چنانچہ وہ نماز چاشت تک ٹھیرے رہے اور آپنے نماز کے بعد دو سپارہ پڑھے معترضوں نے اگرچہ اعتراض کرنے کی بہت کوشش کی لیکن انہیں کوئی اعتراض کرتے نہ بن پڑا۔ ازاں بعد سید نے فرمایا کہ لوگ قرارت سبعہ کو بایں طریق پڑھتے ہیں کہ ایک ایک لفظ چند طریقوں سے تلفظ کرتے ہیں مگر یہ طریقہ میرے نزدیک ذرا بھی وقعت نہیں رکھتا میں اس طرز کو پسند کرتا ہوں کہ ایک دفعہ صرف عاصم کی کسی طریقہ پر تلاوت کی جائے اور اس میں دوسرے طریقہ کا ذرا بھی خلط نہو پھر ابو عمرو کے قاعدہ کے مطابق اور اسی طرح ساتوں قاریوں کے قرارت پڑھے ممتحن لوگ آپکی اس تقریر سے حیرت زدہ ہوگئے اور کسی کو دم مارنے کی گنجایش نرہی۔

سید عبداللہ کی خوش لحنی

محترم بزرگ سید کی باطنی تصرفات اور روحانی توجہات کے بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہیں جنہیں میں اس مقام پر ذکر کرکے کتاب کو طول نہیں دیتا مختصرًا اس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ آپ میں درحقیقت وہ تمام خصلتیں مجتمع تھیں جو ایک پاکباز اور متشرع ولی میں ہونا چاہئیں اور جنکی نظیر سے اس عہد کے مشائخ کے حلقے بالکل خالی نظر آتے تھے۔ علوم و فنون اور عام خاندانی حیثیت سے قطع نظر کر کے ربانی تجلیوں اور فطری جوہروں نے آپکی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا اور آپکی سحر نما کرامتوں کے ڈنکے ایک عالم میں بجگئے تھے۔ آپ کا انتقال اکبرآباد میں ہوا شیخ عبدالرحیم صاحب خود اپنی قلم سے لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں اورنگ زیب اکبرآباد میں جلوس فرما تھا میں اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر تھا اسی

سید کی باطنی تصرف

زمانہ میں سید عبداللہ بھی سید عبدالرحمان کے ساتھ اکبرآباد میں تشریف رکھتے تھے وہیں آپ بیمار ہوئے اور وہیں رحلت فرمائی جب آپکے انتقال کا وقت قریب ہوا تو آپنے وصیت فرمائی کہ مجھے قبرستان کے ایسے مرقع میں دفن کرنا جہاں کوئی پہچان نہ سکے چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اتفاق وقت سے میں اسوقت بیمار تھا اور سخت بیمار تھا۔ مرض نے مجھے یہانتک ضعیف و کمزور کر دیا تھا کہ سید عبداللہ کے جنازہ کیساتھ نہ جا سکا لیکن جب مرض میں تخفیف ہوئی اور کچھ کچھ قوت آ چلی تو میں ایک ایسے شخص کو ہمراہ لیکر روانہ قبرستان ہوا جو بزرگ سید کے دفن میں شریک تھا قبرستان میں پہنچکر جب میں نے سید کے مرقد کی زیارت کرنے کا قصد کیا اور ہمراہی سے دریافت کیا تو وہ سید کی قبر بتا نہ سکا لیکن قیاس سے ایک قبر کی طرف اشارہ کرکے کہا یہ سید کا مزار ہو میں اس جگہ بیٹھکر قرآن پڑھنے لگا دفعۃً بزرگ سید نے مجھے پس پشت سے آواز دی کہ عبدالرحیم! فقیر کی قبر یہ ہو لیکن جو کچھ تم نے پڑھنا شروع کیا ہو اُسے وہیں تمام کرو اور اُسی قبر کی میت کو ثواب پہنچاؤ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا قرأت سے فارغ ہو کر میں نے اپنے ساتھی سے کہا ذرا غور سے دیکھو کہ جس قبر کی طرف تو نے اشارہ کیا ہو کیا حقیقت میں یہی سید عبداللہ کی قبر ہو یا میرے پس پشت واقع ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں عرصہ سے اسی میں غور کر رہا ہوں لیکن آپکے کہنے سے مجھے یاد آگیا کہ در اصل مجھے چوک ہوگئی تھی بیشک سید صاحب کی قبر شریف آپ کی پشت ہی کی طرف واقع ہے میں وہاں سے اٹھکر محترم سید کے مزار پر آیا اور قرآن پڑھنے لگا اُسوقت مجھے غنودگی کی وجہ سے کچھ ایسی برخاستگی طبع حاصل ہوئی کہ قرارت کے قواعد کی رعایت بخوبی نہیں کر سکا دفعۃً قبر کے اندر سے آواز آئی کہ عبدالرحیم تم نے فلاں فلاں مقام پر سہو کیا۔ حالانکہ قرارت کے بارہ میں تا بہ امکان احتیاط کرنی چاہیئے۔

خواجۂ خرد قدس سرہ

خواجہ خرد کے ابتدائی حالات

خواجہ خرد۔ جناب خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور اہل کمال میں بڑے پایہ کے شخص ہیں ہنوز آپ صغیر اور کم سن ہی تھے کہ آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد باقی سدھارے سفر آخرت ہوگئے تھے جب آپنے عمر کے ابتدائی مراحل طے کرکے سن رشد میں قدم رکھا تو شیخ احمد سرہندی کی خدمت میں پہنچے اور زمانہ دراز تک انکی خدمت میں فیضیاب رہے بعد ازاں آپ خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد کے پاس تشریف لائے جو خواجہ محمد باقی کے مشہور و ممتاز خلیفے تھے یہاں سے آپنے اجازت اور اخذ طریقہ کی سند حاصل کی اور

درس وتدریس کا دروازہ کھولا۔

خواجہ خرد کے اگرچہ ایک اور بھائی بھی تھے جو عمر میں بڑے اور علم وفضل میں آپ سے افضل تھے لیکن باطنی تصرفات اور روحانی توجہات میں جو شہرت آپکو حاصل تھی وہ خواجہ کلاں کو میسر نہ تھی۔ خواجہ کلاں اس خاص صفت میں آپ کی ہمسری اور برابری کا دعوے نہ کر سکتے تھے آپ کے باطنی علم نے تمام ملک میں شہرت عام پیدا کر دی تھی اور طالبان حق دور دور از ملکوں سے خطرناک اور دشوار گزار راہیں طے کر کے خدمت میں حاضر ہوتے تھے علما فضلا مشائخ کا مجمع ہمیشہ آپکی درگاہ میں رہتا تھا اور سینکڑوں طلبہ کامیاب اور بامراد ہو کر جاتے تھے آپکی کرامات کے واقعات نہایت دلچسپ ہیں منجملہ ان کے دو ایک واقعات یکجگہ قلمبند کئے جاتے ہیں۔

(۱) شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ ایکدفعہ میں اور میرے ساتھ مخدومی شیخ ابوالرضا محمد خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر تھے اُس وقت آپ طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے اور بھوک کی وجہ سے نہایت بیتاب تھے رفتہ رفتہ بھوک یہانتک غالب ہوئی کہ آپ سبق پڑھا نہ سکے ایک شخص کو گھر بھیجا کہ کھانے کی کوئی چیز ہو تو لے آئیے لیکن گھر والوں نے صاف جواب دیدیا کہ ہمارے پاس بجز دو ایک لقموں کے جو بچے کیواسطے رکھے تھے رکھے ہیں اور کچھ نہیں ہے خادم نے عرض کیا کہ گھر میں دو ایک لقموں کے سوا اور کچھ کھانا نہیں ہے اور وہ بھی بچے کے لئے رکھا ہوا ہے فرمایا اس میں سے تھوڑا سا لے آؤ چنانچہ خادم دوبارہ گیا اور ایک چھوٹی تشتری میں تھوڑا سا کھانا لے آیا آپنے ہاتھ دھوئے اور حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ بھی فقیر کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ اس بات کا خیال نہ کرو کہ کھانا تھوڑا ہے خدا برکت دیگا اور ہم سب سیر ہو کر کھالوگے حاضرین کو آپکے اس ارشاد سے تعجب کے ساتھ حیرت ہوئی خواجہ نے ہم دونوں بھائیوں کو خصوصیت کے ساتھ مکرر فرمایا اور اس وجہ سے ہمیں آپکے ساتھ ضرور شریک ہونا پڑا انجام کار ہم تینوں شخصوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور تشتری میں اسقدر کھانا بچ رہا جس قدر خادم گھر سے لایا تھا آپنے تشتری خادم کے حوالہ کی اور فرمایا یہ بچے کیلئے لیجاؤ۔

(۲) ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ خرد کے پاس ایک شخص نے آکر التماس کی کہ بادشاہ نے مجھے ایک مہم سر کرنے کی غرض سے ایک بہت دور مقام پر بھیجا ہے اول تو وہ ملک ہی نہایت دور ہے دوسرے دشمن ان لوگوں میں کثیر اور اسباب جنگ میں بہت طرح رکھتے ہیں بخلاف اسکے نہ تو میرے پاس اسقدر جنگی سامان

ہی ہے نہ جنگی فوج ہی اور سب سے زیادہ مصیبت کی یہ بات ہے کہ بادشاہ سے کسی طرح عذر نہیں کر سکتا۔ آپ مجھ پر توجہ کیجئے اور اس نازک اور خطرناک موقع پر امداد فرمائیے خواجہ نے بطریق خوش طبعی فرمایا کہ کچھ نقدی پیش کرو تاکہ ہماری خاطر تمہاری طرف متوجہ ہو اس کے بعد آپنے فرمایا کہ تم فلاں روز جنگ کرنا اور اپنی قلت دشمنوں کی کثرت سے ذرا بھی خوف نہ کرنا انشاءاللہ فتحیاب ہو گے شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص چلا گیا تو آپنے فرمایا کہ جو دن میں نے اس شخص کیلئے مقرر کیا ہے اُسے یاد رکھنا اور جب وہ وقت آجائے تو مجھے یاد دلا دینا چنانچہ جب وہ وقت ہوا تو میں نے خواجہ کو یاد دلایا آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور مجھے دروازہ پر بٹھا کر فرما گئے کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ آپ شاداں و فرحاں حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں عین معرکہ جنگ میں پہنچا حقیقت میں دشمنوں کی تعداد بکثرت تھی اور یہ لوگ نہایت ہی قلیل تھے اول مرتبہ اگرچہ ان مٹھی بھر آدمیوں کو شکست ہوئی لیکن اس عزیز نے نہایت ثابت قدمی کی اور اپنی جگہ سے تل بھر نہ ہٹا اسی اثنا میں معرکہ جنگ میں بتجلیہ خدا کے فضل سے اُس عزیز کی فتح ہوئی بہت سے دشمن قتل کئے گئے اور بقیۃ السیف شکست کھا کر بھاگ گئے۔ میں نے اس تمام واقعہ کو ایک کاغذ پر لکھا اور دن تاریخ وغیرہ ثبت کر کے اپنے پاس رکھا ایک عرصہ کے بعد اس شخص کا خط آیا اور جو کچھ خواجہ نے بیان فرمایا تھا بجنسہ وہی باتیں خط میں مندرج تھیں۔

(۳) خواجہ خرد زور گوشک کے محلہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کی کہ حضور مجھ پر کوئی ایسی توجہ فرمائیں کہ تحصیل علم سے فراغت پا جاؤں فرمایا کہ میں تمہارے اس سوال کا عنقریب جواب دونگا اور جواب شافی دونگا وہ شخص تو اپنے گھر چلا آیا اور خواجہ نے اُس کے عقب میں ایک شخص روانہ کیا اور ایک رقعہ اسکے ہاتھ لکھ کر بھیجا جس میں لکھا تھا کہ کل انشاءاللہ تم تمام علوم سے فارغ التحصیل ہو جاؤ گے وہ شخص یہ غیر مترقبہ بشارت سنکر نہایت متعجب ہوا دوسرے روز اتفاق سے یہ شخص سو گیا اور ہمیشہ کے لئے اس جہان کو رخصت کر گیا۔

باوجود اس عظمت وجبروت اور باطنی وظاہری کمالات کے خواجہ خرد کے مزاج میں حد سے زیادہ عاجزی وانکساری تھی آپ ہر شخص کے ساتھ اپنے عام متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اور اہل علم کے اعزاز وتوقیر میں پہلے درجہ کی کوشش کرتے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالرحیم صاحب آپکی درگاہ میں تشریف لے گئے اُس وقت خواجہ تو چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور تمام طلبہ بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھے

شیخ صاحب درگاہ میں داخل ہوئے خواجہ نے انتہا سے زیادہ تعظیم کی خود پائینتی اور شیخ کو سرہانے کی جانب بٹھایا ہرچند شیخ صاحب نے مقام صدر میں بیٹھنے کو بے ادبی سمجھا اور بہت کچھ معذرت کی لیکن خواجہ نے باصرار تمام آپ کو مقام صدر میں بیٹھنے پر مجبور کیا اس تعجب خیز معاملہ سے تمام حاضرین دریائے تحیر میں غرق ہو گئے انجام کار خواجہ رحمۃ اللہ آپکے فرزند رشید نے اُٹھکر التماس کی کہ حضرت! اس مجلس میں بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو عمر میں سب سے بڑے اور فضل و علم میں سب سے افضل ہیں اور اسوجہ سے تعظیم و تکریم کے قابل بھی ہو سکتے ہیں باوجودیکہ آپ نے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اس اعزاز کیساتھ خاص کرنے میں کیا نکتہ ہے خواجہ نے فرمایا شیخ عبدالرحیم کی خصوصیت کے ساتھ تعظیم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو مجھے یہ بات دکھانی مقصود تھی کہ جو وقعت و بزرگی اس محترم اور جلیل القدر خاندان کی میرے دل میں ہے تم اسے محسوس کرکے اس معاملہ میں میری تقلید کرو اور جس طرح میں اُن کی تعظیم و توقیر کرتا ہوں اُسی طرح تم بھی انہیں نگاہ وقعت سے دیکھو جس زمانہ میں میں انکے جد امجد شیخ رفیع الدین صاحب کی خدمت میں حاضر رہتا اور اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا تو شیخ صاحب کا دستور تھا کہ جب میں حاضر ہوتا تھا ایسی تواضع سے پیش آتے تھے باوجودیکہ وہ میرے اُستاد تھے اور میں نے اُن کی خدمت میں بہت کچھ فیض حاصل کیا تھا علیٰ ہذا القیاس جناب شیخ رفیع الدین صاحب جب ہمارے والد بزرگوار خواجہ باقی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو وہ بھی آپ کے ساتھ یوں ہی پیش آتے تھے حالانکہ شیخ صاحب خواجہ کے مشہور خلیفہ تھے۔ خواجہ محمد باقی قدس سرہ نے چونکہ سلوک کے ابتدائی زمانہ میں شیخ قطب العالم جناب شیخ رفیع الدین صاحب کے والد بزرگوار کی خدمت میں تحصیل علوم کی تھی اور اُن سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا تھا اس لحاظ میں اپنے اس محسن خاندان سے ایسی طرح کا سلوک کرتا رہا ہو۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن خواجہ خُرد کے خدام میں سے ایک خادم شراب کے نشہ میں مست تھا ایسے موقع پر مجھے اُسکے ساتھ بحث کرنے کا اتفاق پڑا چونکہ وہ مخمور تھا اور میری ہر بات کا جواب نامعقول دیتا تھا اسلئے میری طبیعت منغض ہو گئی اور اب میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ اسکے بعد یہاں کبھی نہیں آؤں گا ابھی دو تین ہی روز گزرے تھے کہ خود خواجہ تشریف لائے اور میرے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ایک بڑھیا سے میرا پتا پوچھا اُس نے جواب دیا کہ عبدالرحیم اسوقت سوتا ہے فرمایا جب وہ بیدار ہو تو کہدینا خرد تمہیں ڈھونڈتا آیا تھا اور اب وہ جنوں کی مسجد میں ملے گا چنانچہ جب میں بیدار

ہوا تو بڑھیا نے سارا ماجرا مجھے بیان کیا میں فوراً اُس مسجد میں پہنچا خواجہ خرد اپنا عمامہ سر کے نیچے رکھے ہوئے بے تکلف سوتے تھے میں جا کر بیٹھ گیا اتنے میں ظہر کی اذان ہوئی خواجہ اُٹھے اور نہایت مہربانی کیساتھ پیش آئے وضو اور سنت پڑھنے کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے اور انتہا سے زیادہ میری دلجوئی کی۔

خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی قدس سرہ

خلیفہ ابوالقاسم ملا عمر کے داماد تھے جو اپنے زمانہ کے مشہور و معتبر علما میں ایک منتخب اور ممتاز عالم و فاضل گنے جاتے تھے شرح ملا پر جو ایک بسیط اور نہایت مفید و کارآمد حاشیہ ہے وہ ملا عمر ہی کی خداداد قابلیت اور ذہانت کا بدیہی نتیجہ ہے خلیفہ ابوالقاسم ملا ولی محمد کے شاگرد رشید ہیں جو اعیان دولت اور روسائے شہر میں شمار کئے جاتے اور حضرت اشیر کے ممتاز و معزز علما میں گنے جاتے تھے حضرت امیر کے خلفا میں آپ بالکل وہی نسبت رکھتے تھے جو نسبت شیخ نصیرالدین محمود قدس سرہ کو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین [illegible] قدس سرہ کے اصحاب میں حاصل تھی خلیفہ ابوالقاسم نے تمام علوم کی تحصیل ملا ولی محمد سے کی اور ان ہی کی خدمت میں علم باطنی حاصل کر کے بیعت کی آپ ہمیشہ گمنامی اور عزلت نشینی کو دوست رکھتے تھے اور یہی

ل حضرت امیر ابوالعلیٰ کے والد بزرگوار میر ابوالوفا اور دادا امیر عبدالسلام ہیں۔ میر ابوالوفا خواجہ ابوالفیض بن خواجہ [illegible] بن خواجہ احرار کی اولاد میں ہیں حضرت امیر ابوالعلیٰ والد کی طرف سے حسینی سید اور میر تقی الدین کرمانی کی اولاد میں سے ہیں جس زمانہ میں ان کے والد ماجد اور جد امجد سمرقند کو چھوڑ کر ہندوستان کو عبور کرتے ہوئے [illegible] جارہے تھے اس زمانہ میں حالت [illegible] میں پیدا ہوئے ان کے والد اور دادا بعض [illegible] میں ہی انتقال کر گئے تھے ان کی وفات کے بعد آپنے خواجہ فیضی کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی جو اس زمانہ میں مان سنگھ صوبہ کے گورنر کی رفاقت میں ایک معزز و ممتاز عہدہ رکھتے تھے جب میر ابوالعلیٰ ابتدائی زمانہ کے مراحل طے کر کے سن بلوغ کو پہنچے اور عالم شباب میں قدم رکھا تو خواجہ فیضی کا سایہ بھی آپکے سر سے اُٹھ گیا فیضی کے انتقال کے بعد آپ [illegible] زندگی بسر کی اسی اثنا میں ایک رات آپنے خواب میں دیکھا کہ تین بزرگ کھڑے فرما رہے ہیں کہ ابوالعلیٰ تم نے یہ کیا وضع اختیار کر رکھی ہے تم وہی وضع رکھو جس وضع میں ہمیں دیکھ رہے ہو اور اسباب معاش کیلئے خدا ہی [illegible] کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے [illegible] ان بزرگوں میں سے ایک نے [illegible] میر ابوالعلیٰ کا سر مونڈا اور دوسرے نے اپنا قمیص انکے زیب بدن کیا تیسرے نے اپنی دستار عنایت کی۔ میر ابوالعلیٰ یہ دیکھکر [illegible] کے ساتھ [illegible] اور اسیوقت ان کے دل میں ایک طرح کا قلق و اضطراب پیدا ہوا [illegible] نوکری کو اپنے [illegible] لیکن [illegible] منظور نہیں کیا [illegible] کے اسباب جمع ہو گئے جن سے [illegible] میر ابوالعلیٰ کو ملازمت ترک کرنی پڑی ملازمت کے تعلق سے سبکدوش ہوتے ہی آپ [illegible] میں مصروف ہو گئے اغلب اوقات خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مزار کی طرف متوجہ ہوتے اور وہاں سے [illegible] کے فیوض سے بہرہ ور ہوئے [illegible] میر عبداللہ سے بیعت کی جو آپکے عم بزرگوار [illegible] محترم و معزز شخص تھے گویا آپ بظاہر نوکری پیشہ تھے لیکن حقیقت میں ولایت کے آثار ان کی تابان پیشانی صاف عیاں تھے حضرت امیر ابوالعلیٰ پر ایک دفعہ فالج گرا جس سے آپکو سخت تکلیف ہوئی لیکن آپنے اسوقت بھی محنت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ

طریقہ آپ پر غالب تھا لوگوں سے ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا تھا اور ابنا ملوک کی صحبت اپنے حق میں سم قاتل سمجھتے تھے آپکا مشرب ترک اکساب اور توکل کلی تھا یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات آپکی زبان پر جاری رہتا تھا کہ ولی کے تین نشان لوگوں میں مشہور ہیں لیکن چوتھا نشان یہ ہے کہ خداوند تعالی بدون کسی واسطے کے اُس کی معیشت کا متکفل اور ذمہ وار ہو جائے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں حقیقتاً میں جناب خلیفہ ابوالقاسم کے توکل کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی اور چونکہ آپکو حقیقی توکل حاصل تھا۔ اسی لیے خدا تعالیٰ آپ کی تمام ضرورتوں اور حاجتوں کا خود کفیل ہوگیا تھا اگرچہ آپ معاش کا کوئی سبب اور وسیلہ نہ رکھتے تھے لیکن ہمیشہ خوشحالی اور نہایت آسودگی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپکے گھر میں گھی ہو چکا اور دوسرا گھی کہیں سے نہ آیا خلیفہ متحیر تھے اور بغیر گھی کے کھانا تناول فرماتے تھے ایکروز کسی تقریب سے آپ گھر میں تشریف لیگئے اور بالا بالا گھر کی تلاشی لی معلوم ہوا کہ گھی کی ایک ٹھلیا کسی نے مخفی کر کے رکھدی ہے اسوقت آپنے فرمایا کہ گھی نہ آنے کا یہی سبب تھا چنانچہ خلیفہ نے اُسے فوراً خرچ کر ڈالا اور اُسی اثنا میں بہت سا گھی ہدیۃً آگیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible]۔ اُٹھا رکھا گو آپ کو حرارت و رعشہ کے وقت بہت ہی مشقت اُٹھانی پڑتی تھی مگر تو بھی کبھی بیوضو نہیں رہتے تھے ایکدن آپ [illegible] دل فدائے [illegible] و جان [illegible]۔ اسی بیت کو پڑھتے تھے کہ آپ پر ایک قوی وجد طاری ہوا جسکی حرارت سے تمام اعضا کھل گئے اور اُنہیں اصلی قوت عود کر آئی آپ کو وہ قوی جذب اور باطنی تصرف حاصل تھا کہ جس شخص پر نظر خاص ڈالتے [illegible] اتباع شریعت نبوی اور پیروی جادۂ محمدی [illegible] احکام شرعی [illegible] آپکے تمام اقوال و افعال شریعت کے مطابق ہوتے [illegible] [illegible] خواہشوں کی پیروی اختیار کی اور عقاید فاسدہ [illegible] مصداق قرار دیے گئے حضرت امیر ابوالعلی [illegible] چنانچہ [illegible] مقامات میں حضرت امیر نے اس امر کو اپنی تالیف میں خوب واضح کر کے بیان کیا ہو۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوالعلی کے فرزند رشید امیر نورالعلی سے [illegible] کمالات کیساتھ آپ موصوف تھے وہ بہت لوگوں میں ان کی نظیر [illegible] زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید آپ میں پائی جاتی تھی وہ آپ کی راستبازی [illegible] ایک دن اُن سے [illegible] امیر ابوالعلی سماع کیطرف بہت راغب تھے [illegible] شاید اُن [illegible] کسی نے کوئی غزل یا قصیدہ پڑھا اور آپنے [illegible] کہتے ہیں کہ امیر ابوالعلی جیسے شخص پر [illegible] تو وہ بیہوش ہو جاتا تھا [illegible] کیا یا ہے لیکن کبھی بیہوش نہیں ہوا۔ امیر نورالعلی بہت روز آپ کی خدمت میں رہے ہیں اور امیر ابوالعلی سے کلاہ اور خرقہ پایا ہے ۱۲

خلیفہ ابوالقاسم جب علوم دینی کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ارشاد و تکمیل کے درجہ کو پہنچگئے نیز طالبان حق کی گود یان فوائد و فیوض سے لبریز کر چکے تو آپکو سفر حج کی عزیمت پیدا ہوئی گھر سے باہر تشریف لائے اور بغیر ترتیب زاد و راحلہ اور بدون گھر والوں سے ملے جلے عرب کی طرف توجہ مبذول فرمائی رستہ میں آپکے بعض مخلص اور بے ریا معتقدین بھی آپکی ہمراہی میں ہوئے لیکن آپنے مجرد اور تنہا لوگوں کو آپنے ساتھ چلنے کی اجازت دی اور جو لوگ اہل و عیال رکھتے تھے انہیں واپس کر دیا اور فرمایا چونکہ ہم نے ایک دور و دراز سفر کا قصد کیا ہوا اور سامان سفر سے خالی ہاتھ ہیں چلے عجب نہیں کہ ارض حجاز اور اُسکے اطراف میں ہمیں ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تم لوگ اہل و عیال رکھتے ہو لہذا میں تمہارا اہل و عیال ہی میں رہنا پسند کرتا ہوں ازاں بعد آپ متوجہ ارض حجاز ہوگئے اور اسی بے سر و سامانی کی حالت سے مکہ معظمہ پہنچگئے ایک مدت تک حجاز میں رہے اور بصحت و سلامتی وطن میں تشریف لائے اس اثنا میں سفر میں بہت سی خوارق عادات باتیں اور عجیب و غریب واقعات آپسے ظہور میں آئے جن میں سے بعض واقعات خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔

خوارق عادات

ازانجملہ یہ کہ خلیفہ کے یاروں میں یہ بات مشہور تھی کہ جسوقت آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہیں تو آپ کی جیب میں بجز ایک پاولی کے اور کچھ نہ تھا لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ آپ اس دور و دراز سفر میں کبھی اور کسی مقام پر محتاج نہیں ہوئے یہانتک کہ جب سفر سے مراجعت فرما کر گھر تشریف لائے تو ہنوز وہ پاولی جیب خاص میں تھی شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس واقعہ کی شہرت سنی تو خلیفہ سے اسکی بابت دریافت کیا فرمایا عبدالرحیم! ابتک کسی نے مجھسے اس واقعہ کو دریافت نہیں کیا نہ میں نے اسکا بھید کسی پر ظاہر کیا اصل قصہ یہ ہے کہ جب میں حج کے ارادہ سے شہر سے نکلا تو ایک اجنبی شخص میرے پاس آیا اور ایک پاولی بطریق نیازمندی پیش کی میں نے اُس سے لیکر جیب میں ڈال لی پھر خدا تعالی نے خود بخود سامان مہیا کر دیئے مجھے اُس پاولی کے خرچ کرنے کی حاجت نہیں پڑی اسی طرح جب میں نے میلے کپڑے اُتار کر اجلے کپڑے پہنے تو یاروں نے میرے میلے کپڑے لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیے اور خدا تعالی نے مجھے دوسرے کپڑے عنایت فرمائے غرضکہ راہ میں سفر میں نہ مجھے کپڑوں کی ضرورت پڑی اور نہ اُس پاولی کی حاجت ہوئی جب میں گھر آیا تو وہ کپڑے اور پاولی برآمد ہوئی اور لوگوں میں یہ بات شہرت پکڑ گئی۔

ازانجملہ یہ کہ ایک دن آپ نے جہاز مین بیٹھے ہوئے اپنے یار دوستون سے اولیاء اللہ کے مقامات کرامات کا ذکر چھیڑ دیا تھا اور بیان کا سلسلہ یہان تک پہنچا یا تھا کہ خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندے دور دراز مسافت کو چشم زدن مین طے کر لیتے اور پانی کی سطح پر سطح زمین کی طرح دوڑتے ہین جیسے زمین کی سطح پر چلتے خدا آپ کی یہ تقریر سنکر کہا کہ اس قسم کے جھوٹے قصے اور بناوٹی کہانیان بہت سنی گئی ہین مین نے تو کسی کو بھی ایسا نہین دیکھا خلیفہ نے جون ہی ناخدا کا یہ مضحکہ آمیز قول سنا آپکی غیرت کی رگ حرکت مین آئی فوراً سمندر مین کود پڑے اور بلا تکلف پانی کی سطح پر چلنے لگے جہاز والون نے ناخدا کو سخت ملامت کی اور وہ بھی نادم و پشیمان ہوا کہ ایک فقیر میرے مجادلہ کے سبب سے معرض ہلاکت مین پڑا اور پھر آپکے بے ریا معتقد آپکی مفارقت کے رنج مین سخت محزون و متالم ہوئے کہ دفعۃً خلیفہ نے بآواز بلند فرمایا کہ لوگو! مین بخیریت ہون اور سطح آب پر بلا تکلف سیر کر رہا ہون تم ذرا رنج نکرو یہ صورت دیکھکر ناخدا اور تمام اہل جہاز نے توبہ کی اور نیازمندی و عاجزی کا اظہار کر کے خلیفہ کو سمندر سے جہاز مین لائے اور خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ اٹھا نرکھا۔

ازانجملہ یہ کہ حرمین مین ایک بزرگ متوطن تھے جنہون نے اپنے آبا و اجداد سے نسلاً بعد نسل حضرت غوث الاعظم کی کلاہ شریف تبرکاً حاصل کی تھی اور جو ارض حجاز اور اسکے اطراف مین ایک معزز و ممتاز شخص شمار کیا جاتے تھے جب بزرگ خلیفہ ابوالقاسم مکہ معظمہ مین پہنچے تو ایک رات حضرت غوث الاعظم نے اُس شخص کے خواب مین تشریف لا کر فرمایا کہ یہ کلاہ جو تمہارے پاس بطریق امانت ہے خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی کے حوالہ کر دو صبح کو جب یہ بزرگ اٹھے تو انہین خیال آیا کہ حضرت غوث الاعظم نے جو خلیفہ ابوالقاسم کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہو تو اس تخصیص مین کوئی خاص مصلحت ہو چنانچہ انہون نے خلیفہ کے امتحان کی غرض سے ایک قیمتی اور وزنی جبہ کلاہ کے ساتھ منضم کیا اور پوچھتے پوچھتے خلیفہ کی خدمت مین پہنچے اور عرض کیا یہ دونون تبرک حضرت غوث الاعظم کے ہین جنکی بابت مجھے خواب مین ارشاد ہوا ہو کہ ان امانتون کو آپکے سپرد کر دون خلیفہ نے کلاہ اور کلاہ کے ساتھ جبہ کو قبول کیا اور نہایت مسرور و شادان ہوئے زان بعد اُس بزرگ نے کہا چونکہ یہ تبرک خدا کی ایک نعمت عظیم ہو اسلئے آپکو اسکے شکریہ مین بہت سا کھانا پکا کر شہر کے رؤسا کو مدعو کرنا چاہیے خلیفہ نے فرمایا تم ہی رؤساء شہر کی دعوت کر دو اور کل سب کو لیکر آجاؤ ہم وافر کھانا تیار کر دینگے چنانچہ دوسرے دن علی الصباح وہ

بزرگ رؤساء شہر کو ساتھ لیکر آیا اور سیر ہو کر کھانا تناول کیا جب کھانا کھا چکے اور فاتحہ سے فارغ ہو گئے تو اُس بزرگ نے خلیفہ سے کہا کہ جب آپ متوکل ہین اور معاش کے ظاہری اسباب نہین رکھتے ہین تو فرمایئے کہ اسقدر کھانا کہان سے مہیا ہوا آپنے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ ہم نے جبہ کو فروخت کر کے کھانے کا سامان مہیا کیا یہ کہنا تھا کہ اُس عزیز نے ایک شور مچایا اور زاری و فریاد شروع کی کہ مین نے اس فقیر کو اہل دل خیال کیا تھا لیکن افسوس میرا خیال بالکل غلط ثابت ہوا اور یہ شخص نہایت نا قابل ظاہر ہوا حقیقت مین یہ ایک مکار شخص ہے جو فقیرون کے لباس مین لوگون کو دھوکا دیتا پھرتا ہو حیف اسنے اُن عظیم الشان تبرکات کی کچھ قدر و منزلت نہ کی اور چند حقیر دامون پر فروخت کر دیا۔ خلیفہ ابوالقاسم نے ایک نہایت تندی اور تیزی کے لہجہ مین فرمایا کہ بس خاموش رہ زیادہ دُندُ مچا جو تبرک تھا اُسے ہم نے تعویذ بازو بنا کر رکھا ہو اور جو در اصل تبرک نہ تھا بلکہ ہمارے امتحان کی غرض سے تو نے پیش کیا تھا اُسے ہم نے فروخت کر ڈالا اور حقیقی تبرک کے شکرانہ مین صرف کر دیا۔ یہ سنکر وہ بزرگ متنبہ ہوا اور تمام اہل مجلس سے حقیقت حال بیان کیا۔ حاضرین مجلس کی زبان سے ایک ہی اختیار نہ جوش کے ساتھ نکلا کہ الحمد للہ یہ تبرک ایک ایسے شخص کو پہنچا جو اُسکا اہل اور مستحق تھا۔

خلیفہ ابوالقاسم اگرچہ امیر ابوالعلی کی صحبت مین بھی پہنچے ہین اور اُنکی خدمت سے بھی بے انتہا فوائد اُٹھائے ہین لیکن ارتباط استفاضہ اور بیعت ملا ولی محمد ہی کی خدمت مین رکھتے تھے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امیر نے خلیفہ سے فرمایا کہ تم ہم سے بیعت کیون نہین کرتے جواب دیا کہ چونکہ ملا ولی محمد خود حضرت امیر کی خدمت سے فیضیاب ہین اور اس عاجز نے تمام علوم کی تحصیل اُن ہی کی خدمت مین کی ہے اور اُن ہی کی جناب مین الفت تمام رکھتا ہو اس لیے ارتباط بیعت بھی اُن ہی کے حضور مین بہتر و مناسب دیکھا حضرت امیر ابوالعلی نے آپ کی یہ شستہ تقریر سنکر تبسم کیا اور مرحبا کہکر دعائین دین آپ کا انتقال اکبرآباد مین ہوا اور وہین دفن کئے گئے۔

اجازت عامہ

ہمین اُن حضرات کی تعداد صحیح اندازے کیساتھ بتانا سخت مشکل ہے جن سے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اجازت عامہ حاصل کی کیونکہ باوجود ہزار تلاش و تتبع کے ہنوز کوئی ایسی مفصل فہرست

دستیاب نہین ہوئی جس سے اس بات کا پتہ چل سکے لیکن قیاس اس بات کو چاہتا ہو کہ آپ کو مختلف اشخاص اور متعدد اساتذہ سے اجازت عامہ حاصل ہوئی ہو کیونکہ آپ جن حضرات کی خدمت مین استفادہ کیلئے حاضر ہوئے اور جس علم کی تحصیل مین مشغول ہوئے اُسے بالضرور تکمیل کے مرتبہ پر پہنچایا اور جب آپ ہر شخص کی درس گاہ سے فارغ التحصیل اور کامل ہوکر علحدہ ہوئے تو کیا عجب کہ ہر شخص سے اجازت اور علم سند حاصل کی ہو لیکن جہانتک تاریخ سے پتہ چلتا ہے اُس سے اس قدر یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہی کہ سید عبداللہ اور خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی اور سید عظمت اللہ جیسے مجتہدین فن اور اہل کمالات کی فیض صحبت اور تعلیم و تربیت نے جناب شیخ عبدالرحیم کو تمام دینی فنون اور وہبی علوم مین کامل کر دیا تھا اور آپ مین ہر قسم کی اہلیت و قابلیت پاکر اجازت عامہ سے ممتاز و سرافراز فرمایا تھا چنانچہ ہم اس امر کے ثبوت مین خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ہی کے بیان کو پیش کرتے ہین جس سے بڑھکر کوئی اور مستند شہادت ہو نہین سکتی۔

خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کی اجازت — آپ فرماتے ہین کہ جب خلیفہ ابوالقاسم نے مجھے تکمیل و ارشاد کی اجازت سے سرفراز فرمانا چاہا تو آپ نے ایک مخلص اور بے ریا عقیدتمند مرید کو حکم فرمایا کہ ہمارے تمام شناساؤن اور مریدون کی دعوت کرو اور کافی مقدار کھانا مہیا کرو چنانچہ اُس نے آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل کی جب کھانا پک کر تیار ہوا اور تمام مدعوین جمع ہو گئے تو آپ نے فقیر کو طلب کیا میرے سر پر دستار باندہی اور ایک اجازت نامہ لکھکر عنایت فرمایا اُسوقت مین نے التماس کی کہ حضور! مین اس عظیم الشان اور جلیل القدر کی قابلیت نہین رکھتا اور ان حقوق کی تحمل و برداشت کی اپنے مین طاقت نہین دیکھتا فرمایا کوئی مضائقہ نہین آخر تم نے دوسری جگہ سے بھی اجازت عامہ حاصل کی ہو بھلا بتاؤ سید عبداللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ کس طرح تھا مین نے عرض کیا اُنھون نے اپنے تمام حقوق مجھے معاف کر دیئے تھے فرمایا مین نے بھی اپنے تمام ظاہری و باطنی حقوق تمہین معاف کر دیئے۔ عبدالرحیم! یہ فرقہ جو کام کرتا ہے اُسکا انجام پہلے ہی سے پیش نظر رکھ لیتا ہے۔

سید عبداللہ کی اجازت — جب یہ سب کچھ ہو چکا تو آپنے مجھے طالبان حق کی رہنمائی اور دینی علوم کی اشاعت و درس کی اجازت دی اور یہ بھی فرمایا کہ اب اگر تم مناسب سمجھو تو دہلی مین جاکر رہو اور وہان کے باشندون مین دینیات کی اشاعت و ... لیکن مین نے عرض کیا کہ ابھی چندروز تک مین آپ ہی کے قدمون مین

رہنا پسند کرتا ہون چنانچہ آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور روز بروز زیادہ توجہ مبذول فرماتے رہے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ عبدالرحیم! اس شہر مین گشت لگایا کرو اور درویشون کی زیارت کیا کرو لیکن فقیر اس وجہ سے تعلل کیا کرتا تھا کہ اس کی خاطر کلی صرف خلیفہ ہی کی طرف منجذب تھی جب آپنے میری حالت دیکھی تو ایکدفعہ تاکید فرمایا اور ایک خادم کو میرے ہمراہ کرکے ارشاد کیا کہ انھین سید عظمت اللہ[1] کے پاس لیجاؤ فقیر کی سلام پہنچا کر کہنا کہ آپ کی ملاقات کیلئے اس عزیز کو بھیجا ہو چنانچہ مین خلیفہ کے خادم کے ساتھ سید عظمت اللہ کی ملاقات کیلئے چلا لیکن جب ہم دونون بزرگ و محترم سید کے محلہ مین پہنچے تو خادم اُن کا گھر بھول گیا اتفاق سے اُسی مقام پر محلہ کے بچے کھیل رہے تھے اُن مین سے ایک ہونہار بچے پر میری نظر پڑی مین نے خادم سے کہا یہ لڑکا بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہو اس سے سید کا مکان پوچھنا چاہیے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سید عظمت اللہ کا فرزند رشید تھا ہمین مکان پر لے گیا اور سید کو ہمارا پیام پہنچایا اُس زمانہ مین سید عظمت اللہ بیمار تھے اور ضعف کی وجہ سے باہر نہ آسکتے تھے تو اندر سے کہلا بھیجا مجھے افسوس ہے کہ مین مرض کی اشتداد کے سبب صاحب فراش ہون اور ذرا بھی جنبش کرنے کی طاقت نہین رکھتا اور چونکہ اسوقت قبیلہ کی مستورات کا ہجوم ہو اسلیئے پردہ کرنا بھی ناممکن ہو مین اُمید کرتا ہون کہ آپ میری معذرت کو نگاہ قبول سے دیکھینگے چنانچہ سید کے فرزند نے ہم سے یہ تمام باتین بیان کین لیکن ہنوز اُس کی تقریر کا سلسلہ ختم نہوا تھا کہ سید نے ایک اور شخص کو بھیجا کہ خلیفہ کے فرستادون کو ٹھہاؤ اور خدام سے فرمایا کہ جس چارپائی پر مین لیٹا ہون یون ہی اُٹھا کر دروازہ کے قریب لیچلو چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپنے نہایت خندہ پیشانی سے مجھسے ملاقات کرکے فرمایا مین معذور تھا اسلیئے آپ کی خدمت مین معذرت کہلا بھیجی تھی لیکن پھر فوراً مجھے خیال ہوا کہ خلیفہ کا ایک عزیز کو میری ملاقات کیلئے بھیجنا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہوگا لہذا خود حاضر خدمت ہوا اسکے بعد سید صاحب نے میرا نام نسب اور وطن دریافت کیا اور خوب کرید کرید پوچھا۔ مین نے اپنا نام و نسب وطن سب کچھ بتا دیا

[1] سید عظمت اللہ بن سید عبداللطیف بن سید ... الدین بن سید جلال قادری شیخ کل اکبر آبادی سادات حسینی سے تھے آپ اکبر آباد مین پیدا ہوئے اور وہین سکونت اختیار کی اس زمانہ مین آپکا وجود باوجود نہایت مغتنم تھا مزاج مین استغنا تھا اگر امرا اور اغنیا مین سے کسی کے مکان پر بھی تشریف لیجاتے تھے اور گوشہ قناعت مین زندگی بسر کرتے تھے مشائخ چشتیہ مین ایک مشہور و معزز شخص گنے جاتے تھے اور سلسلہ چشتیہ سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے لیکن لوگون کو عام طور پر سلسلہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ و نقشبندیہ مین مرید کیا کرتے تھے آپنے ... مین چوتھی ربیع الاول کو ... سال کی عمر مین بمقام اکبر آباد انتقال کیا اور جس محلہ مین سکونت رکھتے تھے وہین مدفون ہوئے ۱۲

لیکن شیخ عبدالعزیز کی نسبت کو مخفی رکھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ سید کا سلسلہ وہاں تک پہنچا ہو جب آپ سنینگے کہ شیخ عبدالعزیز میرے جد امجد ہوتے ہیں تو ضرور تواضع سے پیش آئینگے جو ایسے نازک اور خطرناک موقع پر نہ صرف تکلیف کا موجب ہو بلکہ شدہ و مرض کا باعث خوف ہو اگرچہ میں نے اس نسبت کو بہت چھپایا لیکن بزرگ سید نے خداداد فراست سے خود دریافت کر لیا اس بعد ایک اشکال کی تقریر کی اور مجھسے جواب کے طالب ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں استفادہ کے لئے حاضر ہوا ہوں نہ افادہ کے واسطے فرمایا ہم یوں ہی مامور ہیں۔ الغرض بہت سی رد و کد کے بعد جو کچھ اسوقت مجھے بن آیا بزرگ سید کے اشکال کا جواب دیا جسے آپ سنکر نہایت شاد ہوئے اپنے تئیں چارپائی سے نیچے ڈالدیا اور بجد تواضع سے پیش آئے اور ساتھ ہی فرمایا کہ میں اپنی تقصیر کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کو پہلے سے میں نے معلوم نہیں کیا اس بعد فرمایا کہ شیخ عبد العزیز قدس سرہ نے ہمارے جد امجد کو وصیت کی تھی کہ اگر ہماری اولاد میں سے کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور اس اشکال کی بابت وضع تقریر کرے تو اسے ہماری یہ امانت یعنی طریقہ کی اجازت اور کچھ تبرکات حوالے کر دینا۔ میرے بزرگوار دادا نے اپنے زمانہ حیات میں اس امر کے متلاشی رہے مگر کوئی شخص اس قدر و منزلت کا نہ پایا چنانچہ جب اُن کا جام زندگی لبریز ہو کر چھلکنے لگا تو انہوں نے میرے والد بزرگوار کو یہی وصیت فرمائی والد ماجد نے ہر چند تفحص کیا لیکن وہ بھی ناکام رہے اہتمام کا میری نوبت پہنچی ہیں اُس وقت سے اس زمانہ تک برابر اسی کھوج میں لگا ہوا تھا لیکن بجز آپکے اور کسی شخص کو نہ پایا چونکہ میں اسوقت پابرکاب تھا اور کوئی ایسا فرزند جو اس عظیم الشان منصب کی قابلیت رکھتا ہو نہ رکھتا تھا اسلئے شب و روز افسوس کرتا تھا الحمد للہ کہ آج میری امید کا پژمردہ درخت سرسبز و شاداب ہو کر پھلا پھولا اور میں اُس بار امانت سے سبکدوش ہوا یہ کہکر سید نے عمامہ میرے سر پر باندھا اور اجازت عامہ عنایت فرمائی۔ کثیر المقدار شیرینی اور کچھ نقدی میرے ساتھ کی اور بڑی خوشی کے ساتھ رخصت کیا جب میں وہاں سے واپس ہو کر خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپنے جوش مسرت کے ساتھ میرا استقبال کیا اور جیسا آپکی زبان سے نکلا کہ آج تم بہرہ ور ہو کر آئے ہو میں نے وہ تمام عطیات آپکے سامنے رکھدیئے فرمایا عبدالرحیم! نقدی ظاہری جمعیت کی طرف اشارہ ہے اور عمامہ اجازت عامہ اور باطنی جمعیت کی طرف مشیر ہے ان دونوں باتوں میں کوئی دوسرا شخص شریک نہیں ہو سکتا البتہ شیرینی ایک ایسی چیز ہو جس میں ہمیں شریک ہونا جائز ہو چنانچہ تھوڑی سی شیرینی آپ نے قبول کی اور باقی درویشوں کو تقسیم کر دی۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کی ملاقات اہل اللہ اور مجذوبوں سے

جناب شیخ عبدالرحیم کے اہل اللہ اور مجاذیب سے ملاقات کرنے کے اس قدر واقعات ہیں کہ اگر ہم فیصدی دس کا بھی انتخاب کریں تو بھی حیات ولی کی وسعت اُنکے لئے ناکافی ہو تاہم چند ایسے واقعات قلمبند کئے جاتے ہیں جو خاص دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں۔ اور جن سے شیخ عبدالرحیم صاحب کے خاص فضائل کی عظمت و شوکت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے اور جنہیں خود شیخ صاحب نے اپنی پرزور قلم سے تحریر کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کے وقت اکبرآباد کا گشت لگا رہا تھا ایک موقع پر مجذوب درویش میری نظر پڑا جو دنیا کے مجذوبوں کا نام شمار میں لا رہا اور کہہ رہا تھا کہ ملک شام میں فلاں مجذوب ہے اور روم میں فلاں اُسوقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش ہندوستانی مجذوبوں کی نسبت کچھ کہتا تو لطف سے خالی نہ ہوتا پھر اس خطرہ کے درویش نے ہندوستان کے مجذوبوں کے نام لینے شروع کئے اور بیان کرتے کرتے یہاں تک پہنچا کہ یہ کا مجذوب خود ہے اور پیر ابراہیم مجذوب ہے۔ اسی اثنا میں مجھے یہ خلش پیدا ہوا کہ اگر ہندوستان کے سالکوں کا ذکر کرے تو مزید اطلاع کا باعث ہو درویش میرے اس خطرہ پر بھی آگاہ ہو گیا اور ایک تند و تیز لہجہ میں کہا کہ خلیفہ ابوالقاسم خاص فضائل و کمالات میں ایسا معزز و ممتاز شخص ہے جسکی نظیر سے سارا اکبرآباد خالی ہے یہ کہکر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا تم یہاں کیوں کھڑے ہو جاؤ اور اپنے کام میں مصروف ہو۔ چنانچہ میں چلا آیا۔

شیخ کا بیان ہے کہ میں سونی پت میں کسی تقریب سے گیا اتفاقاً دل میں آیا کہ منور مجذوب کو دیکھنا چاہئے چنانچہ میں اُس کے مقام پر گیا جب میں وہاں پہنچا ہوں تو وہ سوتا تھا جونہی میری حرکت محسوس کی اپنی گدڑی چاروں طرف سے سمیٹکر اُس میں لپٹ گیا اور ہوش و حواس بجا کرکے بیٹھ گیا میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور جب دیکھا کہ کوئی بات نہیں کرتا ہے تو خود میں نے کلام کی سلسلہ جنبانی کی اور کہا مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔ اگر تم عقل و ہوشیاری کے ساتھ جواب دو تو بہتر ورنہ خیر جواب دیا کہ میں جواب دینے میں تا بامکان احتیاط کروں گا میں نے کہا صرف اتنا بتاؤ کہ تمہیں ایسی کونسی چیز حاصل ہوئی ہے جسنے تمہاری ساری عقل و تمیز کو کھو دیا ہے اور ہوش و حواس سلب کرلئے میں اُس نے میری بات سنکر اول تو کچھ سکوت کیا گویا کسی گہرے خیال میں ڈوب گیا لیکن پھر سر اٹھا کر بولا عزیزمن! یہ ایک ایسا نازک اور باریک سوال ہے

جس کا جواب عبارت کے قالب مین ڈالنا اور الفاظ کے ساتھ تعبیر کرنا ناممکن ہو مگر ایک مثال کے پیرایہ مین اسکی کیفیت تمہیں ظاہر کرتا ہون۔ سنو! جس چیز نے ہماری عقل وتمیز کو سلب کر کے مجنونون اور دیوانون کے زمرہ مین داخل کیا ہو وہ ایک ایسی کیفیت سے تعبیر کیجا سکتی ہو کہ ایک شخص نے مقدار سے زیادہ گرمی پائی اور عرق مین غرق ہو گیا دفعۃً ایک نہایت سرد اور خوش آئندہ ہوا کے جھونکے چلنے شروع ہوئے جن سے اُسے راحت کلی حاصل ہوئی بس یہی کیفیت ہم لوگون پر طاری ہو کر اسدرجہ کو پہنچا دیتی ہے مین نے کہا اگر یہ بہتر کیفیت تو سالکون کو حاصل ہوتی ہو مگر پھر بھی اُن کی عقل بجا اور ہوش وحواس قایم رہتے ہین جواب دیا کہ عزیز من! یہ وحشت اُنکی ہو جس شخص کو جیسا چاہتے ہین رکھتے ہین۔

واجب الاحترام اور معزز شیخ فرماتے ہین کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار دور دراز سفر سے مراجعت فرمائے وطن ہوئے لیکن اُنکا قصد تھا کہ شہر مین داخل نہ ہون اور بالا بالا دوسرے سفر کی جانب عنان توجہ مبذول فرمائین اسلئے مجھے آپ بلا بھیجا۔ مین والد ماجد کی زیارت کیلئے شہر کے باہر گیا اثنا راہ مین میرا گذر ایک باغ پر ہوا جو نہایت شاداب و پررونق تھا اور جسکی انتہا سے بڑھی ہوئی زینت اور سرسبزی نے مجھے بے اختیار اپنی طرف مائل کر لیا۔ مین اُسکی خوبصورت روشون اور لہلہاتے پودون کی سیر کرتا ہوا ایک ایسے گنجان درخت کے قریب پہنچا جسکی نرم و نازک شاخین جھوم جھوم کر زمین کا بوسہ لے رہی تھین اُسکی آڑ مین ایک مجذوب مختل صورت بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھتے ہی غل مچا کر کہا اے عزیز ادھر آ اور تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ جا چنانچہ مین اُسکے پاس جا بیٹھا اور وہ اپنے سلوک و ریاضتون کی حکایتین بیان کرنے لگا تھوڑی دیر بعد بولا تمہارے پاس فلان قسم کا کھانا ہے تھوڑا سا میرے لیے منگا۔ مین نے فوراً اپنے آدمی کو آواز دی اور کھانا اُسکے سامنے پیش کیا پھر بولا کہ تمہاری جیب مین اسقدر پیسے ہین مین صرف ایک پیسہ کا محتاج ہون کہ حجام کو دیکر سر اور ڈاڑھی درست کراؤن مین نے چند پیسے اُسکے سامنے رکھے لیکن اُس نے بجز ایک پیسہ کے اور کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا۔

شیخ صاحب لکھتے ہین کہ موضع میرواڑہ مین ایک مجذوب تھا جسکی شہرت تمام اطراف مین پھیلی ہوئی تھی اُسکا عام دستور تھا کہ کبھی مسجد مین قدم نہ رکھتا اور جب اُس سے دریافت کرتے تو کہتا ہم نجس و ناپاک ہین ہم مسجد مین داخل ہونیکے اپنے مناسب حال نہین دیکھتے اسیطرح اُسکا یہ بھی دآب تھا کہ وہان زمیندارون کا کھانا نہ کھاتا تھا کہ اس کھانے مین تیرگی ہو جب میرا اُس موضع مین جانے کا اتفاق ہوا

تو میری ملاقات کے لئے مسجد مین آیا اور میرے ہی ساتھ کھانا تناول کیا لوگون نے اسکی وجہ دریافت کی تو بولا اس عزیز کی وجہ سے میری نجاست جاتی رہی اور تمہارے کھانے سے تیرگی دور ہو گئی۔

آپ یہی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ صوفیہ کے لباس مین مقید رہنا بہرحال تکلف سے خالی نہین ہو اور اس خیال نے مجھ پر اسدرجہ ہجوم کیا کہ مین نے فوراً وہ لباس اُتار سپاہیانہ طور پر جامہ باندھا کمر مین تلوار لگائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک مجذوب سامنے سے آ کر کہنے لگا کیا یہ ممکن ہو کہ کوئی شخص چاند کو پیالے سے چھپائے ہرگز نہین۔ عزیز من! تیرے معبود کی قسم کہ یہ لباس تیری شان کے سزاوار و لائق نہین اسے اُتار ڈال اور لباس صوفیہ زیب بدن کر چنانچہ اسوقت سے مین نے لباس صوفیہ کو بالالتزام اختیار کیا اور اسکے علاوہ کسی اور قسم کا لباس پہننا پسند نہین کیا۔

شیخ فرماتے ہین کہ ہمارے شہر مین ایک نہایت صالح و نیک شخص سکونت رکھتا تھا جو علم و فضل کے علاوہ زہد و قناعت مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اُسکے مزاج مین اسدرجہ خداداد استغنائی تھی جسنے تمام چیزون سے اُسے بے تعلق و بے پروا کر دیا تھا۔ سعد اللہ خان کے بعض خواجہ سرا اُن سے تحصیل علوم کرتے تھے اور وہی اُن کی خدمت مین مصروف رہا کرتے تھے ہرچند کہ سعد اللہ خان نے کئی دفعہ اُنہین بلایا اور ایک دفعہ خود بھی ملاقات کے لئے در دولت پر حاضر ہوا لیکن آپنے اُس سے ملنا پسند نہین کیا اتفاق وقت سے ایکدن مین بھی اُن کی خدمت مین حاضر ہوا اُس زمانہ مین مین نہایت کم سن تھا اور علم نحو مین کافیہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک خواجہ سرا نے بحث منادی کا ایک جزئی مسئلہ مجھسے دریافت کیا جسکا معقول جواب کسی وقت مجھسے بن نہ پڑا اس سے مجھے نہایت قلق و رنج ہوا اور مین اپنے دل ہی دل مین سخت شرمندہ ہوا لیکن وہ عزیز میری تغیر حالت کو فوراً تاڑ گیا اور میرے حزن و رنج کا سبب معلوم کر کے ایک نہایت برہمی کے لہجہ مین خواجہ سرا کو عتاب کیا اور کہا تو اس لڑکے کو نہین جانتا کہ کون ہو اور کس قدر قیمتی جوہر اپنے مین مضمر رکھتا ہو۔ عنقریب وہ زمانہ چلا آتا ہو کہ یہی لڑکا جو ہنوز ہلال کی صورت مین نظر آتا ہو ملک پر بدر کامل ہو کر چمکیگا اور ایک عالم کو اپنے علمی نور سے روشن و منور کریگا کوئی دن جاتا ہو کہ اس بچے کی پاپوش تیرے آقا کے سر پر رکھے جانے سے سخت ننگ و عار کریگی بڑے بڑے باشان و شوکت حکمران اسکے قدمون کو بوسہ دینگے اور اس کی قدمبوسی کو ذریعہ فخر سمجھینگے۔

شیخ کے عام اخلاق وعادات اور فضل وکمال

شیخ عبدالرحیم صاحب کے ان خاص فضائل اور حالات کو نظر انداز کرکے اب ہم آپکے علمی فضائل و کمال اور عام اخلاق وعادات قلمبند کرتے ہیں کیونکہ انسان کے حالات زندگی ہی وہ صاف آئینہ ہے جس میں مختلف حیثیتوں کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں شیخ کے علمی فضل وکمال کا بیان مختصر لکھا جا چکا اس سے زیادہ تشریح وتفصیل گو اس موقع پر ضرورت نہیں سمجھتے لیکن تاہم ان علوم کی نسبت اجمالی طور پر ریمارک کرنا مناسب سمجھتے ہیں جن میں بزرگ شیخ کو کامل مہارت اور پوری دستگاہ تھی اور جنہیں آپ نے خداداد قابلیت اور فطری بخشش کی بدولت اسقدر جلد حاصل کر لیا تھا کہ اس سے جلد تکمیل کے درجہ کو پہنچنا کسی بشر کا کام نہیں ہے۔

صرف ونحو
صرف ونحو جو علوم عربیہ کے عنصر ہیں ان میں شیخ کو اسقدر کمال تھا کہ موجدین فن میں آپکا شمار ہوتا تھا آپ طلبہ کے درس کے وقت اس خاص فن میں ایسے ایسے نکات اور باریکیاں بیان کرتے تھے جنہیں سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن دنگ رہجاتے تھے یہی وجہ تھی کہ شیخ کا شہرہ اس علم میں یہانتک ہوا کہ آپ علماً وعملاً مسلم الثبوت استاد تسلیم کئے گئے مجتہدین فن دور دور سے تعلیم کے لیئے حاضر ہوتے اور آپ کی شاگردی کو باعث فخر جانتے۔

حدیث وفقہ
حدیث وفقہ میں آپ کو وہ کمال تھا جسکی نظیر اس عہد میں موجود نہ تھی علم حدیث کے ماہر شیخ آپکو شیخ المحدث کا خطاب دیا تھا اور فقیہی لوگ فقہ کا دوسرا بازو سمجھتے تھے آپکو حدیث وفقہ کی ہزاروں جزئیات ازبر تھیں اور بہت سی حدیثیں مع اسناد نوک زبان تھیں آپ کو دیگر مشاغل علمیہ میں التفات تھا لیکن جسقدر علم حدیث میں انہماک واستغراق تھا کسی اور علم میں نہ تھا آپ کی صحبت میں ہمیشہ اسی علم کا چرچا رہتا اور اس سبب سے ہر وقت آپ کی درسگاہ میں طالبان حدیث کا ایک جم غفیر اور مجمع کثیر لگا رہتا جو آپکے بیانات شافیہ سے اپنی معلومات بڑھاتے اور فیض علم سے بہرہ ور اور کامیاب ہوکر جاتے غرضکہ شیخ کی فقہ وحدیث میں اسقدر شہرت تھی کہ بہت تھوڑے عرصہ میں آپ اس فن خاص کے جولانگاہ کے شہسوار مشہور ہوگئے تھے اور ان مقتدر لوگوں کے متفق علیہ ماننے لگے تھے جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلائے جاتے تھے۔

تفسیر
پھر جیسا آپکو فقہ وحدیث میں کمال تھا ویسے ہی علم تفسیر میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے وہ الہامی نکات

اور ربانی اسرار جو قرآن مجید کے الفاظ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں آپ ایسے تبحر کے ساتھ بیان کرتے تھے جسے سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن حیرت زدہ ہوجاتے جب آپ قرآن کی تفسیر بیان کرنے لگجاتے تو سامعین کو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے درحقیقت میں یہ شیخ صاحب ہی کا بیج ڈالا ہوا ہے جو اسوقت تک حدیث وتفسیر کا درخت پھلا پھولا اور لہلہاتا نظر آتا ہے اور یہ احسان ہندوستان پر عموماً دہلی پر خصوصاً آپ ہی کا ہے جسکے بار سے۔ اسکا سر اوپر نہیں اٹھ سکتا کیونکہ اس سے پیشتر تمام ہندوستان میں جہل وبدعت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور کوئی شخص حدیث وتفسیر سے واقف نہ تھا۔ ایک فاضل اجل ہمعصر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات پر ریویو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب جنہوں نے پہلی ضرورت ہندی مسلمانوں میں علم نبوی کی اشاعت دیکھی وہ بھی ایک برتر الہامی خیال تھا جو بجلی کی طرح آپکے دماغ میں کوندا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے ایک مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی اور اس میں علم حدیث کی تعلیم دینی شروع کی۔ اس تعلیم نے چند سال میں اپنا قیمتی اثر مسلمانوں پر ڈالا اور اب جوق جوق طلبہ آپسے حدیث سیکھنے کیلئے آنے لگے گویا اسی تاریخ سے مذہب بدعت وشرک کے ساکن سمندر میں ایک تحریک سی پیدا ہونے لگی مگر یہ خفیف تحریک ایسی دشمنی کہ ایسے بڑے عظیم الشان میں کچھ معلوم ہوتی اور ایک تموج خیز طوفان اس میں پیدا ہوتا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب قوانین فطرت کی باریکیوں اور مفہوم کو خوب سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ معمولی تختہ پر جب تک کہ اسے ہموار نہ کیا جائے اور اسپر ریتی نہ پھیری جائے کبھی صفائی اور آسانی سے لکھا نہیں جاسکتا اسلیئے انہوں نے اپنی کوششوں کو بظاہر ناکامی کا جامہ پہنے ہوئے دیکھکر بھی ہراس نہیں کیا اور ہمیشہ دل میں یہ یقین رکھا کہ یہ ناکامیاں خوش آئندہ ہیں کیونکہ یہ وہی امر ہے کہ مرض ہر طرح برا ہوتا ہے لیکن اس مرض کو مبارک کہنا چاہیئے جسکا انجام صحت ہو۔

غرضکہ یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ تفسیر واحادیث کی اشاعت میں جو سرگرمی اور کوشش شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمائی اس میں متقدمین ومتاخرین میں سے کوئی شخص آپ کا دعویدار نہیں ہوسکتا اور اگر دعوے کرے بھی تو اسکا یہ دعویٰ چل نہیں سکتا بھلا ایسے شخص کی کون برابری کرسکتا ہے جسے خود فطرت اپنی یگانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہو اور ایسی لیاقت وقابلیت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے جو پہلے ہی سے ربانی قابلیتوں اور روحانی جوہروں سے آراستہ کی گئی ہو۔

اگرچہ شیخ کو علم حدیث وتفسیر کے مشاغل میں زیادہ تر انہماک تھا لیکن باوجود ان مشاغل کے

ادب مناظرہ

علم ادب اور مناظرہ کا بھی چرچا رہتا تہا اور ان علوم سے آپکو غفلت نہ تہی علم ادب مین آپکو وہ کمال حاصل تہا جو اس وقت تک ماہرین فن کو تسلیم ہو آپکے علمی مناظرون پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدما اور جاہلیت کے شاعرون کے اشعار بکثرت یاد تہے جنہین آپ سند کے ہر ہر مقام پر برجستہ پیش

شاعری

کرتے تہے شاعری جسے علم ادب کا بہت بڑا جوہر کہنا چاہیئے اس مین بہی شیخ کو مہارت تامہ حاصل تہی لیکن آپکے اشعار ہمیشہ مبالغہ آمیز باتون اور فضول وبیہودہ عبارتون سے خالی ہوتے اور پند ونصائح کے رنگ مین ڈوبے ہوے ہوتے تہے ذیل کی رباعی آپ ہی کی موزون طبیعت کا بدیہی نتیجہ ہے ؎ اے کہ

نعتہاے تو از عدد فزون ✤ شکر نعتہاے تو از حد برون ✤ عجز از شکر تو باشد شکر ما ✤ گر بود فضل تو ما را رہنمون

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار نماز ظہر کے متصل دفعۃً میری طرف متوجہ ہوئے اور برجستہ یہ دو شعر فرمائے رباعی گر تو را دعی بخواہی اے پسر ✤ خاطر کس را مرنجان المحذر ✤ در طریقت رکن اعظم رعایت ہست ✤ این چنین فرمود آن خیر البشر ۔ یہ رباعی پڑھکر فرمایا ولی اللہ! دوات قلم لاکر اس رباعی کو قید کتابت مین لے آؤ کیونکہ حق تعالی نے دفعۃً میرے دل مین اس مضمون کو بایں غرض القا فرمایا ہے کہ تمہین وصیت کرون ۔

علمی مجلسین

ان رباعیات سے عمدگی مضامین کے علاوہ یہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کو نظم پر کسقدر اقتدار تہا اور وہ کس مرتبہ کے شاعر تہے ۔ شیخ کی علمی سوسائٹی اور آپکے مناظرہ کے حالات اس مین شک نہین کہ تشنگان منصوصین کی سرچ وجان ہین لیکن افسوس ہے کہ آپکے خاص خاص مناظرے اور علمی بحثین جس سے آپکی جودت طبع ذہانت وسعت نظر اور زور تقریر کا حال معلوم ہو کہین سے دستیاب نہین ہوتین البتہ بعض علمی کمالات کے حالات کا آپکے ملفوظات سے پتہ چلتا ہے جنہین ہم آگے چلکر جدا عنوان سے بیان کرینگے

ذہانت وطباعی

شیخ کی ذہانت وطباعی مین بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہین لیکن ہم اس موقع پر صرف وہی ایک واقعہ لکہتے ہین جسکا جناب شاہ ولی اللہ صاحب آپکے فرزند رشید نے انفاس العارفین مین ذکر کیا ہے ۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے میرے والد بزرگوار اکبرآباد مین تہے کہ حضرت سید عبد اللہ کا انتقال ہوگیا اس صدمے سے آپکو سخت اندوہ ورنج ہوا اور کسی عزیز کی صحبت کے طالب ہوئے اسی اثنا مین حضرت خلیفہ ابو القاسم اکبرآبادی کے فضائل ومناقب جستہ جستہ آپکے کان مین پہنچے اور آپ غائبانہ انکے گرویدہ ہو کر ایک شخص کی ہمراہی مین خلیفہ کی خدمت مین پہنچے دیکہا تو وہ اپنے مکان کی تعمیر مین مشغول تہے اور گچ کار

معمار کو مکان کے مقامات بتاتے رہتے تہے اسی اثنا مین آپکی زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوئے ؎ ہر کرا ذرہ وجود بود ✤ پیش ہر ذرہ در سجود بود ✤ فقیر کے والد بزرگوار نے فوراً بیت مذکور کا اس طرح اعادہ کیا ؎ ہر کرا ذرہ شہود بود ✤ پیش ہر ذرہ در سجود بود ۔ خلیفہ نے اس بیت کو سنتے ہی شیخ صاحب کی طرف التفات کرکے فرمایا مین نے ایک معتبر ومستند نسخہ مین لفظ وجود ہی لکہا دیکہا ہے شیخ نے کہا آپ بجا فرماتے ہین لیکن میری نظر سے بہی ایک صحیح نسخہ گذرا ہے جس مین لفظ شہود لکہا ہوا ہے اگرچہ تہوڑی دیر تک دونون حضرات مین مناظرہ رہا لیکن باوجود رد وقدح کے مسئلہ متنازعہ طے نہین ہوا اسی اثنا مین خلیفہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم علوم وفنون کا کافی حصہ رکہتے ہو شیخ نے فرمایا اگر یہ علم راہ حق مین مضر ہو تو مین توبہ کرتا ہون فرمایا علم بجائے خود کوئی مضر چیز نہین لیکن یہ دل ودماغ کی خوبی ہے کہ علم مضر اور مہلک بنجاتا ہے اسلئے یہ کہنا بیجا نہوگا کہ علم نہ تو ہر شخص کیلئے مضر ہی ہو نہ ہر شخص کیلئے مفید ونافع ہی ۔ ان بعد آپنے استدلالاً یہ بیت پڑہی ؎ علم ہا بر تن زنی مارے بود ✤ علم ہا بر دل زنی یارے بود ✤ الغرض چونکہ اس مناظرہ کا کوئی تصفیہ نہین ہوا اسلئے شیخ صاحب خلیفہ کی مجلس سے اٹہکر چلے آئے لیکن دوسرے روز یہ خیال کرکے خلیفہ عمارت مین مشغول تہے زیادہ تحقیق نکرسکے اور بات کی تکمیل نہین ہوئی پہر تشریف لیگئے جب آپ وہان پہنچے تو خلیفہ نے بڑے جوش مسرت سے استقبال کیا اور فرمایا کل مین عمارت مین مشغول تہا اسلئے بات ناتمام رہ گئی تہی اب کہئے نسخہ شہود کی کیا توجیہ ہے شیخ نے فرمایا اسکی توجیہ ظاہر ہے کہ جس شخص کی نظر حق تعالی کا شہود ذرات عالم مین سماجاتا ہے وہ بالضرور ہر ذرہ کے آگے سربسجود ہوتا ہے لیکن جو شخص جمع کے مرتبہ مین مستغرق رہتا ہے جسے وجود سے تعبیر کرتے ہین وہ سجدہ سے فارغ ہوجاتا ہے ۔ ان بعد خلیفہ نے فرمایا کہ اچہا اس صحیح نسخہ مین لفظ وجود لکہا ہوا دیکہا گیا ہے اس کی توجیہ کیا ہے شیخ نے فرمایا کچہہ عجب نہین کہ وجود بمعنی وجدان ہو اور یہ وجود شہود کے معنی کے قریب قریب ہے شیخ کی اس علمی تقریر سے بزرگ خلیفہ بیحد خوش ہوئے اور ہمیشہ اعزاز وتوقیر سے پیش آتے رہے ۔

خوارق کشف

شیخ کے خوارق وکشف کے حالات کتابون مین جستہ جستہ مذکور ہین چنانچہ اس مقام پر بعض واقعات جنہین مستند ومعتبر لوگون نے شیخ کے حالات مین بیان کیا ہے لکہے جاتے ہین ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ ایوب مرادآبادی واجب الاحترام شیخ کی ملاقات کیلئے آئے اور امتحان کے قصد سے اپنے لوگون اور اسباب کو کسی دوسرے مقام پر چہوڑکر تنہا آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اتفاق سے اسوقت بزرگ شیخ تیراندازی کی مشق مین مصروف تہے شیخ ایوب کو دیکہتے ہی آپنے کمان زمین پر ڈالدی اور جوش مسرت کے ساتہ خیر مقدم ادا کیا معمولی

مزاج پرسی کے بعد اہل عیال کی خیریت دریافت کی شیخ ایوب نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ کمترین کو اس سے پیشتر قدمبوسی کا اعزاز حاصل نہیں ہوا ہو تعجب ہو کہ محترم شیخ مجھے روشناس ہیں فرمایا تمہارا نام ایوب ہو شیخ ایوب کہتے ہیں کہ واجب الاحترام شیخ کے اس فقرے نے مجھ اور بھی تعجب حیرت میں ڈالدیا اور میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ یہ معاملہ کیا ہو اسنے میں شیخ نے فرمایا کہ تمہیں میری خیر و عافیت دریافت کرنے سے تعجب ہوگا پھر تمہارا نام لینا اور بھی حیرت و استعجاب کا باعث ہوا ہوگا میں نے عرض کیا کہ بیشک میرے ایسے ہی خیالات تھو لتہ یہ تو فرمائیے کہ آپنے کسطرح معلوم کیا کہ میرا نام ایوب ہو فرمایا تمہاری صورت دیکھتے ہی میرے دل نے گواہی دی کہ تمہارا نام ایوب ہو اس کے بعد شیخ ایوب نے کہا مجھ اطلاع دیجئے کہ جس کام کے لئے میں لشکر میں جاتا ہوں اس میں کامیاب ہونگا کہ نہیں فرمایا نہیں شیخ ایوب کہتے ہیں کہ چند مجبوریاں اس قسم کی پیش آئیں جن سے مجھ لشکر میں جانا پڑا اور ہرچند کہ اپنی کامیابیوں میں صدہا کوششیں کیں لیکن سب کی سب بیسود اور رائگان گئیں۔

ایک ذی وجاہت اور باحشمت وشوکت امیر محمد فاضل کے پڑوس میں سکونت رکھتا تھا جو شاہی طرز کی عمارت بنانا چاہتا تھا جب اس نے سلسلہ تعمیر جاری کرنا چاہا تو حویلی کے ایک موضع میں کچھ کمی نکلی امیر چاہتا تھا کہ وہ چند اسے چند یا جس قیمت پر محمد فاضل راضی ہوجائے قدرے زمین خرید کرکے اپنی حویلی میں حق کرلو لیکن محمد فاضل نے وہ چند سے چند قیمت کو بھی نگاہ قبول سے نہیں دیکھا اور باہمی رد و قدح کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ دونوں میں سخت رنجش و عداوت ہوگئی انتہائی غیظ میں امیر کے منہ سے نکل گیا کہ میں صبح کو بادشاہ سے شکایت کرونگا کہ یہ شاہی زمین ہو جسپر محمد فاضل نے غاصبانہ تصرف کر رکھا ہو غرضکہ جانتک بن پڑیگا اس زمین کو لئے بغیر نہ چھوڑونگا گو لاکھ روپیہ تک خرچ کیوں نہ ہوجائیں۔ جب رات ہوئی تو محمد فاضل شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے اسے متفکر دیکھ اس کا سبب دریافت کیا۔ عرض کیا کہ آج صبح سے میں متفکر ہوں کیونکہ مکان کی ایک زمین کی بابت فلان امیر سے مناقشہ ہوگیا ہو اور وہ بادشاہ سے شکایت کرنے پر آمادہ ہو شیخ نے فرمایا تم مطمئن ہوئے بادشاہ سے ملاقات ہی نصیب نہ ہوگی۔ چنانچہ صبح کو جب وہ درباری لباس پہنکر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کے قصد سے نکلا تو رستہ میں چند شاہی افسروں نے اسے بادشاہ کا پیام دیا کہ فلان مہم کی انجام دہی میں اسیوقت کوچ کرنا چاہیے اگرچہ اس امیر نے بہت اصرار کیا کہ میں بالمشافہ رخصت ہونا چاہتا اور بعض ضروری مطالب شہنشاہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن شاہی افسروں نے اسکی ایک

نہ سنی اور جبرا شہر سے باہر نکال دیا اور اتفاق سے اسی کا وہین انتقال ہوگیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب۔ ایک دفعہ شیخ عبدالاحد کے مکان پر گئے انہوں نے اپنے لڑکے سے کہا جاؤ اور شیخ کے لئے گلاب کا شیشہ لے آؤ۔ شیخ عبدالاحد کے مکان میں گلاب کے دو شیشے دھرے تھے لڑکا چھوٹا شیشہ اٹھا لایا شیخ نے مسکرا کر فرمایا برخوردار میں گلاب کا بڑا شیشہ کیوں چھوڑ آئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ جب شیخ عبدالاحد صاحب بیمار پڑے تو جناب والد بزرگوار ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اسوقت اتفاق سے فقیر بھی حاضر خدمت تھا شیخ عبدالاحد کے اقرباء نے آپسے استدعا کی کہ مریض کیلئے دعا کیجئے کہ خداتعالیٰ شفاء عاجل عطا کرے لیکن آپنے بجز سکوت کے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر شیخ کے اقرباء نے بعض کے ساتھ اصرار کیا اور بجز خاموشی کے کوئی جواب نہیں پایا دفعۃ شیخ عبدالاحد نے آپکا مافی الضمیر دریافت کرکے اقربا کو مبالغہ سے منع کیا اور فرمایا لوگو! اولیاء اللہ کی جناب میں کسی امر کی نسبت مبالغہ کرنا نہ صرف بے ادبی و گستاخی ہی ہو بلکہ سخت ممنوع ہو والد بزرگوار جب اس مجلس سے اٹھے تو فقیر کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے چونکہ شیخ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہو اور ان کی زندگی کا یہ اخیر مرحلہ ہو جو طے ہونے کو باقی ہو اسلئے ایسے وقت میں دعا کرنا بے سود تھا اور میری خاموشی کی یہی وجہ تھی چنانچہ اس کے چند روز بعد شیخ عبدالاحد کا انتقال ہوگیا۔

ایک دفعہ محمد علی اورنگ زیب کے لشکر میں کسی سمت کو روانہ ہوا تھا چونکہ زمانہ دراز تک اسکی کوئی خبر عزیز و اقارب کو نہیں ملی اسلئے اسکی اس مفقود الخبری نے بالخصوص اسکے برادر محمد سلطان کو سخت بےچین کردیا اور جب وہ بہت ہی بیتاب ہوا تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر التجا کی کہ اس گم گشتہ کی خبر دیں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے توجہ کی اور ہرچند کہ اسے لشکر کے ایک ایک خیمہ میں ڈھونڈھا لیکن کہیں سراغ نہ چلا اموات کے زمرہ میں تلاش کیا وہاں بھی پتا نہ لگا اس بعد میں لشکر کے اردگرد غور میں ڈوبی ہوئی نظروں سے دیکھا معلوم ہوا کہ غسل صحت پاکر شتری رنگ کا لباس زیب بدن کئے ہوئے ایک کرسی پر جلوہ افروز ہو اور وطن مالوف میں آنے کا قصد کر رہا ہو چنانچہ میں نے اس کے بھائی سے بیان کیا کہ محمد علی زندہ ہو اور دو تین مہینہ میں آیا چاہتا ہو چنانچہ جب وہ آیا تو بجنسہ یہی قصہ بیان کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ محمد سلطان نے ایک خوبصورت گھوڑا خرید کیا اور میرے والد بزرگوار کو دکھایا آپنے انہیں خلوت میں طلب کیا اتفاق سے یہ فقیر بھی موجود تھا جب محمد سلطان حاضر ہوئے تو آپنے

فرمایا عزیز من یہ تمہارا گھوڑا ہو تو بہت اچھا لیکن اسکی عمر کم ہے۔ خواجہ محمد سلطان کی بی بی نہایت زبان دراز اور بد خو تھی اسکی بد زبانی سے یہ عزیز بہت ہی عاجز تھا شیخ کی یہ تقریر سنکر بولا کاش میری عورت اس گھوڑے کا فدیہ ہو جائے آپنے مسکرا کر فرمایا گھبراؤ نہیں ایسا ہی ہوگا۔ خدا کی قدرت ہے تین ہی دن گزرے تھے کہ اسکی عورت مرگئی اور گھوڑا اچھی قیمت پر فروخت ہوا جس سے خاطر خواہ نفع ہوا۔

شیخ کی ذہانت

شیخ کی ذہانت بہی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے یوں تو اس معزز اور جلیل القدر خاندان کی ذہانت اور جودت ذہن عموماً تمام دنیا کو تسلیم ہے لیکن شیخ عبد الرحیم صاحب کی ذہانت وجودت ذہن کا عام طبقہ کے لوگوں کو خصوصاً ادبی اعتراف ہے۔ اعلےٰ درجہ کے ادبیات اور فقہ وحدیث کے نکات باریکیاں اور منطقی ابحاث کلام کے مشکل مقامات میں آپکی معلومات انتہائی درجہ پر تھی باوجود ان تمام کمالات کے آپکے باطنی علم کا تبحر سب سے بڑھا ہوا تھا سچ تو یہ ہے کہ اگر ہندوستان شیخ کے کمالات پر فخر کرے تو کچھ نازیبا نہیں ہے۔ میں اس مقام پر آپکی ذہانت کا صرف ایک دو واقعہ لکھتا ہوں جن سے شیخ کے کمالات کا انکو پورا معترف ہونا پڑتا ہے۔

عالمگیر چونکہ علم و فضل کا حامی و مددگار رہتا اسلئے اُسکے دربار کو ماہرین علوم اور مجتہدین فنون سے زیادہ تر رونق تھی اور جیسا خود اعلےٰ درجہ کا فاضل اور بے نظیر عالم تھا ویسے ہی اُسکے دربار کے رکن عظیم باکمال تھے جس زمانہ میں کتب فتاویٰ عالمگیری اُسکے حکم سے مدون ہو رہی تھی اور اسکی نظر ثانی کیجا رہی تھی تو اسکا اہتمام شیخ حامد کے سپرد تھا جو مرزا محمد زاہد ہروی کی درسگاہ میں ہمارے معزز و ممتاز شیخ کا ہم سبق تھا۔ شیخ حامد ایکدن جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے پاس آکر کہنے لگے کہ اگر آپ اس کام میں میری مدد کرینگے تو اسکے صلہ میں ایک معقول رقم روزانہ آپکے لئے مقرر ہو جائے گی لیکن شیخ کے مزاج میں قدرتی طور پر وہ استغنائی تھی کہ آپنے شیخ حامد کی اس التماس کو رغبت کے کانوں سے نہیں سنا اور نہایت بے توجہی سے ٹالدیا۔ اتفاق سے شیخ کی محترم والدہ کے کان میں اس قصہ کی بھنک پہنچگئی اور انہوں نے اس شغل کے قبول کرلینے پر یہانتک اصرار و مبالغہ کیا کہ شیخ بالکل مجبور ہوگئے اور فتاویٰ عالمگیری کی نظر ثانی کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ایکدن کا ذکر ہے کہ آپ فتاویٰ عالمگیری کے ایک مقام کی جانچ پڑتال کر رہے تھے کہ ایک ایسی نا موجہ عبارت آپکی نظر پڑی جس میں اختلال کلی تھا اور اس اختلال کی وجہ سے مسئلہ کی صورت بگڑ گئی تھی آپنے فوراً شیخ حامد کو فتاویٰ عالمگیری کے مؤلف کی اس لغزش پر تنبیہ کی اور فرمایا میرے نزدیک عبارت

مختل ہے اور اصل مسئلہ یوں معلوم ہوتا ہے لیکن شیخ حامد نے اسپر بالکل توجہ نہیں کی اور مؤلف کتاب کی وسیع و عمیق نظر پر بھروسہ کرکے شیخ کے اس اعتراض کو نگاہ وقعت سے نہیں دیکھا مگر شیخ نے اپنے خیال کی تائید و توثیق کیلئے جب اُس مسئلہ کے ماخذ کا تتبع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ دو کتابوں میں مختلف عبارتوں کے ساتھ لکھا گیا ہے چونکہ فتاویٰ عالمگیری کے مؤلف نے وہ دونوں عبارتوں کو بلا امتیاز ایک جگہ جمع کر دیا ہے اسوجہ سے صورت اختلال ظاہر ہوئی ہے لہذا شیخ نے کتاب کے حاشیہ پر ذیل کی عبارت لکھدی من لم یتفقہ فی الدین قد حذف فی هذا اغلاط وصوابہ کذا۔ اُن دنوں عالمگیر کو اس کتاب کی تدوین وتصنیف کے بارہ میں بہت کچھ اہتمام تھا اور ملا نظام جسے فقہ میں مجتہدانہ کمال حاصل تھا روزمرہ ایک دو صفحہ بادشاہ کے سامنے پڑھا کرتا تھا چونکہ عالمگیر کو اس علم سے خاص دلچسپی تھی اسلئے وہ فتاویٰ عالمگیری کے ایک ایک مسئلہ کو غور میں ڈوبی ہوئی نظر سے دیکھتا تھا اور کاتبوں کی بعض بعض غلطیاں خود بتاتا تھا جب ملا نظام اُس مقام پر پہنچا جسپر شیخ نے مختصر ریمارک کیا تھا تو اتفاق سے اُس نے حاشیہ کو متن کے ساتھ ملاکر پڑھ دیا عالمگیر اس عبارت کے سنتے ہی فوراً کھٹک گیا اور جب اُس نے دیکھا کہ ملا نظام اس موقع پر نہیں رُکتا تو خود ٹوک کر کہا یہ عبارت کیسی ہے ذرا پھر کے پڑھو ملا دوسری دفعہ بھی یوں ہی پڑھ گیا تب عالمگیر نے اُسے متنبہ کیا لیکن ملا نظام کو اسوقت کوئی جواب بن نہ پڑا بلکہ بطریق تدافع عرض کیا کہ اسکا میں نے مطالعہ نہیں کیا ہے کل مفصل عرض کر دونگا چنانچہ جب ملا نظام شاہی دربار سے واپس آیا تو شیخ حامد کو سخت عتاب کے بعد فرمایا افسوس اس جلد کو میں نے تمہارے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا مگر تم نے ذرا بھی غور نہیں کیا اور مجھے بادشاہ کے سامنے انتہا سے زیادہ خفیف و شرمندہ کرایا۔ شیخ حامد نے اُسوقت کوئی جواب نہیں دیا اور جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام قصہ دہرایا آپنے وہ دونوں کتابیں جو اس مسئلہ کی ماخذ تھیں شیخ حامد کے سامنے دھر دیں اور عبارت کی پریشانی و اختلال ایسے طریق پر واضح کیا جسے سنکر تمام لوگ دنگ رہگئے اور شیخ کی ذہانت و حذاقت پر تحسین کرنے لگے اور اسی وجہ سے آپ محسود علماء ہوگئے۔

شیخ کی پیش گوئی

ایک دفعہ محمد فاضل نے اپنے فرزند رشید کو اجمیر بھیجنا چاہا لیکن چونکہ سفر دور دراز اور خطرناک تھا اسلئے خود بھی اُسکے ہمراہ جانیکا قصد کیا جب شیخ سے رخصت ہونے گیا تو آپنے فرمایا تمہارے جانیکی چنداں ضرورت نہیں لڑکا بخیر و عافیت واپس آ جائیگا اور رستہ میں کسی طرح کی زحمت و تکلیف نہ پہنچیگی البتہ

اجمیر سے لوٹ تے وقت دو منزل کے فاصلہ پر وہان کے ڈاکو قافلہ کو لوٹینگے لیکن تم مطمئن رہو اُسکی مال و جان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہو۔ ان لڑکے سے اتنا کہہ دو کہ اُسوقت اپنی سواری کو یکسو کرے جبکہ ڈاکو حملاآور ہون شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ وقت پہنچا تو شیخ صاحب متوجہ ہوئے اور اس توجہ مین حزن و ملال کے آثار آپکے چہرے سے ظاہر ہوئے لوگون نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مسافت چند روز طے کرنے کے سبب سے کچھ ماندگی عارض ہوگئی ہو چنانچہ جب محمد جمیل کا لڑکا وطن کو واپس آیا تو اُس نے بیان کیا کہ اجمیر سے لوٹ تے وقت دو منزل کے فاصلہ پر ڈاکوؤن نے حملہ کیا ہم نے اپنی سواری رستہ سے یکطرف کرلی اسی اثنا مین جناب شیخ صاحب کی صورت مبارک حاضر ہوئی ڈاکوؤن نے اگرچہ بڑی بے دردی اور ظلم سے تمام قافلہ کو لوٹ کھسوٹ کر ننگا کر دیا لیکن ہماری سواری اُنکی دستبرد اور غارت سے بالکل محفوظ رہی۔

رستم اور اسد اللہ جو عالمگیر کے نہایت جنگجو اور کینہ ور صوبہ تھے باشندگان پہلت کو ہمیشہ ستایا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہو کہ اُنھون نے ساکنان پہلت کے ہلاک کرنے کا قصد کیا اور ایک نہایت خونخوار و خونریز فوج سے حملہ کر دیا پہلت کے باشندے بے چین و مضطرب ہو کر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور بعد الحاح و عاجزی التجا کی شیخ نے فرمایا گھبراؤ نہین آخر کار تمہیں فتحیاب ہوگے مخالفت کی فوج کو شکست فاش ہوگی اور رستم و اسد اللہ عنقریب پابزنجیر ہو کر بری حالت مین مرینگے چنانچہ مقابلہ کے دن بمضمون آیۂ کریمہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ ساکنان پہلت کی فتح ہوئی اور مخالفین نہایت ذلت کے ساتھ شکست کھا کر بھاگے اس بعد تھوڑے دن نہ گذرے تھے کہ اورنگزیب کے دربار مین ایک شکایت آمیز عرضی بایں مضمون پہنچی کہ رستم و اسد اللہ نے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کیا ہے اور خلق اللہ کو اپنی جابرانہ کارروائیون سے سخت پریشان کر رکھا ہو اگرچہ عالمگیر ان لوگون کی طرف سے پہلے ہی بدظن ہو چکا تھا اور بہت سے برے خیالات اسکے دل مین جگہ لے چکے تھے لیکن اس شکایت آمیز عرضی اور چند خطوط نے اُسکے ظن کو اور بھی مستحکم کر دیا اب اُسکا جوش بڑھ گیا اور رستم و اسد اللہ کے قتل پر متوجہ ہوگیا سیاست ملکی کے قانون نے قطعی طور پر اُن کا استیصال کرنا چاہا اور دربار شاہی سے فرمان جاری ہوا کہ رستم و اسد اللہ کو پابزنجیر کر کے حاضر دربار کیا جائے چنانچہ اُس طرف کے حاکم نے ان دونون ظالمون کو قید کر کے روانہ دربار کیا اور یہ دونون ستمگار بڑی بیرحمی کے ساتھ قتل کر ڈالے گئے

شیخ کی ذہانت

شیخ صاحب ایکدفعہ اتفاقاً ایک گاؤن مین تشریف لے گئے وہان کے لوگون نے ایک قریب المرگ مریض کا قارورہ دکھایا جو بہت کچھ گھونٹ پی رہا تھا آپنے فوراً نسخہ لکھکر حوالہ کیا اسی مجلس مین ایک ہندو طبیب بھی حاضر تھا شیخ کی یہ کیفیت دیکھکر بولا کہ حضور نے مریض کی بیماری کی تشخیص کی ہو کہ نہین شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ ایک عورت کا قارورہ تھا جسکا نام یہ ہو اور جسکے اخلاق و عادات اس قسم کے ہین اور فلان مرض مین مبتلا ہو جسے اُسکے تمام افعال و احوال ایک ایک کر کے معلوم ہین طبیب بولا کہ حضرت یہ مسئلہ طب مین کہان لکھا ہو فرمایا اسے طب نہین کہتے بلکہ اسکا نام فراست صادقہ ہے۔

شیخ کے عام اخلاق

شیخ کے علمی فضایل و کمالات کی نسبت جو کچھ ہمین لکھنا تھا مختصراً لکھ چکے اب آپکے اخلاق و عادات کا ایک سرسری اور اجمالی خاکا کھینچتے ہین۔ شیخ کے حالات زندگی پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ پرلے درجہ کے مستغنی المزاج تھے یہی وجہ تھی کہ امرا و رؤسا سے ملنا پسند نکرتے تھے اور انکی مجلسون مین شریک ہونے کو معیوب سمجھتے تھے لیکن باوجود اسکے اگر کوئی امیر دولتمند آپکی مجلس مین آنکلتا تو کمال خوش اخلاقی سے پیش آتے اور شریف القوم کی خصوصیت کے ساتھ زیادہ عزت کرتے آپکے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے غرور و نخوت ترفع و کم بینی نام تک کو نہ تھی گو آپ کسی بات مین کسیکے محتاج نہ تھے لیکن پھر بھی مزاج مین انتہا درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تھا ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی قدر و منزلت کا آدمی ہوتا خوش اخلاقی اور فیاض طبعی سے پیش آتے۔ علما کی انتہا سے زیادہ تعظیم کرتے درویشون او رجاننے والون سے اُنکے مکان پر جا کر ملاقاتین کرتے اگر کسیکی بیماری کا حال سنتے تو فوراً اُسکی عیادت کو تشریف لیجاتے۔

طرز معاشرت

آپکا عام طرز معاشرت ہر طرح کی بناوٹ و تکلف سے خالی اور قابل تقلید تھا جو سامنے آیا تناول کر لیا اور جو میسر ہوا پہن لیا اپنے زمانہ کے ہمعصرون سے دوستانہ ملتے تھے اور کبھی کسی کیطرف سے فراکدورت نہیں رکھتے تھے بزرگان دین سے عام قسم کا تعلق تھا اور صوفیائے کرام سے دلی عقیدتمندی تھی۔ خویش و اقارب سے حسن سلوک۔ غربا کی امداد۔ مہمانون کی خاطر و مدارات عام و خاص مین مشہور تھی اور اس کا چرچا

فیاضی

اس قدر پھیل گیا تھا کہ آپ تمام ہندوستان مین روشناس ہوگئے تھے غریبون اور بیکسون کے حال پر شفقت کرتے اور دور دور والون کی خبرگیری کرتے رہنے کے بہت سے واقعات مشہور ہین جن مین سے بعض واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہین۔ کیا زمانہ بچپن اور کیا عالم شباب مین کسی ممنوع فعل کے مرتکب نہین ہوئے بلکہ ہمیشہ طریقہ محمدیہ کے قدم بقدم چلتے رہے گویا اتباع شریعت آپکا جبلی خلق تھا رات کا اکثر حصہ تہجد گذاری

میں صرف کرتے اور اوقات نماز میں بکثرت نوافل پڑہا کرتے۔ باوجود پابندی شریعت اور ان فضائل
کے شیخ نہ ایسے خشک ہی نہ تھے بلکہ ہر بات میں توسط اور میانہ روی کو دوست رکھتے تھے نہ راہبوں کی طرح
رہبانیت کے تنگ و تاریک کوچہ میں قدم فرسا تھے نہ مطلق العنانوں جیسے مداہنت و تہاون کیطرف مائل
تھے۔ چنانچہ وہ شریفانہ لباس زیب بدن فرمایا کرتے جسمیں کسی طرح کا تکلف کرنا نہ پڑتا نہ رسم و سخت کا اعتبار
نہ کرتے بلکہ جس صفت کا میسر ہوجاتا بڑی خوشی کے ساتھ قبول فرماتے لیکن خدا تعالیٰ آپکو اچھا اور نرم
لباس بغیر آپکے اختیار کے عطا فرمایا کرتا۔ ایک دفعہ آپ ایک فاخر اور قیمتی لباس زیب جسم کئے ہوئے تھے
کہ ایک خشک صوفی نے اس میں بحث چھیڑدی شیخ نے فرمایا کہ میرے لباس کا ایک ایک تار اگرچہ شال
در شال اور نہایت قیمتی ہو لیکن حقیقت میں محبت الٰہی کا گند ہو کیونکہ میری کوشش وسعی کے بغیر خدا کی
دربار سے عنایت ہوا ہے اور تیرے لباس کا ہر ہر تار اگرچہ ایک بڑے موٹا ٹاٹ ہو مگر دراصل وہ ایک نہایت
زہر یلا اژدہا ہو کیونکہ تو نے اپنی کوشش اور ارادہ سے بہم پہنچائی ہو فی الواقع شیخ کا یہ حکیمانہ قول نہایت ہی
قیمتی اور آپ زر سے لکھنے کے قابل ہو فلاسفر شیرازی نے کیا خوب کہا ہو ؎ درویش صفت باش
کلاہ تتری دار۔

شیخ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے دنیا کو ترک کیا ہو اسوقت تک اپنے لئے بازار سے نہ
تو کسی قسم کا لباس ہی خرید کیا ہو نہ عمامہ و جوتا ہی بلکہ جب جس چیز کی ضرورت پڑی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت
سے فوراً مہیا کردی۔ الغرض شیخ کے تمام اخلاق و عادات ایسے شائستہ و پسندیدہ تھے جنکی نظیر دنیا میں ڈھونڈے
نہیں ملتی تھی اور آپ میں وہ تمام خصلتیں مجتمع تھیں جو ایک پاکباز دیندار ولی کامل میں ہونا چاہئیں
علم و فضل۔ فہم و فراست۔ عزم و ثبات۔ سخاوت و شجاعت۔ عقل و تدبیر۔ فکر و اصابت رائے۔ عالی دماغی
و حوصلہ مندی۔ اتقا و پرہیزگاری۔ نفس کشی و وفا شعاری۔ راستبازی و خدا ترسی۔ بے طمعی۔ عاجزی و انکساری
حلم و بردباری وغیرہ وغیرہ شریفانہ اخلاق میں سب سے مستثنیٰ و ممتاز تھے۔ باوجود ایسے عظیم الشان عالم و
فاضل ہونیکے تکلف و تعصب مزاج میں نام کو نہ تہا اکثر امور میں تو آپ حنفی مذہب ہی کے مطابق
عمل کرتے اور حنفی فقہ کے مسائل پیش نظر رکھتے تھے لیکن بعض وہ مسئلے جنہیں حدیث نبوی یا وجدان کی
روسے دیگر مذاہب میں ترجیح حاصل ہو بغیر تردد بیدریغ عمل میں لاتے تھے منجملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ
یہ ہو کہ آپ نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑہا کرتے تھے اسیطرح جنازہ کی نماز میں بھی سورۂ فاتحہ ترک کرتے

عمدہ لباس

شیخ کا اخلاق

اگرچہ اس عہد میں اس حد تک عمل کا نام و نشان تک نہ تہا جو آج ہمارے زمانہ میں حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی
کے گروہوں میں دیکھی جاتی ہو بلکہ ہر فرقہ کے علیحدہ پیشوا بلا تامل ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑہتے تھے
اور باہم ایک دوسرے سے دوستانہ برتاؤ برتتے تھے کوئی کسی پر طعن و طنز نہ کرتا تہا لیکن پہر بھی ایکدن
شیخ عبد الاحد قدس سرہ نے اس مسئلہ میں بحث چھیڑدی اور اپنے اسلاف کی ایک متواتر نقل باین
مضمون پیش کی کہ نماز جماعت بالکل اس دربار جماعت کے مشابہ ہو جو ایک اولوالعزم اور پرشوکت
بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض احوال کرے اور یہ ظاہر بات ہو کہ بادشاہ کا دربار ادب اسی امر کا
متقاضی ہو کہ تمام لوگ ایک زبان ہو کر اپنی حاجتیں عرض کریں نہ یہ کہ کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ بولے
شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپنے حنفی مذہب کی تائید میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہو محض قیاس ہو اور قیاس بھی
مع الفارق کیونکہ حقیقت میں دعا اور خضوع کے ساتھ مناجات کرنا اور نفس کو تہذیب و تزکیہ سے
آراستہ کرنا نماز ہو جیسا کہ حدیث نبوی لا صلاۃ لمن لم یقرأ بام الکتب اس دعوے پر صراحت کے ساتھ
دلالت کرتی ہو اور یہ امر اظہر من الشمس ہو کہ خدا تعالیٰ سمیع ہو اگر تمام دنیا جہان کے لوگ ایک میدان
میں صف آرا ہوں اور ہر شخص ایک جداگانہ لغت اور نئے الفاظ میں مناجات کرے تو وہ ہر شخص کی
علیحدہ علیحدہ مناجات سن سکتا ہو اور ایک شخص کی مناجات دوسرے کی مناجات میں خلل انداز نہیں
ہوسکتی۔ اس مناظرہ کی ذیل میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ
نہ پڑہنے پر آیۂ واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون کو استدلالاً پیش کرتے ہیں ان کا یہ
استدلال نہایت ضعیف و کمزور ہو کیونکہ غایت مافی الباب یہ ہو کہ آیۂ مذکورہ صرف نماز جہریہ پر دلالت کرتی
ہو اور اسکی تاویلات تفاسیر معتبرہ میں بشرح و بسط مذکور ہیں۔

شیخ کے تصرفات وکرامات اور دعا کی مقبولیت وغیرہ

شیخ کے کشف و تصرف کے واقعات اس سے پیشتر کسی قدر اختصار کے ساتھ بیان ہوچکے ہیں
اب آپکے تصرفات و کرامات کے چند واقعات قلمبند کئے جاتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص
سہرند کو اولیاء اللہ کے تصرفات کا بالطبع انکار تہا لیکن تاہم ایک عزیز کے سلسلہ میں داخل تہا اور
اُس سے بیعت کرچکا تہا اتفاقاً عید کے روز محترم و بزرگ شیخ احمد سہرندی کے فرزند رشید شیخ محمد معصوم

شیخ کے تصرفات

سے مصافحہ کیا آپ نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اور معمولی مزاج پرسی کے بعد فرمایا تم کہاں تھے بہت روز کے بعد ملاقات ہوئی - شیخ محمد معصوم کی مہربانی نے اُسے اپنا گرویدہ بنالیا اور اُس کا دل خودبخود آپ کی خدمت کی طرف مائل ہوگیا اُسکا شوق جون جون شیخ محمد معصوم کی خدمت مین بڑھتا جاتا تھا دون دون اُس عزیز کی خدمت مین قصور ہونی واقع ہوتی جاتی تھی جس سے یہ پیشتر بیعت کرچکا تھا لیکن جب وہ عزیز اس قصہ سے آگاہ ہوا تو غصہ کے مارے جھلا اٹھا اور شیخ محمد معصوم کے ہلاک کرنے پر ہمت مقرر کی شیخ نے بھی اُسکی مدافعت پر کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکی شر خود اسی پر الٹ پڑی اور ہلاک ہوگیا اب یہ شخص اگرچہ پہلے بالکل یکسو و یکجہت ہوکر شیخ کی بیعت مین مصروف رہا مگر ایک مدت کے بعد شک اضطراب مین پڑگیا اور فسخ بیعت کرکے کسی اور درویش کی خدمت مین پہنچا غرضکہ بہت سے درویشون کی خدمت مین یون ہی پھرتا رہا اور اپنے جبلی انکار کی وجہ سے کہین سے متمتع نہین ہوا شدہ شدہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت مین بھی حاضر ہوا اور کہنے لگا یا تو دنیا مین کوئی صاحب تصرف ہوتا ہی نہین یا ہو تو میری نظر مین نہین پڑا - شیخ نے فوراً اُس کی طرف متوجہ ہوکر ایک خاص نظر ڈالی جس سے وہ بیخود ہوگیا اور حالت غیبت مین ایک عجیب غریب واقعہ نظر پڑا کہ گویا سبز لباس عطا کیا گیا ہو جب ہوش و حواس مین آیا تو شیخ صاحب نے اس واقعہ کی اطلاع دی اُس نے دل سے اعتراف کیا اور زان بعد اہل اللہ کے تصرف و کرامت مین کبھی شک نہین کیا -

ایک دفعہ محمد مظفر نامی شخص نے شیخ کو ایک خط لکھا اور ایک شخص کی معرفت روانہ خدمت کیا اُس مین لکھا تھا کہ حامل رقیمہ اولیاء اللہ کی توجہ و تاثیر کا منکر ہو اگر آپ نظر خاص سے اس پر متوجہ ہونگے تو قوی اُمید ہو کہ یہ راہ راست پر آجائے گا شیخ نے خط کا مطالعہ کرتے ہی ایک سرسری نظر سے اُسے دیکھا فوراً بیہوش ہوگیا اور غیبت کلی حاصل ہوئی - ہوش مین آنے کے بعد اپنے عقیدہ فاسدہ سے توبہ کی اور سخت نادم و پشیمان ہوا -

شیخ کی کرامت

شیخ عبدالاحد سرہندی کی مجلس مین اکثر اوقات علمی چرچا رہا کرتی تھی اور اہل اللہ کے تصرفات و کرامات کا ذکر ہوا کرتا تھا ایک دن ایک شخص بول اٹھا کہ اس زمانہ مین میری نظر مین تو کوئی صاحب کرامت گزرا ہی نہین شیخ عبدالاحد نے اُسکے عقیدہ کی درستی کے لئے سات روپے اُسکے سامنے رکھے اور فرمایا دیکھو یہ سات روپے مین نے شیخ عبدالرحیم کے نذرانہ کیلئے رکھے ہین لیکن جب وہ تشریف لائینگے تو مین

صرف پانچ روپے پیش کرونگا اسپر دیکھو وہ کیا کہتے ہین اسکے بعد شیخ عبدالاحد نے ایک شخص کو شیخ کی خدمت مین بھیجا کہ انہین ہمراہ لے آئے چنانچہ جب شیخ تشریف لائے تو پانچ روپے نذر کئے گئے اور ساتھ ہی کہا گیا کہ یہ آپکا نذرانہ ہو براہ عنایت قبول فرمائین شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ میرا نذرانہ تو سات روپے ہین پانچ کیون دیئے جاتے ہین چنانچہ شیخ عبدالاحد نے دو روپے اور ان مین شامل کر دیئے زان بعد شیخ نے ہنسی سے فرمایا کہ اس امتحان کا کفارہ بھی دلوایئے شیخ عبدالاحد نے اُن مین دو روپے اور اضافہ کئے اور بمنت عرض کیا کہ اس سے میری غرض آپکا امتحان لینا نہ تھا بلکہ اس شخص کے عقیدہ کی اصلاح منظور تھی چنانچہ وہ شخص شرمندہ ہوکر چپ ہو رہا اور اہل اللہ کی کرامت کا قائل ہوگیا -

جب اورنگ زیب دنیا سے کوچ کرگیا اور اُسکی اولاد مین باہمی خانہ جنگیان پھوٹ نکلین اور محمد معظم نے بھائی محمد اعظم پر ایک خونخوار لشکر کے ساتھ اکبرآباد پر حملہ آور ہوا تو بعض لوگون نے شیخ سے دریافت کیا کہ ان دونون مین کسے فتح نصیب ہوگی فرمایا مین دیکھتا ہون کہ کوئی سات بندوقین محمد اعظم پر چھپائی ہوئی ہین بھلا اس صورت مین محمد اعظم کس طرح جانبر ہو سکتا ہو چنانچہ اس جنگ کا خاتمہ محمد اعظم کے قتل پر ہوا - اسیطرح جب معزالدین تخت پر جلوس فرما ہوا اور فرخ سیر نے پورب کی طرف سے خروج کیا تو معزالدین سخت متوحش اور پریشان ہو کر بہیون درویشون کی خدمت مین حاضر ہوا اور فتح کی بشارت و دعا کی درخواست کی اسی اثنا مین کسی نے شیخ سے بھی نقل کیا کہ معزالدین بادشاہ خدمت اقدس مین حاضر ہونا چاہتا ہو فرمایا ہمکو یہان آنا مناسب نہین ہو کیونکہ اگر مین نفس الامری واقعہ بیان کرونگا تو سخت ناخوش و بددل ہوگا اور اگر اُسکے خوش کرنے کیلئے جھوٹ بولونگا تو فقیرون کی شان کیلئے جھوٹ بولنا اور نفس الامری بات کو چھپانا ہرگز زیبا نہین - چنانچہ جب معزالدین اور فرخ سیر کا مقابلہ ہوا تو انجام کار فرخ سیر کو فتح نصیب ہوئی -

ایک دفعہ شیخ کے بڑے صاحبزادے صلاح الدین کسی مہلک اور خطرناک مرض مین مبتلا ہوگئے اور بیماری نے یہانتک طول پکڑا کہ زندگی کی اُمید بالکل منقطع ہوگئی اور شیخ صاحب کو یقین ہوگیا کہ انکا جام حیات لبریز ہوکر چھلک گیا چنانچہ اس واقعہ کو خود شیخ صاحب یون بیان کرتے ہین کہ جب مین نے دیکھا کہ صلاح الدین کی زندگی کی رگ کٹ چکی تو لوگون کو کفن خرید کرلانے اور قبر تیار کرنے کا حکم دیا لیکن اسکے ساتھ ہی فوراً میرے دل مین ایک جوش اٹھا اور ایک تنہا گوشہ مین بیٹھکر دست بدعا ہوا جب میری الحاح و زاری حد سے متجاوز ہوگئی تو ایک فرشتہ حاضر ہوا اور صلاح الدین کے حیات و صحت کی بشارت دی اسی اثنا مین شیخ

شیخ صلاح الدین کو چھینک آئی اور کروٹ بدلکر کھڑے ہوگئے ایک صاحب دعوت شخص روم سے ایران میں اور ایران سے ہندوستان میں آیا جسے عبداللہ چلپی کہکر پکارتے تھے اور جسکے عجیب و غریب مشاہدات لوگوں سے محسوس کئے گئے تھے اسکی نسبت ایک یہ بات بھی مشہور تھی کہ بودستہ چالیس روز بے آب ودانہ حجرہ میں معتکف رہتا ہے لوگ حجرے کا دروازہ بند کردیتے ہیں اور چالیس دن بعد صحیح سالم نکل آتا ہے یہ بھی سنا جاتا تھا کہ اندھیرے میں بیٹھ کر قرآن مجید لکھتا اکثر ایسا ہوتا کہ زمین میں گھس جاتا اور جہاں چاہتا نکل آتا رفتہ رفتہ لوگوں میں اسکی یہ باتیں مشہور ہوگئیں اور وہ اولیاء اللہ اور کرامتیوں کے زمرہ میں شمار کیا جانے لگا شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکے یہ کمالات و فضائل سنکر میرے دل میں بھی شتیاق ملاقات کی آگ بھڑک اٹھی اور اُس سے ملنے کے لئے روانہ ہوا ان دنوں عبداللہ چلپی بادشاہ سے مخفی ہوکر ایرانیوں کے مکان پر قیام پذیر تھا ابتداً مجھے ایرانی روافض کا سامنا کرنا پڑا او جتنا مختلف فیہ مسائل میں چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی اگرچہ میں اُن جہلا کو منہ لگانا نہیں چاہتا اور اُن سے مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا لیکن اتفاق سے مجھمیں اور اُن میں مناظرہ شروع ہوگیا اور چونکہ میں نے اپنے تئیں ابتداً سُنی ظاہر نہیں کیا تھا بلکہ دریافت کرنے پر اپنا مذہب خذ ما صفا ودع ما کدر بتلایا تھا اسلئے وہ چنداں تعصب سے پیش نہ آئے — مناظرہ شروع ہونے سے پیشتر بارہ مسئلے متعین ہوگئے جنہیں میں نے ترتیب وار ایک ایک مسئلہ کرکے بیان کیا اور برہانی و خطابی دلائل سے بلا برالزامی جوابات دیتا رہا سب ملزم ہوئے اور کسیکو محل انکار نہیں رہا۔ آخر کار سب متفق ہوکر بول اُٹھے انصاف یہ ہے کہ جسطرح پر آپ نے ان مسائل کی توضیح کی ہے ہمیں اُنمیں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے آپ کی تقریر میں اس بلا کا جادو ہے جسکا اثر ہمارے دلوں میں برقی قوت بنکر دوڑ گیا ہے اور ہم ذرا بھی تاب جواب نہیں رکھتے

الغرض جب اس مناظرہ کا خاتمہ ہوگیا تو میں نے عبداللہ سے ملاقات کی لیکن سچ پوچھئے تو میری نگاہ عبداللہ کے استقبال کو جسطرح تجری بیتابی کے شوق سے بڑھی تھی اُسکی صورت دیکھکر اُس سے زیادہ نفرت و بدمزگی کے ساتھ پلٹی کیونکہ میں نے ایک ہی نظر میں معلوم کرلیا کہ وہ اولیاء اللہ کے طریق سے بالکل بے بہرہ ہے چنانچہ میں نے اُسکی تعظیم سے پہلوتہی کی اور نہایت مکدر ہوکر واپس آنے لگا میرے چہرہ کا یہ فوری تغیر دیکھکر ایک ایرانی بولا کیا وجہ ہے کہ جس شوق ذوق سے آپ عبداللہ کی ملاقات کو تشریف لائے تھے اُس سے زیادہ آپنے اُسے دیکھکر اعراض و پہلوتہی کی میں نے جواب دیا کہ میں عبداللہ کو ولی خیال

کرتا تھا لیکن دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ولی نہیں ہے بلکہ صاحب دعوت ہے عبداللہ نے جب میری یہ تقریر سُنی تو کہنے لگا انصاف یہی ہے جو شیخ صاحب فرماتے ہیں ازاں بعد عبداللہ نے دعاء سیفی پڑھنی شروع کی اور پڑھتے پڑھتے ایک ایسے موقع پر پہنچا جہاں اگرچہ بلحاظ قواعد نحویہ اعراب میں دو وجہ کا احتمال تھا لیکن باعتبار وجدان صرف ایک ہی وجہ متعین تھی اور عبداللہ نے دوسری وجہ کو اختیار کیا تھا اس پر میں بول اُٹھا کہ عبداللہ! تم نے اعراب میں غلطی کی ہے اس کے جواب میں اُس نے زور سے کہا کہ نہیں میں نے غلطی نہیں کی بلکہ غلطی پر تم ہو اس باب میں مناظرہ شروع ہوگیا اور دعاء سیفی کے وہ نسخے فراہم کئے گئے جو اُستادوں سے پہنچے تھے اتفاق کی بات ہے کہ خلاف اُستادوں کے بارہ نسخوں میں عبداللہ کی مطابق نکلا لیکن تیرہواں نسخہ جو شیخ احمد جام کے تبرکات میں سے تھا اور جو سب نسخوں سے زیادہ معتبر و مستند تسلیم کیا جاتا تھا بعض امرا کے کتب خانہ سے تلاش کرکے موجود کیا گیا اُس میں وہی لکھا تھا جیسا کہ میں کہتا تھا۔ عبداللہ نے اعتراف کیا اور اس تلاش و تتبع پر عش عش کرنے لگا ازاں بعد ایرانیوں کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا تم جانتے ہو کہ میں نے اس بارہ میں اسقدر موشگافی اور چھان بین کیوں کی؟ اس وجہ سے کہ جب میں اس مقام پر پہنچتا تھا تو ایک ظلمت خیز تاریکی دیکھتا تھا۔ انجام کار عبداللہ چلپی نے شیخ کی ارادت کا حلقہ کان میں ڈالا اور آپسے بیعت کرکے طریقۂ قادریہ میں داخل ہوگیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ شیخ صاحب اس فقیر کو عجیب و غریب معارف کی تعلیم کیا کرتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ آپنے حدیث اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ کی تفصیل و توضیح فرمائی اور اسکی شرح میں دو قصے نقل کئے ایک شیخ رفیع الدین صاحب کی فراست کا قصہ دوسری اپنی فراست کا واقعہ آپ فرمانے لگے کہ ایکدفعہ ایک فقیر وضع شخص سر سے پاؤں تک برقع میں لپٹا ہوا آیا جو نہایت سوز و گداز سے ہر وقت و ہر لحظہ عاشقانہ اشعار پڑھتا اور گریہ و زاری کیا کرتا تھا مجھسے بیعت کرنی چاہی اور قیام کے لئے ایک گوشہ کی درخواست کی مگر میں نے اُس سے طبعی نفرت اور بے توجہی ظاہر کی جب وہ باہر چلا گیا تو میں نے حاضرین کو متنبہ کیا کہ یہ ایک نہایت زہریلا سانپ ہے تا بامکان اِس سے محترز و مجتنب رہنا چاہیئے لیکن حاضرین نے میری اس تقریر کو رغبت کے کانوں سے نہیں سنا اور دل میں انکار کیا۔ مگر تھوڑی مدت نہ گذری تھی کہ وہی شخص عورت کا روپ بھر کر عاقل خان کے گھر میں خیرات کی تقریب میں گھس گیا (عاقل خان اُس زمانہ میں دہلی کا صوبہ اور عالمگیری دربار کا ایک معزز و ممتاز گورنر تھا) جب ماں سے پٹ کرنے لگا تو دہان

شیخ کی قبولیت

نے اُس کی ہیئت رفتار کو نگاہ تعجب سے دیکھا اور دل میں یہ خیال کر کے کہ عورتوں کی رفتار سے اسکی رفتار
بالکل جدا ہے درپے تجسس ہوا اور جب حقیقت امر واضح ہوا تو گرفتار کر دیا گیا استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ کسی
شریف عورت کو ورغلا کر بھگا لایا تھا اور اُسکی برقع پوشی اور گوشہ نشینی کی علت غائی یہی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بارش بند ہو گئی اور قحط سالی کے آثار تمام اطراف میں چھا گئے عام لوگوں میں ایک
طرح کی بے چینی پھیل گئی اور جب بیقراری حد اعتدال سے بڑھ گئی تو شیخ کی خدمت میں رجوع کر کے دعا کے
خواستگار ہوئے شیخ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ دعا کا ہنوز خاتمہ بھی نہ ہوا تھا کہ ایک گہرا ابر نمودار ہوا
اور خفیف سی ترشح ہونے لگی ازاں بعد شیخ نے فرمایا کہ کثرت بارش جاری تمام اور کچی دیواروں کی پوشش پر موقوف
ہے تمہیں تدبیر چاہیے مکان کی دیواروں کے ڈھانے اور مسمار کرنے سے احتراز کرتی ہو آپ کی زبان مبارک سے
یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ لوگوں نے ایک عاجلانہ حرکت کے ساتھ بانس اور گھاس فراہم کر دی اور شیخ کے مکان
کی دیواروں کو گھاس سے پاٹ دیا پھر جو موسلا دھار پانی پڑنا شروع ہوا تو تمام خشک چشمے اور سوکھی نہریں ابل
پڑیں اور ایک مدت تک لوگوں کو بارش کی حاجت نہیں رہی۔

شیخ پر لوگوں کا حسد

اور دوسرے علاوہ جیسا کہ لوگوں کو یہ بات تسلیم ہے کہ دنیا میں کوئی کیسا ہی صاحب اقبال و اہل دنیا سے
بے تعلق کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی کر سکے شیخ کے فضل و کمال کا ستارہ جب عروج
پر پہنچا اور آپ کے کشف و کرامات کا چرچا گھر گھر پھیل گیا تو آپکے اقبال اور رواج حشم کو دیکھکر بعض لوگ حاسد و
دشمن پیدا ہو گئے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی خدا کا فضل و کرم ہر وقت آپکے شامل حال رہا اور کسی دشمن کا مکر و فریب
ذرا اثر نہ کر سکا چنانچہ خود شیخ صاحب اس قسم کے چند واقعات اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ
جب میں ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر رہا تھا تو اُس وقت یہ کیفیت تھی کہ جس کی نگاہ قبول ہو دیکھتا تھا وہ مجھ پر فریفتہ
و شیدا ہو جاتا تھا اسی وجہ سے میں کسی کی طرف التفات نہ کرتا تھا اور محمد فاضل کے بالا خانہ پر تنہا جا بیٹھتا تھا جب لوگوں
کی آمد و رفت کا وقت ہوتا تو میں ایک چادر سے اپنے تمام جسم کو چھپا لیتا۔ اتفاقاً ایک روز ہدایت اللہ بیگ
اُس قرابت کی وجہ سے جو ہم دونوں میں متحقق تھی آیا اور میرا اُسکا سامنا ہو گیا مجھے دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا اور
بیعت کی استدعا کی چونکہ میں نے پہلے سے سُن رکھا تھا کہ وہ ایک نقشبندی عزیز کے ساتھ رابطہ بیعت رکھتا ہے
اس لئے میں نے کہا کہ تمام طرق واحد کے منزلے ہیں اور جب تو اسی عزیز کا حق مقدم ہے جس سے
تم پہلے بیعت کر چکے ہو لیکن جب اُس نے انتہا سے زیادہ مبالغہ کیا اور اسکی فریفتگی و شیفتگی حد سے متجاوز ہو گئی تو مجھ کو

میں نے اُس سے بیعت لیلی اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ اُس عزیز کی خدمت میں قصور نکرنا اور تا بامکان
اس عہد بیعت کا اظہار نہ کرنا مگر شدہ شدہ اُس عزیز کے کان تک یہ خبر پہنچ گئی غصہ میں جھلا اٹھا اور
ہدایت اللہ بیگ کی معرفت مجھ کو کہلا بھیجا کہ ابھی تمہاری جوانی کا زمانہ ہے اور تم طلب کا درجہ رکھتے ہو ارشاد کا ہیچ اس کے
جواب میں کہلا بھیجا کہ فطرت کی بخششیں اور حق تعالیٰ کی عطیے کبرسنی پر موقوف نہیں ہیں بزرگ عقول یک خلقی ہے بزرگی بعقل است
نہ بسال و ضعیفت و بزرگی کا تاج اسی سر پر منحصر نہیں ہے جو عمر میں بڑا ہو جب میرا یہ پیام سُنا تو غصہ میں سرخ ہو گیا اور دوبارہ
کہلا بھیجا کہ میرا انتقام کی غفلت میں نہ رہنا چاہیے کہا ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ۔ تم جو کر سکتے ہو کر گزرو انشاء اللہ اسکا بال
تم ہی پر پڑیگا چنانچہ وہ سخت میری ایذا پر کمر ہمت باندھی اور میں ابھی وافت میں مشغول ہوا تو جہ یہانتک
پہنچی کہ اُس عزیز کو ظاہر ہوا کہ سینہ میں خنجر لگا اور جام حیات لبریز ہو گیا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ اُس نے
ہدایت اللہ بیگ کو بلا کر معذرت کی اور نیاز مندی ظاہر کر کے کہا یہ تو مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ اب جانبر
کسی طرح جانبر نہیں ہو سکونگا لیکن میں چاہتا ہوں کہ شیخ میرے ایمان کو تباہ و برباد نکریں میں نے کہا
اگر تم میری ایذا کے درپے نہوتے اور اس بارہ میں پہل نکرتے تو یہانتک نوبت کیوں پہنچتی الحمدللہ کہ
تمہارے ایمان میں کسی قسم کا ضرر رجوع نکریگا چنانچہ اُسی شب کو وہ عزیز عالم آخرت کی طرف کوچ کر گیا۔
شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ میرے اہل محلہ نے مجھ پر جادو کیا ایک رات کو میں جاگے ضرور گیا دیکھتا
ہوں کہ ایک شخص جوگی کا روپ بھرے ہوئے کھڑا ہے میں چند قدم اُسکی طرف بڑھا اور پاؤں سے جوتا
اُتار کر خوب پیٹا فوراً ایک دھواں ظاہر ہوا اور دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا ایک اور مرتبہ مخالفوں نے سحر کر کے
اپنا دلی بخار نکالنا چاہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آگ کا پتلا آتشیں گھوڑے پر سوار اور آتشیں نیزہ ہاتھ
میں لئے ہوئے مجھ پر بڑھا آتا ہے اسی حالت میں بیٹھے ایک نرسر کا ٹکڑا ہاتھ میں لیا اور قرآن کی کوئی سورت
پڑھکر پھینکا کہ وہ اُسپر حملہ کیا نرسر کی ضرب کھاتے ہی سوار نیزہ اُسکا گھوڑا و نیزہ پھیکا ہوا کوئلہ ہو کر گر پڑا صبح کو محمد
شیخ ابوالرضا محمد کے سامنے میں اس واقعہ کو بیان کر رہا تھا کہ ایک بلّی کا بچہ میرے سامنے سے گزرا جو نہی
میں نے اُسپر ہاتھ رکھا فوراً ایک جست کی جست کے ساتھ ہی اُسکے منہ سے خون بہنے لگا اور موت کے گھونٹ
پیکر راہ فنا پر گامزن ہوا۔ ایک اور مرتبہ لوگوں نے مجھ پر سحر کیا جسکی وجہ سے سخت بیمار ہو گیا ہر چند کہ علاج کیا گیا
اور ازالہ مرض کی تدبیریں پے درپے کی گئیں لیکن کوئی تدبیر موثر نہ ہوئی اسی اثنا میں میں نے خواب میں دیکھا
کہ ایک بزرگ کھڑے فرما رہے ہیں کہ تم پر سحر کیا گیا ہے قرآن کی فلاں فلاں آیتیں پڑھو۔ ایک دفعہ حاسدوں نے

مجھپر ایک طوفان اُٹھایا اور قاضی کی عدالت میں جا استغاثہ دائر کیا طلبی کی بعد مجھے بھی عدالت میں جانا پڑا خدا کی قدرت کہ گواہوں کے منہ کاٹ پڑ گئے اور زبانیں گنگ ہوگئیں۔ بھری عدالت میں انکی دروغگوئی ظاہر ہوئی اور مدعی سخت شرمندہ ہوئے ہرچند کہ قاضی نے انکی تشہیر کرنی چاہی لیکن میں نے اصرار کیا کہ ان کے لئے یہی فضیحت و ذلت کافی ہے۔

شیخ کی صحبت کا اثر

اثر صحبت

شیخ کے علمی کمال کا پایا اس قدر ارفع و اعلیٰ تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں دلی عقیدتمندی کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اسمیں ایک ایسا عجیب و غریب اثر سرایت کر جاتا تھا جس کے نظیر سے بڑے بڑے کاملین کے طلقے خالی ہوتے تھے اور بعض بعض آپ کے صحبت یافتہ ایسے مقتدر و معزز تھے جو خود کاملین وقت اور مجتہدین فن میں شمار کئے جاتے تھے۔ محمد فاضل کی لڑکی جسکا نام شریفہ تھا اور جس نے باوجود صغر سنی کے شیخ کی انعکاسی شعاع کو قبول کر لیا تھا اُسپر بہت سے امور منکشف ہوگئے تھے اور اپنے عہد میں ولیہ و صدیقہ کے ممتاز القاب سے پکاری جاتی تھی اُسکے کشف کی یہ حالت تھی کہ ایک رات واجب الاحترام شیخ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے محمد فاضل کے مکان کی طرف تشریف لئے جاتے تھے، اتفاق سے تسبیح آپ کے ہاتھ سے گر پڑی جب آپ مکان میں تشریف لائے تو شریفہ بولی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی تسبیح فلاں مقام پر پڑی ہوئی ہے لوگوں نے جب اس مقام کو شمع سے دیکھا تو حقیقت میں تسبیح اسیجگہ پڑی ہوئی تھی۔ ایکدن شریفہ گھر میں موجود تھی کہ دفعۃً کہنے لگی کہ شیخ ہمارے مکان پر آتے ہیں اور اسوقت آپ کو فلاں کھانے کی طرف رغبت ہے گھر والوں نے شریفہ کا بتایا ہوا کھانا طیار کیا چنانچہ شیخ تشریف لائے اور اُسی کھانے کی رغبت ظاہر فرمائی۔ ایک اور واقعہ کا ذکر ہے کہ شریفہ اپنے گھر میں بیٹھی تھی اور اتفاق سے شیخ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے شیخ سے متوجہ ہوکر بولی کہ شیخ فتح محمد نے ہمارے مکان کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے تھوڑی دیر کے بعد اسوقت شیخ فتح محمد ایک شخص سے باتیں کرنے کھڑے ہوگئے ہیں اور ایسے مقام پر کھڑے ہوئے ہیں کہ خود تو دھوپ میں ہیں اور وہ شخص سایہ میں ہے۔ پھر بولی کہ شیخ نے بازار سے تین نارنگیاں خریدی ہیں دو اپنے لڑکوں کے واسطے اور ایک آپ کے لئے پھر کہا اب شیخ کی نیت بدل گئی ہے کیونکہ دو نارنگیاں تو آپ کے لئے مقرر کی ہیں اور ایک دونوں فرزندوں کے واسطے۔ اس کے بعد کہا اب شیخ ہمارے

دروازہ پر آکھڑے ہوئے ہیں چنانچہ جب شیخ فتح محمد سے یہ تمام باتیں دریافت کی گئیں تو اُنہوں نے بے کم و کاست ویسی ہی بیان کیں جس طرح شریفہ نے کہا تھا۔

محمد غوث پہلتی کا بیان ہے کہ ایک دن شیخ حجرہ میں تنہا سوتے تھے میں آپ کی زیارت کے لئے گیا لیکن آپکے بعض مخلص و بے ریا معتقدین نے مجھے اندر جانے سے منع کیا اور کہا شیخ آرام میں ہیں اسوقت حجرہ میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں مجبور ہوکر دروازہ پر ٹھیر گیا اسی اثنا میں حجرہ کے اندر سے ایک رونے کی آواز میرے کان میں پہنچی جس نے مجھے سخت بیچین کر دیا اور میں ایکبارگی بیتابانہ جوش کے ساتھ بغیر اجازت حجرہ میں گھس گیا حجرہ کے اندر قدم رکھتے ہی بہت سی غیبی چیزیں مجھ پر منکشف ہوگئیں اور ان دیکھی چیزوں کو نظروں کے سامنے پانے لگا منجملہ اُن کے ایک یہ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فرہاد خاں باشندہ حسین پور شیخ کی زیارت کے قصد سے آرہا ہے الغرض جب میں شیخ کے قریب پہنچا تو آپنے پاؤں مبارک میری طرف پھیلا دئے اور میں آہستہ آہستہ پاؤں دبانے میں مشغول ہوا اُس وقت میرے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا ایک دوسرا جمال ہوتا ہے جو عوام اشخاص کی نظروں سے مستور و مخفی رہا کرتا ہے وہ جمال کیسا ہوتا ہے اب جو میں آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہوں تو شیخ کے چہرہ مبارک سے ایک حجاب آہستہ آہستہ اُٹھتا جاتا ہے گویا ایک ابر کا ٹکڑا بدر کامل کے حلقہ سے علیحدہ اور جدا ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ جب وہ پردہ روئے مبارک تک مرتفع ہوگیا تو ایک ایسی آنکھوں میں خیرگی اور چکاچوند پیدا کر دینے والی روشنی ظاہر ہوئی کہ میں بیہوش ہوکر گرنے لگا شیخ صاحب میری یہ حالت دیکھکر فوراً اُٹھ بیٹھے اور وضو کرنے میں مصروف ہوگئے میں یہ تمام واقعہ عرض کرنے کی غرض سے آپکے پاس گیا فرمایا بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں فرہاد خاں ابھی آیا چاہتا ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد فرہاد خاں خدمت شیخ میں مشرف و ممتاز ہوا۔

شیخ کے ملفوظات

چونکہ اب شیخ کے علمی کارناموں کا خاتمہ ہے اس لئے یہاں آپکے بعض حکیمانہ اقوال اور دلآویز فقرے نقل کئے جاتے ہیں جن سے شیخ کی بیدار مغزی اور فضل و کمال اور ترفع خیالات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار اس فقیر کو مجلس صحبت میں اکثر اوقات حکمت عملی اور آداب معاملہ کے متعلق بہت کچھ تعلیم فرمایا کرتے تھے اُن میں سے جس قدر باقی فقیر کو محفوظ ہیں معرض بیان میں لاتا ہے

(۱) آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجلس میں کبھی کسی قوم کو برائی سے یاد نہ کرو مثلاً یون نہ کہو کہ اہل پورب ایسے ہیں اور باشندہ پنجاب اس قسم کے ہیں افغان ایسے اور مغل ویسے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اُس قوم کا مجلس میں موجود ہو اور اپنی قوم کی برائی سُن کر اُس کی حمیت کی رگ حرکت میں آئے اور صحبت درہم برہم ہو جائے۔

(۲) عام مجلس میں جمہور کے مخالف ہرگز کوئی بات زبان پر نہ لاؤ گو فی نفسہ صحیح اور درست ہی کیون نہ ہو اس لئے کہ عام لوگ جب اُسے انکار کے کانوں سے سُنیں گے تو ضرور ہی بددل ہونگے اور صحبت منغّص و پریشان ہو جائے گی۔

(۳) اگر تمہیں کسی شخص کی طرف کوئی ضرورت پڑے تو اول اُس کے سامنے ایک شائستہ اور معنی خیز تمہید پیش کرو اور حاجت طلبی میں نہایت سہولت و تدریج سے کام لو یہ نہیں کہ پتھر کی طرح بات کو پھینک مارو اور موقع و محل نہ دیکھکر بات کو ضائع و برباد کر دو۔

(۴) مرد کو وہ لباس و عادات اختیار کرنا چاہیئے جو اُس کی صفت کمال کا نمونہ ہو مثلاً جو شخص دانشمند ہو اُسے چاہیئے کہ دانشمندوں جیسا لباس زیب جسم کرے اور دانشمندانہ طریقہ سے زندگی بسر کرے اور جو شخص فقیر ہو اُسے فقیرانہ لباس سے تن پوشی کرنا چاہیے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنا مناسب ہے۔

(۵) جب بزرگ اور معزز لوگون سے ہمکلام ہو تو پیچدار اور مختصر تقریر نہ کرو بلکہ جہان تک ہو سکے صاف صاف لفظوں میں توضیح مطلب کرو اور اُس کے ساتھ ہی کسی قدر آواز بھی بلند و اونچی کرو کیونکہ مغلق اور پیچیدہ باتیں بزرگون کے سامنے پیش کرنا نہایت گستاخی و بے ادبی ہے۔

(۶) مریض کی عیادت سے بڑا مقصود اُسکی رضامندی ہے نہ صرف کیفیت مزاج کی اطلاع۔ یہی کیفیت تعزیت اور سفارش کی سمجھنا چاہئے پس جوان تمام باتوں کو بجالایا اور صاحب معاملہ کو اپنی محنت پر مطلع نہیں کیا گویا اُس نے اپنی محنت کو ضایع و برباد کر ڈالا۔

(۷) جب شیخ صاحب یارون کو رخصت کرتے تو محل وصیت اور مقام تودیع پر یہ بیت اکثر پڑھا کرتے

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست ... با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

(۸) جو لوگ قدر و منزلت میں تم سے کم درجہ رکھتے ہیں اگر وہ تمہیں ابتداءً سلام کریں تو اسے خداوندی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرو اور اسکا شکریہ بجالاؤ اُنسے نہایت خندہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرے سے

ملاقات کرو اور جوش مسرت کے ساتھ مزاج پرسی کرو کس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنے التفات سے جسکی وقعت و قدر تمہاری نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہوتی حد سے زیادہ خوش ہو جاتے اور نظر وقعت سے دیکھتے ہیں اور اگر تمہاری طرف سے بے التفاتی دیکھتے ہیں تو محزون و غمگین ہو جاتے ہیں ؎

صد ملک دل بہ نیم نگہ میتوان خرید ... خوبان درین معاملہ تقصیر میکنند

(۹) بعض آشنا ذاتی محبت رکھتے ہین کہ اگر تمہاری محبت تدریجاً اُنکے دل مین مستقر ہوتی ہے تو پھر کسی حالت میں کیا خوشی و فراخی کے زمانہ مین اور کیا تنگی و سختی کے وقت مین کبھی اُن کے دل سے نہین جاتی ایسے لوگوں کی محبت بہت غنیمت شمار کرنا اور اُنھیں پیارے فرزندوں سے بھی عزیز تر رکھنا چاہیئے اور بعض آشنا اس قسم کے ہوتے ہیں جنکی آشنائی کا سبب ظہور فضیلت کا نشان ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی حاجت کی وجہ سے تمہارے آشنا بنجاتے ہین تمہین ہر شخص کو جاننا اور ہر ایک کو اُسکی منزلت و قدر مین رکھنا چاہیئے اور کسی پر یکبارگی مرتبہ جوڑ کر اعتماد کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

(۱۰) عقلاء و حکما کا کام نہیں ہے کہ کسی کام میں صرف استیفا کے لذت مقصود ہو بلکہ چاہیئے کہ اُسکے ضمن میں دفع حاجت یا اقامت فضیلت یا ادا سنت واقع ہو۔

(۱۱) بات کرنے رستہ چلنے نشست و برخاست کرنے میں طاقتوروں کی رسم اور اُنکی عادات استعمال مین لاؤ اگرچہ فی نفسہ ضعیف و ناتوان کیون نہ ہو اور اگر اتفاقیہ کوئی عیب یا خیانت تم سے ظہور مین آئے تو اُسکے پوشیدہ کرنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کرو اور تا بامکان شرمندہ و خجل رہو بلکہ اپنے تئین صفت مقابل پر بہ تکلف مستعد و آمادہ کرو تا کہ نفس اُس سے خوگیر نہ ہو۔

(۱۲) ایک مرتبہ کسی شخص نے مخدومی شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ خدا تعالیٰ کا رستہ کیونکر طے کرنا چاہیئے اور کیمیا کا حقیقت مین وجود ہے کہ نہین شیخ ابوالرضا محمد نے یہ خط جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حوالہ کر دیا آپ نے اُسکے جواب مین لکھا اذا تموجت الاجساد تجسدت الارواح حصل المقصود۔

(۱۳) ایک دفعہ شیخ کے ایک مخلص و بے ریا معتقد نے سوال کیا کہ ابناء روزگار مین کسطرح زندگی بسر کرنا چاہیئے فرمایا کن فی الناس کاحد من الناس پھر اُسنے دریافت کیا کہ حضرت حق تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے فرمایا رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ

(۱۴) ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے اور ہمراہی لوگ نوبت بہ نوبت بہلی پر سوار ہوتے چلے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی باری سے زیادہ سوار ہوتے شیخ صاحب نے اُن لوگوں سے متوجہ ہوکر فرمایا جو بہلی میں سوار تھے کہ آیہ اعدلوا هو اقرب للتقوی کون سے سیپارہ میں ہے شیخ بدرالحق فوراً اس رمز کو تاڑ گئے اور بہلی سے نیچے اُتر کر کہنے لگے کہ حضرت یعتذرون کا پارہ ہے اس آیت سے پہلے

(۱۵) شیخ امان اللہ جب کابل کی طرف متوجہ ہونے لگے تو جناب شیخ صاحب سے رخصت ہونے آئے اور دعا کے مستدعی ہوئے فرمایا جس مقام میں قیام پذیر ہو اہل اللہ کے کھوج میں لگے رہو اور جس سالک و مجذوب سے اس معنی کی بو سونگھو اُسکی صحبت کو مغتنم سمجھو چنانچہ شیخ امان اللہ کابل کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے فرمان کے بموجب اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے لیکن جب واپس آئے تو شیخ کے سامنے کھڑے ہوکر یہ بیت بآواز بلند پڑھی ؎ آفاق را گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(۱۶) شیخ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق مسئلہ معیت سے حظ اٹھایا اور اپنے ذوق کے مطابق اُس سے حصۂ خاص لیا ہے جو گروہ اس بات کا معتقد ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے علم قدرت سمع و بصر کے ساتھ سب کو محیط ہے اُنکی دلیل یہ ہے ما یکون من نجوی ثلثة الا هو رابعهم و لا خمسة الا هو سادسهم الخ ایک فریق کا اس پر اعتقاد ہے کہ ہر فعل و انفعال اور ہر حرکت و صفت جو عالم میں ظہور پذیر ہے سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اُسکی دلیل ایک تو یہ آیت ہے قل کل من عند الله دوسری یہ آیت وما بکم من نعمة فمن الله اور ایک جماعت ہمہ اوست کی قائل ہے اُن کی دلیلیں یہ ہیں کل شیء هالك الا وجهه هو الاول والاخر والظاهر والباطن اور ایک فریق حق کو حق میں دیکھتا ہے لیکن اس مقام کی اظہار حقیقت سے عبارت محض قاصر و عاجز ہے۔

(۱۷) لوگ جانتے ہیں کہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا ایک نہایت دشوار و سخت بات ہے کیونکہ جس قدر اُن کے ساتھ زیادہ سلوک کیا جائے گا ہنوز تھوڑا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ بر والدین بہت ہی سہل و آسان امر ہے کس لئے کہ والدین اپنی اُس پہلے درجہ کی شفقت مہربانی کی وجہ سے جو اُنہیں قدرتی طور پر اولاد سے ہوتی ہے ادنیٰ درجہ کی دلجوئی سے رضامند ہو جاتے اور تھوڑی سی چیز کو بہت شمار کرتے ہیں۔

(۱۸) جب خدا تعالیٰ کسیکو کوئی کیفیت و حالت عنایت فرمائے تو تا بامکان اُسکی کافی طور پر نگہداشت کرے اور اُسکی نگہداشت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے تئیں کسی چیز میں مشغول نہ کرے اور جس متبرک جگہ سے کہ یہ کیفیت

حاصل ہوئی ہے اُسے چھوڑے علی ہذا القیاس جس ہیئت و نشست رکھتا ہے اُسے جہاں تک بن سکے نہ بدلے اور بجز اس کے تمام باتوں کو یکلخت ترک کر بیٹھے جیسا کہ حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

اینجا فسون شیخ نیرزد بہ نیم جو — دل را بدست آر ہمین مشرب است و بس

(۱۹) ایک مرتبہ تمباکو کی نسبت ذکر چھڑ گیا شیخ نے گو اُسکی حرمت کی توضیح و تفسیر نہیں فرمائی لیکن قباحت و شناعت کے بہت سے شواہد ذکر کئے منجملہ اُن کے ایک یہ قصہ نقل کیا کہ لاہور میں دو عزیز سکونت رکھتے تھے ایک انتہا درجہ کا فاضل اور جامع کمالات تھا نیز علوم رسمی و کسبی میں بھی پورا پورا اقتدار رکھتا تھا لیکن تمباکو سے احتراز نہ کرتا تھا۔ دوسرا اگرچہ محض اَن پڑھ اور عامی درویش تھا مگر تمباکو سے ہمیشہ محترز رہتا تھا ایک رات دونوں نے اپنی اپنی جگہ واقعہ میں دیکھا کہ گویا یہ درویش عالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مقدس میں نہایت اطمینان سے بیٹھا ہوا ہے اور اُس فاضل کو مجلس نبوی میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ملتی ہے آخرکار اسی عامی نے اہل مجلس سے دریافت کیا کہ اس فاضل درویش کو مجلس میں آنے کی اجازت کیوں نہیں وہاں ہی جواب دیا کہ چونکہ یہ شخص تمباکو پیتا ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کراہت رکھتے ہیں اس وجہ سے اُسکی شرکت اس مجلس میں پسند نہیں فرماتے جب صبح ہوئی تو اس عامی نے بمقتضائے ہمدردی رات کے واقعہ کی تبلیغ کرنی چاہی لیکن جوں ہی اُس فاضل کے گھر میں داخل ہوا دیکھا کہ وہ پُرنم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہا رہا ہے اور ایک سخت رنج و الم میں بھرا بیٹھا ہے جب اس نے اس رونے اور اندوہ و غم کا سبب دریافت کیا تو وہی مجلس نبوی میں شریک ہونے کی عدم اجازت بیان کی اس نے کہا عزیز من! انہیں خوش ہونا چاہئے کیونکہ میں نے اہل مجلس سے اسکا سبب دریافت کر لیا ہے اور وہ تمباکو کا پینا ہے فاضل درویش نے یہ تقریر سنتے ہی حقہ اور نے کو چور چور کر ڈالا اور حقہ کشی سے توبۂ نصوح کر لی۔ آنے والی شب کو پھر دونوں نے ایک ہی ساعت میں خواب دیکھا کہ گویا فاضل آنحضرت کی مجلس میں موجود ہے اور تمام لوگوں سے آگے آنحضرت کے بہت ہی قریب بیٹھا ہوا ہے آپ نہایت مہربانی کے ساتھ اُسکی طرف ملتفت ہیں اور بیحد عنایتیں فرما رہے ہیں۔

(۲۰) شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے دوستوں میں ایک عزیز گو تمباکو سے احتراز کرتا تھا لیکن مہمانوں کے لئے حقہ وغیرہ گھر میں رکھتا تھا ایک مرتبہ اُس نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے مکان میں تشریف لائے ہیں لیکن مکان میں داخل ہونے کے بعد ہی ایک نفرت و کراہت کے ساتھ مراجعت

فرمائی یہ شخص آنحضرت کی یہ نفرت دیکھکر آپ کے عقب مین دوڑا اور نفرت وکراہت کا سبب دریافت کیا فرمایا تیرے گھر مین حقہ نے چلم موجود ہے اور ہمین ان چیزون سے سخت نفرت ہے۔

(۲۱) فرماتے ہین کہ ہمارے محلہ مین ایک خیاط سکونت رکھتا تھا ایک دن مین نے ایک آدمی بھیجکر اُسے بلایا معلوم ہوا کہ وہ دفعتہً مرگیا ہے اور اُسکے متعلقین گریہ وزاری مین مصروف ہین لوگ غسل وکفن کا انتظام کر رہے ہین۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے جامع مسجد کی طرف جانے کا اتفاق ہوا دیکھتا ہون کہ وہی درزی بازار مین کھڑا باتین کر رہا ہے مجھے اسوقت نہ صرف تعجب بلکہ تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی اور جب اُسکا واقعہ سُنا تو اور بھی تحیر ہوا اُسنے بیان کیا کہ مین اسی محلہ کے ایک تنگ گلی مین چلا جاتا تھا کہ دفعتہً ڈراونی شکل کے دو آدمی نہایت غیظ وغضب مین بھرے ہوئے میری طرف بڑہے چلے آرہے ہین جنکی ہیبت ورعب میرے دل مین اسقدر بیٹھ گیا کہ سر سے پاؤن تک تھرتھر کانپنے لگا اُن مین سے ایک شخص نے آگے بڑہکر میرے اس زور سے طمانچہ مارا کہ مین بیہوش ہوکر گر پڑا گویا بظاہر مین مرگیا تھا لوگ مجھے بمشکل گھر لائے اور تجہیز وتکفین کی تیاریان کرنے لگے لیکن مین اسی اثنا مین دیکھتا ہون کہ وہ دونون پرشوکت وہیبت شخص مجھے لئے جاتے ہین یہانتک کہ مین ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہان بہت سے لوگون کے جمگھٹے لگے ہوئے تھے اور جنکی شکل وشمائل اور ہیئت وصورت بنی آدم کی صورت سے بالکل علیحدہ اور ممتاز تھی لوگون کے غول اور جمگھٹے کے بیچ مین ایک نہایت مکلف تخت تھا جسپر ایک سردار بڑی شان وشوکت سے بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونون شخصون نے مجھے اُس سردار کے سامنے پیش کیا لیکن اُسنے میری صورت دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہ شخص نہین ہے جسے مین نے بلایا تھا اسے وہین پہنچا آؤ جہان سے لائے ہو وہ لوگ مجھے ہمراہ لیکر واپس آتے ہی تھے کہ عقب سے کسی نے بآواز بلند پکارا اس شخص کو یہان لاؤ یہ حقہ پیتا ہے چنانچہ وہ دونون شخص مجھے پھر اُس رئیس کے سامنے لیگئے اور لوہا آگ مین لال کرکے میرے گھٹنے کو داغ دیا جس کی تکلیف سے مین چونک پڑا آنکھ کھولکر دیکھتا ہون تو عزیز واقارب مجھے غسل دیکر کفن مین لپیٹنا چاہتے ہین۔

(۲۲) شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دن شیخ صاحب مجھے بیان فرمانے لگے کہ سید علیم اللہ نے جو شیخ آدم قدس سرہ کے اکابر اصحاب مین ایک نہایت ہی مقتدا اور جلیل القدر شخص ہین اور جن کے فضل وکمال اور علمی کارنامون کو شہرت عام نے ضرب المثل کے ایسے بلند درجے پر پہنچا دیا ہے کہ تو ہم کے

اکثر معتزین اُن کے ایک ایک بات کو فخریہ استعمال کرتے ہین تمباکو کی حرمت مین ایک نہایت پُرزور اور ہوشیار رسالہ لکھا اور وہ افغانیون کی معرفت علماء دہلی کے پاس روانہ کیا ہے جسے پیشتر وہ رسالہ میرے سامنے پیش کیا گیا جس مین آیہ یوم تاتی السماء بدخان مبین اور اسی جیسے اور چند دلائل سے تمباکو کی تحریم مین استدلال کیا گیا تھا مین نے اُن دونون شخصون کو جواب صاف دیدیا کہ جسقدر استدلالات مین نہایت کمزور وضعیف ہین ایسی خفیف اور بودے استدلالات سے کچھ کام نہین چلتا چنانچہ بعد مین نے اُن بے سروپا اور غلط روایتون کی نہایت تفصیل کے ساتھ تردید کی اور آیت کی تفسیر مین وہ اقوال پیش کئے جو معتبر ومستند مفسرین نے بیان کئے ہین اگرچہ میری وتمام تقریر دلسوزی اور خیرخواہی سے لبریز تھی لیکن اُن دونون افغانیون نے رغبت کے کانون سے نہین سُنی اور ناخوش ہوکر مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ملا یعقوب کے درسگاہ مین پہنچے جو دہلی کے فضلا مین اگرچہ ایک مشہور اور مسلم الثبوت فاضل تھا مگر تمباکو پینے کا سخت عادی تھا یہ لوگ جب اُن کی مجلس مین پہنچے اور اُسے برسر مجلس حقہ پیتے دیکھا تو انکار واعتراض سے پیش آئے ملا صاحب نے کہا کہ مین حقہ برسر مجلس اسی لئے پیتا ہون کہ لوگون کو اسکی اباحت معلوم ہوجائے اور اگر کسی کو حقہ کے مباح ہونے مین شبہ ہو تو بسم اللہ پیش کرے سید علیم اللہ کے فرستادون نے نہایت جرأت وبیباکی سے کہا کہ چونکہ اس مسئلہ کا ماخذ موجود ہے اس لئے اسکا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے اور اصول روایت ودرایت دونون سے حل ہوسکتا ہے چنانچہ اسکے بعد اُنھون نے رسالہ کی چند فقہی روایتین اور حدیثین پیش کین جنہین ملا یعقوب نے ادنے توجہ کے ساتھ رد کردیا دونون مغموم ومحزون ہوکر پھر میرے پاس آئے اور مناظرہ کی ساری کیفیت دوہرائی مین نے کہا عزیزان من! تمہارا دعویٰ تحریم پھر اسپر ان بے سروپا اور ضعیف روایات سے استدلال کرنا حقیقت مین اسی قابل تھا جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔ لیکن اب تم ملا یعقوب کے پاس جاؤ اور آیہ یاایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک کا شان نزول دریافت کرو جب تم یہ سوال پیش کروگے تو ملا یعقوب فوراً جواب دیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محترمہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے گھر مین شربت شہد تناول فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے حضرت زینب سے رشک کرکے اس بات پر باہم مشورہ کیا کہ آج جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس تشریف لائین وہ ایک افسوسناک لہجے مین عرض کرے کہ حضور کے دہن مبارک سے گندہنے کی بو آتی ہے چنانچہ تمام محترم بی بیون نے متفق ہوکر یہی بات کہی جس کے جواب مین حضرت نے فرمایا مین نے گندنا تو نہین

کھایا ہے البتہ شہد کا شربت پیا ہے۔ اسپر بی بیون نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ شہد کی مکھی گندنے کے درخت پر بیٹھی ہوگی۔ اسپر آنحضرت نے اپنے حق مین شہد حرام ٹھہرالیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جب ملا یعقوب آیت کے شان نزول کی بابت یہ تقریر کر چکے تو تم دریافت کرنا کہ آخر اس کی علت کراہت کیا تھی۔ ملا یعقوب بجز اس کے اور کچھ کہہ ہی نہ سکینگے کہ علت کراہت بدبو تھی۔ اسوقت تم پوچھنا کہ حدیث شریف مین جو تو اثر آیا ہے کہ من اکل ہاتین الشجرتین فلا یقربن مسجدنا تو یہان علت نہی کون چیز ہے۔ اسکے جواب مین ہی ملا یعقوب یہی کہینگے کہ بدبو۔ پھر تم بے دھڑک ہوکر پوچھنا کہ حدیث مین جو یہ آیا ہے کہ حضرت خوشبو سے رغبت اور بدبو سے نفرت رکھتے تھے صحیح ہے کہ نہین اگر صحیح ہے تو ہم پوچھتے مین کہ تمباکو مین بدبو ہے یا نہین۔ ملا یعقوب اگر اس سے انکار کر جائے اور کہہ بیٹھے کہ تمباکو مین بدبو نہین ہے تو تم کہنا کہ جن لوگون نے مدت العمر تمباکو نہین پیا ہے اُن سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اُسکی بو دماغ کو اچھی معلوم ہوتی ہے یا بُری اور جب اسمین بدبو ہونا ثابت ہوتا ہے تو محتاط اور اہل ورع و تقوی کے مناسب حال یہی ہے کہ تمباکو پینا ترک کردین چنانچہ یہ دونون شخص ملا یعقوب کے پاس گئے اور تقریر کا سلسلہ اُسی اسلوب پر چھیڑا جس طرح کہ واجب الاحترام شیخ نے تعلیم کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملا یعقوب کو ان باتون کا اعتراف کرنا پڑا فوراً چلم دانے کو چور چور کر ڈالا اور ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

شیخ کے مکتوبات

شیخ کے ملفوظات اور حکیمانہ مقولے جس قدر نقل کئے گئے ہین اُن سے آپ کے علم و فضل و بزرگی اور علمی کمالات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے شیخ کے حکیمانہ اقوال اور دلآویز مقولون کی فہرست اگرچہ ایک نہایت طول طویل فہرست ہے لیکن ہم نے آپ کے صرف انہین نتیجہ بخش اور حکمت آمیز فقرون کو قابل انتخاب سمجھا ہے جنسے عام لوگ زیادہ متمتع ہو سکتے ہین۔ آپ کے مکتوبات بہی نہایت مفید اور کارآمد ہین گرچونکہ وہ بالکل ادبی ہین اسلئے اردو زبان مین اُنکا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہین اور نمونے کے طور پر کسی مکتوب کو اردو کے قالب مین ڈھال کر ناظرین کے سامنے پیش کیا بھی جائے تو افسوس ہے کہ عام لوگ اُس سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھا سکینگے اسوجہ سے ہم نے اُنہین دانستہ انتخاب کے قابل نہین سمجھا امید کہ معزز ناظرین ہمین اس بات کا الزام نہ دینگے کہ ہم نے شیخ کے مکتوبات کیون نہین قلمبند کئے۔ علاوہ ازین آپ کے نصائح خیز وعظ اور عبرت انگیز کلمات کتابون مین اس کثرت سے پائے جاتے ہین کہ ہم ذخیرہ کی بانچ کے انتخاب کی بہی گنجایش نہین دیکھتے یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے موثر وعظ سے قوم کو بہت کچھ فائدہ

پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ ہم اس موضع پر اسبابت کچھ بھی نہین لکھ سکتے وجہ یہ کہ کتاب ضخیم ہوئی جاتی ہے اور ہنوز ہمین اس کے متعلق بہت کچھ لکھنا باقی ہے چنانچہ ہم شیخ کی ازدواج و اولاد کا ذکر کرکے اس عنوان کو ختم کرتے ہین۔

شیخ کی ازدواج

محترم و بزرگ شیخ کے دو نکاح ہوئے تھے اور غالباً پہلا نکاح آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے زمانۂ زندگی مین ہوا تھا۔ اگرچہ اسبارہ مین ہماری واقفیت بالکل محدود ہے کہ جن محترم اور عفت ماب بی بی سے آپکا پہلا نکاح ہوا وہ کس خاندان کی چشم و چراغ تہین اور اُن کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا لیکن نکاح ثانی کی نسبت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ وہ جناب مخدومی شیخ محمد قدس سرہ کی محترم و معزز صاحبزادی تہین جیسا کہ خود شیخ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے مرقد منور کی زیارت کے لئے گیا۔ مین ایک اونچے چبوترہ پر کھڑا ہوا تھا جو آپ کے مزار کے بہت ہی متصل تھا کہ دفعۃً خواجہ کی روح پاک ظاہر ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے ہان ایک ہونہار لڑکا پیدا ہوگا تم اُسکا نام قطب الدین احمد رکھنا لیکن چونکہ میری بی بی سن ایاس کو پہنچ چکی تہین اور عادتاً ایسے وقت مین اولاد کا ہونا تعجب تھا اسوجہ سے مین خواجہ کا یہ ارشاد سنکر حیران ہوگیا کبھی تو مین اپنی بی بی کی حالت کو دیکھتا تھا اور کبھی خواجہ کے ارشاد پر غور کرتا تھا آخر مین نے اپنے دل مین فیصلہ کیا کہ اس لڑکے سے خواجہ کی مراد پوتا ہوگا جون ہی میرے دل مین یہ خیال گذرا خواجہ نے فوراً تاڑ لیا اور فرمایا جو تم نے خیال کیا ہے میری مراد یہ نہین ہے بلکہ خاص تمہارے صلب سے لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ اسکے تھوڑے دنون بعد میرے دل مین دوسرے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی اور ولی اللہ لڑکا متولد ہوا اگرچہ اول اول یہ واقعہ مجھے بالکل نسیاً منسیاً ہوگیا اور اسی وجہ سے اُسکا نام تمام خاندان مین ولی اللہ مشہور ہوگیا لیکن کچھ زمانہ گذر جانے کے بعد جب مجھے یاد آیا تو مین نے اُس کا نام بدلکر قطب الدین احمد رکھا۔

اسی واقعہ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب بہ تبدیلی چند الفاظ اسطرح قلمبند فرماتے ہین کہ جب میرے والد ماجد زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو آپ پر منکشف ہوا کہ ایک اور لڑکا میرے ہان پیدا ہوگا چنانچہ آپ کے دل مین نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی۔ مخدومی شیخ محمد قدس سرہ نے یہ ماجرا معلوم کیا تو باوجود اپنی محترم عزیز لڑکی کو آپ کے نکاح مین دینا سرمایۂ فخر سمجھا کہ وہ فخر خاندان و قوم لڑکا میرے ہی پارہ جگر کے

بطن سے پیدا ہو لیکن جب یہ کدخدائی متحقق ہوچکی تو بعض سوختہ جگر نفاق پیشہ لوگوں نے بطرزِ طعن کہا کہ شیخ کو اس سن وسال میں کدخدائی مناسب نہ تھی۔ شدہ شدہ یہ باتیں آپ کے کان تک پہنچیں فرمایا ان لوگوں سے کہدینا چاہیئے کہ ابھی میری زندگی کا زمانہ بہت کچھ باقی ہے اور کئی فرزند وجود میں ہونے ہیں چنانچہ اس شادی کے بعد آپ سترہ سال تک زندہ رہے اور دو فرزند پیدا ہوئے۔

شیخ کے حالات زندگی میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن سے کہیں اسبات کا پتہ نہیں چلتا کہ آپکی پہلی بی بی کے بطن سے کتنی اولادیں پیدا ہوئیں لیکن اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحبزادے صلاح الدین نام پیدا ہوئے تھے جو بڑے ہو کر فوت ہو گئے اور جو الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ دوسری ممتاز و محبوب بی بی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے جناب شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ جنکی فرزندگی کے انتساب نے نہ صرف جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بلکہ تمام خاندان کو دنیا میں روشناس کردیا ہے اور جن کے فضل وکمال کی شہرت نے اُس روشناسی کو اور بھی چمکا دیا ہے بلکہ سچ پوچھیے تو اس عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کا اعزاز و اقتدار ان ہی کے نام سے قائم ہے جو آجتک دونوں کو زندہ کئے ہوئے ہے اور بلحاظ اُس پیشین گوئی کے جو ایک موقعہ پر شیخ عبدالرحیم صاحب نے ایک طولانی دعا کے وقت کی تھی عجب نہیں کہ قیامت تک زندہ رہے اُسکا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں مجھے الہام ہوا ہے کہ تیرا سلسلہ دنیا میں قیامت تک باقی رہیگا اور اُس میں کبھی انقطاع واقع نہ ہوگا،،

شیخ کے لائف کے متعلق جس قدر ضروری حالات ہیں اس مقام پر نقل کرنے تھے مختصراً ذکر کر آئے لیکن آپ کے بعض حالات ایسے بھی ہیں جو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے واقعات سے وابستہ ہیں لہذا اب ہم شیخ کی سوانح عمری آپ کے انتقال اور بعض اسباب انتقال پر ختم کرتے ہیں اور بعض وہ حالات جو اس باب میں تحریر ہونے سے رہگئے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی لائف میں معزز ناظرین کی خدمت میں پیش کرینگے۔

شیخ کا انتقال

محترم و بزرگ شیخ نے جس وقت اِس ناپائدار اور بے ثبات دنیا سے عالم باقی کی طرف کوچ کیا ہے

ابتدائے مرض

اُسوقت زندگی کے ستر مرحلے طے کر چکے تھے۔ آپکے ابتداء مرض کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے کہ پہلے پہل خفیف سی تبخیر ہوئی اسی اثنا میں رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور آپ نے بدستور سابق صیام و قیام کو بڑی جرأت و آزادی کے ساتھ ادا کرنا شروع کیا مگر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا مرض اشتداد پکڑتا گیا یہانتک کہ بھی خاصی تپ ہو گئی۔ یہ امر نہ صرف تعجب بلکہ نہایت حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ شیخ کی مرض میں اگرچہ شدت بڑھتی جاتی اور کرب و بے چینی المضاعف ہوتی جاتی تھی لیکن آپکا صیام و قیام پر وہی اہتمام تھا جو حالت تندرستی میں ہر چند کہ قانون شریعت نے افطار کی اجازت پہلے ہی سے دیدی تھی کیونکہ آپ شیخ فانی تھے اور روزہ کی بالکل طاقت نہ رکھتے تھے قطع نظر اس کے مریض بھی تھے مگر آپ کی شب بیداری اور روزہ میں کسی قدر بھی فرق نہ پڑتا تھا جب آپکے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ اور دیگر معززان اہل بیت آپ سے دریافت کرتے کہ حضرت! باوجود شرعی رخصت کے اس قدر سختیوں اور رنج و تکلیفوں کے جھیلنے کا سبب کیا ہے تو فرماتے کہ روزہ رکھنے کی حالت میں اس سے بڑھکر اور کچھ نہیں کہ میں ضعف کی وجہ سے بیہوش ہوجاؤں اور چونکہ بیہوشی کی مجھ میں پہلے ہی سے عادت ہے اس لئے میں ایک خفیف سی تکلیف کے مقابلہ میں عظیم الشان ثواب سے محروم رہنا پسند نہیں کرتا لیکن جب شوال کا مہینا آیا تو دفعۃً اشتہا ساقط ہوگئی اور انتہا درجہ کا ضعف غالب ہوا بیہوشی کے آثار نمودار ہوئے اور امید زیست بالکل منقطع ہوگئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ان ایام میں میں آپکے پاس ہر وقت حاضر رہتا تھا ایسے نازک اور خطرناک اور نہایت کرب و بے چینی کے وقت میں بھی علی الاتصال آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے ،، متخلق باللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم مگر پھر چند روز ہی میں آپکی طبیعت میں ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا جس سے کسی قدر صحت کی امید ہوگئی اور فی الجملہ مرض میں تخفیف حاصل ہوئی یہانتک کہ صفر المظفر کے ابتدائی تاریخوں میں پھر مرض نے معاودت کی اور مرض کی بے چینی و اضطراب کی یہانتک نوبت پہنچی کہ آپ کو کسی پہلو اور کسی کروٹ چین ہی نہ پڑتا

انتقال

تھا اور آناً فاناً آپ کے چہرے پر آثار تغیر نمایاں ہوتے تھے صبح کی پو پھٹنے سے پہلے آپ پر موت کے آثار نمودار ہوئے لیکن اس شدت اور کرب کے وقت بھی آپ کی ہمت عالی اسطرف مائل تھی کہ نماز فجر فوت نہ ہو چنانچہ اُسی عالم بیہوشی میں چند مرتبہ آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ صبح صادق ہوگئی ہے کہ نہیں حاضرین مجلس نے جواب دیا کہ ہوا ہی چاہتی ہے لیکن جب آپ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلکنے

لگا تو آپ نے حاضرین کو زجر سے جواب دیا کہ اگر ہنوز تمہاری نماز کا وقت نہیں آیا تو کسی ہماری نماز کا وقت
آپہنچا ہے اسوقت آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے مجھے قبلہ رخ کر دو چنانچہ لوگوں نے فوراً
آپکے ارشاد کی تعمیل کی۔ اگرچہ وقت میں شبہ تھا لیکن آپ نے اشاروں سے نماز فجر ادا کی اور اسکے بعد اسم ذات
کے ذکر میں مشغول ہوئے اور اسی حالت میں ودیعت حیات کا رکنان قضا کے ہاتھوں سپرد کی۔
بارہویں صفر روز چہارشنبہ ۱۱۳۱ ہجری عہد فرخ سیر میں ۷۷ سال کی عمر میں بمقام دہلی فوت ہوئی اور
مہندیوں میں دفن کئے گئے۔ آپکے انتقال کے پچاس روز بعد فرخ سیر گرفتار ہوا اور دہلی میں ایک عام
بے چینی اور عظیم الشان ہنگامہ برپا ہوگیا۔ آپکو فتح چتوڑ کا قصہ اور مسجد جامع دہلی کی تعمیر کا زمانہ اچھی طرح یاد تھا

باب دوم
شیخ ابو الرضا محمدؒ

شیخ ابو الرضا محمد۔ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے فرزند رشید اور حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب کے
بڑے بھائی ہیں۔ ابتدا میں شیخ عبد الرحیم صاحب کی اتالیقی آپ ہی کے سپرد تھی جسے آپ نے نہایت خلوص
اور دلسوزی کے ساتھ ادا کیا۔ شیخ عبد الرحیم صاحب نے جسطرح آپکے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور تعلیم
تربیت حاصل کی اسیطرح عام اخلاق و عادات اور مجلسی کمالات بھی حاصل کئے اگرچہ شیخ عبد الرحیم کی تعلیم
پر دیگر ماہرین فن بھی چار سال کی عمر سے مقرر تھے اور آپکے اطوار و عادات کی بھی عموماً نگرانی بھی کرتے تھے
لیکن پوری پوری خدمت تربیت شیخ ابو الرضا محمد ہی کے ہاتھ میں تھی اور آپکو بچپن ہی کے زمانہ سے شیخ
عبد الرحیم پر خاص توجہ تھی بمقابلہ شیخ عبد الحکیم اور اس خاندان کے دیگر صاحبزادوں کے جو علمی کمالات شیخ عبد الرحیم
صاحب کو حاصل ہوئے سچ پوچھئے تو اسی تعلیم و تربیت کا اثر تھا جو شیخ ابو الرضا محمد کے سایۂ عاطفت میں حاصل کی

شیخ ابو الرضا محمد کی ولادت طفولیت سن رشد تعلیم تربیت حلیہ وغیرہ

ولادت

شیخ وجیہ الدین شہید کے نامور اور بلند اقبال صاحبزادے شیخ ابو الرضا محمد
کا سن ولادت مجھے کسی تذکرہ خاص یا آپ کے زندگی کے حالات و واقعات سے معلوم

نہیں ہوا[1] لیکن مستند کتابوں سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے محرم کی ۲۰ تاریخ ۱۱۰۱ ہجری میں اس
جہان سے رخصت ہوکر سفر آخرت قبول کیا اور یہ بھی محقق ہے کہ جس عہد میں ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہجہان
ہندوستان کے وارث تخت و تاج کے اقبال کا ستارہ چمک رہا تھا اور سلطنت کا عروج معراج کمال پر پہنچا ہوا
تھا اس زمانہ میں شیخ ابو الرضا محمد پیدا ہوئے جس زمانہ میں شیخ ابو الرضا پیدا ہوئے اسوقت انکے والد بزرگوار
جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی معمولی حالت تھی کیونکہ شاہی دربار سے اس وقت تک آپکو کوئی معزز و ممتاز منصب
حاصل نہیں ہوا تھا اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد کا زمانہ طفولیت معمولی حالت میں تھا لیکن اسکے چند برس بعد
جو زمانہ آیا وہ شیخ ابو الرضا محمد کے حق میں نہایت برکت اور خوشی کا زمانہ تھا کیونکہ جب شاہجہان بادشاہ کا
اقبال پہاڑ کی چوٹی کا ڈھلتا ہوا سورج تھا۔ اور اورنگ زیب کی بلند اقبالی کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا
تھا تو جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کو شاہی دربار میں بہت بڑا اعزاز و اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔

تعلیم و تربیت

شیخ ابو الرضا محمد کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی اور خدمات اتالیقی کن علماء کے حوالہ کیگئی یہ ظاہر کرنا بہت
مشکل ہے کیونکہ کسی تذکرہ اور تاریخ سے اسکا پتہ نہیں چلتا لیکن تاہم شوارق المعرفۃ کے ایک مختصر نوٹ سے
اسقدر ضرور پتا لگتا ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد نے تمام ظاہری علوم حافظ بصیر سے حاصل کئے جو عہد شاہجہان میں
ایک برگزیدہ نامور اور مشہور فاضل تھے اور جو حقیقت میں جامع علوم و فنون تھے حافظ بصیر کے علاوہ اس زمانہ میں
دیگر ماہرین فن اور اہل کمال بھی موجود تھے جنکی علمی روشنی نے شاہجہان آباد کو اس سرے سے لیکر اس سرے تک منور کر رکھا
تھا ممکن ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد نے دیگر مجتہدین فن سے بھی علمی سرمایہ حاصل کیا ہو بہر صورت آپکی تعلیم و تربیت
بڑے اہتمام سے ہوئی کیونکہ آپکی حالت زندگی پر جہانتک نظر ڈالی جاتی ہے ان سے تمام علوم و فنون میں آپکا
اعلے درجہ کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ شوارق المعرفۃ میں لکھا ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد متعدد علوم میں اعلے درجہ کا کمال رکھتے تھے
اسے فطرت کی بخشش و عنایت سمجھنا چاہئے کہ آپکا ذہن و حافظہ اس بلا کا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف علوم
تحصیل کرتے تھے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد کے تمام علوم و فنون حقیقت میں
وہبی علوم تھے اور فطرتاً آپ میں جملہ علمی کمالات پہلے ہی سے موجود تھے لیکن چونکہ اسباب قوانین تحصیل صوری پر
جاری ہیں اسلئے آپ نے بظاہر علماء کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم کی تحصیل کی اور چند روز کے عرصہ میں اہل کمال

[1] اگرچہ کہ وفات و انتقال پر نظر ڈالتے اور ان حالات کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرض موت کے متعلق
[illegible]
[illegible]

کے زمرہ میں شمار کئے جانے لگے۔

علوم باطنی

الغرض جب آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر چکے اور علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوگئے تو حضرت خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید جناب خواجہ خورد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمالات باطنی سے فیضیاب ہوئے۔ اول اول اگرچہ آپ بعہد والد بزرگوار اس زمانہ کے امراء سے ملتے جلتے تھے اور شاہی دربار سے ایک معزز و ممتاز عہدہ بھی آپکے نامزد ہو گیا تھا لیکن دفعۃً آپکی فطری سعادت ظہور پذیر ہوئی اور آپ نے عزلت نشینی و تجرید تام۔ و توکل کلی ہر حال میں سنت نبوی پر عمل کرنا اختیار کیا اور بکثرت ابنائے دنیا حتیٰ کہ عزیز و اقارب سے بھی ملنا جلنا ترک کر دیا۔

عزلت نشینی

ایک مشہور روایت سے ثابت ہوا ہے کہ جب آپنے تمام دنیاوی تعلقات سے دست برداری کی تو اپنی محترم بی بی سے فرمایا کہ مونس من! جس رستہ کو ہم نے اختیار کیا ہو وہ ایک نہایت ہی خطرناک اور دشوار گذار رستہ ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ جو سختیاں اور شدتیں ہمیں اس راہ میں پیش آئینگی وہ سخت جگر خراش اور جانگزا ہونگی پھر باوجود کثرت شدائد و مصائب کے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس راہ کو چھوڑ کر کوئی اور راہ چلیں پس اگر تم اس دردناک مصائب اور المناک سختیوں کو اختیار کرتی اور لذیذ و مزیدار غذاؤں قیمتی اور فاخر لباس سے پہلوتہی کرنا چاہتی نیز قبائل و عشائر سے قطع تعلق کرنا چاہتی ہو تو ہماری رفاقت میں رہ سکتی ہو ورنہ تمہیں اختیار ہو۔ ممتازہ و محترم بی بی نے آپکی یہ تقریر سنکر تمام زیورات اور کپڑے جسم سے علیحدہ کر دیئے اور ایک پٹی بوریہ کی زیب بدن کر کے آپکی رفاقت کی اور دنیا کی آسائش و راحت اور تجملات پر لات مار کے راہ مولا میں قدم فرسائی شروع کر دی۔

شیخ ابوالرضا محمد نے جب اپنی مونس و غمگسار بی بی کو اس حالت میں بھی اپنا مونس و غمخوار پایا تو خالی ہاتھ والدین کے گھر سے نکلے اور فیروزآباد کی مسجد کے متصل ہی ایک تیرہ و تنگ حجرہ مرتب کر کے سکونت اختیار کی اس زمانہ میں اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ آپ پر تین تین فاقے متواتر گزر جاتے تھے اور اگر کبھی سد رمق میسر بھی ہوتا تھا تو جو کی روٹی اور ساگ پات کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا جو کبھی کبھی محمد جان باہر کوئی نیاز مند خدمت اقدس میں حاضر کیا کرتا تھا لیکن آپ ہمیشہ نہایت قلیل مقدار اس میں سے تناول کرتے اور باقی فقراء کو علی السویہ تقسیم فرما دیتے۔ آپکے مکان میں بوریکی بستر وغیرہ کوئی چیز نہ تھی اور نہ آپنے ان چیزوں کے فراہم کرنے میں کبھی کوشش کی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ نے بغیر کسی سبب ذریعہ کے اپنی برکت ظاہر فرمائی اور اپنے بندوں کے دلوں کو آپکی طرف متوجہ کر دیا دیکھتے دیکھتے

ایک نہایت خوشنما اور عالیشان حویلی بڑی شان و شوکت سے آپکے لئے طیار کی گئی اور معاش میں تمام و کمال توسیع ہوئی۔

شیخ ابوالرضا محمد خود اپنا ایک ابتدائی واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں خواجہ خورد کی خدمت میں حاضر تھا کہ شیخ تاج سنبھلی کے اصحاب میں سے ایک فقیر آیا جو تجرید و بے رہائی میں انتہا درجہ کا کمال رکھتا تھا (شیخ تاج حضرت خواجہ محمد باقی کے معزز و مقتدر خلیفہ تھے) چونکہ آپ پر غیبت قوی غالب تھی اسوجہ سے جو بات خواجہ خورد اس سے دریافت کرتے تھے اُس کا جواب بہت ہی ترک ترک کے دیتا تھا اسی اثنا میں خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ جو شخص معرفت خدا کا طالب ہو اُسے اس جوانمرد کی صحبت اختیار کرنا چاہئے خواجہ کی یہ تقریر سنتے ہی اُس فقیر سے اخذ طریقت کرنے اور بیعت کرنے کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور ایک بے اختیاری جوش کے ساتھ میں اُسکی طرف بڑھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے احتیاطاً اپنے فوری جوش کو دبایا اور استخارہ کر کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہوا خواب میں مجھے دکھائی دیا کہ گویا حضرت غوث الاعظم ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا کی سیر کر رہے ہیں اور میں دریا کے کنارہ پر انکی پس پشت کھڑا ہوا ہوں اتفاقاً آپ میری طرف متوجہ ہوئے چونکہ آپکے ایک ایک بال سے شعاعیں بڑی تیزی کے ساتھ چمک رہی تھیں اسلئے نظروں میں خیرگی اور دبکا جو مد پیدا ہوگئی تھی حضور نے خود مجھے پکارا کہ شیخ ابوالرضا محمد ادھر آؤ یہانتک پہنچکر مجھے ذہول ہو گیا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اسکے بعد کیا ہوا لیکن اسقدر اثر میرے اپنے دل میں ضرور رہا کہ اُس فقیر کی محبت میرے دل میں نام کو باقی نہیں رہی اور خود حضرت غوث الاعظم کی جناب سے استفادہ کا دروازہ مفتوح ہوا۔

فرماتے ہیں ایک اور مرتبہ میں نے جناب غوث الاعظم کو خواب میں دیکھکر عرض کیا سیدی میں آپ ایک ایسے شخص سے بیعت کرنا چاہتا ہوں جس نے آپسے اخذ طریقت کیا ہو۔ فرمائیے کہ کون شخص بیعت کے قابل ہو فرمایا گھبراؤ نہیں عنقریب تمہیں جناب امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سعادت بیعت حاصل ہونے والی ہو چنانچہ مجھے اس موقع کا بہت شدت انتظار کرنا پڑا کہ ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا میں ایک ایسے رستہ پر جا رہا ہوں جہاں کوئی دوسرا آمد و رفت کرنے والا نہیں ہو لیکن یہاں گذرنے والوں کے قدم کے نشانات برابر محسوس ہوتے ہیں چنانچہ میں انہیں قدموں کے آثار پر رستہ طے کرنے لگا تھوڑی دور جا کر دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت صبیح و ملیح شخص جنکی صاف ستھری پیشانی میں ستارۂ اقبال

چمک رہا ہو ستہ کے بیچ وسط میں بیٹھا ہوا اور باشان وشوکت بیٹھا ہوں میں نے جب اس سے دریافت کیا تو
ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ میری طرف چلے آؤ ان کا یہ قول آویزہ گوش سنتے ہی میں نہایت بشاش ہوا اور
آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا ازان بعد فرمایا اے آہستہ رو میں علی ہوں اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے اس غرض سے بھیجا ہے کہ تمہیں ان کی خدمت میں بجا حاضر کروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
ہمراہی میں دوڑتا چلا جاتا تھا کہ جناب رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوا جناب علی کرم اللہ وجہہ نے میرا ہاتھ
اپنے ہاتھ کے نیچے رکھکر اپنا ہاتھ آنحضرت کے دست مبارک میں دیدیا اور فرمایا یا رسول اللہ هذا ابن ابی الرضا محمد
جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین سے بیعت لی اسوقت میرے دل میں خطرہ گذرا کہ کیا
آنحضرت کے بیعت لینے کا یہی طریقہ ہے یا کوئی اور حضرت علی نے اس خطرہ پر فوراً مشرف ہوکر فرمایا کہ تمام لیا
اللہ کے حضور اسیطرح و جملہ بیعت میں ہی ہوتا ہوں ازان بعد آپ نے اشغال و اذکار اور بہت کی تلقین سے سرفراز فرمایا
اور خطاب و توجہ سے عزت افزائی کی اس زمانہ سے میں ذکر قلبی و ہیچ میں مشغول ہوا اور تمام اشغال مرخافیہ
مجھپر نہایت سہل و آسان ہوگئے ۔

حلیہ — آپکا قد اجابہ بدن چھریرا تھا ۔ رنگ میں سرخی و سپیدی کے ساتھ ایک قسم کی ملاحت تھی ڈاڑھی ہلکی اور
کسیقدر دراز تھی ۔ رخساروں پر اسقدر گوشت کم تھا کہ چہرہ کی تمام باریک رگیں ابھری ہوئی معلوم ہوتی تہیں
اور سرخ و سپید رنگ میں سبزی لئے ہوئے رگیں بالکل وہی لطف دکھاتی تہیں جو گل سرخ میں سبزہ پایان
دکھاتی ہیں ۔

شیخ ابوالرضا محمد کا فضل و کمال علمی ذوق علوم کی اشاعت مجالس علمیہ وغیرہ

فضل و کمال — فضل و کمال کے اعتبار سے شیخ ابوالرضا محمد جس درجے کے آدمی تھے اسکی نظیر سے ہندوستان کی تمام
علمی مجلسیں خالی نہیں وہ کونسا علم تھا جس میں آپکو تبحر نہ تھا علوم نقلی و عقلی پر آپکو تمام و کمال عبور تھا اور جمیع
فنون آپکے آگے بالکل پانی تھے اگرچہ آپ بیشتر اوقات کلام صوفیہ کے معلقات حل کرنے اور علم سلوک
کی نکات و باریکیوں کے استنباط کرنے میں منہمک رہتے اور روزانہ اوقات اشغال و اذکار میں صرف ہوتے تھے
ذوق علمی — تاہم یہ تمام منصبی فرائض آپکے علمی ذوق کے ماتحت رہتے تھے ان اہم اور فرائض امور کے بعد جس قدر فرصت
ملتی تھی وہ علمی مباحث میں صرف ہوتی تھی اول اول آپ طلبہ کو ہر قسم کے علوم و فنون کا درس دیتے تھے

اور مختلف علوم کے شائقین جوق جوق آپکی خدمت میں تحصیل کی غرض سے حاضر ہوتے تھے لیکن آخر میں بجز
تفسیر بیضاوی اور مشکوۃ شریف کے اور کسی علم کا درس دینا پسند نکرتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں آپکی طبیعت
تمام علوم رسمیہ سے ہٹکر صرف قرآن و حدیث ہی کیطرف مایل تھی اور انہیں دونوں علموں سے خاص دلچسپی تھی

وعظ — یہی وجہ تھی کہ آپکا ہر وعظ اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا آپکا دستور تھا کہ نماز جمعہ کے بعد ہمیشہ وعظ
فرمایا کرتے تھے ابتداءً قرآن مجید کی کوئی عبرت خیز آیت پڑھکر تین مرتبہ نہایت ترتیل و آہستگی کے ساتھ درد انگیز
لہجہ میں از بر پڑھتے اور اس خوش لہجگی اور دلربانہ آواز میں پڑھتے کہ لوگ غول کے غول آ آکے جمع ہوتے اور ہر درجے
اور ہر مرتبہ کے آدمی جن میں طالب العلم علما فضلا صوفیہ رئیس شہر تاجر وغیرہ ہوتے تو سب آکے جمع ہوجاتے
تھے اور تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہوکر آپکا وعظ سنتے تھے آپکے لہجہ میں اس بلا کا درد اور اثر تھا کہ قرآنی الفاظ
زبان مبارک سے نکلتے ہی سامعین کے دلوں پر ایک چوٹ سی لگجاتی اور سب کے دل کانپ اٹھتے تھے اور ایسے سا
ہی بے اختیاری کی حالت میں اس شدت سے گریہ وزاری کرتے تھے کہ سکوت و خاموشی کی بزم میں ملکوت میں
زلزلہ پڑجاتا تھا ۔ بالغرض جب تمام سامعین آپکی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجاتے تھے تو آپ اس قرآنی آیت
اور حدیثوں کا فارسی زبان میں ترجمہ فرماتے جس سے سامعین کے کلیجے ہلجاتے اور اب ہر شخص اور بھی آپکے
وعظ کو رغبت کے کانوں سے سننے کا مشتاق ہوجاتا شیخ ابوالرضا محمد صاحب اسکے بعد تھوڑا سکوت کرکے اردو
زبان میں احادیث کا ترجمہ اور انکے متعلقات کو اس شیوا بیانی اور دلکش پیرایہ میں بیان کرتے تھے کہ خدا
رسول کی محبت کا جوش سامعین کی رگ رگ میں خون کی طرح دوڑ جاتا اور خدا کے سچے جلال کا پرتو
صاف باطنوں کے مجلا دل پر پڑجاتا تھا ۔

فصاحت و بلاغت — آپکی تقریر کا سلسلہ آناً فاناً بڑھتا چلا جاتا تھا ۔ دوران تقریر کے وقت کسی موقع پر رکتے تھے سلسلہ کلام میں الفاظ
و معنی کی تکرار نہ ہوتی تھی غیر معتبر اور بے سروپا روایتوں کا تو ذکر ہی کیا تھا جس فن پر آپ بحث شروع کرتے
تھے تاوقتیکہ اس سلسلہ کا خاتمہ نہو جاتا تھا دوسری بحث کا پہلو اختیار نکرتے تھے اور جب ایک تقریر کا سلسلہ
ختم کرنے کے بعد دوسری گفتگو شروع کرتے تھے تو بعد کی تقریر پہلی تقریر سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی یہ
سب کچھ تھا لیکن آپکی تقریر ہر حالت میں حد اعتدال سے متجاوز نہوتی تھی اور ہمیشہ رنگ آمیزی اور مبالغہ
سے خالی اور بیرنگ ہوتی تھی ۔ سنگدلوں کو نرم دل کردینا اور عباد و زہاد کے دلوں کا مالک بنجانا شیخ کے
نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی ۔

حسن مجلسیں

آپکی تقریر میں بس بلا کا جادو تھا کہ اسکا اثر ایک عظیم الشان مجلس پر برابر پڑتا تھا اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ ہوتی تھی چنانچہ ایک تمثیلی حکایت سے اسکا ثبوت اچھی طرح ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ محمد عاشق نے جو ماہرین فن اور اہل کمالات کے زمرہ میں شمار کئے جاتے تھے، جنکا علمی تبحر اور فضل و کمال اس عہد کے تمام لوگوں کو تسلیم تھا۔ ملا یعقوب سے بھی تحصیل علوم کی تھی اور جناب شیخ ابوالرضا محمد کی خدمت سے بھی فیضیاب تھے۔ ان کو مسئلہ توحید میں ایک گونہ تردد تھا جسکی نسبت یہ اکثر ملا یعقوب اور نیز شیخ صاحب سے دریافت کرتے رہتے تھے لیکن ایسکے ساتھ ہی ملا یعقوب کے جوابات شیخ کی خدمت میں اور شیخ کی گفتگو ملا یعقوب کے پاس دہرایا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اسکی نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں حضرات میں تحریری مباحثہ شروع ہوگیا اور بہت دنوں تک اسکا سلسلہ ختم نہیں ہوا آخر کار ملا یعقوب نے کہا کہ میں خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسبارہ میں بالمشافہ مناظرہ کرونگا اور وجہ اس مسئلہ کا ابطال کرونگا چنانچہ ایک دن خدمت شیخ میں حاضر ہوئے اور آپکی زور تقریر کو دیکھکر بالکل خاموش و ساکت بیٹھے رہے جب مجلس برخواست ہوئی اور ملا یعقوب اٹھکر باہر آئے تو لوگوں نے اس سکوت کا سبب دریافت کیا کہا جوں ہی میں شیخ کے سامنے گیا میرے تمام علوم مسلوب ہوگئے اور آپکی تقریر کا مجھ پر ایسا اثر پڑا کہ بات تک منہ سے نہ نکلی۔

ذکاوت

اس تمثیلی واقعہ سے جسطرح شیخ کی زور تقریر کا حال معلوم ہوتا ہے اسیطرح آپکی ذکاوت ذہنی اور وسعت علم کا بھی اچھی طرح ثبوت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ ابوالرضا محمد کے علمی فضائل و مراتب کے واقعات و حکایات کتابوں میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں جنکا ضبط و احصا ناممکن نہیں تو قریب قریب محال ضرور ہے طائر خیال بلند پرواز انکے مراتب علم اور شان کمال کی بلندی کو پا نہیں سکتا اور قلم کا مسافر اس دشوار گذار اور سنگلاخ کی راہ میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اگر کسی کو آپکے علمی کارناموں کے دیکھنے کی خواہش ہو تو کتاب شوارق المعرفہ کا مطالعہ کرے۔

شیخ ابوالرضا محمد کے اخلاق و عادات

اخلاق

شوارق المعرفہ کے مؤلف نے شیخ ابوالرضا محمد کی قابلیت پر جو مختصر ریویو کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں کہ جناب شیخ ابوالرضا محمد نہایت دقیق النظر عالی ہمت، بلند حوصلہ، قوی العلم، فصیح اللسان، عظیم الورع، وسیع الخلق، سخی و فیاض شخص تھے۔ آپکی ذاتی خوبیوں اور عام اخلاق نے تمام لوگوں کا اپنا گرویدہ کرلیا تھا آپکے حسن اخلاق

معراج کمال تک پہنچے ہوئے تھے اور اپنے معاصروں میں باعتبار بعض بعض خوبیوں کے سب پر فائق تھے۔ گو آپکے مزاج میں پہلے درجے کا عجز و انکسار تھا اور ہر ایک شخص سے خوش اخلاقی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے مگر ساتھ ہی دنیا اور دولتمندوں سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ عالمگیر جیسے پابند مذہب بادشاہ نے چند مرتبہ درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو در دولت پر حاضر ہوکر سعادت قدمبوسی حاصل کروں لیکن آپنے اس کی التماس کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔ امرا اور متمول لوگوں کو آپ ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھتے اور کبھی ان کی طرف التفات نہ کرتے اگر وہ تحائف و ہدایا بھیجتے تو آپ کبھی قبول نہ فرماتے البتہ اگر کوئی غریب مسلمان اور مخلص نیازمند چار پانچ پیسے ہدیۂ خدمت اقدس میں پیش کرتا تو اُسے بڑی مسرت اور تازگی کے ساتھ اپنے دست مبارک میں لیتے اور اُسکے حق میں دعائے برکت فرماتے آپکا قاعدہ تھا کہ تھوڑی اور حقیر چیز کو جس خوشی اور رغبت کے ساتھ قبول کرتے کثیر اور قیمتی چیز کو اس خوشی اور تازگی کیساتھ نہ لیتے۔

استغنائے مزاج

جسطرح آپکو مالداروں سے نفرت تھی اور انسے میل جول ناپسند تھا اسیطرح آپ ضرورت کے علاوہ کسی کے مکان پر بطریق ضیافت بھی تشریف لیجانا اچھا نہ جانتے تھے چنانچہ شیخ معظم بلتی کا بیان ہے کہ جن ایام میں شیخ ابوالرضا محمد ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر رہے تھے تو اسوقت آپ نہایت تنگی و عسرت کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپکو دو دو تین تین روز بغیر کھائے گذر گئے ہیں اور کہیں سے سد رمق تک میسر نہیں ہوا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ پر متواتر تین فاقے گذر گئے اور کہانے کی کوئی چیز و سباب نہیں ہوئی اسوقت آپکا ایک مخلص نیازمند آیا اور عرض کیا کہ میرے گھر میں کھانا موجود ہے آپ ذرا تکلیف رنجہ فرمایئے اور اس نیازمند کی مہمانی قبول فرماکر عزت افزائی کیجئے آپ اٹھکر اُسکے گھر کی طرف متوجہ ہوئے جب مکان پر پہنچے تو وہ شخص آپکو مکان کے دروازہ پر کھڑا کرکے اندر گیا کہ مستورات کو یکسو کرے خدا کی شان کہ دروازہ پر ایک چارپائی کھڑی تھی دفعتہً اُسے حرکت ہوئی اور شیخ پر گر پڑی جس سے آپکو اسقدر صدمہ پہنچا کہ بیہوش ہوگئے اور چند منٹ تک آپ عالم بیہوشی ہی میں پڑے رہے لیکن جب ہوش میں آئے تو اٹھکر اپنے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا یہ خداوند تعالےٰ کی طرف سے ایک تنبیہ تھی کہ بار دیگر امر معاش میں کوشش و تلاش نہ کرنی چاہیئے چنانچہ اسکے بعد پھر کبھی کسی کے مکان پر بطریق ضیافت تشریف نہیں لے گئے الا عند الضرورۃ۔

استقلال

شیخ ابوالرضا محمد کے حالات زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل توصیف اور لائق تقلید ہے وہ آپکی

بے نظیر ثابت قدمی اور عدیم المثال استقلال ہے ہر چند کہ ابتدائے زمانہ میں آپکو نہایت جگر خراش مصائب اور جانگزا تکالیف جھیلنی پڑیں لیکن کبھی حزن وملال اور اندوہ وغم کے آثار آپکے چہرہ پر محسوس نہیں ہوئے بلکہ جسطرح خوشی اور شادمانی کے زمانہ میں آپ شاداں وفرحاں اور خوش دیکھے گئے اسیطرح تکالیف و مصائب کے زمانہ میں خوش وخرم دیکھے جاتے تھے شیخ مظفر بلخی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھپر ایک ایسا رنج وغم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جس سے میں بے اختیار رونا پھرتا اور ہائے ہائے کے نعرے بلند کرتا تھا جناب شیخ صاحب میرے اس مضطربانہ حال پر واقف ہو کر فرمایا عزیز من! خدائے تعالیٰ نے اپنے طالبوں کی دو قسمیں کی ہیں ایک کی قسمت میں فرحت وشادمانی مقدر کی ہو اور دوسرے کی قسمت میں اندوہ وملال اور جب یہ وہشت ازلی ہو تو پھر ملال ورنج کرنے کے کیا معنی؟-

تورع و ہدایا

ابتدا میں شیخ کا تورع واحتیاط حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تھا اور اسیوجہ سے آپ کسیکا تحفہ وہدیہ قبول نہ فرماتے تھے چنانچہ شیخ مظفر بلخی کا بیان ہو کہ جب میں رہتک سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو مصری کے کوزے آپکے لئے لایا کرتا تھا لیکن آپ انہیں نگاہ قبول سے نہ دیکھتے اور فرماتے کہ گاؤں اور قصبے کے رؤسا کی بیع وشرا شرعی قانون کے مطابق نہیں ہوتی ہو اسوجہ سے میں اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا چنانچہ میں نے اس رسم کو موقوف کر دیا لیکن اب میں بجائے اسکے کہ شیخ کیلئے کوئی ہدیہ وتحفہ لاؤں قند مصری آپکے صاحبزادوں کو برسم ہدیہ دیدیا کرتا تھا۔ جب اسکو ایک دراز زمانہ گذر گیا تو میں ایک دفعہ رہتک سے آیا اور مصری کے دس کوزے شیخ کے بچوں کے پیشکش کئے وہ انہیں لیکر شیخ کی خدمت میں آئے آپنے انمیں سے تھوڑی سی مصری لیکر تناول کی زاں بعد ایکدن میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا شیخ مظفر ہم نے تمہاری لائی ہوئی مصری تناول کی واقعی بات یہ ہو کہ عجیب وغریب چیز تھی یہ کہکر فرمانے لگے کہ اب ہم نے تورعات زاہدہ کو خدا حافظ کہا اور جس چیز کا ظاہر شرع حکم کرتی ہو اسے عمل میں لائے۔

سنت کی رعایت

اسیطرح آپ سنت نبوی کی رعایت واہتمام میں نہایت زیادہ احتیاط کرتے اور کبھی کسی سنت کو ترک نہیں کرتے تھے یہانتک کہ جب مسجد میں تشریف لاتے تو دروازہ پر تھوڑی دیر خاموشی کیساتھ توقف کرتے اور بایاں قدم جوتے سے نکالکر اسپر رکھ لیتے زاں بعد دایاں قدم مسجد میں داخل کرتے اور اسصورت سے مقصود یہ تھا کہ ذیل کی دونوں حدیثوں پر عمل واقع ہو حدیث اول لیکن الیمنی اولیہما تنعل وآخرہما تنزع حدیث دوم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن فی شانہ کلہ - انتہی صاف

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ میں دینداری اور مذہبی جوش اسدرجہ تھا کہ آپ ادنے سے ادنے سنت کو کمال احتیاط واہتمام سے ادا کیا کرتے تھے اور سنت نبوی کو کسی حال میں ترک نہیں کرتے تھے۔

شیخ ابو الرضا محمد کا تصرف وکشف وغیرہ

کشف

شیخ کے کشف وتصرف کے واقعات اس کثرت سے شوارق المعرفت میں لکھے گئے ہیں جن میں سے ہم نیصدی دس کا بھی انتخاب نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ چند مختصر صفحات ان کیلئے کسی طرح کافی نہیں ہو سکتے لیکن بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے چند وہ واقعات اس مقام پر درج کئے جاتے ہیں جنہیں مستند ومعتبر لوگوں نے نقل کیا ہو شیخ معظم بلخی نقل کرتے ہیں کہ اورنگ زیب کے عہد سلطنت میں سنتا جی کے کفار نے ایک مقام پر قبضہ کر لیا تھا جسکے مقابلہ میں مسلمانوں کی افواج دار الخلافہ ہندوستان سے روانہ کی گئی اور ایک نہایت عظیم الشان وخونخوار جنگ واقع ہوئی لیکن ساتھ ہی مشہور ہو گیا کہ لشکر کفار سے ایک شخص بھی نہیں قتل کیا گیا اور مسلمانوں کی فوج کو انتہا سے زیادہ نقصان پہنچا اس سے خود بادشاہ اور ارکان دولت کو سخت اضطراب ہوا اور عام بے چینی وکرب پھیل گیا شیخ کو بعض رفقا اس بارہ میں دعا کے مستدعی ہوئے چنانچہ آپنے دعا کی اور فرمایا کہ خداوندی دربار میں میری دعا نے قبولیت کا جامہ پہنا ان بعد تھوڑا زمانہ نہ گذرا تھا کہ شیخ نے نہایت جوش مسرت اور تازگی سے فرمایا الحمد للہ مسلمانوں کی فتح ہو گئی اور لشکر کفار شکست کھا کر بھاگ گیا۔ آپکے رفقا جب مجلس اقدس سے اٹھے تو شہر کے تمام کوچہ وبازار میں اس خبر کی اشاعت کی اور رفتہ رفتہ اورنگ زیب کے کانوں تک پہنچی جسے وہ سنکر حیرت زدہ ہو گیا اور کہا یہ معاملہ کیا ہو باوجود کہ تاکید وتشدد کے ہنوز مخبروں نے اسبارہ میں کوئی خبر نہیں دی تعجب ہے کہ لوگوں کو یہ خبر کیونکر معلوم ہوئی چنانچہ اس نے اسمیں تفحص وتجسس شروع کیا اور انجام کار معلوم ہوا کہ شیخ ابو الرضا محمد نے بطریق کشف یہ خبر دی ہو فوراً دربار کے ایک معتمد علیہ کو شیخ کی خدمت میں روانہ کیا اور شیخ نے اسے جنگ کے مفصل واقعات سے مطلع کیا۔ چند روز کے بعد جب یہ خبر شاہی دربار میں موصول ہوئی تو اسمیں اور شیخ کے بیان میں کچھ بھی تفاوت نہ تھا۔

ایک اور مرتبے کا ذکر ہے کہ آپکے دل میں آیا کہ ایک ایسا مہزا اور مضبوط لباس تیار کرنا چاہئے جو ایک دو سال تک کفایت کر سکے اور احتیاط وورع اور تقی خاطر کیلئے بھی یہی لباس سزاوار وشایاں

چنانچہ آپنے ایک باشندۂ کشمیر کو یہ خدمت سپرد کی اور اُس نے ایک پشمینی لباس نہایت درست و سخت حاضر خدمت کیا جسے شیخ نے بڑی خوشی سے زیب بدن فرمایا اور شبانہ روز پہنے رہے دوسرے روز آپ نماز چاشت میں مصروف تھے تمام مجلس پر خاموشی کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اور سکوت خیز چادر اِس سرے سے لیکر اُس سرے تک تنی ہوئی تھی۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد آپنے ایک نہایت خوش آئند تبسم کیا شیخ محمد ہیلی نے قوانین آداب ظاہر کرکے عرض کیا کہ حضرت! اِس موقع پر آپکے تبسم کرنے کا کیا سبب ہے فرمایا حق تعالیٰ نے میرے دل میں القا کیا کہ کیا ہمارے خزانے میں کچھ کمی تھی جو تم نے یہ لباس اختیار کیا ہم ہر حال میں تمہارے کفیل و کارساز ہیں۔ ہم تمہیں دنیا میں بھی ناز و نعمت سے رکھنا چاہتے ہیں۔ تم ابھی اِس لباس کو اُتار ڈالو ہم عنقریب تمہاری شان کے لائق لباس بھیجتے ہیں۔ یہ کہکر آپنے فوراً موجودہ لباس اُتار دیا اور موعودہ لباس کے انتظار میں بیٹھ گئے شیخ معظم کہتے ہیں ہمیں اسبارہ میں بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ ایک ضعیف عورت نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت مانگی شیخ نے میری جانب متوجہ ہوکر فرمایا کہ دروازہ پر جاؤ اور دیکھو اگر لباس شال در شال اِس رنگ ڈھنگ کا ہو اور اُس پر اِسطرح کے گل بوٹے پڑے ہوئے ہوں تو لیلو اور کہو تیرا تحفہ مقبول ہو۔ ورنہ واپس کردو میں دروازہ پر گیا دیکھتا ہوں کہ ایک ضعیف عورت پرانی چادر اوڑھے ہوئے نہایت فصاحت و بلاغت سے بول رہی ہے اور اُسکے ہاتھوں میں ایک آراستہ و پرتکلف لباس بالکل اُسی رنگ ڈھنگ کا ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا میں یہ دیکھکر دنگ رہگیا اور شیخ کے اِس کشف پر مجھے نہایت تعجب ہوا الغرض شیخ نے وہ خلعت فاخرہ پہنا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر تو آپکا یہ قاعدہ تھا کہ ہمیشہ شاہانہ لباس بغیر قصد و اختیار زیب بدن فرماتے اور شاہانہ پوشاک پہنکر مکان سے نکلتے تھے۔

شیخ مظفر رہتکی کہتے ہیں کہ درگ وہاس کے واقعہ میں جب رہتک میں فتنہ و فساد شروع ہوا اور اُسکے تمام اطراف و اضلاع تاراج کر ڈالے گئے تو میں اپنے قبائل و عشائر کو ساتھ لیکر دہلی میں آنے لگا اُس وقت تمام دہقانی درندوں کی طرح آدمیوں کے خون کے پیاسے تھے اور وحشیوں جیسے لوگوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ میرے ساتھ باوجود کثرت قبائل اور مستورات کے اسباب و اثاثہ کے بہت سا بوجھ تھے جنہیں میں اسوقت وبال جان سمجھتا تھا لیکن بفضل خدا سے ہم تمام راہ میں محفوظ رہے اور امن و امان کے ساتھ وہ دشوار گذار اور سنگلاخ گھاٹیاں طے کرچکے مگر ایک مقام پر دہقانیوں کا

ایک وحشی غول ہمارا مزاحم ہوا اور غارتگری کے ارادے سے ہماری طرف بڑھا میں نے نہایت جرأت کے ساتھ ترکش سے تیر کھینچکر کمان پر رکھا اور بڑی چیرہ دستی کیساتھ اُن پر حملہ کیا۔ دہقانیوں کا غول فوراً منتشر ہوگیا اور سب مرعوب و خوفزدہ ہوکر حیران اور جھڑیوں کے پیچھے جا چھپے مجھے تعجب تھا کہ باوجود اس کثرت کے یہ کیوں اِس درجہ مرعوب ہوئے اور خوف کھا کر چھپنے کی کیا وجہ ہو لیکن جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ عقدۂ تمام و کمال حل ہوا شیخ نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور فرمایا شیخ مظفر! ہم اِس سفر میں تمہارے ساتھ تھے اور منزل بمنزل تمہاری حفاظت و نگرانی کرتے چلے آتے تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب دہقانیوں نے تم پر حملہ کرنا چاہا اور تم بالکل تنہا تھے اور اِس وجہ سے اُن کی تاب مقاومت نہ رکھتے تھے ہم نے اُنہیں متفرق و پریشان کردیا اور وہ مرعوب ہوکر جھڑیوں کے پیچھے جا چھپے۔

ایک دفعہ باشندگان رہتک کی ایک جماعت کسی تقریب کی وجہ سے دہلی میں آئی اور سب ملکر شیخ کی زیارت کیلئے چلے رستہ میں ایک شخص نے فی البدیہہ کہا کہ حقیقت میں شیخ کے کرامات و تصرفات کے حالات میں نے بہت سنے ہیں اور اِس قسم کی حکایات اکثر لوگ نقل کرتے ہیں لیکن میں اُن حالات و واقعات کی اُسوقت تصدیق کرسکتا ہوں کہ خود آنکھوں سے دیکھ لوں خیر اور کچھ نہیں تو آج صرف اسقدر چاہتا ہوں کہ شیخ مجھے خصوصیت کیساتھ حلوا سونی کھلائیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ملاقات کی تو آپنے اپنی عادت کیموافق ہر ایک شخص کا حال دریافت کیا اور تلطف و مہربانی سے پیش آئے اِن بعد گھر سے حلوا سونی منگا کر اُس شخص کے آگے رکھا جس نے بطریق امتحان رستہ میں اپنی خواہش ظاہر کی تھی اور فرمایا کہ یہ خاصکر اِسی کا حصہ ہے اسکے بعد رستہ کی باہمی تقریر بجنسہٖ نقل کی جس سے وہ شخص نہایت شرمندہ و خجل ہوا۔

سید عمر متوطن حصار کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شیخ صاحب ایک خوبصورت رنگی ہوئی چادر سے اپنا جسم چھپائے ہوئے تھے اور ہرن کی خوشنما و دلگیر پوست پر بیٹھے ہوئے وظیفہ میں مصروف تھے اُس وقت مجھے آپکی چادر اور ہرن کی کھال بہت ہی مرغوب اور پسند آئی میرا میلان طبع اِسطرف تھا کہ اگر ممکن ہو تو ایسی ہی چادر اور اِسی قسم کی ہرن کی کھال تلاش کرنا چاہیے اور بہتر تو شیخ سے یادگار کے طور پر یہی لینا چاہیے لیکن پاس آداب کے لحاظ سے میں شیخ سے اسبابت کچھ عرض نہ کرسکا اور ہرچند کہ اِس خطرہ کو دل سے دور کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر وہ رہ رہ کر بار بار اُبھرتا تھا۔ اتنے میں شیخ صاحب مجلس سے اُٹھے اور مجھے فرمانے لگے تم ذرا

شہر سے رہنا مجھے ایک کام ہے آپ پانی کے ستایہ کی طرف تشریف لیگئے اور چادر میں جو شیرنی کا ڈبہ لگا ہوا تھا اپنے ہاتھ سے وہ ہویا اس بعد چادر اور ہرن کی کھال دونوں کو تہ کرکے بہ عنایت فرمایا اور شا گیا کر دیا۔ اللہ کے سامنے اس قسم کے خطرات کو دل میں راہ دینا نچاہیے۔

بیان کیا جاتا ہو کہ مسجد میں ایکدفعہ ایک عورت کا جنازہ لایا گیا اور شیخ سے درخواست کی گئی کہ آپ نماز جنازہ کے امام ہوں فرمایا ہنوز یہ عورت زندہ ہے، اور روح نے جسم سے مفارقت نہیں کی ہے اس صورت میں اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ عورت کے ورثہ نے مبالغہ کیا کہ حضرت! یہ عورت یقینی طور پر مرچکی ہے اور تجربے کے بعد ایسا کیا گیا ہے فرمایا تمہارے تجربے نے غلطی کی ہے حقیقت میں عورت زندہ ہے انجام کار جب جنازے کو کھول کر دیکھا گیا تو عورت زندہ تھی لوگوں کو تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی جنازہ کو اٹھا کر لیگئے اور اسکے ایک روز بعد عورت مرگئی۔ اگرچہ شیخ ابوالرضا محمد کے باطنی تصرف و کشف کی یہ ظاہر مثالیں ہیں لیکن جب غور سے دیکھا جاتا ہو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سن رشد کے زمانہ سے عہد انتقال تک جو بات بھی آپکی زبان مبارک سے نکلی وہ بجائے خود ایک سچا کشف اور معجزنما کرامت تھی۔ مگر ان نظائری مثالوں، و تمثیلی حکایتوں سے شیخ کا تصرف و کرامت بہت کچھ ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے اعلیٰ درجہ کی مثال ایک وہ عینی واقعہ ہے جسے حافظ عنایت اللہ نے بڑے وثوق کے ساتھ بیان کیا ہو۔

تصرفات

حافظ عنایت اللہ کہتے ہیں کہ علمی سوسائٹی کا ایک منتخب اور سندیافتہ شخص جو فضل و کمال میں بہت بڑی شہرت رکھتا تھا اور فضلاء زمانہ میں امتیاز کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا مجھے ملا حقیقت میں اس کی وسعت نظر اور ذکاوت ذہنی اور زور تقریر اعلیٰ درجہ کی تھی اور اسکے علمی کمالات کا ہر شخص کو اعتراف تھا۔ اس نے خاصکر مناظرہ و مباحثہ کی تعلیم میں زیادہ محنت کی تھی اور اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص علمی سوسائٹی قایم کر رکھی تھی جسکا خود ہی سکرٹری تھا اور جسمیں شب و روز علمی بحثیں بڑے زور شور سے ہوا کرتی تھیں یہ اسی سوسائٹی کی مشق کا نتیجہ تھا کہ اس کی زبان کسی موقع و محل پر نہ رکتی تھی اور برجستہ کا جبستہ جواب دیتا تھا الغرض یہ شخص مجھے ملا کہنے لگا کہ اس شہر میں کوئی ایسا عالم و فاضل باقی نہیں رہا جو علمی بحث میں مجھے مغلوب نہیں ہوا ہو میں نے اسکی یہ لن ترانی سنکر جواب دیا کہ کبھی تم شیخ ابوالرضا محمد کی مجلس میں بھی گئے اور ان کی زیارت سے مشرف ہوئے ہو بولا میں نے سنا ہو کہ عوام کو تفسیر حسینی کا وعظ سناتے ہیں در اصل نہیں کسیطرح با علم و فضل حاصل نہیں ہوا اور علمی فضائل سے محض بے بہرہ ہیں اس کی اس گستاخی

پر مجھے سخت طیش آیا اور غصہ کے لہجہ میں کہا کہ اس سے زیادہ بیہودہ گوئی مت کرو ذرا انکی مجلس میں جاؤ اور کمال علم کا اندازہ کرو چنانچہ جمعہ کے وعظ میں وہ شخص حاضر ہوا اور بحث کا پہلو سوچتا رہا شیخ نے اپنے باطنی تصرف سے اس کی یہ علمیان معلوم کرکے ایک ایسا زبردست تصرف کیا کہ اس کا سارا علم سلب کر لیا حتی کہ صرف و نحو کا ایک قاعدہ تک اسکے حافظہ میں نہیں رہا دوسرے علوم کا تو کیا ذکر ہے اس نے اپنی حالت میں یہ فوری تغیر و تبدل دیکھکر معلوم کر لیا کہ یہ شیخ کے تصرف کا اثر ہے فوراً نادم ہوا اور علی رؤس الاشہاد اپنی لن ترانیوں سے توبہ کی اور شیخ کی خدمت میں بے درجہ کی تضرع و عاجزی پیش کی آپ کو اسکی حالت پر رحم آیا اور اسے اس کا علم عطا فرماکر اصلی حالت پر لے آئے اس کے بعد اس نے اور بھی عاجزی و نیازمندی ظاہر کی اور سخت عاجزی و انکسار سے پیش آیا شیخ نے فرمایا جبتک میں عالم و فاضل نہیں ہوں اور عوام الناس کو تفسیر حسینی کا وعظ سناتا ہوں آپکی یہ دل آویز اور تواضع سے بھری ہوئی تقریر سنکر اسے اپنی گستاخی و بے ادبی پر تنبیہ ہوئی اور اب اس نے دوبارہ اظہار نیازمندی کرکے توبہ کی اور کہا کہ میں آپسے بیعت کرنا چاہتا ہوں شیخ نے اسکی بیعت قبول نہیں کی اور فرمایا منقش و نگارین الواح کسی کام کی نہیں ہوتیں

الحاصل شیخ ابوالرضا محمد کے اس قسم کے واقعات اس درجہ مشہور ہیں کہ تذکرہ مشائخ خاصکر ان کتابوں میں جو اس واجب الاحترام اور معزز خاندان کے حالات میں لکھی گئی ہیں بکثرت پائی جاتی ہیں اسی قسم میں صرف ایک اور واقعہ جو سابق کے واقعات سے بھی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

رحمت اللہ کفش دوز کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں شیخ ابوالرضا محمد فیروز آباد کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے اس زمانہ میں میں بھی وہیں موجود تھا ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ میں درخت کے سایہ میں کسیکے سامنے کھڑا ہوا تھا اسی اثنا میں حاضرین میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ سنا جاتا ہے شیخ بایزید بسطامی بعض اوقات ایک شخص پر نظر خاص ڈالتے تھے، اور وہ شیخ کی قوت جذب اور حدت نظر سے مرجاتا تھا آج اس زمانہ میں اگرچہ شیوخ کا غلغلہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور ہر طرف سے یہی صدا کانوں میں برابر گونج رہی ہے کہ فلاں شیخ اس قدر و منزلت کا ہو اور فلاں اس رتبے کا لیکن کسی میں ان جیسی باطنی قوت نہیں پائی جاتی۔ یہ سنکر شیخ کی غیرت کی رگ حرکت میں آئی اور آپنے بے اختیاری جوش کے ساتھ فرمایا کہ بے شبہ بایزید بسطامی ارواح کو جذب کر لیتے تھے لیکن انہیں ارواح کو دوبارہ جسموں میں ڈالنے کی

قوت مذہبی میرے دل سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے وہ نسبت حاصل کی ہے اور حضور نے مجھے وہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ اگر چاہوں تو کسی کی روح جذب کر لوں اور اسکے ساتھ ہی چاہوں تو واپس کر دوں یہ کہکر شیخ نے مجھپر نظر خاص ڈالی اور بڑی نگاہ کے ساتھ میری روح کو جذب کیا میں مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا اسوقت مجھے کچھ خبر نہ تھی اور کسی بات کا شعور نہ تھا کہ اپنے تئیں ایک عمیق اور گہرے دریا میں ڈوبتا دیکھتا تھا جب میری یہ کیفیت ہوئی تو شیخ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ اس نے غور میں ڈوبی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا اور ایک ایک عضو کو ٹٹول کر عرض کیا کہ بالکل مردہ ہے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اسے اسی حالت پر چھوڑ دوں اور چاہو تو دوبارہ اسکے قالب میں روح واپس کر دوں سائل نے لرزتے ہوئے عرض کیا کہ اگر زندہ ہو جائے تو کمال رحمت و عنایت ہے چنانچہ آپنے دوبارہ توجہ کی اور میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حاضرین شیخ کی قوت دیکھکر دنگ رہ گئے اور اس واقعہ کو یاد کر کے غش غش کرنے لگے۔

شیخ ابو الرضا محمدؒ کے مکتوبات و ملفوظات و مسودات وغیرہ

جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی ایک عمدہ اور نہایت قیمتی تصنیف میں شیخ ابو الرضا محمد کے بہت سے مکتوبات جمع کئے ہیں جو بالخصوص حضرات صوفیہ اور علم سلوک کی سنگلاخ گھاٹیوں کے طے کرنیوالوں کے لئے ازبس مفید ہیں اور جن سے شیخ کے علمی کمالات کا ثبوت بھی جلی ہوتا ہے لیکن چونکہ سب کے سب بالکل ادبی اور عوام کی دلچسپی سے خالی ہیں نیز اول تو ان کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہیں اور اگر نمونۃً کسی مکتوب کا ترجمہ کیا بھی جائے تو افسوس اس سے لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے لہذا ہم ان میں سے بعض مکتوب جو نہایت ہی مفید اور سہل ہیں اور جن سے شیخ کی خداداد ذہانت اور دور نظر ثابت ہوتا ہے بطور نمونہ معزز ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں امید ہے کہ شائقین بڑے ذوق شوق سے پڑھیں گے۔

شیخ عبد الاحد کا خط

ایک دفعہ شیخ احمد سرہندی کے بلند اقبال و نامور پوتے شیخ عبد الاحد نے جو اس زمانہ کے مشاہیر مشائخ کے زمرہ میں ایک نہایت معزز و ممتاز فاضل شمار کئے جاتے تھے اور جنکا علمی تبحر و کمال بڑے بڑے مشائخ وقت کو تسلیم تھا شیخ کی خدمت میں ایک خط لکھا جسکے اخیر حصہ میں یہ عبارت تحریر تھی ثم اذ کی

مکارمکم الشریفة ان لا تنسونا من دعواتکم الصالحة فی اوقاتکم المرجوة فان الامر صعب فی الطریق تعب و رعب کما قال علیه السلام وان امامکم عقبة کؤدا ۔ کیف الوصول الی سعاد و دونها ٭ قلل الجبال و دونهن حتوف ٭ الرجل حافیة وما لی مرکب ٭ والکف صفر والطریق مخوف ٭ عزیز من اشفق من، آنچہ سخن حق است در گفت نیاید و آنچہ از غیر حق است چندان گفت را نشاید پس سخن کوتاه باید والسلام۔

شیخ کا جواب

جناب شیخ ابو الرضا محمد صاحب نے شیخ عبد الاحد کے اس خط کا یوں جواب تحریر فرمایا۔

عنایت نامہ و شفقت نامہ رسید رابطہ صادقت و یکتائی استحکام پذیرفت جزاکم اللہ سبحانہ عن اکمل مکرو اوصلکم اللہ عز شانہ مرامکم۔ مرقوم بود کیف الوصول الی سعاد و دونها ٭ قلل الجبال و دونهن حتوف ٭ والرجل حافیة وما لی مرکب ٭ والکف صفر والطریق مخوف ۔ انتهی الحق کہ وصول سعاد و حبیب ذاتیہ مطلقہ بالاطلاق الحقیقی بی سر مستطیل کہ مبنی بر عبور شواہق جبال اعتبارات محضه اضافات و حیه صرفیه عالم خلق و امر ہست ہمچنین صعب الحصول ہست زیرا کہ سالک حقیقت خود را بدان مخوف گردانیده است شام و مدارک خویش بدان منقش ساخته والا فالحق سبحانه فی الحقیقة من الوجه الخاص اقرب الی العبد من حبل الورید لا ثمه طریق موحش لا ماء منه ولا مخوف لا یسیر ثمه رجل حافیة ولا مرکب ولا کف حافیة ای خالیة اذ ممکن لیس له ظهور فی الناس فسبحان من احتجب باشراق نوره واختفی باستغراق ظهوره ع نور ہمت فی دماء ان لیلی تبرقعت ٭ وان لنا فی البین بالمنعم اللذا ٭ فلاحت فلا و اللہ ما ثم مانع ٭ شیئ ان حبیبه کان من حسنها العمی ٭ ع پرده برخاست یا بدیدستم ٭ دست با دوست کرده در آغوش ٭ آن شناخت حدیث این دل ست ٭ کہ این باده کرده باشد نوش ٭ ع دعنی بی حتی قلبی فقد بهت کما غیر ٭ وکنا جنتا کانوا وکانوا حیثما کنا ٭ **رباعی** رندان تو بودم و ندانستم ٭ شب با تو غنودم و ندانستم ٭ ظن بود این کہ من جدا منم ٭ من جملہ تو بودم و نمیدانستم ٭ نوشته بودند کہ "آنچہ سخن حق است در گفت نیاید" ظاہر امرادو آنست کہ در گفت نیاید بجہت قصور افہام مستعین و گرنہ سخن اگر لفظی است عین گفت ہست و اگر نفسی است تمام عیان الاول پیدا ں **دوہرہ** کیرا کالا کھ سکھ ہو جہاں جلسے نیل کٹ باتو چھیل سوا کون لادے بیل ٭ والسلام علی اہل اللہ الکرام۔

ایک اور مرتبہ شیخ عبد الاحد نے آپکو یہ خط لکھا۔ الحمد للہ الذی اوجدنا فاه فوجدنا فاه واخرجنا من الظلمات الی النور فعرفناه۔ ارسل الینا بشیرا ونذیرا فتبعناه۔ انزل علینا کتابا مستبینا فقرأناه

يتجلى لنا بجلاله وجماله وعززنا بنواله ووصاله ثم علي الله وجوح ما فجعلها وكانه وظهر على معالم قوته نمايق

منا عينا ولا اثر لها ان احضة لنتحيى ما زعما فاه سفينا احزنه فحققنا بما اعيانا رأيناه بعين المكاشفة محققه

شاهدنا بسر المعاشرة فشهدناه وعرج بنا من صفاته الحضرة ذاته وعامل معنا ما يجري كلامه و

كلماته ثم الا يعبر بعبارة ولا يشار باشارة ومن هو هذا ما ترى صفاته واكنه احق ان يجل هذا

واما العطش تماق عما لم يتصف الساق بالساق وتم الميثاق وينتهي المساق فيومئذ ينعدم الفراق

وعليه لك شرح ما الرباق ثم انا يا مولانا نستغفر الله على مقالنا ذلكم وعلى جميع ضعفنا ابو سيدكم جبله

جواب — شیخ عبد الاحد کے اس خط کے جواب میں جناب شیخ ابو الرضا محمد نے یوں تحریر فرمایا۔ بقاء العطش عليه يقال

العطشان ويدل على بقاء عين المهجي بعلا ثوالهجران فوجود الفراق على معالم التفريق معروف وثبوت

العطش عن زال الوجود وتوقف فكما لا يتصور مع الوقوف على معالم التفريق اطلاق كذلك لا يتصور مع

وصال المحبوب فراق ثم بقاء صفات المحدث الحقير لا يمكن العروج الى صفات المحدث القديم فضلا عن العروج

الى حضرة ذاته الواجب الكريم ثم التفاف الساق وانتهاء المساق في حق بعض موعود وفي حق بعض موجود

قال الله تعالى كلا (اي حقا) اذا بلغت التراقي (اي اذا بلغت النفس الانسانية اعالي مسالكها يعني نهايتها

وهي النقطة الاخيرة من عالم الامر باشتياقها الى مشاهدة الجمال الالهي) وقيل من راق (اي طبيب يرقيها

من يرقي ويشفي من سم الفراق والم الاشتياق ؎ لسعت حية الهوى كبدي ٭ فلا طبيب لها ولا راقي

الا الحبيب الذي شغفت به ٭ فانه رقيتي وترياقي ٭ وظن انه الفراق (اي وظن المتعطش الحقيقي بحبيب

ان ما نزل به من القلق والاضطراب بسبب الفراق عن جميع ما سوى المحبوب) والتفت الساق بالساق

(اي لما اجتمعت ساق عالم الاكوان مع ساق عالم الامكان يعني يشاهدهما جميعا وهذا هو مقام المشاهدة

الى ربك يومئذ المساق (اي يوم اذ كان كذا يساق الى حضرة العالم الا لهي فيبقى ثم بالله ان لا لا فلا عطش

لاحد في الحال فلا يبقى عين ولا اثر وليس ثمه مخبر ولا خبر ويسمى بالسعادة السرمدية ولا يطلع عليه الا صلحاء

من الحضرة الالهية) ؎ آسوده بکام خویش از وصل حبیب ٭ نه بیم فراق است ونه تشویش رقیب ٭

مکتوب سرہندی کا جواب — مرزا محمد سرہندی نے ایک دفعہ شیخ کی خدمت میں بطریق استفسار ذیل کے الفاظ لکھے کہ "چہار سال برائے

حصول حال بکار بردہ آخر الامر دستے اسہال بحال روئے نداد" جس کا جواب آپ نے ان الفاظ میں تحریر فرمایا۔ "بجا طرز تام

در دادند کہ بردو تجسستہ با خر صفراوی مزاج است حاریابس کہ سلوک طریق حق را در خور آمد اما بسبب بعضے سوء حالت

رسمیہ وسقایات فاسدہ تحلیہ اخلاط سوداویہ غیر طبیعیہ کہ سالک را از وصول بمنزل مقصود باز دارد غالب

حکیم حاذق بود تشخیص مرض نمود بجائے بلیلہ اسود بلیلہ اصفر بداد خلط صفرا کرد و سماونت سود ننمود کار برعکس

افتاد وحال بمزاج انجامید حاذقان طریقت وماہران حقیقت بحکمت نظری وعملی با شربہ حارہ یا ابسہ توفیق

اللہ تعالی تبدیل مزاج کنند چہ حق تعالی ظاہر ست کہ ہیچ ظاہری حجاب نیست واو باطن است کہ ہیچ روے

چیزے در باطن نیست قال نبينا صلى الله عليه وسلم في مناجاته اللهم انت الظاهر لا ظاهر فوقك وانت

الباطن لا باطن دونك ؎ تو بہت ما ہ ان لیلی بمو قصت ٭ وان لنداق الیبین ما یمنع اللقاء ولائت

فلا والله ما اثم مانم ٭ سوی ان عینی کان من حسنها انحی ٭ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمہ آفتاب را چہ گناہ

کما لان حقیقت کمل عنایت در چشم کشندہ نابینایان را چشم بخشند انی ابرئ الاکمہ والابرص کمل عنایت

جز بسان طیور شوق نگشند فمن نام ومن لم يهتد لم يبعد عبد يتوليهم والله الهادي کمل عنایت مرکب است

از دو جزو ترقیق وتجلی ترقیق آنست کہ قلم اعلی بحروف عالیات بشگافت وعیان شد ظاہر الوجود وباطن

الوجود۔ باطن بدوراہ رفت امر وخلق پدید آمد۔ ایشان مستوحد ہر کس بخشید ؎ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ

ایم ٭ مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما ٭ وتجلی آن باشد کہ او انی در اقاصی واسافل در اعالی تحقیق کنند

و در چشم کشند بروق شہود بدرخشد واراضی قلوب بنور جمال مطلق منور گردد واشرقت الارض بنور ربها واذا

سطوت احدیت فات جستی طالب را در عالم نیستی بہ سر کل شیء ہالک الا وجہہ بظہور پیوندد واین ہنگام ہر کس

از مرزائی خود آگاہی یابد محمد مرزا۔ مرزا محمد گردد۔

ایک اور مکتوب — ایک اور خط میں شیخ نے اپنے پرزور قلم سے مرزا موصوف کو یہ مضمون تحریر کیا۔ هو الحي القيوم يا مرزا

والجلالي تطلب وجمالي يعني وانت تشرك الا يهتك با ما يعني ان هذا الاشراك جلي لا شرك خفي۔ افلا

تخاف من حرقتي ولا تستحيي من شدة الخفي۔ يا موهوم انت الموهوم وانا المعلوم۔ انا المنوم۔ وانت المظهور

انا الحق والحقيقة وانت المجاز والطريقة ان كنت تريد ان تكون مجدا وموحدا فارفع الموهوم

واقعد المعلوم وقل بقلبك السليم وبسرك القديم بلا عيب ولا ريب في كل زمان وفي كل مكان

لا هو الا انا ولا انا الا هو فاذا رضيت فبين وصلت بالعين فان شككت فيه فانت معلول وان

ارتهبت فانت معزول وان قبلت بايمانك وايقانك فانت مقبول فلا تكون من الممترين الم ودين

ابحث سوى الك وحتى ولكن لا تفصل بين عظيمي وعليك ان لا تظلهما القيت عليك عند المرجوعين

لا مرجوم الا الفاطل۔ ولا مرجوم الا الواصل ان فهمت كلامي فعليك رحمتي وسلامي۔

ایک اور خط

دوسری مرتبہ آپنے یہ مضمون خط لکھا۔ بسم الله الواحد الاحد قال لی الحق والملك المطلق یا قرة عینی ومرضاتی بحزنی وبقائی كنت احد ابدیکن شیئ ودانی واکون شیئا سوانی اظهرت بذاتی من ذاتی شیونی وصفاتی ومظهر الخلق والخليقة وانا الحق والحقيقة وانا الذات لكل شئ وانا الحيوة لكل حی والخلق كلهم قدری والخليقة كلها امری من اراد بقائی فليراقب جلالی ومن كبر كلا هو فی ولا تجلی فی ولا ملکوتی ولا هو الا هو من فهم کلامی فعلیه رحمتی وسلامی۔

شیخ عبدالحفیظ کے نام

شیخ عبدالحفیظ کو جو آپکے خواص اصحاب مین ایک معزز وممتاز دوست تھے اور جن کی رعایت شیخ کو ہمیشہ ملحوظ نظر رہتی تھی ایک مرتبہ یون تحریر فرمایا۔ بعضے کہ از دریائے نور نورانی حجابے اکثر بشتابی و ازین حجاب رو بتابی خود را دریا ہمان نور یابی و این قسم را بقصد و توجہ دل بر خود نگاہداری کہ قصد و توجہ را در استبقاء حالات قلبیہ اثر تمام ہست۔ چون قصد شکستہ گردد و خطرۂ غیر راہ یابد فی الحال بخیال بازگشتہ باضداد او ودوام ذکر اسم ذات یا اسم متکلم در جائے تنہا و تاریک۔ بل حاضر فی العقد والاعمال علی التوالی الی الاتصال بگوید بجدیکہ از خود و از ہمہ بے خبر شود و روزن دل کشادہ گردد۔ ارواح جملہ فرشتگان و پیغمبران را در بیداری بیند و فوائد عظیمہ از ایشان گیرد ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم ؎

چشم دل چون باز شد معشوق را در خویش دید * عین دیگشت چون بیدار شد چشم حباب *

دوسرا خط شیخ عبدالحفیظ کے نام

اس کے بعد شیخ عبدالحفیظ نے اس حدیث قدسی کے معنی دریافت کیے جو قصہ معراج مین وارد ہوئی ہے اور لکھا کہ اس جملہ قف یا محمد فان الله یصلی کی توضیح ارشاد کیجیے آپنے بر رشتہ قلم یہ مضمون تحریر فرمایا۔ بخاطر فاتر در آوردند کہ چون آن سیمرغ قاف معرفت بر ہوائے عالم خلق و امر پرواز نمود بسر حد نقطہ اخیرہ عالم کون و امکان رسیدہ بہوائے دلکشائے عالم قدس حضرت الٰہی در نظر آمد از بس علو ہمت کہ ذات شریف ہست کہ دران عالم نیز طیران نماید خطاب مستطاب در رسید کہ قف یا محمد یعنی علی النقطۃ الاخیرۃ من عالم الامر فانہا حد العبودیۃ مع مشاہدۃ الربوبیۃ فان الله یصلی ای یرید ان یرحم بك علی العلمین بالنبوۃ والرسالۃ ویجب ان یقف الرسول فی ہذا البرزخ حتی یستفیض المعارف والاحکام من الحضرۃ الالٰہیۃ ویفیض علی عالم خلقہ و امرہ وقیامك بلا دی اجلب رحمتی علیك من قیامك بمراد نفسك ارید وصالہ ویرید ہجری فاترك ما ارید لما یرید فانی فی الوصول عبید ۃ نفسی وفی الہجران مولی للموالی وثبت

بطلو ہمت حضرت علیہ علی الہ الصلوۃ والسلام آنست کہ بعد از طیران در ہوائے عالم الٰہی درین برزخ باز آوردہ خطاب فرمودہ باشند و معانی دیگر مستبعد کہ فراخور مذاق مقلدان بعضے صوفیان متاخر اختند

دوبارہ شیخ صاحب نے حدیث مذکورۂ بالا کی یہ تفسیر لکھکر شیخ عبدالحفیظ کو روانہ کی۔ کہ چون آن شہباز از ہوائے کثرت اسمائے و صفات الٰہیہ درگزشتہ بمقصودی برزخیہ کبرٰے کہ اول مراتب تعینات است و بحقیقت محمدیہ مسماۃ ہست دم گرفت کہ بعالم حقیقت ذات مجرد پرواز نماید خطاب رسید کہ قف یا محمد علی ہذہ البرزخیۃ الکبرٰی التی ہی منتہی مقامات العارفین فان الله یصلی ای یرحم علی کمل عبادہ فی ہذہ المرتبۃ العلیا و المنزلۃ الزلفی او یرحم علی عبادہ بالامساك فان التشوق الی طلب ورفع تضییع الوقت وطلب ما لا یمکن تحصیلہ او المعنی فان الله یصلی ای یجمع نفسہ یعنی یثنی علی کمالاتہ الذاتیۃ ویتوجہ الیہا غنی عن العلمین لا مجال الی الجد فی شئ عزتہ وحرم نفسہ ؎ تعالی العشق عن ہم الرجال

وعن وصف التفرق والوصال * متی ما جل شئ عن خیال * یجل عن الاحاطۃ والمثال *

یہانتک مولٰنا شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے خطوط جسقدر مجھے لکھنے تھے نقل کر چکا۔ اگرچہ میرے پاس شیخ کے خطوط کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ اور اس قسم کا سرمایہ بہت کچھ موجود تھا جو مجھے اس بارہ مین کافی مدد دیسکتا تھا۔ مگر مین نے انھین اسوجہ سے نظرانداز کردیا کہ عام لوگون کی دلچسپی سے خالی تھے۔ صرف وہی بعض خطوط قلمبند کیے گئے جو معزز ناظرین کی دلچسپی کے باعث تھے شیخ کے وہ تمام خطوط جو آپنے مختلف مشائخ صوفیہ اور علماء و فضلا کی طرف لکھے ہین۔ جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک جگہ جمع کردیے جو ۱۳۱۵ ہجری مین کتابی صورت مین طبع بھی ہو چکے ہین شائقین کو اسکا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اسکے بعد مین شیخ کے مسودات مین سے بعض وہ باتین بعینہ قید کتابت مین لانا چاہتا ہون جو نہایت ہی مفید اور قابل انتخاب ہین اور جنسے آپ کی علمی زندگی کا اقتدار اور علم و فضل کا اصل جاہ و جلال بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

شیخ کے بعض مسودات

(۱) آپ رسالہ اصول الولایۃ مین آیہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تحت مین فرماتے ہین کہ فرائض ولایت کبرٰے شش است چہار شرط بترتیب نص۔ اول ایمان بتصدیق دل و اقرار زبان دوم تقوے باکتساب مامورات واجتناب محظورات۔ سوم طلب شیخ طریقت کہ وسیلہ عبارت از اوست راہ وصول بدوست از وعیان است چہارم جہاد بارشاد و رافتقار اثانیت و اثبات ہویت دور کن از خود

رستگاری و بیکار شهود و دست گرفتاری که فلاح عبارت از آن است و ولایت کبریٰ همین است۔

اسی رسالہ مین آپ یہ بھی لکھتے ہین۔ چون مرید صادق در خلوت درآید اول بکلی از ملک خود برآید غسل
کامل نماید مصلے و جامہ پاک باید تا خدمت پاکی را شاید رو بروے بجد آرد و دو رکعت بہ نیت توبہ گزارد و نجات
خود در اداے حقوق خلق و خالق بیند۔ بتضرع و زاری در موضع خلوت نشیند۔ بتکبیر تحریمہ جمعہ و جماعت را ہم
بعد از خلوت شتابد از ہمراہ حذر نماید چپ و راست نظر نکند از نظر خلق پرہیزد و از لذت نفس گریزد۔ در آمد
شد غفلت نورزد۔ خلوت کہ چنین نباشد ہیچ نیرزد۔ کار بذکر و مراقبہ و دوام طہارت و انکسار محکم گیرد و ترک
کسل خود را از نماز نفل و تلاوت و ورد و استغفار خالی نپذیرد و اگر ملال یابد بتجدید وضو شتابد و اگر غلبہ
بو بخواب تا نفس حدیث نگوید و براہ معصیت نپوید ثلث لیل و نہار خواب باید تا جسد در اضطراب نیاید پس شش
ساعت در شب و دو ساعت در روز در ہر دو جانب بقدر درازی و کوتاہی روز و شب کم و زیادہ کند و نقصان
از ثلث بتدریج حاصل کند پیش از غروب آفتاب بکمال طہارت بر مصلی رو بقبلہ بذکر و مراقبہ انتظار نماز مغرب
کشد و میان مغرب و عشا بذکر و مراقبہ و نماز مواصلہ نماید کہ در تنویر قلب تاثیر تمام دارد چون صبح طلوع نماید
این چہار دعا بخواند اللّٰھم یا رب انت اللہ عالم وانا عبد جاھل اسألك ان ترزقنی علما نافعا حتی اعبد
بہ بك والا ھلکت۔ یا رب انت اللہ غنی وانا عبد فقیر اسألك ان تحفظنی حتی لا اسأل من سواك كفاف
الدنیا والا ھلکت۔ یا رب انت اللہ قوی وانا عبد ضعیف اسألك ان تعیننی حتی اغلب الشیطان بقوتك
والا ھلکت۔ یا رب انت اللہ قادر وانا عبد عاجز اسألك ان تجعلنی جابرا علی نفسی حتی اقهرها بقدرتك
والا ھلکت۔ پس دو رکعت سنت در خانہ گزارد و پیغمبر گفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہر کہ میان سنت و
فرض فجر چہل و یکبار بخواند یا حی یا قیوم یا حنان یا منان بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام
لا الہ الا انت اسألك ان تحیی قلبی بنور معرفتك یا اللہ یا اللہ یا اللہ اگر مردہ دلہا بمیرند دلش نمیرد و ایمان
بسلامت برد چون بقصد جماعت از خانہ برآید گوید بسم اللہ وباللہ والی اللہ والتکلان علی اللہ ولا حول ولا
قوۃ الا باللہ چون بدر مسجد رسد گوید اللھم عبدك ببابك ومسكينك ببابك توجه اليك عمن سواك يبتغي
ويطلب رضاك ان لم تفتح باب فضلك فای باب یا ربی بابك پاے راست در مسجد نہد گوید بسم اللہ والحمد
للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ و چون درآید بگوید اعوذ باللہ العظیم وبوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم
من الشیطان الرجیم از شر شیطان در امان باشد و چون اندرون مسجد رود سلام گوید و اگر کسی نباشد یا مشغول

بنماز باشد بگوید السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین بعد از اداے جماعت بجاے خود رو بقبلہ نشستہ
بذکر و مراقبہ بجد تمام اشتغال نماید کہ خواب درین وقت سخت مکروہ است اگر خواب غلبہ نماید ذکر گویان با استادن
و نشستن دفع نماید تا چون آفتاب یک دو نیزہ بلند گردد دو رکعت بہ نیت شکر ادا نماید پس از ان ہر جا کہ
جمعیت خاطر یابد در مسجد یا در خلوت بذکر و مراقبہ اشتغال نماید تا ربع روز آنگاہ چہار رکعت نماز چاشت
گزارد و اگر تعلیم و تعلم یا کارے ضروری داشتہ باشد بقدر حاجت بکار خود مشغول گردد والا بتجدید وضو
بذکر و مراقبہ بنشیند۔ اگر خوردنی موجود باشد بخورد و در وقت خوردن بزبان ذاکر و بدل نیک حاضر باشد
بعد از ان بہ تجدید وضو بذکر در قیلولہ رود چنانکہ بیداری پیش از زوال آفتاب غنیمت شمرد تا در وقت زوال
آفتاب بطہارت کاملہ رو بقبلہ بر سجادہ ذاکر و مراقب نشستہ باشد چون آفتاب برگردد۔ چہار رکعت صلوٰۃ
زوال ادا نماید۔ بعد از اداے نماز ظہر اگر امرے ضروری از زیارت و عیادت و [illegible] و پرسش احوال
شان داشتہ باشد بقدر ضرورت اشتغال نماید و شتاب از نزد ایشان برآید و استغفار کند حسنات الابرار
سیئات المقربین۔ پس از ان تکمیل طہارت تہیہ نماز عصر کند و میان عصر و مغرب بذکر و مراقبہ مواصلت
نماید ۵ عمر برف است و آفتاب تموز ۔ اندکی ماند و خواجہ غرہ ہنوز ۔ در صحبت مرا علم لدنی ہوس است
تعلیم کن و گرت بدین دسترس است ۔ گفتم کہ الف گفت دگر ہیچ مگو ۔ در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

شیخ ممدوح کی ان دونون عبارتون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ شب و روز طاعت خداوندی
مین غرق رہتے تھے اور ان منصبی فرائض اور اہم معاملات مین جو وقت دم لینے کو ملتا تھا وہ مذاکرہ علمیہ
مین صرف ہوتا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عملی زندگی احکام شریعت کے دائرہ مین بسر کرنے کا
خیال بدرجہ غایت رہتا تھا اور آپ کون کون سے افعال کو جائز اور کن کن باتون کو ناجائز قرار دیتے تھے محترم
و بزرگ شیخ کے حالات زندگی پڑھنے والے خود بخود اس بات کی بخوبی جانچ کر سکتے ہین کہ عہد طفولیت سے
لیکر زمانہ انتقال تک جس شخص کی زندگی بالکل آسمانی شریعت کی پابندی اور نبی معصوم کے احکام کی
متابعت مین گذری ہو شیخ ابو الرضا محمد جناب شیخ وجیہ الدین کے فرزند رشید اور مولانا شیخ عبد الرحیم
صاحب کے برادر کلان تھے قطع نظر ان تمام باتون کے عبارات مذکورہ سے شیخ کی انشا پردازی اور زور
قلم کا کمال بھی بخوبی واضح ہوتا ہے آپ نے ان طولانی مضامین اور غیر محدود مباحث کو جنکے لیے صدہا
اجزا سیاہ کیے گئے ہین اور بڑی بڑی ضخیم کتابین لکھی گئی ہین نہایت مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملون

ہیں کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ پھر اسپر عبارت کا طرز جیسا دلکش اور موثر ہے اظہر من الشمس ہے
سالے کہ نکوست از بہارش پیداست ۔

علاوہ ازین شیخ کے مسودات میں بعض وہ عبارتیں بھی دستیاب ہوئی ہیں جو تصوف کی حقیقت میں اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہیں اور صوفیائے کرام کی موجودہ اور آیندہ نسلوں کیواسطے ایسی ہی ضروری و لازمی ہیں جیسے جسم کیلئے روح یا آنکھوں کیواسطے نور چنانچہ بطور نمونہ چند عبارتیں نقل کیجاتی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ الفناء فقدان لوازم البشرية اما ذهولا عن علمها او علما بانها امها او حالا حقيقيا وللفناء تسع مراتب۔ الاولى الذهول وهو عبارة عن عدم شعور العبد بنفسه عند الاستغراق في ذكر الحق لاهل الحجاب او عند بروز انوار الجمال لاهل الكشف۔ الثانية الذهاب وهو فناء العبد عن افعاله بشهود افعال الحق كالقلم بين الكاتب وقد يطلق على الترك۔ الثالثة السلب وهو عبارة عن فناء صفات الخلق بظهور صفات الحق۔ الرابع الاصطلام وهو فناء العبد عن ذاته بوجود ذات الحق۔ الخامس الانعدام وهو فناء العين عن فنائه فلا يبقى عنده شعور بانه فان۔ السادسة السحق وهو زوال الحس من نفس العبد فتقبل الصفات الالهية من غير تأمل كما تقبل صفات نفسه فهو اول مقامات التحقق باسماء۔ السابعة المحق وهو زوال الحصر والحد من جسمانية العبد وروحانيته۔ الثامنة الطمس وهو ذهاب احكام البشرية من طبعه وعادته ظاهره وباطنه فلا يغيره الجوع المفرط والسهر الدائم وغيرهما۔ التاسعة المحو وهو كمال الزوال بمباشر آثار الخليقة بظهور آثار الحقيقة فالمراتب الخمس الاول مخصوص باهل الفناء والاربعة الاخيرة باهل البقاء والبقاء صفة الحياة يتصف بها العبد بعد فنائه عن نفسه

محترم شیخ کے ایک مسودہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر بھی ہمیں نظر پڑگئی ہے چونکہ نہایت دلچسپ اور ایک نرالے ڈھنگ کی تفسیر ہے قطع نظر اسکے دلکش اور موثر بھی ہے اسلئے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔

بسم الله الرحمن الرحيم **الباء** متعلقة بمقدر عام هو الوجود الاسم هو تجلي الذات بصفة من الصفات و **الله** علم لذات واجب الوجود الموجود بنفسه المستجمع لجميع صفات الكمال المنزه عن جميع النقصان و **الرحمن الرحيم** اسمان من الرحمة بمعنى التفضل والاحسان والاول باعتبار الفيض الاقدس الذي يحصل به الصور العلمية المسماة بالحقائق والماهيات مع استعداداتها

والثاني باعتبار الفيض المقدس الذي يحصل به تلك الماهيات في الخارج مع لوازمها وتوابعها والمعنى فياض الحقائق والماهيات في الحضرة العلمية اولا ومفيض الوجود عليها في الخارج ثانيا فهما صفتان للاسم اذ بدلان منه او بيانان له او خبران لمقدر مضاف اليه او مفعولان لاعنى بيانا لانه وليسا متعلقين بالجلالة لانه ليس الذات الرحمن الرحيم سواها والمعنى ان وجود كل شئ بظهور ذات الواجب تعالى في حضرة الغيب والشهادة۔

اس دلچسپ اور لطیف تفسیر سے واجب الاعتصام مفسر کا جس درجہ علمی تبحر ثابت ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسکی نظیر بہت مشکل سے مل سکتی ہے جو لوگ آپکے حالات زندگی پڑھیں گے اور آپکے مکتوبات و مسودات بامعان نظر دیکھیں گے انھیں خود معلوم ہوجائے گا کہ آپ کس قدر و منزلت کے شخص تھے اور آپ کا علمی کمال کس درجہ پر پہنچگیا تھا۔ آنرا کہ عیان ست چہ حاجت بہ بیان ست۔ ہم مولٰنا شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے علمی حالات اور بعض خطوط و مسودات کے موثر و دلکش مضامین نقل کرچکے اب آپکے کچھ حکیمانہ اقوال اور عبرت و نصیحت میں ڈوبے ہوئے مقولے لکھتے ہیں جنسے آپکے فضل و علم کی شان معلوم ہوتی اور علمی تبحر اور بھی ثابت ہوتا ہے۔

شیخ کے ملفوظات

حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسمیں جناب شیخ ابو الرضا محمد کے بیشمار دل آویز مقولے جمع کیے ہیں۔ یہ اگرچہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے لیکن تصوف و نصائح سے لبریز ہے۔ جس مقام کو پڑھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ معنی خیز مضامین کا دریا نہایت زور شور سے لہریں لے رہا ہے۔ الفاظ کی بندش عبارت کی چستی اس غضب کی ہے جسے دیکھکر بڑے بڑے فاضل دنگ رہجاتے ہیں اس کی عبارت سے جسقدر بزرگ شیخ کا فاضلانہ اور عالمانہ پن برستا ہے اسیقدر مطالب کی خوبی اور عمدگی آپکے علو شان اور بے نظیر تبحر کو ثابت کرتی ہے۔ میں اس مقام پر اسی رسالہ میں سے چند مفید اور نصائح سے بھرے ہوئے مقولے انتخاب کرکے اپنی ناچیز تالیف میں درج کرتا ہوں۔

(۱) شیخ فرماتے ہیں کہ ایمان کی ایک معلوم و معین حد ہے کہ جب وہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر کبھی اسکا زوال نہیں ہوتا۔ اسیطرح اعمال کے لیے بھی ایک مقرر حد ہے کہ جب وہاں عروج کرجاتے ہیں تو پھر مردہ نہیں ہوتے۔ ایمان کی ادنیٰ درجہ کی حد یہ ہے کہ ایماندار کے سینے میں ایک محسوس نور ظاہر ہوجائے جس کی روشنی اور چمک سے اسپر اسکے باطنی آثار اچھی طرح نمودار ہوجائیں اسوقت آپ

ارشاد کیا کہ میں نے ایک رات اپنے سینہ میں ایک نور دیکھا جو چراغ کی طرح چمک رہا تھا اور جس کی روشنی
میں مجھے گھر کے تمام اطراف اور اثاث بیت اچھی طرح نظر پڑتے تھے اسی اثنا میں خدا تعالیٰ نے مجھ پر الہام فرمایا کہ
ادنےٰ درجہ کا ایمان جو میری جناب میں مقبول ہو اسی نور کے مانند ہے جسے میں ایماندار سے سلب نہیں کرتا۔ اس کے
ذیل میں جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ کی مراد نور ایمان سے طہارت وطاعت کا نور ہے
جیسا کہ میں نے حسب موقع بیان کیا ہے۔

(۲) فرماتے ہیں کہ انسان فلاح دارین اسوقت حاصل کر سکتا ہے جبکہ عقاید میں انبیا علیہم السلام کی تقلید کرے
اور بغیر کم وبیشی کے تقلید کرے جیسا کہ قدماء اہل سنت کا مذہب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی صاحب کشف سے ملاقات
کرے جو ان عقاید کی تفصیل وتحقیق پر کما ینبغی تنبیہ حاصل کرلے۔

(۳) آدمی قبیح وناشائستہ صفات ترک کردینے اور اخلاق کو مہذب آراستہ کرنے کی وجہ سے گو فرشتہ ہی کیون
نہ بنجائے لیکن پھر بھی ولایت خاصہ کے کمال کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی کمال نہیں ہے وجہ یہ کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کی
حکایت نقل فرماتا ہے کہ وما منا الا لہ مقام معلوم اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ملائکہ کے مقامات معلوم
اور مقدر ہین اور صاحب ولایت خاصہ کا مرتبہ جو تجلی ذات کے شرف سے معزز وممتاز ہوچکا ہو کوئی حد اور انتہا نہین
رکھتا البتہ ایسا شخص خداوندی عنایتون کا مورد اور خوارق وکرامات کا مصدر ضرور ہوتا ہے کیونکہ کرامات کا صدور
اوصاف ذمیمہ کے ترک کردینے اور انوار طاعات سے معمور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ سب کچھ ہے لیکن
شخص موصوف حقیقت مین طریقہ ولایت مین داخل نہین ہے کیونکہ ہنوز خود واری اور تن آرائی مین مصروف ہے
اور جب یہ ہو تو اولیاء کے زمرہ مین شمار نہین کیا جا سکتا۔

(۴) تمام ریاضات مین عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہے کہ آدمی دائمی توجہ کیساتھ کھانے پینے مین درمیانی راہ اور
متوسط درجہ اختیار کرے۔ افراط وتفریط سے ہمیشہ مجتنب ومحترز رہے۔

(۵) جب حضور دلمین مضبوطی اور استحکام کیساتھ جگہ کرلیتا ہے تو پھر کسی چیز کی طرف ملتفت ہونے اور باتین
کرنے سے زوال پذیر نہین ہوتا البتہ غامض ودقیق علوم کی تعلیم وتعلم مین مشغول ہونے کو سبب سے خفیف سا حجاب
واقع ہو جاتا ہے لیکن جسے ملکہ حضور ویسا ہی ذہن نشین ہو جاتا ہے جیسے آنکھ مین بینائی تو اب کوئی چیز بھی
اسکے لیے حاجب نہین ہو سکتی۔

(۶) اہل سنت اور معتزلہ وشیعہ جو دیدار الٰہی مین نزاع کرتے ہین تو یہ صرف لفظی نزاع ہے کیونکہ معتزلہ وشیعہ جو

سے انکار کرتے ہین کہ رویت خداوندی جہت کا تقاضا کرتی ہے اور خدا تعالیٰ جہت سے پاک ومنزہ ہے اسکے ساتھ
ہی وہ انکشاف اتم بیع حجب کو ثابت کرتے ہین۔ مگر اہل سنت ہمات کے قایل ہین کہ دیدار الٰہی بے کیف وجہت
ہوگا اور یہی مین انکشاف اتم ہے۔

(۷) جو چیز عام لوگون کو قیامت کے دن نصیب ہوگی وہ اولیاء اللہ کو دنیا مین میسر ہو جاتی ہے چنانچہ وہ دنیا
ہی مین خداوندی دیدار سے مشرف ہو جاتے ہین اور اسکی ذات مقدس اشکال سے منزہ دیکھتے ہین پھر اسبارہ
مین وہ مختلف الحالات ہوتے ہین بعضون کو صرف ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بجلی کوندی اور گر پڑی
گئی اور بعضون کو اس سے کسیقدر زائد لیکن جو حضرات کاملین ہین اور ان کا رتبہ ولایت معراج کمال کو پہنچ گیا ہے
وہ ہمیشہ دیدار الٰہی مین محو رہتے ہین جیسا کہ حضرت امیر المومنین جناب علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ
لم اعبد ربا لم اره۔

(۸) اولیاء اللہ کے سلسلے اور انکے طریقہ مین داخل ہونیکے یہ معنی ہین کہ اس پاک وبرتر نفوس قوم کی ریاضیات
پر عمل ہو اور انکے باجاہ وجلال اور نصرت سے جو مشارب کو قبول کرے جو شخص ان باتون کو پیش نظر رکھے اور
ان رنگون مین رنگین نہ ہوا سے اس برگزیدہ اور معزز ومقتدر قوم کے سلسلہ مین داخل نہ سمجھنا چاہیے اگرچہ بظاہر
کسی ولی سے ارتباط کیون نہ پیدا کیا ہو۔

(۹) ہمارے عرفاء زمانہ کو ذاتی تجلی میسر نہین ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد واقارب کی حصول اغراض
کے لیے سلاطین کے محتاج نہ ہوتے۔

(۱۰) عارف کو اسبارہ مین جرأت کرنا نہایت ہی نامناسب ہے کہ دوسرے عارف کے مرید کو اپنا گرویدہ بنائے۔
اور اپنے طریقہ کی طرف مائل کرکے اسکی اس توجہ مین شورش ڈالدے جو شیخ اول سے حاصل ہے اگر کوئی شخص
بطور خود پیش آئے اور اسکے طریقہ مین داخل ہونا چاہے تو اسوقت بھی اسے یہی مناسب ہے کہ اسکو شیخ کے حوالہ
کردے اور اپنے سلسلہ مین داخل نہ کرے البتہ اگر اسکے شیخ نے سفر آخرت قبول کرلیا ہو یا کسی دوسرے شہر
مین چلا گیا ہو تو مضائقہ نہین ہے۔

(۱۱) جسکو ذوق مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے پھر وہ کسی معصیت کے زائل نہین ہوتا۔

(۱۲) ولی دنیا مین آگ سے جلایا جاتا اور تلوار سے مار ڈالا جاتا ہے کیونکہ اسکے عناصر روح پر غالب ہوجاتے
ہین اور نشاہ اخرویہ مین اسکے برعکس حالت پیش آتی ہے لیکن یہ انہین اہل کمال کو نصیب ہوتی ہے جو

حجب ملکانیہ اٹھ جاتے ہین۔

(۱۳) شیخ فرماتے ہین کہ ایک فاضل نے کسی صوفی سے دریافت کیا کہ صوفیائے کرام بقدر ریاضات ومجاہدات کی سختیان اور تکلیفین کیون جھیلتے ہین۔ جواب دیا کہ اگر تجھے اسبات کی اُمید دلائی جائے کہ فلان شخص مشقت کی برداشت کریگا تو حکومت کی باگ تیرے ہاتھ مین دیجائے گی یا بادشاہ کی گردن تیرے آگے جھک جائیگی تو اسوقت تو یہ تمام مشقتین اور مصیبتین گوارا کریگا کہ نہین وہ بولا کہ ضرور بلکہ جس شخص کو ان باتون کا متوقع کیا جائیگا نہایت خوشی اور ذوق شوق سے بڑی بڑی سختیان جھیلنے کو تیار ہو جائیگا اسپر صوفی نے کہا کہ ہماری ان جانفرسا ریاضات اور جگرخراش مجاہدات کی یہی وجہ ہو کہ خدا تعالی اپنی عظمت وجبروت اور جاہ وجلال کیساتھ ہمارے خانۂ دل مین جلوہ فرما ہوتا ہو۔

(۱۴) ایک دفعہ جلہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور آپکے پیش نظر تھا جسکی تفسیر وتوضیح آپنے یون فرمائی کہ اصحاب قبور سے مدد چاہنے کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے حالات یاد کرکے عبرت پذیر ہو کیونکہ مردون کے حالات یاد کرنے اور اُن سے عبرت حاصل کرنیسے دنیاوی امور کے متعلقات کی رگ کٹجاتی اور فکر معاش مضمحل ہو جاتا ہو۔

(۱۵) حدیث ان الدنیا اخیفہ من جیفۃ منتنۃ کی تفسیر مین فرمایا کہ دنیا انسان کو خدا تعالی کی طرف متوجہ ہونے سے مانع آتی ہو کیونکہ انسان کا دلی تعلق اُسکے ساتھ وابستہ ہوتا ہی بخلاف مردار کے کہ اسمین یہ صفت پائی نہین جاتی اسلئے دنیا مردار سے زیادہ قبیح شنیع شہری۔

(۱۶) فرماتے تھے مخالف شریعت کوئی بات منہ سے نکالنا کذب فی الاقوال ہو اور شریعت کے برخلاف کوئی کام کرنا کذب فی الافعال اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا کذب فی الاحوال ہے۔

(۱۷) آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ اہل شہود حسین اور خوبصورت عورتین اور بے ڈاڑھی مونچھ کے نازک اندام لڑکون کی طرف بالکل التفات نہین کیا کرتے ہین کیونکہ اُن کی نظر ان لوگون سے تجاوز کرکے حسن حقیقی پر پڑتی ہو البتہ جو لوگ نعمت عظمی سے محروم ومحجوب ہوتے ہین وہ خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتے اور بدصورت عورت سے اعراض کرتے ہین لیکن عارف کے نزدیک دونون مساوی حکم رکھتی ہین اسیطرح اہل شہود راگ سننے سے متلذذ نہین ہوتے کیونکہ راگ کی صرف اسقدر کائنات ہوتی ہو کہ گویے

کے منہ سے نکلکر سننے والیکے کان تک پہنچتی ہو اور اگر گویا شدید الصوت ہے تو غایت مافی الباب کہ پچاس یا سو قدم تک پہنچتی ہو اور اس اولوالعزم اور خوش نصیب قوم کے ذوق شوق کی کوئی انتہا ہی نہین ہے۔

(۱۸) عارف کامل کبھی انجام اور خاتمہ پر نظر نہین ڈالتا کیونکہ یہ اُسکے حق مین نقصان صریح ہو اگر بفرض محال اُسکے بجانبے والی ندا سنتا ہو کہ ہم نے تجھکو بدبخت اور شقی کیا ہو یا یہ خوشخبری کان مین پہنچتی ہو کہ تیرا خاتمہ بخیر ہے بہر تقدیر ان دونون باتون کیطرف التفات وتوجہ نہین کرتا ہے اور اس عاجل نفع کو جو اُسے نقد وقت حاصل ہو یعنی جمال محبوب کا مطالعہ رجاء آجل کے حصول مین نہین چھوڑتا ہو۔

(۱۹) اہل شہود سانپ بچھو اور شیر چیتے اور چورون ڈاکوون سے کبھی خائف نہین ہوتے یہی وجہ ہو کہ بعض اکابر نے امتحان کی غرض سے اپنے نفوس کو ان خطرناک اور وحشت انگیز مقامات مین ڈالدیا ہو جو درندون اور زہریلے جانورون کے بن سمجھے جاتے تھے اور جہان آب ودانہ کا نام ونشان تک نہین پایا جاتا تھا لیکن اسپر بھی جب اُنکے دلون مین کسی قسم کا خوف وخطر پیدا نہین ہوا تو معلوم کرلیا کہ اب ہم مین کمال پیدا ہو گیا ہو اور ہماری عملی زندگی ایک بڑے عروج پر پہنچگئی ہو۔

(۲۰) خالد بن سنان کا جو یہ قصہ مشہور ہے کہ انھون نے انتقال کیوقت لوگون کو تاکیدی حکم کیا تھا کہ مجھے چالیس روز کے بعد قبر سے نکال لینا تاکہ مین عالم برزخ کے تمام احوال تم پر ظاہر کرون اور جو چیزین وہان موجود ہین اُن کی ٹھیک ٹھیک خبر دون اسکے بارہ مین آپنے فرمایا کہ جو شخص عالم دنیا سے سفر کرکے عالم برزخ مین پہنچ گیا پھر اُسکا بدن ناسوتی کے ساتھ جو تجزی وتبعیض اور خرق والتیام کے قابل ہو دنیا مین معاودت کرنا ناممکن ہو لیکن جسم مثالی کیساتھ جو تجزی اور خرق والتیام کے قابل نہین ہو رجوع کرلینا ممکن ہے جیسے حضرت جبرئیل دحیہ کلبی کی صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے تھے اسی طرح انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام کی مقدس وپاک روحین اجسام مثالیہ مین متشکل ہوتی ہین ہمین ذرا شک نہین کہ نفوس کاملہ تا قیامت دنیا مین موجود ہین مختلف شکلون مین متشکل ہو سکتے اور خدا کیطرف سے اُنہین وہ قوت عنایت ہوتی ہو کہ جو شکل وصورت چاہین اختیار کرین لیکن عالم برزخ مین داخل ہونے کے بعد ناسوتی جسم اختیار نہین کر سکتے پس خالد بن سنان کی مراد یہی تھی کہ مین بدن مثالی کے ساتھ دنیا مین رجوع کرونگا نہ جسم عنصری کیساتھ۔

یہان تک مین نے شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے ملفوظات نقل کئے جنسے آپ کا کمال علم اور تبحر ناظرین سوانح کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہو گا ان کے علاوہ اور بھی بہت سے عالمانہ مقولے کتابون مین لکھے ہوئے ہین جنکے درج کتاب کرنے سے مجھے تطویل کا خوف ہو ناظرین کتاب شوارق المعرفۃ کی سیر کرین اور آپکے والی ویز اقوال اور حکیمانہ مقولون سے لطف اٹھائین۔ اب مین اس باب کو آپکے حالات انتقال پر ختم کرتا اور معزز ناظرین کو چوتھے باب کی حیرت انگیز سین کی سیر کراتا ہون۔

شیخ کا انتقال

شیخ محمد ظفر رنگی کا بیان ہو کہ جناب شیخ صاحب ابتدائی زمانہ مین اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہماری عمر پچاس ساٹھ سال کے درمیان ہو گی اور ان دونون عددون کے مابین ہماری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک جائیگا چنانچہ جب آپنے اپنی عمر کے پچاس مرحلے طے کرکے آگے قدم رکھا تو مجھے شیخ کا وہ ارشاد یاد آیا اور ہمیشہ یہی خطرہ پیش نظر رہا لیکن اتفاق ہوا کہ جب آپ پچپن سال کی عمر کو پہنچے تو مجھے ایک ایسی تقریب پیش آئی جس کی وجہ سے مجبوراً رہتک جانا پڑا۔ رخصتانہ ملاقات کے وقت مین نے شیخ کی اسبارہ مین دریافت کیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو مین اس سفر کو ملتوی کرکے کسی اور زمانہ کیلئے اٹھا رکھون آپنے ایک خوش آئند تبسم اور نہایت ہی دلگیر مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا اور اس امر کے اظہار کرنے سے اعراض فرمایا اس بعد ارشاد کیا کہ نہین تمہین وطن ضرور جانا چاہیئے اور اس بات کا بالکل خیال کرنا نہین چاہیئے۔ گویا یہ آخری کلمات تھے جو محترم و بزرگ شیخ کی زبان مبارک سے نکلکر میرے کانون مین پہنچے جب مجھے وطن مین شیخ کے انتقال کی خبر پہنچی تو اپنی بدقسمتی اور محرومی پر سخت افسوس ہوا اور ذیل کا شعر ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ میری زبان پر جاری ہو گیا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد ۔۔۔ روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

الغرض گلشن شاعر جو شیخ کے انتقال کیوقت آپکی مجلس مین موجود تھا مین اُنکے پاس گیا اور انتقال کی کیفیت دریافت کی اُس نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ بیان کیا کہ جب شیخ کے انتقال کا وقت قریب ہوا اور آپ زندگی کے تمام مرحلے طے کرچکے تو شیخ عبد الاحد ایک دن آپکی زیارت کیلئے تشریف لیگئے اسوقت مین بھی شیخ کے ہمراہ تھا جب شیخ عبد الاحد اور اُنکے ساتھ مین آپکی خدمت مین پہنچے تو اسوقت

آپ اپنی عادت کے برخلاف چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور تمام اصحاب فرش زمین پر سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے اسوقت مجلس کا عجب عالم تھا چارون طرف سکوت و خاموشی کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اور حاضرین مجلس حالت بیخودی مین محو تھے شیخ نے والد عبد الاحد کو دیکھتے ہی ایک خوش آئند تبسم کیا اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرکے اُسی چارپائی پر اپنے برابر بٹھا لیا جس پر خود تشریف رکھتے تھے اگرچہ ایک عرصہ تک یہی صحبت رہی مگر باہم کسی قسم کی گفتگو اور کلام و کلام نہین ہوا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپکا دل تمام تعلقات سے وارستہ ہو گیا تھا اور ایک بے خودی کی حالت طاری ہو گئی تھی اور اسی بیخودی اور فرط رسیدگی کی وجہ سے آپ مکالمہ مین مشغول نہین ہو سکتے تھے تھوڑی دیر یہی حالت رہی اس بعد آپ چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ آپکے اہل خانہ شیخ عبد الاحد صاحب کے قریبی رشتہ دار ہو گئے تھے اسلیئے شیخ کو اپنے ساتھ گھر مین لیگئے اور اُسی اسلوب کے ساتھ بے گفت و شنید تھوڑے عرصہ تک صحبت رہی۔ اسی اثنا مین آفتاب مغربی گھاٹیون مین ڈبک ڈبک کر غروب ہو گیا اور موذن نے اذان مغرب دی۔ اسوقت شیخ فخر عالم نے جو بزرگ شیخ کے فرزند رشید تھے اور عمر مین سب سے بڑے علم و فضل مین سب سے افضل تھے عرض کیا کہ جناب اذان ہو گئی ہے باہر تشریف لیچلیے شیخ نے اوپر کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ بابا ابھی تک اندر و باہر مین فرق و امتیاز باقی ہے یہکہکر آپ اُٹھے اور مسجد مین پہنچکر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس صحبت کے منقضی ہونیکے بعد شیخ عبد الاحد صاحب نے فرمایا کہ محترم شیخ گویا اسی ہیئت پر بیٹھنے کے ساتھ مامور ہین اور گویا آپکے انتقال کا زمانہ قریب ہی آ پہنچا ہے اور رفیق اعلےٰ کی طلب آپ پر بوجوہ غالب آ گئی ہے چنانچہ اسکے بہت تھوڑے عرصہ بعد آپکا انتقال ہو گیا۔

انتقال

شیخ کے اصحاب کی ایک جماعت نے جو ہمیشہ خدمت اقدس مین حاضر رہتی تھی آپ کے وفات انتقال کی بابت یون تحریر کیا ہے کہ ابتدا مین آپکو کچھ یون ہی کسل و ملال عارض ہوا اسی اثنا مین آپنے متواتر تین روز تک کھانے کی طرف رغبت نہین کی نہ کسی سے زیادہ بات کی بلکہ آپکے دل مبارک مین انتہا درجہ کی بے خلقی پیدا ہوئی یہان تک کہ کسی شخص اور کسی چیز کی طرف مطلق التفات و توجہ نہین کی جب تین روز اسی حالت مین گذر گئے تو آپکے متعلقین و خدام مین ایک طرح کی عام بےچینی پھیل گئی اور نہایت کرب و اضطراب واقع ہوا اس وقت یہی آپ کسی پر ملتفت نہین ہوئے

لیکن جب نماز عصر کا وقت ہوا اور آپنے مسجد مین آنا چاہا تو گھر کے لوگون کو رخصت کیا اور چند الوداعی کلمے زبان مبارک پر جاری ہوتے جنسے ایک نہایت غمناک اثر آپکے متعلقین پر پڑا۔ حاضرین جلسہ کا اسوقت برا حال تھا اور سب زار و قطار رو رہے تھے۔ الغرض شیخ گھر والون سے رخصت ہوکر اور صبر و استقلال کی نمائش کرکے مسجد مین تشریف لائے اور بہت ہی عاجزی و انکسار کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپنے مقامات حضرت خواجہ نقشبند طلب فرمائے اور تھوڑے تھوڑے کہین کہین سے پڑھوائی اسی اثنا مین ایک شخص بے ریا معتقد نے پان حاضر کیے اور آپنے ایک دو ٹکڑے تناول فرمائے اور نہایت فرحان و شادان اُس تکیہ پر سہارا دیکر بیٹھ گئے جو آپکے پہلو مین لگا ہوا تھا تکیے پر سہارا دیتے ہی آپ کی روح بدن سے مفارقت کر گئی اور شیخ نے سفر آخرت قبول کیا۔

جس وقت شیخ کی روح جسم عنصری سے مفارقت کرنے لگی اور آپ نے معلوم کیا کہ اب سفر کا آخری وقت ہو تو جناب مخدومنا سیدنا حضرت شیخ عبدالرحیم کی طرف دست مبارک سے اشارہ کیا کہ گویا آپ اُنھین اپنے پاس بلانا چاہتے تھے اتفاق سے اس وقت شیخ عبدالرحیم گھر مین موجود تھے اور ہر بعض حاضرین مجلس تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تلاش مین گئے اور ادھر بعض اِرادون نے باینخیال کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی ہے آپ کو گودی مین اُٹھا کر گھر کے دروازہ پر پہنچایا اتنے مین جناب شیخ عبدالرحیم صاحب تشریف لے آئے اور دیکھا تو روح جسم سے پرواز کر چکی تھی آپ کے پُرنم آنکھون فوراً آنسو ڈبڈبا آئے اور کلمہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن پڑھا شیخ عبدالرحیم صاحب کی یہ کیفیت دیکھکر تمام حاضرین نے اس زور سے کلمۂ استرجاع کہا کہ ساری مسجد گونج اُٹھی اور محلہ مین ایک تہلکہ پڑ گیا شیخ کے انتقال کا نہ صرف آپ کے متعلقین اور معتقدین ہی کو افسوس ہوا بلکہ تمام ملک و قوم کو انتہا سے زیادہ رنج و افسوس تھا ساری رات آپ کے واقعات و حالات سنکر غم کے آنسو بہاتی تھی اور یاد کر کرکے بے قرار ہوتی تھی خاصکر جو لوگ آپ کے دلدادہ اور آپ کی فیض صحبت سے عروج کمال پر پہنچ گئے تھے وہ بہت ہی رنجیدہ اور مضطرب تھے اور ایک مدت کے بعد بھی ہنوز یہ واقعات اُنکے دلون مین تازہ تھے۔

سیشیخ کا انتقال ۱۷ تاریخ محرم ۱۱۰۱ھ ہجری مین ہوا آپ کے بعض مخلصون نے تاریخ انتقال

فی البدیہ آپ کی وفات "آفتاب حقیقت" بحساب ابجد کالی ہو رضی اللہ عنہ و ارضاہ و جعل اعلیٰ الفردوس مثواہ آمین۔

شیخ کی عمر کا ٹھیک اندازہ بتانا بہت مشکل ہو کیونکہ آپ کی ولادت کے سنہ و تاریخ کا پتہ باوجودیکہ تحقیقات کے کہین سے دستیاب نہین ہوا البتہ مختلف تذکرون سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت عہد ابو المظفر محمد شاہجہان بادشاہ مین ہوئی۔

اسیطرح شیخ کی اولاد کا بھی پتہ نہین چلتا۔ مین نے اس بارہ مین جسقدر کوشش کی ہندی مورخون کی بے توجہی سے انتہائی ناکامیاب رہا متعدد کتابون کے پڑھنے اور مختلف تذکرون کے دیکھنے سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ شیخ ابو الرضا محمد کے ایک صاحبزادے نہایت برگزیدہ اور ستودہ صفات شخص تھے جو شیخ فخر العالم کے ساتھ شہرت رکھتے تھے اس دنیا کے مشہور و نامور عالم کا اسوقت انتقال ہوا جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عمر کے چودہ مرحلے طے کرکے پندرھوین مین قدم رکھا تھا لیکن میرا صرف اس قدر کہنا کبھی کافی نہین ہو سکتا ممکن ہو کہ شیخ کی اور بھی اولاد ہو جو مورخون کی بے توجہی یا معمولی واقعات کے لحاظ سے نظر انداز کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہو کہ شیخ کی اولاد کا کسی مقام پر تذکرہ ہوا اور تتبع کیوقت میری نظر قصور کر گئی ہو بہرحال خواہ اسے میری قصور نظر پر محمول کیا جائے یا ہندی تذکرون کے مؤلفون کی بے توجہی خیال کی جائے مین اس کہنے سے کبھی خوف نہ کرونگا کہ مجھ شیخ کی اولاد کی بابت کچھ معلوم نہین کہ کسقدر تھی اور کس کس نام سے شہرت رکھتی تھی

چوتھا حصّہ

عارف باللہ جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ

تمہید

معزز ناظرین! **حیات ولی** کے تین حصے ختم ہو چکے جنمیں آپنے شاہ صاحب موصوف کے عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کے ممتاز و منتخب حضرات کے حالات زندگی کی اچھی طرح سیر کی اور اُن کی سوانح عمریاں شوق دیکھے پڑھیں۔ اب چوتھے حصہ کا آغاز ہے۔ جسمیں ہم اس اولوالعزم اور قابل انتخاب خاندان کے چشم و چراغ یعنے عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب کی لطائف بیان کرینگے یہ وہ نامور و بلند اقبال اور مشہور شخص ہیں جنہوں نے اپنے علمی تبحر اور فضل و کمال کی وجہ سے اس معزز و بزرگ خاندان کو ساری دنیا میں روشناس کر دیا ہو۔ اور جنکے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لیکر عرب تک بڑے زور شور سے اڑ رہا ہے۔

شاہ صاحب کے علمی تبحر اور فضل و کمال کی جہانتک بھی تعریف کیجائے وہ بہت کم ہو کیونکہ اس محترم خاندان میں ایسے حضرات بہت کم گزرے ہیں جنمیں وہ تمام کمالات ہوتے جو تنہا آپکی ذات والا صفات میں پائے جاتے تھے۔ جس شخص نے اپنے خاندان کے گزشتہ لوگوں کے اعزاز و وقار قائم رکھے بلکہ اُنپر ایک نئی جلا پیدا کرکے اور بھی چمکا دیا۔ اور جسنے اپنی آیندہ نسلوں کی کامیابی کیواسطے ایک ایسا بیج بویا جو بعدازاں انکی ان تھک کوششوں سے پھلا پھولا اور لہلہایا وہ یہی شاہ صاحب ہیں۔ آپ کی خداداد قابلیت اور حسن لیاقت کا اندازہ صرف اسی سے نہیں ہو سکتا کہ خود بہت بڑے فاضل اور عالم اور خواص و عوام کے مقتدا و معتقد علیہ تھے اور پبلک سے اجتہاد و امامت کا معزز خطاب حاصل کر چکے تھے بلکہ اپنی اولاد اور ملک و قوم کو عروج پر پہنچا دیا تھا جو آج تک دونوں کو زندہ کئے ہوئے ہے۔

اسمیں ذرا شک نہیں کہ یہ ممتاز خاندان جس کی نسبت میں چند جملے تحریر کر چکا ہوں اور جسکے مفصل حالات آپ پہلے دوسرے تیسرے حصے میں پڑھ چکے ہیں اپنی خاص نوعیت اور خاص فضائل اور عام نفع رسانی میں ہندوستان میں لاثانی اور بینظیر تھا۔ اور علم و فضل اور شہرت عام کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا نیز اسکا ہر ایک ممبر آسمان علم کا مہر جہانتاب تھا لیکن حقیقت میں شاہ ولی اللہ صاحب

نے علمی کمالات میں جو اقتدار و اعزاز حاصل کیا وہ اس خاندان کیلئے بہت بڑا ذریعہ افتخار تھا۔ اور اگر سچ پوچھیے تو اس خاندان کو سب سے زیادہ جس شخص نے تاریخ میں بقائے دوام کا اعزاز بخشا ہو وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہی ہیں بلکہ میرا یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اس خاندان کو علمی حیثیت سے جو فضیلت و ترجیح دوسرے علمی خاندانوں پر حاصل ہے وہ آپ ہی کے طفیل سے حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ کہنا واقعہ نفس الامری ہے کہ جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب بلحاظ شہرت عام اور دیگر فضائل کے الولد سر لابیہ کے پورے نمونہ تھے۔ اور نہ صرف نمونہ ہی تھے بلکہ اُسے چلا اور چمکا دینے والے تھے۔

چونکہ شاہ صاحب کے مراتب علم اور شان کمال کا انحصار کرنا مشکل اور سخت مشکل ہے اس لیے نہایت مختصر الفاظ میں آپکی تعریف یہ ہے کہ علم حدیث و تفسیر کی ترویج و اشاعت میں آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان میں ان مقدس علوم کو رواج دیا اور طالبان علم کو ندائے عام دی اپنے فیضان سے پیاسوں کو سیراب کیا۔ اور اسلامی علوم کو باریک و دقیق مسائل کو دنیا والوں کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ آپ ہی کا فیض عام ہے جس سے آجتک حدیث و تفسیر کا چراغ روشن ہے۔

شاہ صاحب کے حالات پر سرسری نظر

معزز ناظرین! قبل اسکے کہ میں جناب خاتم المحدثین امام المفسرین فاضل اجل عالم اکمل عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی تاریخی زندگی کے مفصل حالات و واقعات جداجدا عنوان سے بیان کروں اور آپکے اخلاق و عادات پر تفصیل کیساتھ ریویو کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت مختصر اور اجمالی طور پر آپکے علمی مذاق اور فضل و کمال کا خاکہ کھینچوں اور اسکے ساتھ سرسری طور پر آپکی اُس خداداد شہرت کا ذکر کروں جو قریب قریب کل ہندوستان اور عرب دونوں میں آجتک پھیلی ہوئی ہے۔

جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب ایشیائی دنیا بالخصوص دنیائے اسلام کے مشرقی حصوں خاصکر اسلامی قوموں میں ایسے نامور اور باجاہ و جلال اور ذی عظمت و شان بزرگ ہو گزرے ہیں جنکا نام نامی ایسا نہیں ہے جس سے کوئی شخص آگاہ نہو۔ ہندوستان کے عام طبقات میں کوئی شاذ و نادر ہی ایسا اسلامی طبقہ ہوگا جو آپکے مبارک نام اور آپکے مقتدر و معزز خاندان سے ناواقف ہوگا۔ خاص دہلی اور اس کے اطراف و اضلاع میں کوئی ایسا گھر نہیں جسکے بچہ بچہ کی زبان پر آپ کا نام نہایت عظمت و وقار اور اعزاز و احترام کیساتھ جاری نہوگا۔

یہ بات نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت سے دیکھی جاتی ہے کہ عام طور پر اسلام کی مختلف شاخوں کے

تمام موافق و مخالف فرقے حتی کہ مخالفین اسلام بھی اس عزیز الوجود اور خلیق و رحمدل خدا پرست و برگزیدہ ولی کے فضائل و کمالات کے بدل معترف ہین اور سب متفق ہوکر اس امر کی باآواز بلند شہادت دیتے ہین کہ حقیقت مین یہ پاکباز اور خدا کا پیارا بندہ علمی حیثیت اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے اپنے زمانہ کا فرد اور فضل و کمال کے جولانگاہ کا پورا شہسوار ہے۔ قیافہ شناس نظرین آپکی دلفریب طفلانہ حرکتون سے پہلی ہی خوب سمجھ گئی تھین کہ اس شریف و نجیب خاندان کے بانیون کی ڈالی ہوئی بنیادین اس مبارک بچے ہی کی ان تھک کوششون سے ایک زمانہ مین آسمان سے باتین کرنے لگین گی۔ اور آیندہ نسلون کے عروج و استحکام کا سبب بھی یہی بچہ ہوگا۔

اس مقدس بزرگوار کے علم و فضل کی نسبت علمائے مورخین نے جیسے جیسے وزنی اور قیمتی ریویو کیے ہین۔ اور اُسکی خداداد قابلیت پر متفقہ الفاظ مین قابل وقعت اور پرزور ریمارک کیے ہین حقیقت مین وہ اُسکے مراتب کمال اور علمی تبحر کیواسطے اعلیٰ درجہ کے سارٹیفکٹ ہین جنسے اسکی اُس شان و عظمت اور اعزاز و اقتدار کا کافی ثبوت ملتا ہے جو آجتک علما کے دلمین باقی ہے اور گو اُسے سفر آخرت کیے ہوئے زمانہ دراز گزر چکا ہے لیکن اُسکی عظمت و حشمت اور جاہ و جلال کے آثار بدستور تازہ ہین۔

ایک قابل مصنف کا ریویو

سیر الاخیار کے مولف نے شاہ صاحب کی لیاقت پر ایک مختصر ریمارک کیا ہے جسکے الفاظ یہ ہین کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب اپنے زمانہ کے تمام علما پر کھلی اور واضح فضیلت رکھتے تھے دنیا کے اس کونے سے لیکر اُس کونے تک ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو علمی کمالات اور اخلاقی فضائل مین آپکا دعویدار ہوتا اور بفرض محال اگر کسی صفت مین کوئی شریک ہو بھی تو یہ دعوے ہرگز نہین کیا جاسکتا کہ باطنی تصرف مین بھی آپسے افضل ہو۔ حقیقت مین آپ جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول تھے۔ حقائق و معارف سے پوری آگاہی و واقفیت رکھتے تھے اور تصوفانہ تحقیقات مین بھی آپکو کمال دستگاہ حاصل تھی۔ مریدون کی پر نور اور عقیدتمندانہ بصارت سے بھری آنکھین آپکے جمال کی تابانی و درخشانی سے ہر وقت روشن و منور رہتی تھین۔ اور عقیدت کیش علما اور سلیم الطبع فضلا کا جمگھٹا ہمیشہ آپکے در دولت پر لگا رہتا تھا۔ آپ حدیث و تفسیر و فقہ کے علوم کے درس و تدریس مین ہمیشہ مستغرق رہتے تھے اور ایام نہایت عزت و وقعت کیساتھ شہرت و ناموری پیدا کرلی تھی۔ آپ نہ صرف علم و عمل کے لحاظ سے فرید عصر اور یگانہ روزگار تھے بلکہ مجتہدین فن اور ماہرین کمال کے زمرہ مین شمار کیے جاتے تھے اور ایک انتہا درجہ

کے جید محدث تھے معمولی تعلیم کے بعد آپ کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی نے صرف اپنے وقت کے علما پر قناعت کرنا پسند نہین کیا بلکہ ہمت و استقلال کے شاہین بلند پرواز نے سفر کیلئے بال و پر کھولے اور صرف احادیث کی سند حاصل کرنیکے لیے عربستان تشریف لیگئے حرمین محترمین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایک معتدبہ زمانہ تک وہان قیام کیا۔ حضرت شیخ ابوطاہر مدنی وغیرہ مشائخ حرمین محترمین سے سند حدیث حاصل کی اور خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا۔ نئے نئے خیالات کے لوگون سے مباحثے کیے اور مختلف عقائد کے اُصول و فروع کے اصلی پہلوؤن پر دقیق اور غور مین ڈوبی ہوئی نظرین دوڑائین کیونکہ عرب اسوقت مختلف عقاید و مذاہب کا بازیگاہ بنا ہوا تھا۔

جب آپکو اس صورت سے کچھ دن عرب مین گزر چکے اور دلی مقاصد کی پورے طور پر تکمیل ہوگئی تو اب وہان سے وطن مالوف کی طرف مراجعت کرنے کا قصد کیا اور دو ڈھائی سال کے عرصہ مین ہندوستان کیطرف رجوع ہوئے۔ یہان آکر پرانی دہلی مین اپنے قدیم مکان مین سکونت اختیار کی اور علمی اشغال مین مصروف ہوگئے۔ شہر کے عموماً باشندے خاصکر اطراف و جوانب کے نامی گرامی فضلا خدمت اقدس مین حاضر ہوکر سند حدیث حاصل کرتے اور آپکے پر اثر وعظ اور عبرت انگیز نصائح کی دولت سے گودیان لبریز کرکے جاتے

اسمین ذرا شک نہین کہ جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی بڑے پایہ کے شخص تھے اُس عہد مین سب سے زیادہ جس چیز نے آپکو تمام دنیا مین مشہور کردیا تھا وہ آپکے علمی کارنامے اور حدیث و تفسیر کا درس تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ صفحات تواریخ کو آجتک آپکے نام نامی سے زینت حاصل ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ علم حدیث مین جس اولیت کا تمغہ اُس زمانہ کے مورخون نے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کیلیے تجویز کیا ہے اُس کے مستحق جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ہین۔ کیونکہ علم حدیث کی عمارت کے بانی اگرچہ جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی تھے لیکن جنہون نے اس عمارت کا نقشہ تیار کیا اور پھر اشاعت و رواج کے مرقعون سے اسکی در و دیوار کو سجایا وہ شاہ ولی اللہ صاحب ہین۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادین آپ ہی کی ان تھک کوششون سے بلند ہوئین اور اس عروج کو پہنچین کہ تھوڑے دنون مین آسمان سے باتین کرنے لگین۔ اس بنا پر مین کہہ سکتا ہون کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسا محدث مفسر فقیہ ہندوستان کو اپنی آغوش مین پالنا بہت کم نصیب ہوا ہوگا۔ بلکہ آپ جیسا طباع خوش فہم نکتہ سنج دقیقہ رس کوئی دوسرا پیدا ہی نہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابو الطیب شاہ صاحب کے حالات پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ

"انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مقدس اور پاک نفس (یعنے جناب شاہ ولی صاحب) کا عزیز وجود اگر گزشتہ زمانہ میں ہوتا تو تمام مجتہدون کا پیشوا اور مقتدا مانا جاتا بلکہ اُن کا سرتاج بنایا جاتا اور امام الائمہ کا وزنی اور قیمتی خطاب پاتا"۔

ایک اور فاضل مورخ مختصر الفاظ میں یہ پرزور ریمارک کرتا ہے۔ کہ "اگر میں نہایت راستی اور انصاف سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرون تو بلا تامل اس بات کا ضرور اعتراف کرونگا کہ میں نے زمانہ موجودہ میں تو کیا متقدمین کے زمرہ میں بھی اس رنگ ڈھنگ کا فاضل نہین دیکھا۔ اور نہ میں کسیکو ایسا متبحر اور دقیق نظر وسیع خیالات پاتا ہون جو تمام علوم و فنون کا جامع ہو اور ہر علم و فن میں عمدہ طور پر دلچسپی کرتا اور بحث کر سکتا ہو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہو کہ ہر ایک ایک فنی ہوتا ہے اور ایک ہی علم سے وہ اپنی نظر کو وسعت دیتا اور انہین تبحر حاصل کرتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ دو فن تک اسکا شاہین کمال بلند پروازی کر سکتا ہے لیکن یہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہو کہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ہر فن میں طاق اور بے مثل فاضل تسلیم تھے"۔

انکے علاوہ اور بہت سے علما مورخین کے ایسے پرزور اور وزنی ریمارک میری زیر نظر ہیں جنسے شاہ صاحب کا بے نظیر علمی تبحر اور انکی جودت طبع اور ذہنی ذکاوت اور شان فضل و کمال کا عروج ثابت ہوتا ہے لیکن میں انہیں تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتا ہون اگر ممکن ہوا تو انشاء اللہ آگے چل کر کسی موقع پر جدا عنوان سے بیان کرونگا۔

شاہ صاحب کی عظمت و وقعت

شاہ صاحب کی علماء وقت کے دلون میں کس قدر وقعت تھی یہ ایک وسیع مضمون ہے جسکی تفصیل و توضیح کا یہ موقع نہیں ہو ناظرین آگے چلکر آپکے حالات زندگی کا مطالعہ کر کے خود اسکا اندازہ کر لینگے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے زمانہ میں وہ عظمت و بزرگی اور اعزاز و اقتدار پایا تھا جسکی وجہ سے علماء وقت نے آپکو خاتم المحدثین امام المفسرین کے نہایت معزز و مقتدر اور باوقعت القاب دیے تھے علاوہ ازین آپ کا جو مرتبہ و عظمت اُن کے دلون میں موجود تھی وہ ایک ایسے اعلیٰ و ارفع درجہ کی تھی جس کا کسیطرح پورا اور کافی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے علما و فضلا جنہوں نے خود امام وقت اور مجتہد فن کا تمغہ پبلک سے حاصل کیا تھا اور جو معتقد علیہ عوام و خواص تسلیم کئے جاتے تھے نہایت عقیدت و اخلاص کیساتھ آپکی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپکے خداداد تبحر اور علمی برکتون سے

بہرہ اندوز ہو کر آپکی ذاتی قابلیتون اور فطری لیاقتون اور بلند ہمتی و ذوق علمی کا دل سے اعتراف کرتے اور جب خواص کی عقیدت و خلوص کی یہ کیفیت تھی تو عوام اہل اسلام کی عقیدت کا اندازہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔

منصبی فرائض

شاہ صاحب کی تاریخی زندگی میں جو سب سے زیادہ قابل وقعت اور لائق تقلید بات ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے منصبی فرائض کو ایسی آزادی اور جوانمردی کے ساتھ ادا کرتے تھے جسکی نظیر ایشیائی دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی آپ قریباً رات دن کے اکثر حصون میں کتاب و سنت اور علوم دینیہ کے مطالعہ اور درس تدریس میں ڈوبے رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کا تمام بیش قیمت وقت حدیث و قرآن کے رواج دینے اور اسلامی طریقہ کے شایع کرنے علمی اشغال کے پھیلانے میں صرف ہوتا تھا شوقین اور جفاکش طلبہ آپکی علمی فیاضیون کی بے مثل ولاجواب شہرت سن سنکر دور دراز ملکون سے سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کر کے جوق جوق آتے تھے اور علمی برکتون سے گودیان بھر بھر کر جاتے تھے رات دن میں کوئی ایسا وقت مشکل ملتا جس میں درِ دولت پر علما فضلا کے حلقون کی گرم بازاری نہ ہوتی اور طلبہ کا ہجوم اُن کی رونق کو دوبالا نہ کرتا تمام دن اہل علم کا ایک تانتا سا بندھا رہتا اور دروازہ میں فضلاء کے جمگھٹے لگے رہتے ایک طرف سائلون اور مستفیدون کا جم غفیر صف آرا رہتا اور ایک طرف طالب علمون کی جماعت گردن جھکائے بیٹھی رہتی۔ ادھر آپ طلبہ کو درس دیتے اُدھر سائلون کی حاجتیں پوری کرتے۔ ہر شخص یکے بعد دیگرے اپنا استفتا پیش کرنا شروع کرتا اور اُسیوقت جواب کا طالب ہوتا آپکا حافظہ اس بلا کا تھا کہ فوراً پیش شدہ مسئلہ کو جانچ لیا کرتے اور بلا تامل جواب شافی دیتے جس تبحر اور لیاقت کے ساتھ آپ ہر مسئلہ میں تقریر کرتے وہ ایسی معمولی تقریر نہیں ہوتی تھی جس سے لوگون کو استعجاب اور استعجاب کے ساتھ حیرت نہوتی۔

بعض وقت سائلون کا ہجوم اور طلبہ کی کثرت سے ایسا بے معنی شور و غل اس درجہ تک پہنچ جاتا کہ ایک نازک دماغ شخص چاہے جسقدر حلیم و بردبار کیون نہ ہو کبھی ممکن نہیں کہ اُسکا تحمل کر سکے لیکن چونکہ شاہ صاحب کا مزاج قدرتاً حلیم اور رحیمانہ واقع ہوا تھا اور انسانی ہمدردی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھر دیگئی تھی اسلیے آپ انکے اس ہجوم اور شور و غل کا تحمل بڑی خوشی کے ساتھ کرتے اور ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہو نہایت متانت و سنجیدگی اور منکسر المزاجی کے ساتھ جواب دیتے اور

شافی جواب دیتے۔

اخلاق وعادات

آپکے اخلاق وعادات نہایت عام و وسیع تھے اسوجہ سے ہر شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہو ہر وقت آپ سے بلا تامل مل سکتا اور اُسکے لیے وسیلہ و تعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی آپ کی طرز معاشرت میں جو چیز سب سے زیادہ پسندیدہ اور قابل تعریف بات ہو وہ یہ ہے کہ آپکا جو نفاست پسندی اور نازک مزاجی کے فضول شان و شوکت اور نمائش کا نام نہ تھا جب آپ بازار میں نکلتے تو ایک معمولی حیثیت سے نکلتے آپ جس درجہ اور رتبہ کے آدمی تھے اُس لحاظ سے آپ کی ہمراہی میں کم از کم دو تین خدمتگار ہر وقت ضرور رہنے چاہیے تھے لیکن چونکہ غرور و نخوت تکبر و ترفع اور کم ہمتی سے ہیں نام کو نہ تھی ہلتے بازار تشریف لیجاتے وقت آپکے ساتھ ایک آدھ آدمی بھی نہ ہوتا تھا باوجود کہ وسیع اور عالمانہ تزک و احتشام کے آپکے مزاج میں انتہا درجہ کا عجز و انکسار تھا عام طرز معاشرت تکلف اور بناوٹ سے بالکل خالی تھی۔

اوقات کی پابندی

آپ کا اکثر وقت تو علوم دینیہ کی درس تدریس اور فرائض منصبی کی تکمیل و ادائیگی میں صرف ہوتا تھا جیسا کہ میں مختصراً اوپر بیان کر آیا ہوں اور تھوڑا حصہ مراقبہ و مکاشفہ اور احکام طریقت کی تعلیم و تلقین اور علم سلوک کی باریک و غامض مسائل کے حل کرنے میں۔ اس سے زیادہ خوش قسمتی کی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ روز ازل سے جسطرح آپ کو شریعت کا حصہ ملا تھا اُسیطرح علم طریقت کا سہارا کتنا اچھا آپکے سر پر رکھا گیا۔ جیسا علم حدیث و تفسیر آپکے آگے پانی تھا ویسا ہی آپکی ضمیری و روحانی جوہر اپنے میں ممتاز کی گہری تہ رکھتے تھے اور ربانی قابلیتوں کا پرتو آپکے مجلد دل میں کامل طور پر پڑ چکا تھا چنانچہ آپکے باقی علوم اور روحانی فیوض کا ذکر آپکے تفصیلی حالات میں کسیقدر بسط و شرح کیساتھ کرونگا۔

علمی ترقی

یہ آپ ہی کی مقدس و مبارک ذات کا فیض تھا کہ نہ صرف دہلی بلکہ اُسکے اطراف و مضافات میں دینی علوم اور رسمی فنون کا ایک عظیم الشان سمندر بڑے زور و شور سے لہریں لے رہا تھا اور حدیث و تفسیر کا نہایت چمکدار و منور اور چشمہ تھا کہ جاری اور دلگیر اور کیسا تہ ایل کر رہا تھا جس سے صدہا خوش گوار اور ماندگی بخش نہریں کٹ کٹکر دور تک بہی چلی گئی تھیں اور جنہوں نے اپنی انتہا سے زیادہ شادابی اور خنکی کے اثر سے ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا تھا قریب قریب ہندوستان کا اکثر حصہ علوم و فنون کے ان لہلہاتے درختوں کے خنک اور راحت دہ سایہ سے آسائش گزین تھا جنکے بیٹھی بیٹھی اور

عطر آمیز جھونکوں نے ایک عالم کے دل و دماغ کو معطر کر دیا تھا جسطرف نظر اٹھتی تھی اور جہانتک کام کرتی تھی علمی ہی پودے لہلہاتے نظر پڑتے تھے جو دیکھنے والوں کو بڑے وثوق و اعتبار سے اُمیدیں دلاتے تھے کہ عنقریب ایک وہ تابان و درخشان زمانہ آنے والا ہو جس میں ایک عالم اِس سرے سے لیکر اُس سرے تک ان ہی نونہال اور ہونہار پودوں کے نشاط انگیز سایے میں بیٹھکر آسائش و نشاط کا کافی حصہ لیگا اور انکے پھل پھولوں سے گودیاں بھر بھر کر میجائیگا۔

شاہ صاحب جیسے فاضل و علامہ تھے ویسے ہی محنتی اور جفاکش بھی تھے نفس کشی کے لیے محنت و ریاضت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور نفس امارہ کو احکام خداوندی کا پورا پورا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ نیکوکاری۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ طاعت الٰہی۔ خدا و خلق بیشک تواضع نیک نیتی۔ وفاشعاری۔ خداترسی۔ یہ سب باتیں تو جو حسن آپ میں پیدا ہوگئی تھیں۔ گویا قدرت کے پیارے اور نازک ہاتھوں نے اوصاف جمیلہ اور احاسن جلیلہ کی جو قیمتی قبا آپکے موزون قامت کیلئے قطع کی تھی وہ دوسرے قدر پر بشکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی۔ قطع نظر اسکے آپکے معجز نما کرامات اور روحانی کشف و جذبات کے چرچے تمام دنیا میں پھیلے ہوئے تھے اور ہر خاص و عام کی زبان زد تھے آپ کا ہنس مکھ چہرہ اُس حسن اخلاق اور شائستہ عادات کا پتا دیتا تھا جو پہلے ہی سے فطرت کی بخششوں سے آپ کو عطا ہوئے تھے۔

غرضکہ شاہ صاحب اپنے زمانہ میں ایک دیے سالم الثبوت اور فخر روزگار محدث تھے جو تمام مروجہ فنون میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے علم حدیث و تفسیر کے جولانگاہ کے پورے شہسوار تھے اور حنفی مذہب کے دوسرے بازو سمجھے جاتے تھے۔ عوام و خواص کے مرجع اور علما فضلا کے معتقد علیہ تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کی جودت طبع۔ رسائی ذہن۔ بلند خیالی۔ دقیق النظری۔ حوصلہ مندی ایسی ہی بے نظیر تھی۔ قوت اجتہاد۔ تبلیغ علم کتاب و سنت کی فہم معانی میں مہارت ایسی ہی وسیع تھی۔ زہد و تقویٰ کے علاوہ جوانمردی۔ خوش خلاقی۔ منکسر المزاجی۔ تورع احتیاط پلے درجہ کے تھے غرضکہ ہر بات بھی بالکل انوکھی تھی جو وصف تھا نرالا تھا۔ باوجود ان تمام باتوں کے آپ کا حافظہ ایسا بے مثل اور یادداشت اس بلا کی تھی کہ سالہا سال کی سنی سنائی بات اس متانت اور بے تکلفی کیساتھ بیان فرماتے تھے کہ سننے والے ششدر کرنے لگ جاتے تھے۔

یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شاہ صاحب نے دولت علم کے علاوہ ثروت و تمول کا بھی حصہ لیا تھا اور تمول کے ساتھ وہ زیور بھی تھا جو مال و دولت کیلئے نہ صرف زیب و زینت ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی ترقی و عروج کا ذریعہ ہے یعنی آپ کی طبیعت نہایت سخی اور فیاض واقع ہوئی تھی فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ رحمانہ و فیاضانہ برتاؤ اور سلوک کے علاوہ طلبہ کی معیشت کے سامان ہمیشہ مہیا رکھتے اور خاص عنایت و مہربانی سے پیش آیا کرتے تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا اُن سے سلوک ہوتے لیکن یہ عجیب دیکھا جاتا ہے کہ باوجود تمول و دولتمندی کے خود ایسے سادے اور بھولی طریقے سے زندگی بسر کرتے کہ ایک خوشحال شخص سے نہایت مشکل اور بعید از قیاس ہو آپکے خاصے میں اکثر اوقات خشک روٹی اور کبھی کبھی بقولات ہوتے۔

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی ولادت طفولیت تعلیم تربیت سن رشد وغیرہ

شاہ صاحب کے وقعات ولادت پر ریویو کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اُن مبشرات کو مختصراً قلم بند کروں جو آپ کی ولادت سے قبل صلحا و علما کی ایک جماعت نے آپ کی نسبت دیکھے اور جنکی بابت خود جناب شاہ صاحب اپنی ایک تالیف میں یوں ریمارک کرتے ہیں "کہ ہنوز میں پیدا نہیں ہوا تھا کہ حضرت والدین اور عرفا کے ایک گروہ نے میرے حق میں بہت سے مبشرات معلوم کیے چنانچہ بعض اعزہ و اخوان اور اجلہ خلان نے اُن واقعات نیز میری تاریخ زندگی کے پورے حالات کو نہایت تفصیل کیساتھ ایک رسالہ میں ضبط کیا ہے جس کا نام قول جلی رکھا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء واحسن الیہ والی اسلافہ واعقابہ وادخلہ الیٰ ما تمناہ من دینہ ودنیاہ"

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حیات ولی کی تالیف کے زمانہ میں میں نے اُن انتھک کوششیں کی کہ کسی طرح یہ نسخہ دستیاب ہو جائے اور بعض دوستوں کی خدمت میں خطوط بھی لکھے لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کی کسی علمی سوسائٹی میں سراغ نہیں لگا لہذا مجبوری و یاس کی حالت میں خود شاہ صاحب کی تالیفات اور دیگر فارسی و عربی کی بسیط کتابیں بنظر انتخاب دیکھنا شروع کیں اِن تمام کتابوں میں جہاں کہیں شاہ صاحب کی سوانح عمری کے متعلق کوئی ذکر دیکھا گیا یا کوئی خاص واقعہ نظر پڑ گیا منتخب کر کے

ترتیب کا لباس پہنایا گیا۔

الغرض مجھے اُن مبشرات و واقعات کا تو پتا لگا نہیں جنہیں **قول جلی** کے مؤلف نے جمع کیا ہے لیکن رسالہ **بوارق المعرفۃ** سے جو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات و واقعات میں تصنیف کیا گیا ہے چند مبشرات انتخاب کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے کا اتفاق ہوا وفعۃً اُن کی روح مبارک نے مجھ پر ظاہر ہو کر فرمایا کہ شیخ عبدالرحیم! عنقریب تمہارے ہاں ایک فرزند رشید پیدا ہوگا۔ تم اُسکا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ لیکن چونکہ میری بی بی سن شباب کے تمام مرحلے طے کر کے زمانہ ایاس تک پہنچ چکی تھیں اور اس عمر میں حادثۂ ولادت کا تحقق نہیں ہوتا اس لئے مجھے گمان ہوا کہ شاید خواجہ کی مراد یہ ہے کہ جب تمہارے ہاں پوتا پیدا ہوگا تو اُسکا قطب الدین احمد نام رکھنا لیکن خواجہ نے میرے اس اندرونی خطرہ پر فوراً مشرف ہو کر فرمایا کہ نہیں میری یہ مراد نہیں ہے بلکہ جس لڑکے کی نسبت میں نے تمہیں بشارت دی ہے وہ تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا چنانچہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد مجھے نکاح ثانی کا داعیہ پیدا ہوا اور نکاح کے تھوڑے عرصہ کے بعد ولی اللہ پیدا ہوئے اگرچہ اول اول مجھے یہ واقعہ بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا اور اسی وجہ سے میں نے انہیں ولی اللہ کے نام سے شہرت دی لیکن جب وہ واقعہ یاد آیا تو میں نے اُن کا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔

بوارق المعرفۃ میں لکھا ہے کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو انہیں الہام ہوا کہ تقدیر الٰہی اسپر جاری ہوئی ہے کہ ایک بلند اقبال اور ہونہار لڑکا اور پیدا ہوگا جس کی شہرت کا ستارہ اوج عروج پر پہنچکر شہاب ثاقب کی طرح چمکے گا اور جس کے اقبال اور کمال علم کا آفتاب پوری ترقی کے نصف النہار کے مرکز پر پہنچ جائے گا۔ اسی اثنا میں آپکے خاص خاص اصحاب اور بزرگان وقت نے بھی اِس مضمون کی بشارت دی کہ پیدا ہونے والا لڑکا بڑا صاحب اقبال اور نامور ہوگا۔ اُسکی شان علم اور مراتب کمال کا انحصار ارباب زمانہ کو مشکل ہوگا اور وہ علوم و فنون میں فرزانۂ روزگار اور اپنے عہد میں ایک نہایت دانشمند و طباع اور ضرب المثل شخص ہوگا اُس کے سامنے وارث تخت و تاج کی گردن جھک جائے گی اور عوام و خواص کا مذہبی مقتدا و پیشوا تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ ان بشارات کو سنکر شیخ عبدالرحیم صاحب نے

دوسرے نکاح کا ارادہ کیا۔ حضرت شیخ محمد نے جب یہ ماجرا سنا تو اپنی جگر پارہ کو بنت شیخ کے نکاح میں دیدیا کیونکہ آپ کو اس بارہ میں زیادہ اعتنا تھا بلکہ بیحد حریص و راغب تھے کہ یہ ہونہار و بلند اقبال لڑکا میری بچی پارہ کے بطن سے پیدا ہو۔

ہنوز شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہیں ہوئے تھے کہ ایک رات جناب شیخ عبدالرحیم آپکے والد بزرگوار نماز تہجد میں مصروف تھے اور آپ کی والدہ محترمہ بھی اسی جگہ تہجد کی نماز ادا کر رہی تھیں جب شیخ صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا میں مشغول ہوئے آپ نہایت عجز و انکساری سے دعا کر رہے تھے اور والدہ مکرمہ پیچھے کھڑی آمین کہہ رہی تھیں اسی اثنا میں ان دونوں حضرات کے درمیان دو ہاتھ ظاہر ہوئے جن کی نسبت محترم شیخ نے فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اس فرزند کے ہیں جو عنقریب عرصہ وجود میں قدم رکھے گا اور اپنے نور علم سے تمام دنیا کو چمکا دے گا اسوقت وہ بھی ہمارے ساتھ دعا میں شریک ہے اور باعجز و انکسار آمین کہہ رہا ہے۔ خود جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد فقیر پیدا ہوا اور ساتویں سال میں قدم رکھا تھا کہ والدین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوا اور اسی وضع سے دونوں ہاتھ حضرت والدین کے درمیان اٹھائے اس پر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا ہٰذا

تاویل رؤیای من قبل قد جعلها ربی حقا۔

ابھی مولانا شاہ ولی اللہ والدہ محترمہ کے بطن مبارک ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک دفعہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی موجودگی میں ایک سائلہ آئی آپ نے روٹی کے دو حصہ کر کے ایک اسے دیا اور ایک رکھ دیا لیکن جوں ہی سائلہ دروازہ تک پہنچی شیخ صاحب نے اسے دوبارہ بلایا اور بقیہ حصہ بھی عنایت کر دیا اور جب وہ چلنے لگی تو پھر آواز دی اور جس قدر روٹی گھر میں موجود تھی سب دیدی۔ ازاں بعد گھر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پیٹ والا بچہ بار بار کہہ رہا ہے کہ جتنی روٹی گھر میں ہے سب اس محتاج و مسکین کو راہ خدا میں دیدو۔

ولادت

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب ۴ شوال ۱۱۱۴ھ ہجری چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت جناب مخدومی شیخ محمد کی عصمت مآب اور محترمہ صاحبزادی کے باجاہ و جلال بطن سے پیدا ہوئے بعض اختر شناسوں نے فوراً اپنی صناعت کا ڈھانچہ کھڑا کیا اور اچھی طرح غور کر کے یہ حکم لگایا کہ یہ وہی بلند اقبال اور ہونہار لڑکا ہے جسکی قسمت میں روز ازل سے فاضل عصر اور مجتہد وقت ہونا لکھا تھا اور جس کی فرزندی کا انتساب نہ صرف شیخ

عبدالرحیم صاحب کو بلکہ خاندان کے ہر ایک معزز ممبر کو ساری دنیا میں مشہور و روشناس کر دے گا اور جس کے نام کا امتیازی جھنڈا عرب و عجم دونوں میں گڑ جائے گا۔

بعض اسلامی مورخوں کا یہ خیال نہایت صحیح ہے کہ اگر اس خاندان میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہ ہوتے تو یہ خاندان کبھی اس درجہ تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا اور کیا عجب کہ گمنامی کے دائرہ میں محدود و مقید رہتا۔ اس جلیل القدر خاندان میں پائندگی و شرف روز ازل سے آپ ہی کے حصہ میں تھا کہ دینی جذبہ و ہر قسم کی جرأت سے شایستہ صاف اور روشن طور پر علوم نبویہ کی اشاعت احکام دین کی توسیع اور کلام الٰہی عام لوگوں کو قرآن مجید کی تفہیم کریں

طفولیت

شاہ صاحب کی بچپن کا زمانہ درحقیقت آپ کے آئندہ سوانح عمری کا ایک صاف اور مجلی آئینہ تھا آپ کی فراخ پیشانی ابتدا ہی سے اس عالمانہ ترک و احتشام کا صاف پتا دیتی تھی جو آپ کو زمانہ آئندہ میں حاصل ہونے والا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس میں ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکارا ایک ایسی درخشانی دکھاتا تھا جسے مبصرین اور قیافہ شناس لوگ دیکھکر کہتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں یہ لال گم ملک میں چودھویں رات کا چاند بنکر چمکے گا۔ ہندی یہ مثل کہ پوت کے پانو پالنے میں پہچانے جاتے ہیں حقیقت میں بہت صحیح ہے آپ کی بچپن کی حرکتیں ہی کچھ ایسی دلکش اور پُر تاثیر تھیں اور طفلانہ نظروں میں اس بلا کا جذبہ و کشش تھا جس نے سارے خاندان کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا دیکھنے والے آپ کے جمال خیر نظارہ سے اس برج نصیبہ کی فال لیتے جو آنے والے زمانہ میں آپ کو حاصل ہوا

واقعی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افزا زمانہ تھا جس کی نظیر دوسرے ہونہار بچوں میں پائی جانے کی ہرگز امید نہیں ہو سکتی فطرت نے آپ کی بھولی صورت میں وہ دلگیر اور محبوبانہ ادائیں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں جنہوں نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ و شیدا بنا دیا تھا حلیم الطبع بزرگ شیخ اپنے ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے بیحد محبت رکھتے اور اس کی سلامت روی اور خوش آئندہ حرکات سے محظوظ ہوتے تھے اور ہمیشہ اسکی راحت و آسایش کو اپنے آرام چین پر ترجیح دیتے تھے جوں جوں شاہ صاحب عمر میں ترقی کرتے جاتے اور زندگی کے مرحلے طے کرتے جاتے تھے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی آپ پر توجہ زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود شاہ ولی اللہ صاحب اپنے پرزور قلم سے تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ پر سب سے بڑی نعمت خداوندی کہ جسکے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں یہ ہے کہ جناب والد بزرگوار اس فقیر سے ہمیشہ راضی رہے بچپن کے زمانہ سے آخر عمر تک جو مہربانیاں مجھ پر مبذول رہیں ہیں ان میں سے ایک حصہ ایک کو بھی

بیان نہیں کرسکتا میرے لئے اس سے زیادہ اور کیا فخر کا باعث ہوسکتا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو مجھے سینہ سے لگا کر بیعت و ارشاد کی اجازت عامہ دی اور کلمہ دین کا کلید ہی یکسر سپرد کردیا ۔ خاص تحصیل علوم اور لڑکپن کے زمانہ میں جس قدر حضرت کی توجہ خاص مجھ پر مبذول تھی اس قدر توجہ میں کسی باپ میں اپنے فرزند کی نسبت نہیں دیکھتا با ایں ہمہ میں نے اپنی عمر میں کوئی ایسا باپ اور کوئی اُستاد کوئی مرشد نہیں پایا جو اپنے فرزند و تلمیذ کی نسبت شفقت و مہربانی کے وہ دقائق مرعی رکھے ہوں جو حضرت والد نے اس فقیر کی نسبت رکھے اللھم اغفر لی ولوالدی وارحمھما کما ربیانی صغیرا واجزھما بکل شفقۃ و رحمۃ و نعمۃ بھما علی امۃ الف اضعافھا انک قریب مجیب

شاہ صاحب کا زمانہ طفولیت اور بچپن کی سکوت خیز صورت ایک قیافہ شناس اور تجربہ کار نظر کے لئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پیشین گوئی کرتی تھی جو شخص غور میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے آپکے طفلانہ حرکات کو دیکھتا تھا اُسے فطرت کے وہ عجیب و غریب اور حیرت فزا نمونے آپ کی پیشانی میں جلوہ گر نظر آتے تھے جو روز ازل آپ کی ذات والا صفات میں ودیعت رکھے گئے تھے اور یا کسی فطری نور کا تجا پر تو تھا جس نے بہت جلد آپکے ظاہر و باطن کو تابان اور چمکدار کردیا ۔ اگرچہ ابھی آپ کی عمر مشکل سے تین چار سال کی ہوگی کہ اخلاقی اور تمدنی ترقی میں سرگرم ہوگئے اسی کم سنی اور نوعمری کے زمانہ میں آپ کو ایک ایسا وحشت آمیز تفکر لاحق رہتا تھا کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہوجاتے تھے مسکینی غریبی کم گوئی آہستگی سے بات کرنا گردن جھکا کر جواب دینا اور ہر بات پر بجا و درست کہنا یہ تمام صفتیں جو عموماً بچوں میں بہت کم دیکھی جاتی ہیں محترم و بزرگ شاہ صاحب میں موجود تھیں ۔ خلاصہ یہ کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی زندگی بالکل غیر معمولی اور ایک ایسی نرالی طرز و ادا کی تھی جو دنیا کے بچوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی ۔

تربیت

جس زمانہ میں اس فخر خاندان اور فرید عصر کی ولادت ہوئی اُس وقت جناب شیخ عبد الرحیم صاحب گو اعلے درجہ کے دولتمند اور صاحب اقتدار نہ تھے لیکن پھر بھی متوسط درجہ کی حالت رکھتے تھے گورنمنٹ مغلیہ کی طرف سے کسی قسم کی امداد تھی نہ بادشاہ وقت کی جانب سے کسی طرح کا کوئی وظیفہ مقرر تھا صرف توکل پر گذران اور ہر وقت خدا پر نظر تھی اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ خوشحال رہتے اور ضرورت کے وقت غیبی سامان مہیا پاتے چنانچہ اسوقت بھی وہ تمام سامان مہیا تھے جو ایک خوش نصیب بچہ کی پرورش کے واسطے ہونے ضروری ہیں اس لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی بڑے اہتمام سے پرورش ہوئی اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلے درجہ کی تربیت کے ساتھ

جو تعلیم کا دوسرا جزو ہے ختم ہوگیا۔

تعلیم

جب اس فرزانہ روزگار نے عمر کے ابتدائی مرحلے طے کر کے پانچویں سال میں قدم رکھا تو قرآن مجید پڑھنے کے لئے مکتب میں بٹھایا گیا چونکہ آپ فطری طور پر علم سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور روز ازل سے آپکے ضمیری جوہر ربانی قابلیتوں سے آراستہ اور درخشاں ہوچکے تھے لہذا آپنے ساتویں سال قرآن مجید ختم کرلیا اور اسی چھوٹی سی عمر میں مذہبی ارکان و فرائض تدریجاً حاصل کرلئے چنانچہ اسی سال میں جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے آپ کو نماز پر کھڑا کیا اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا ۔ چونکہ شاہ صاحب میں تہذیب اخلاق کا مادہ نیچرل تھا اسلئے نشست و برخاست کے آداب اور گفتگو کرنے کے طریقے خود بخود اسی کم سنی میں حاصل ہوگئے تھے آپ کا عام قاعدہ تھا کہ جب بڑی عمر والے سے گفتگو کرتے خواہ وہ کسی رتبہ اور درجہ کا آدمی ہوتا ہمیشہ گردن جھکا کے آنکھیں نیچے کر کے کرتے اور جب کوئی بات دریافت کی جاتی تو نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیتے البتہ ہمعصروں سے دل کھولکر باتیں کرتے لیکن اُن کے ساتھ بھی تہذیب و شائستگی کے درجہ سے تجاوز نہ کرتے اور ظرافت و لغو کبھی کوئی بات نہ کرتے زندگی کے سات مرحلے ہنوز طے نہیں کئے تھے کہ فارسی کی درسی کتابیں پڑھنی شروع کردیں اور چند ہی روز میں تمام کتابیں نکال لیں کیونکہ یہ علم آپکے سامنے بالکل پانی تھا چونکہ طبیعت کو علوم سے قدرتی طور پر مناسبت تھی چند ہی روز میں اشعار دن پروڑنے لگے اور آخر ایک سال کے عرصہ میں اُسے عروج کمال پر پہنچا دیا۔ فارسی کی درسی کتابوں سے فارغ ہونے کے بعد صرف و نحو کے مختصر رسالے دیکھنے شروع کئے اور ان پر بھی بہت جلد عبور کر گئے ۔ عمر کا دسواں سال شروع تھا کہ آپ شرح ملا پڑھتے تھے گویا دو ڈھائی سال کے عرصہ میں صرف و نحو کی تمام کتابیں نکال لیں تھیں اور دس سال کی عمر میں صرف و نحو پر آپ کو اس درجہ اقتدار ہوگیا تھا کہ بڑے بڑے صرفی و نحوی جو کتابوں کے کیڑے کہلائے جاتے تھے اور جنہوں نے ان علوم میں نہایت عزت و وقعت کے ساتھ شہرت و ناموری کے تمغے حاصل کئے تھے آپ سے مسائل صرفیہ و نحویہ میں گفتگو کرتے جھجکتے تھے اور جس وقت آپ اُن کی باریکیاں بیان کرتے اور مطالب کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ آپ کی حذاقت و ذہانت پر عش عش کرنے لگتے اور آپکے زور سمند کی تگین ہزاروں کوششوں کے بعد بھی نہ روک سکتے

اس کے بعد شاہ صاحب کو معقول کی کتابیں شروع کرائی گئیں ۔ یہاں پہلے ہی خداداد طبیعت پائی تھی

قوی عارضہ تھا لیکن متواتر صدمات اور ضعف و ناتوانی نے اُنہیں بالکل تحلیل کر دیا تھا چنانچہ اس واقعہ کے چند دنوں بعد آپ بھی انتقال کر گئے۔

یہ تھا وہ مخفی بھید جس کی وجہ سے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال صاحبزادے کی شادی میں عجلت کی تھی آپ کا وہ راز سربستہ اسوقت عام و خاص پر کھلا اور اُنھوں نے معلوم کر لیا کہ درحقیقت اگر اُس وقت اِس شادی کی تقریب انجام کو نہ پہنچتی تو ممکن نہ تھا کہ سالہا سال کے گذر جانے کے بعد بھی قوت سے فعل میں آتی بہر دو ڈھائی سال کے اندر اندر جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو ایسے جانگسل حوادثات پیش آئے جن سے آپ بہت ہی مضمحل ہو گئے اور آپ کا تمام اطمینان و جمعیت پریشانی و بے اطمینانی سے بدل گیا۔ اسوقت اگرچہ آپ کی طبیعت کے مخالف دنیاوی تعلقات نے چاروں طرف سے اپنا ہیبتناک اور خوفناک چہرہ اُبھار اُبھار کر دکھلایا اور آپکی جمعیت خاطر میں انتشار ڈالا مگر سچ پوچھئے تو شاہ صاحب نے بڑے ہی استقلال اور جوانمردی سے کام لیا آپنے کسی بات کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور تمام تعلقات سے مُنہ موڑ کر اپنی اُسی ایک دُھن میں محو رہے۔

گو علمی ذوق سے آپ کا دماغ پہلے ہی سے گونج رہا تھا اور اُسکی صدائیں بچپن ہی کے زمانہ سے متواتر کانوں تک پہنچ چکی تھیں مگر پھر بھی اِس وقت تزوج نیز اُن جگر خراش اور جانفرسا حوادثات کے وسیع تعلقات اور طول طویل لیل و نہار آگے بڑھتی چلی جاتی تھی اور طرار علمی ترقی کی ستدراہ بننا چاہتی تھی لیکن اسپر بھی آپ کو یہی کرید لگی جاتی تھی کہ مجھے تحصیل علوم اور اُس کی تکمیل میں سرگرم ہونا چاہئے چنانچہ اب آپکے خیالات سب طرف سے پھر پھرا کر اِس طرف رجوع ہوئے کہ جہانتک بن پڑے تفسیر و حدیث کے علوم میں ترقی کرنا اور انھیں باقاعدہ حاصل کرنا چاہئے کیونکہ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ تاوقتیکہ حدیث میں کمال حاصل نہوگا علوم کی تکمیل ناممکن ہے۔ اسلامی علوم جن میں کمال کی ضرورت تھی وہ بچپن ہی میں حاصل ہو چکے تھے اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا چنانچہ اسوقت آپ کی طبیعت تفسیر پر مائل تھی اور اسی علم سے خاص دلچسپی تھی۔

علم حدیث

جب آپنے عمر کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرھویں میں قدم رکھا تو علاوہ دیگر علوم کی تکمیل کے تفسیر بیضاوی کا ایک بڑا حصہ والد بزرگوار سے پڑھ لیا اور اب آپ نے اُن تمام متعارفہ فنون کو عروج پر پہنچا دیا جو ان شہروں میں رائج اور علماء و فضلا کے درس میں داخل تھے اسی سال میں والد بزرگوار سے بیعت کی۔ اور اشغال صوفیہ بالخصوص مشائخ نقشبندیہ کے معمولی اوراد و وظائف میں مشغول ہوئے اور بحیثیت توجہ و تلقین تعلیم آداب طریقت۔ خرقہ صوفیہ میں ارتباط درست کیا۔ علم تصوف دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ اُس کے

جودت ذہن اور ذکاوت طبع سے تھوڑے ہی عرصہ میں یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور اسقدر جلد کمال حاصل کر لیا کہ اُس سے جلد تکمیل پانا ممکن ہی نہ تھا۔ کمال بھی اس درجہ کا کہ علم منطق میں کسی کی مجال نہ تھی کہ آپکے سامنے زبان کھول سکتا۔ بڑے بڑے تجربہ کار منطقی آپکے تبحر کو دیکھکر دنگ رہجاتے اور اُنھیں کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا یہ بات تعجب سے دیکھی جاتی ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب ایک ہی زمانہ میں متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے اور ایک علم کا کمال دوسرے کے کمال کو مانع نہوتا تھا اور یہ اُس فہم و حافظہ کی قوت کا اثر تھا جو فطرت کی خاص بخشش و عطیہ تھے غرضکہ تیرہ سال کی عمر میں شاہ صاحب نے ان تمام علوم میں کمال حاصل کر لیا تھا یہی سبب تھا کہ آپ اِس چھوٹی سی عمر میں فنون مذکورہ میں ارباب کمال کے زمرہ میں شمار کئے جانے لگے تھے۔

شاہ صاحب کا ازدواج

چودھویں سال میں قدم رکھا تھا کہ آپکے والد ماجد نے شادی کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی اور اِس سلسلہ کے پورا کرنے میں نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ عجلت و شتابی کی اگرچہ آپکے سمدھیانے کے لوگوں نے سامان کے نہ فراہم ہونے کا عذر پیش کیا اور تھوڑے دنوں کی مہلت چاہی لیکن جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اُنہیں صاف طور پر لکھ دیا کہ میں جو اِس بارہ میں جلدی کرتا ہوں اُسکا ایک خاص سبب ہے جو عنقریب آپ لوگوں پر ہویدا ہو جائیگا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِس کار خیر میں ذرا توقف نہ کریں اور جس طرح ممکن ہو صاحبزادی کی شادی میں عجلت سے کام لیں اسباب مہیا نہونے کا قوی عذر نہیں ہے اور وہ بمقابلہ اُس مصلحت و حکمت کے جو اس جلدی میں مضمر و مخفی ہے کوئی وقعت نہیں رکھتا چنانچہ وہ اس خط کے پہنچنے کے بعد راضی ہو گئے اور اپنی لڑکی کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نکاح میں دیدیا۔

شاہ صاحب کا نکاح ہوتے ہی آپ کی خوشدامن نے سفر آخرت قبول کیا اور اتفاق سے اِس کے چند ہی روز بعد خوشدامن کی والدہ انتقال کر گئیں جس سے خود شاہ صاحب اور آپ کی حضرتہ کو انتہا درجہ کا ملال ہوا ابھی اس رنج و اندوہ سے فرصت نہ ملی تھی کہ شیخ فخر العالم۔ جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے فرزند رشید انتقال کر گئے اور اِس کے کچھ عرصہ بعد جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی والدہ مکرمہ یعنی آپکے برادر کلاں شیخ صلاح الدین کی حقیقی والدہ فوت ہو گئیں۔ ان بعد خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور سخت ضعیف و ناتوان ہو گئے۔ انتقال کو تو تمام آپ کو کوئی ایسا

غوامض اور دقیق و باریک مسائل کے حل کرنے کی طرف آپ کی طبیعت متوجہ ہوگئی اور نہایت قلیل مدت مین اس علم مین بھی اچھی خاصی مہارت پیدا کرلی اور ایسے ایسے نکات اور باریکیان اس خاص فن مین پیدا کین جس کے سیکھنے کی بڑے بڑے علامہ مشایخ آرزو کرتے تھے ۔ بالآخر جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس فن مین نہایت تبحر کے ساتھ وہ وہ قیمتی اور آبدار موتی تالیف و تصنیف کے سلسلہ مین پروئے جن سے علوم تصوف کی معلومات کی شعاعین نکلکر دور دور تک پھیل گئی تھین جیسا کہ معزز ناظرین کو آپکے تصنیفات کے حالات پڑھکر اس بات کا خود علم ہوجائے گا جو اسی حصہ مین جدا عنوان سے قلمبند کی جائینگی

جس طرح جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی تھی اور تعلیم و تربیت حاصل کرکے باطنی فیض سے معزز و ممتاز ہوئے تھے اسی طرح جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد ماجد کی آغوش محبت مین پرورش پائی شیخ عبد الرحیم جیسے مجتہد فن اور اہل کمال پانچ برس کی عمر سے آپ کی تعلیم پر مقرر تھے اور عام اخلاق و عادات کی بھی نگرانی کرتے تھے اگرچہ باقاعدہ تعلیم آموختہ سے شروع ہوئی جبکہ آپ نو سال کے تھے لیکن شیخ صاحب کی خاصکر توجہ شاہ صاحب پر زمانہ طفولیت ہی سے تھی یہی وجہ تھی جو علمی کمالات اور باطنی فیوض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تھے اُن کے نظیر سے شیخ صلاح الدین (شاہ صاحب کے بڑے علاتی بھائی) اور شاہ اہل اللہ صاحب (آپکے بھائی) خالی تھے بمقابلہ ان دونوں حضرات کے شاہ ولی اللہ صاحب کو جو کچھ حاصل ہوا وہ حقیقت مین شیخ عبد الرحیم صاحب کی آغوش تربیت مین پلنے کا صدقہ اور آپ کی سرپرستی کا بدیہی نتیجہ تھا جسکا ثبوت خود شاہ ولی اللہ صاحب کے حالات مین جیسا کہ ہم کچھ تو اوپر بیان کر آئے ہین اور کچھ آیندہ حسب موقع ذکر کرین گے ۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب چودہ سال کی عمر مین علوم متعارفہ سے فارغ التحصیل ہوگئے اور علم سلوک کا کافی حصہ حاصل کرلیا چنانچہ اسی سال مین آپکے والد بزرگوار حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب نے آپکے سر پر فضیلت کا عمامہ رکھا اور درس کی عام اجازت دی اور اس مبارک تقریب مین ایک اعلیٰ جلسہ قائم کیا عام و خاص کو دعوت دی اور وافر کھانا طیار کیا ۔ تمام شہر کے مشائخ ۔ قضاۃ ۔ فقہا حاضر ہوئے اور سب کی موجودگی مین جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال اور فخر خاندان توام فرزند کو علوم متعارفہ اور سلوک و تصوف کے درس کی اجازت دی اور دستار بندی کی رسم ادا کرکے آپ کی عمر و علم کی ترقی کی دعا مانگی مجلس مین جس قدر علماء فقہا و مشائخین موجود تھے سبنے متفقہ الفاظ مین اس زور سے شیخ صاحب کو مبارکباد دی کہ

کہ ساری مجلس گونج اٹھی اس وقت شیخ عبد الرحیم صاحب کی خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا آپ بار بار اپنے لائق اور ہوشیار فرزند کے چہرہ کو دیکھتے اور بے انتہا خوش ہوتے تھے

حقیقت مین بوڑھے والد کے لئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی و فخر کا باعث ہوسکتا ہے کہ اُسکی نوجوان اولاد اس کی زندگی مین ایک ایسی قابلیت پیدا کرے جس پر اُس زمانہ کے بڑے بڑے علماء و فضلا کو فخر و ناز ہو چونکہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب خود مجتہد فن اور باطنی فیض سے مالامال تھے اس وجہ سے وہ اپنے فرزند رشید کے قدر و منزلت کو خوب جانتے تھے اور انہین یقینی طور پر معلوم تھا کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے جسمین اس کی اقبال کا سورج تمام دنیا مین اپنی روشنی پھیلائے گا اور اُسکی علمی فیاضیان اہل دنیا کو مالامال کردینگی

اس مقام پر ہم اُن کتابون کی مختصر فہرست دینا چاہتے ہین جو اس چھوٹی سی عمر مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھین جس سے آپ کی خداداد ذہانت اور حذاقت و طباعی بہت کچھ ثابت ہوتی ہے اور چونکہ اس فہرست کا ذکر خود شاہ صاحب نے اپنی ایک قیمتی تصنیف مین کیا ہے اس لئے مین اُسے آپ ہی کی زبان مبارک سے ادا کرنا مناسب سمجھتا ہون شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جب مین نے اپنی زندگی کے چودہ مرحلے طے کرکے پندرھوین مین قدم رکھا تو والد بزرگوار کی انتہا درجہ کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے تمام متعارفہ فنون حاصل کرچکا تھا ۔ ہر فن کے ابتدائی مختصرات کے علاوہ جو کتابین مین نے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھی ہین اُنکی مختصر فہرست یہ ہے ۔

(۱) علم حدیث مین	مشکوٰۃ شریف تمام و کمال ۔ لیکن چند روز کی بیماری اور کسل کی وجہ سے تھوڑا سا حصہ فوت ہوگیا تھا یعنی کتاب البیع سے کتاب الادب تک والد بزرگوار سے نہین پڑھ سکا
	صحیح بخاری اول سے کتاب الطہارۃ تک یا اس سے کچھ کم و بیش خود والد بزرگوار سے سماعت کی اور کچھ اپنی زبان سے پڑھی۔
	شمائل النبی یہ کتاب اول سے آخر تک طالب العلمون کے ایک بڑے حلقہ مین پڑھی گو اس کتاب مین چند اور فاضل بھی شریک تھے مگر قراءت میری ہی تھی۔
(۲) علم تفسیر مین ۔	تفسیر بیضاوی کا ایک بڑا حصہ تو مین نے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھا اور باقی کا آپکے ارشاد کے بموجب خود مطالعہ کیا۔
	تفسیر مدارک کا بھی کچھ حصہ آپ کو سنایا اور باقی کا خود مطالعہ کیا۔

(۳) علم فقہ مین	شرح وقایہ بتامہ۔ ہدایہ کی دونون جلدین آپنے پڑہین لیکن تھوڑا ساحصّہ قصداً چھوڑ دیا گیا۔
(۴) اصول فقہ مین	حسامی۔ توضیح وتلویح۔
(۵) علم منطق مین	مختصرات کے علاوہ شرح شمسیہ کامل اور شرح مطالعہ کا ایک بڑا حصّہ
(۶) علم کلام مین	شرح عقائد کامل شرح خیالی کا ایک حصہ شرح مواقف کا ایک حصّہ
(۷) علم سلوک مین	عوارف کا بڑا حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ وغیرہ
(۸) علم حقائق مین	شرح رباعیات مولانا جامی۔ لوائح۔ مقدمہ شرح لمعات۔ مقدمہ نقد النصوص
(۹) خواص اسماء وآیات مین۔ والد بزرگوار کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ وغیرہ۔	
(۱۰) علم طب مین	موجز القانون
(۱۱) علم حکمت مین	شرح ہدایہ حکمت وغیرہ
(۱۲) علم نحو مین	کافیہ۔ شرح ملا جامی۔
(۱۳) علم معانی مین	مطول کا بہت بڑا حصہ۔ اور مختصر معانی اُس مقام تک جہانتک ملا زادہ حاشیہ ہے۔
(۱۴) علم ہندسہ حساب مین	بعض مختصر رسائل

اس فہرست کے نقل کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جب مین یہ کتابین پڑھ چکا تو اب میرا ذہن اس درجہ فراخ اور نظر ایسی وسیع ہوگئی کہ ہر فن کے دقیق وغامض مسئلے اوسطہ توجہ کے ساتھ حل ہونے لگے اور علوم کے مقامات مشکلہ بالکل پانی ہوگئے۔ اسی اثنا مین مین چند مرتبے مدرسہ قرآن مین گیا جو خاص والد بزرگوار کا درسگاہ تھا اور جس کی بنیاد آپنے اپنے ہاتھون سے ڈالی تھین چونکہ آپکو مجھ سے انتہا درجہ کی محبت تھی اس لئے چند روز تک آپنے قرآن مجید کا ترجمہ مجھے پڑھایا اور وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو قرآن کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین اُن پر تنبیہ کی حقیقت مین یہ اُسی فیض کا کرشمہ تھا جو تمام علوم مین مجھے دفعۃً کمال حاصل ہوگیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی لیاقت اور ہونہار قابلیت پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ایک تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے۔ تمام اسلامی علوم اور دینی کتابون کو اس چھوٹی سی عمر مین پانی کرکے پی جانا اگرچہ سرسری نظر مین آپ کی ذکاوت ذہنی اور طباعی وحذاقت کی بہت بڑی دلیل ہے لیکن عمیق نظر

بین خوب سمجھتی ہین کہ یہ فطرت کی خاص بخششین ہین جو پاک وبرتر نفوس کو مرحمت ہوتی ہین۔ آپ کا خمیر ہی کچھ ایسا قابل بنا تھا جسپر ربانی قابلیتون اور خداوندی تجلیات کا پورا عکس پڑتا تھا اور جو قوت الہامی نکات اور ربانی اسرار کے فہم مین یدطولی رکھتی ہے اُسکا جوش ہمّا فاناً اس روشن دماغ مین پیدا ہوتا رہتا تھا۔

اس پر بھی علمی ترقی کے سین ہمیشہ شاہ صاحب کے پیش نظر رہتے تھے۔ آپنے اجازت وسند حاصل کرنے کے بعد بغیر اُستاد کے کتابون کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور نہایت سخت محنتین کرنے لگے آپ کتب بینی مین اس درجہ مستغرق تھے کہ رنج وراحت شب وروز مشاغل علمیہ مین بالکل محسوس نہوتے تھے۔ ایک سال کی سخت محنت سے تمام پڑھے ہوئے علوم از سر نو دیکھ ڈالے اور اس محویت اور استغراق کے ساتھ کہ بقدر ضرورت کچھ کھا لیتے یا تھوڑا سا آرام فرما لیتے ورنہ رات دن بجز کتب بینی کے دوسرا کام نتھا۔ جب مباحث علمیہ مین اس دلچسپی کے ساتھ شاہ صاحب نے تھوڑا زمانہ گزارا اور عمر کے سترہوین سال مین قدم رکھا تو آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب قدس سرہ نے سفر آخرت قبول کیا اور یہی زمانہ آپ کے تکمیل علوم کا تھا

والد ماجد کے انتقال کے بعد آپنے کتب دینیہ وعقلیہ کا درس دینا شروع کیا اور اب آپ کا ہر علم مین شہرہ ہوگیا۔ علماً وعملاً مسلم الثبوت اُستاد مان لئے گئے اور عوام وخواص کے معتقد علیہ تسلیم ہوئے اُس عہد کے بڑے بڑے اُستاد اور ماہرین فن آپ کی شاگردی کو فخر جانتے اور دور دور سے تعلیم کے لئے حاضر ہوکر شاہ صاحب کے فیضان سے مستفیض ہوکر حظ وافر اُٹھاتے۔ تقریباً بارہ سال تک علوم کی درس مین مصروف رہے اور علم نبوی کی اس درجہ اشاعت کی کہ اُسکا ذوق شوق سرگرم طبیعتون مین حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اکثر علمی سوسائٹیون مین اصول حدیث کا ذکر چھڑ گیا اور طالب العلمون کے ہر ہر حلقے مین اس پر زور شور سے بحثین ہونے لگی۔ اس زمانہ مین تفسیر وحدیث مین روز افزون ترقی تھی اور علوم فلسفہ ومنطق کا بازار سرد تھا غرضکہ شاہ صاحب کا یہ زمانہ ہر طرح سے قابل مبارکباد تھا۔ علوم فقہ اور معانی وبلاغت کو جس قابلیت اور دلسوزی سے آپنے رواج دیا وہ ہر صورت آپ کا فرض منصبی سمجھا گیا ہو لیکن قرآن وحدیث کی اشاعت وتشہیر مین جو آپنے کوشش کی ہو اُس کے احسان سے ہندوستان کبھی سر نہین اُٹھا سکتا۔

ہندوستان مین سب سے پہلے جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے حدیث کی بنیاد ڈالی اور اسی وجہ سے اسلامی مورخون نے آپکے لئے اولیت کا تمغہ تجویز کیا لیکن ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات بخوبی

ثابت ہوتی ہی کہ اُس زمانہ مین چارون طرف جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تہی مسلمانون نے علم نبوی کو بالکل بھلا دیا تھا اور اُن مین اسلام برائے نام باقی رہگیا تھا جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث و قرآن کی ترویج و اشاعت مین اگرچہ انتہا سے زیادہ کوشش کی لیکن آپ اُس خرابی و تاریکی کو دور نہ کر سکے جو صدیون سے مسلمانون کے دلون مین جگہ گئی ہی اور انجام کار آپ کی تمام کوششین رائگان گئین

لیکن چونکہ ہندوستان کی قسمت مین اسلامی علوم سے کچھ نہ کچھ دلچسپی رہنی پہلے ہی روز سے لکھی ہوئی تہی اس لئے جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دنیا سے کوچ کرجانے کے بعد خداتعالی نے اُس عمارت کا ایک اور سرپرست اُٹھا کھڑا کیا جس کی بنیادین جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہاتھون ڈالی گئی تہین یعنی قدرت نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو پیدا کیا شیخ صاحب نے پرانی دہلی مین اُس مقام پر ایک مدرسہ قائم کیا جو اب مہندیون کے نام سے مشہور ہے اور اُسکا نام مدرسہ رحیمیہ رکھا جس مین علم نبوی کی تعلیم دینی شروع کی اگرچہ اس تعلیم کا اثر مسلمانون پر یہ پڑا کہ دور دراز شہرون سے جوق جوق طلبہ حدیث پڑہنے کے لئے آنے لگے اور لوگون مین ایک طرح کی تحریک بہی پیدا ہوگئی لیکن وہ تحریک ایسی نہ تہی جو ایک عظیم الشان دریا مین تموج پیدا کرتی ہرچند کہ شیخ صاحب نے اس بارہ مین پہلے درجہ کی کوشش کی لیکن چونکہ ابہی ہندوستان کو چند روز اور پستی کی حالت مین رہنا تھا اس لئے شیخ صاحب اپنی کوششون مین کامیاب نہین ہوسکے اور دل کی آرزو دل ہی مین لیکر عالم بقا کو تشریف لیگئے۔

جب ہندوستان کے اقبال و یاوری کا ستارہ چمکا تو فطرت نے جولانگاہ حدیث کے شہسوار کو پیدا کیا یعنی جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس سرزمین مین ظاہر ہوئے جن کے علم و فضل کی صدائین ہندوستانی حدود سے نکلکر عرب و عجم مین پہنچین اور جن کی ربانی مقبولیت تمام بلاد اسلامیہ مین پہیل گئی۔ چونکہ آپ علم و کمال مین خاص طور پر مشہور تھے اور آپ کا علمی کمال اعلی درجہ کی وقعت کے ساتھ لوگون کے کانون مین گونج رہا تھا لہذا اطراف عالم کے لوگ بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے اور آپ کی درس و تدریس کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا آپنے بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ علم نبوی کی اشاعت مین کوشش کی اور اپنی اَن تہک کوششون سے علم نبوی کو اس قدر رواج دیا کہ اب جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادین آسمان سے باتین کرنے لگ گئین۔

اس لحاظ سے اگر ہم اُس اولیت کے تمغہ کا جو جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لئے تجویز کیا گیا ہی حضرت

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو مستحق قرار دین تو شاید بیجا نہوگا کیونکہ جس قدر حدیث کی اشاعت آپکے زمانہ مین ہوئی اُسکا نانوین حصہ بہی سابق کے زمانہ مین اشاعت نہین پائی تھی

ایک فاضل مورخ کا یہ مختصر ریمارک قابل نوٹ ہی کہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ایک فاضل اجل عالم تھے اور ایسے عالم جن پر ہندوستان ہمیشہ فخر کرے گا اور جن پر تاریخی روشنی ہمیشہ چمکے گی انصاف یہ ہی کہ اگر آپ کا وجود باجود نہوتا تو ہندوستان مین جو علمی فیاضیان اسوقت چارون طرف پہیلی ہوئی ہین ہرگز نظر نہ آتین بلکہ خاص خاص محدود حلقون مین دیکھی جاتین۔ یون تو آپ ہر فن مین طاق تھے اور ہر قسم کے علوم کا درس دیتے تھے لیکن آپ کا علم حدیث و تفسیر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہی شاہ صاحب کے زمانہ عروج سے پیشتر علم حدیث کی حالت نہایت پستی اور تاریکی مین تہی۔ خال خال ہی لوگ اس شریف علم سے دلچسپی رکہتے تھے لیکن ہندوستان کی اقبال کی یاوری سے جب آپکے علم کا چشمہ نمودار ہوا تو خاص اس فن کی بہت بڑی ترقی ہوئی اور تمام ہندوستان حدیث و تفسیر سے بہر گیا علماء کے ہر حلقہ مین حدیث کا چرچا ہونے لگا اور طلبہ کے زبان پر ہر استدلال کے موقع پر حدیث کے مقدس الفاظ آنے لگے حقیقت مین ہندوستان پر شاہ صاحب کا یہ ایسا گرانبار احسان ہی جس سے وہ سر اُٹھانے کی طاقت نہین رکھتا لیکن اس کے ساتھ ہی بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح یہ علمی عروج و اقبال شاہ صاحب کے نام سے شروع ہوا اُسی طرح اُسکا زوال و ادبار اُنکی معزز اولاد کے بعد ہندوستان کے نام پر ختم ہوگیا۔ شاہ صاحب کی واجب الاحترام اولاد دنیا سے کیا اُٹھی کہ علمی جاہ و جلال کا بہی خاتمہ ہوگیا۔ اب اس جلیل القدر خاندان مین کوئی ایسا باثر شخص باقی نہین رہا جس سے اس کا نام زندہ رہتا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مدرسہ رحیمیہ مین جسکی بنیاد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ڈال گئے تھے طلبہ کو درس دینا شروع کیا اور پورے بارہ سال تک اسمین اس استغراق و محویت کے ساتھ مصروف رہے جس کی نظیر کہین مل نہین سکتی۔ آپ کی خداداد قابلیت اور محنت کشی کی شہرت نے شوقین طلبہ کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا جو دور دراز ملکون کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیان طے کرکے آتے اور آپکے درسگاہ مین داخل ہونے کو سرمایہ ناز و فخر سمجھتے تھے۔

شاہ صاحب ہر ایک طالب علم کے ساتھ خواہ وہ کسی رتبہ کا ہوتا عام اخلاق اور فیاضی سے پیش آتے اور سب کے ساتھ ہمدردانہ و مشفقانہ برتاؤ کرتے قطع نظر اس کے کہ انہین نہایت محنت و جانکاہی اور دلسوزی سے تعلیم دیتے

اُن کے ضروری اور لابدی حوائج کے رفع کرنے مین انتہا سے زیادہ ساعی ہوتے بلکہ بعض بعض محنتی اور قابل طلبہ کو اپنی ذات خاص سے امداد دیتے اور بہت ہی تسلی و دلجوئی سے اُنہین خوش رکھتے۔ آپ کے مدرسہ کی شہرت پکڑنے اور در و دولت پر ہر وقت طلبہ کے جھگٹے لگے رہنے کی یہ ایک اور بھی وجہ تھی۔

اگرچہ اِس بارہ سال کے عرصہ مین آپ کی علمی مشق معراج کمال پر پہنچ گئی تھی۔ اور دینی و عقلی معلومات مین حیرتناک ترقی پیدا ہوگئی تھی لیکن ابھی تک طبیعت مبارک مین وہی کرید چلی جاتی تھی جو آغاز عمر مین تھی یعنی جہان تک ممکن ہو علم نبوی کی تحصیل و تکمیل مین ترقی کرنا چاہیئے اور اِس علم کو ایک ایسے عروج پر پہنچا دینا چاہیئے جس سے زیادہ ممکن نہ ہو چنانچہ اِس خیال کا سلسلہ آپکے دل مین روز بروز بڑھتا چلا جاتا تھا اور آپ اپنی آرزو بر کامیاب ہونے کی ہر پہلو کو دیکھ رہے تھے ایک دن آپنے اِس بڑھتے ہوئے تمدن پر غور مین نظر ڈالی اور فتوحات اسلام کی وسیع و فراخ دنیا کے پر فضا و خوش منظر سین زیر نظر رکھے غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شاید مقصود بجز عرب کے اور کسی سرزمین سے حاصل نہین ہو سکتا پس اب مجھے عرب مین چلنا اور وہان کے مشائخ سے روایت حدیث کرنا چاہیئے۔ اِس کے ساتھ ہی آپ کو حرمین محترمین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا اور آپنے دفعۃً سامان سفر مہیا کرکے اُسطرف توجہ مبذول فرمائی۔ آپ کے اِس سفر مبارک کی اصلی غرض یہی تھی جو ہم نے بیان کی۔

۵۱ ایک فاضل ہمعصر جناب شاہ صاحب کے سفر عرب کا یہ سبب بیان کرتے ہین کہ جب شاہ صاحب نے فارسی مین قرآن شریف کا ترجمہ کیا اور اسکی اشاعت ہوئی تو ایک شورش عظیم کٹ ملاؤن کے گروہ مین برپا ہوگیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھا دی گئی اب ہمارا کبھی قبضہ مین نہ آئین گے اور وہ ہر بات پر بحث کرنے کو تیار ہو جائین گے اِس خیال نے اُن کے دل مین ایک آگ بھڑکا دی اور علاوہ کفر کے فتوے دینے کے شاہ ولی اللہ صاحب کے جانی دشمن ہوگئے اور اب اُن مین مشورے ہونے لگے کہ شاہ صاحب کو کیونکر قتل کیا جاوے ان کٹ ملاؤن مین کا اثر بہت کچھ شہر کے بد وضع لوگون [illegible] شاہ ولی اللہ صاحب کی تاک مین رہنے لگے [illegible] مسلمانون کی اصلاح کی طرف مائل تھا [illegible] ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ عصر کی نماز فتحپوری مین پڑھ رہے تھے اور آپ گویا نمازیون کی جماعت کے امام تھے ابھی آپنے سلام پھیرا ہی تھا کہ دروازون پر غل و شور کی آوازین کانون مین آنے لگین اور لوگ کچھ غیر معمولی چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے معلوم ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب کو کھٹکا ضرور تھا کہ شہر کے بد وضع کبھی کچھ آفت برپا کرین گے اب آپنے اُنکا ظہور ہوتے ہوئے دیکھا۔ آنا فانا مین یہ خبر آپ کے ساتھیون کو جو آپکے پاس بیٹھے تھے پہنچ گئی احباب و دوست بچانے کیونکہ انکی تعداد بہ نسبت مفسدون کے بہت کم تھی یعنی پانچ چھ سے زیادہ نہ تھے اور مفسدون کی تعداد اس سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی یہ مفسد گو پورے عزم سے آئے تھے لیکن ان مین اتنی ہمت نہ تھی کہ مسجد مین گھس کے شاہ صاحب کو شہید کر سکتے جب شاہ صاحب کو تحقیق معلوم ہوگیا کہ یہ بیشتر قتل کے لئے نرغہ کرکے آئے ہین اُنھون نے اپنے دوستون سے کہا

اگرچہ بعض مورخون نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب دہلی کے مولویون کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب سے رنجش بڑھ گئی اور وہ آپکے خون کے پیاسے ہوگئے تو آپنے اُن کی اِس رنج و غصہ کی آگ فرو کرنے اور اِس رنجش کو دبانے کی غرض سے سفر عرب اختیار کیا۔ لیکن جس حد تک یہ خبر ہے خود شاہ صاحب کے بیان سے بے اصل اور غلط معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہین کہ جب میرے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو مین تقریباً بارہ سال کتب دینیہ و عقلیہ کے درس مین محو رہا اور ہر علم و عمل کو غور مین ڈوبی ہوئی نگاہ سے دیکھا اسی اثنا مین اکثر اوقات جناب والد ماجد کی قبر مبارک پر جاکر متوجہ ہوتا اور رات کی دلفریب چاندنی مین پہرون بیٹھا رہتا۔ ان دنون مین توحید و جذب کی راہ میرے لئے وسیع ہوگئی اور وجدانیہ علوم فوج فوج نازل ہونے لگے۔ ائمہ اربعہ کی مذہبی کتابین اور اُن کے اصول ہمیشہ میرے پیش نظر تھے اور جن حدیثون سے انہون نے اپنے مذہبی قواعد کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لئے استدلال کیا ہے وہ بھی مجھسے غائب نہ تھین۔ انجام کار نور غیبی

بقیہ حاشیہ ۲۳۰ کہ تم ہمارا بچاکے چلے جاؤ اور مجھے ان منافقون کے ہاتھون شہید ہونے دو لیکن انکی غیرت اسلامی نے گوارا نہین کیا اور وہ تلوارین [illegible] جان مین جان باقی ہے آپ پر آنچ نہ آنے دینگے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ صاحب [illegible] ہاتھ مین صرف ایک پتلی سی لکڑی تھی اللہ اکبر کہکے اُٹھے اور پچھلی باؤلی والے دروازے کی طرف چلے دونون دروازون [illegible] منافقون نے اِس دروازہ کو روک لیا اور آپ وار [illegible] شاہ صاحب نے [illegible] یہ سوال کیا کہ مین نے تمہارا کیا گناہ کیا ہے جس سے تم میری جان کے دشمن ہوگئے ہو اور میرے قتل پر آمادہ معلوم ہوتے ہو [illegible] جواب دیا کہ تو نے قرآن کا ترجمہ کرکے بالکل ہمارا [illegible] ہماری وقعت کو کھو دیا۔ دن بدن ہماری روزی مین خلل پڑا جاتا ہے اور ہمارے معتقد کم ہوتے جاتے ہین یہ بہت بڑا صدمہ تو نے [illegible] مین پہنچایا بلکہ ہماری آیندہ نسلون کو پہنچایا ہماری [illegible] شاہ صاحب نے یہ جواب دیا کہ [illegible] مین نے [illegible] شاہ صاحب [illegible] مع ساتھیون کے جو آپ کو حلقہ کئے ہوئے تھے دروازہ کی طرف [illegible] شاہ صاحب کے ایک ساتھی نے تلوار کا وار کرنا چاہا [illegible] جوش [illegible] بدمعاش [illegible] کے پہلوان [illegible] اسلام [illegible] اُس وقت شاہ صاحب کو جلال آگیا تھا [illegible] حالت مین اللہ اکبر کا ایک نعرہ مارا [illegible] بدمعاش [illegible] حقیقت مین یہ بہت [illegible] جب شاہ عبد العزیز [illegible] بہت رنج ہوا [illegible] کے سوا چارہ کرہی کیا سکتے تھے [illegible] علم و فضل کی ہوئی جا ہیے۔ جو اثر شاہ ولی اللہ صاحب کا دہلی مین تھا [illegible] شاہ صاحب کی کوئی نہ سنتا تھا۔ اسی شب تمام کنبے کے [illegible] جمع ہوئے اور آپسمین مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے [illegible] شاہ صاحب کے کٹ ملا ایسے جانی دشمن ہوگئے ہین اور انہین شیعہ [illegible] شاہ صاحب کو کیا تو شہید کر ڈالین [illegible]

[illegible]

کی تائید سے مجھے اقتضائے محدثین کی روش جلی معلوم ہوئی اور سابقین کے مسلک کو میں نے اختیار کر لیا۔ ان بارہ سال کے گزر جانے کے بعد دفعۃً حرمین محترمین کی زیارت کا شوق مجھے پیدا ہوا اور مشائخ عرب سے علم حدیث کی سند لینے کا خیال آیا چنانچہ میں نے ٹوٹا سامان سفر تیار کیا اور جہاں تک جلد ممکن ہو سکا عرب کی طرف متوجہ ہو گیا۔" اس سے صاف ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے دہلی کے جنگجو سوئیوں سے جان بچانے اور پیچھا چھڑانے کی غرض سے سفر عرب اختیار نہیں کیا بلکہ صرف حدیث کی تکمیل اور مذہبی فرض سے سبکدوشی حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کیا جیسا کہ آپ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب آخر ۱۱۴۳ھ میں خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر اور کامل ایک سال تک مکہ معظمہ کی مجاورت۔ مدینہ طیبہ کی زیارت سے معزز و ممتاز ہو کر شیخ ابو طاہر قدس سرہ اور دیگر مشہور و نامور مشائخ عرب سے روایت حدیث حاصل کی اسی اثنا میں آپ چند روز تک جناب سید البشر علیہ افضل الصلوات واتم التحیات کے روضہ منورہ کے مجاور رہے اور دعا سے زیادہ فیض حاصل کیا اکثر اوقات چاندنی راتوں کی گہری روشنی میں آپ وہاں مراقب رہے اس دلکش و دلفریب وقت کے اعتبار سے اگرچہ آپ کو کچھ مدد پہنچی ہوگی لیکن زیادہ تر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نے آپ کے دل کو نہایت مجلے اور صاف کر دیا تھا اب حرمین شریفین کے بڑے بڑے زبردست علما و فضلا سے ملے اور نئے نئے مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور ہر طبقہ کے مشائخ سے استفادہ لیا۔

شاہ صاحب کے اس اثنا میں سفر میں کوئی خاص واقعہ بجز اس کے قابل تذکرہ نہیں ہے کہ آپ نے کن کن علماء سے استفادہ حاصل کیا اور وہ کس قدر و منزلت کے لوگ تھے چنانچہ میں اس مقام پر ان حضرات کے اسماء گرامی قلم بند کرنا چاہتا ہوں جن سے شاہ صاحب نے تکمیل حدیث کے علاوہ خرقۂ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور ساتھ ہی اسباب کا بھی مختصر طور پر خاکہ کھینچنا چاہتا ہوں کہ کس فاضل سے آپ نے کس چیز کی سند حاصل کی اور وہ آپ کے ساتھ کس وقعت و عظمت سے پیش آیا

جناب شاہ ولی اللہ صاحب جب حج مبرور کے ارکان فرضیت کے بار سے سبکدوش ہو گئے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے فیض و شرف حاصل کر چکے تو شیخ محمد وفد اللہ[1] ابن شیخ

[1] جناب شیخ محمد وفد اللہ بن محمد بن محمد بن سلیمان المغربی ایک بڑے معزز اور ممتاز شخص تھے [illegible] اپنے والد بزرگوار کی تعلیم و تربیت کے ایک عمدہ نمونے تھے حرمین محترمین کے بڑے بڑے مشائخ و علما آپ کی تمنا سے زیادہ [illegible] کرتے اور آپ کی شاگردی کو باعث فخر و ناز سمجھتے تھے آپ اپنے زمانہ میں ایک ایسے مسلم الثبوت محدث تھے جنکی نظیر [illegible]

محمد بن محمد بن سلیمان المغربی کی خدمت میں پہنچے جنہوں نے بڑی جوش مسرت کے ساتھ اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت سے بٹھایا معمولی مزاج پرسی کے بعد آپ کا حال دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے شیخ محمد وفد اللہ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا کہ میں آپ سے سند حدیث لینا چاہتا ہوں اور اسی لئے ہندوستان سے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ شیخ وفد اللہ نے بخوشی اس بات کو منظور کیا اور ایک خاص وقت آپ کے لئے مقرر کر دیا چنانچہ آپ نے شیخ موصوف کے درسگاہ میں آمد و رفت شروع کی اور موطا یحییٰ بن یحییٰ اول سے آخر تک بہت تھوڑے عرصہ میں سنا دی اور اس کے بعد شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کی تمام مرویات کی اجازت حاصل کی۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۳ - [illegible] شیخ محمد وفد اللہ کے والد بزرگوار علم حدیث میں [illegible] تمام اہل حرمین کے استاد کہلائے جاتے تھے اور شیخ الحدیث کا معزز و [illegible] خطاب [illegible] حاصل کیا تھا شیخ محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر حدیث میں تھی [illegible] خصوصیت کے ساتھ علم نحو میں زیادہ منہمک رہتے تھے لیکن حقیقت میں تمام علوم و فنون کو جامع تھے اور تفسیر، فقہ، ادب میں [illegible] کا درجہ رکھتے تھے اہل حرمین آپ کے فضل و کمال کی بڑی عزت کرتے تھے اور یا حافظ الحدیث یا شیخ الحدیث کہہ کر پکارتے تھے شیخ محمد [illegible] علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور چونکہ خود علوم کے جوہری تھے اس لئے اس کی انتہا سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ دار السلام جبل میں تشریف لے گئے اور وہاں ایک شخص کو [illegible] فروخت کرتے دیکھا علم کی قدر شناسی اور حرص نے آپ کو اس پر آمادہ کیا کہ تین ہزار رائج الوقت سکہ کو خرید لیا اور پھر بھی منت خیال کیا انتقال کے وقت تک [illegible] بنا کر رکھا اور کبھی علیحدہ نہیں کیا۔ ایک مرتبہ مسجد الحرام میں پانی کا ایسا سیلاب آیا جس سے تمام حرم کے باشندوں پر غرق ہو جانے کا خوف غالب ہو گیا شیخ محمد نے اپنے مال و دولت اور اہل و عیال کی کچھ بھی پروا نہیں کی اور اس [illegible] کتب خانہ میں مشغول ہو گئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب جس زمانہ میں شیخ محمد وفد اللہ کی علمی مجلس میں تشریف رکھتے اور سند حدیث حاصل کرتے تو آپ اس [illegible] کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے بلکہ اسمیں سے کچھ پڑھا بھی تھا۔

شیخ محمد جس طرح علم شریعت کو جامع تھے ویسی ہی طریقت کے رموز و اسرار سے بھی بخوبی واقف تھے آپ نے شیخ ابو مدین مغربی کی نسبت سے [illegible] حاصل کیا تھا اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ کتب حدیث کی تصحیح کی بنیاد حرمین میں آپ ہی نے ڈالی اور شیخ وفد اللہ نے اس بنیاد پر اسی [illegible] عمارت بلند کی کہ چند روز میں آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ شیخ تاج الدین قلعی جو اس عہد میں ایک فاضل اجل اور عالم تسلیم کئے جاتے تھے اور جو تمام اہل حرم کے مقتدا و پیشوا تھے بیان کرتے ہیں کہ شیخ محمد جس طرح علم حدیث میں کمال رکھتے تھے اسی طرح آپ نے صناعات عجیبہ اور علوم غریبہ کو بھی عروج پر پہنچا دیا تھا حدیث و تفسیر کے علاوہ انشاپردازی اور فصاحت و بلاغت میں خاص امتیاز رکھتے تھے علم ادب اور شاعری میں ضرب المثل تھے ثروت و دولت کا کوئی حصہ خدا کی طرف سے عنایت ہوا تھا اور اس قول کے مصداق تھے [illegible] کے لئے ترتیب و زینت ہو چنانچہ آپ اعلیٰ درجہ کے فیاض و سخی تھے خوش خلق، دینی و دنیاوی اقتدار کے لئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپ کے دریغ رکھی ہو حقیقت یہ ہے کہ آپ خداوندی ارشاد [illegible] فی العلم والجسم کے ایک زندہ صادق [illegible] تھے جس میں یہ دونوں تصویریں ہر وقت نظر آتی تھیں۔ چونکہ شیخ محمد جامع علوم و فنون اور ہر صفت کے ساتھ موصوف تھے اس لئے آپ کا ذاتی کمال وطن مالوف سے یہاں کھینچ لایا تھا کیونکہ اس زمانہ میں حرم کے علاوہ اظہار کمالات کے لئے کوئی دوسرا شہر اہل علم کے لئے نہ تھا۔

لیکن جس زمانہ میں شیخ محمد کے علوم معراج کمال پر پہنچے اور شہرت کے سورج نے اپنی روشنی تمام خطہ عرب میں پھیلا دی تو حاسدوں کے کینہ و عداوت کی رگ حرکت میں آئی اور لوگوں نے بہت اشکالتیں شاہ [illegible] کو تحریر کیں۔۔

شیخ ابو طاہر

اس کے بعد شاہ صاحب، جناب شیخ ابو طاہر[1] محمد بن ابراہیم کردی مدنی کی خدمت میں پہنچے اور احادیث کا سننا شروع کیا۔ ایکدن صحیح بخاری کی اثناء قراءت میں احادیث و فقہ کی مختلف و متضاد روایات میں بحث

[1] جناب شیخ ابو طاہر عمر کے ابتدائی زمانہ سے تحصیل علوم میں راغب تھے اور علمی سوسائٹیوں علماء کی مجلسوں میں ہمیشہ شریک ہوتے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے فراغ کے بعد جب آپ میں علمی قابلیت پیدا ہوگئی اس وقت سے آپ کے والد بزرگوار نے درس کا اپنا [illegible] شروع کر دی [illegible] اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بہت سے بزرگوں سے ان کے [illegible] اجازت [illegible] شیخ ابو طاہر نے کتب عربیہ کی تحصیل سید احمد ادریس مغربی سے کی [illegible] حدیث و فقہ اور تفسیر میں بے نظیر [illegible] شیخ ابو طاہر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سید احمد ادریس کے ایک [illegible] مسجد نبوی کی محراب [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] شیخ ابو طاہر نے فقہ شافعی شیخ علی [illegible] مصری سے پڑھی [illegible] کے مشہور علما میں [illegible] علم حدیث کی تمام کتابیں اپنے والد سے پڑھیں [illegible] کے لئے اول شیخ حسن عجیمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بہت کچھ استفادہ [illegible] شیخ احمد نخلی اور شیخ عبد اللہ بصری کے پاس پہنچے۔ شیخ عبد اللہ بصری سے شمائل ترمذی اول سے آخر تک پڑھی اور امام احمد کی مسند دو بیٹھکوں میں ختم کی۔ ان حضرات کے علاوہ بہت سے اُن فضلاء سے بھی سماعت حدیث کی جو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے وقتاً فوقتاً تشریف لائے [illegible] عبد اللہ لاہوری جو [illegible] عبد الحکیم سیالکوٹی کی تمام کتابوں کی روایت شیخ عبد اللہ لبیب سے کرتے ہیں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تمام کتب [illegible] شیخ سعید کوکنی [illegible] شیخ ابو طاہر نے بعض کتب عربیہ اور شرح ابیاری مصنفہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا جو [illegible] شیخ ابو طاہر علمی فضل و کمال کے علاوہ صفات [illegible] کی تمام صفات کے ساتھ متصف تھے [illegible] حدیث و فقہ کی جزئیات اور [illegible] مسائل پر آپ کی نظر نہایت [illegible] آنکھوں پر جگہ دیتا تھا باوجود [illegible] احادیث رقاق پڑھتے تو آنکھوں میں آنسو [illegible] اکثر اوقات طاعت الٰہی اور درس علوم میں مشغول رہتے [illegible] شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک [illegible] علماء حرمین کے [illegible] شیخ ابو طاہر [illegible] ابراہیم کردی [illegible] اپنی تالیفات کے مختلف مقامات میں ذکر کیا ہے۔

الغرض جناب شیخ ابو طاہر قدس اللہ سرہ العزیز نے [illegible] رمضان کے مہینے میں انتقال کیا اور [illegible] میں مدفون ہوئے۔

چھڑ گئی اور شاہ صاحب نے بڑی حذاقت و دلیری سے اس اختلاف کا سبب دریافت کیا۔ شیخ ابو طاہر نے جواب دیا کہ احادیث و فقہ کی روایات میں جو کہیں کہیں اختلاف واقع ہو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمعیت کے انتہائی درجہ کو پہنچ گئی تھی اور فرط جمعیت سے یہ صورت اختلاف پیدا ہو گئی تھی۔ ایک اور موقع پر صوفیہ کے حالات میں بحث شروع ہو گئی اور ان باتوں کا سلسلہ یہاں تک بڑھا چلا گیا کہ شیخ ابو طاہر صاحب کے درس کا وقت فوت ہو گیا آخرکار یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بعض حضرات صوفیہ اپنے ہم عصروں کے کلام کی تردید کرتے ہیں اور یہ تردید اُن کے پیروؤں میں نفوذ کر جاتی ہے اس پر شیخ ابو طاہر بولے کہ میں صوفیہ کے انکار سے بیحد خائف رہتا ہوں ہرچند کہ میرے بعض اسلاف بھی ایسے ہو گزرے ہیں جنھوں نے اپنے ہم عصروں کے ساتھ ایسا برتاؤ جائز رکھا لیکن مجھ میں انکی طعن آمیز تردید نے ذرا بھی اثر نہیں کیا بلکہ میں اُن کے ساتھ ایسا ہی اعتقاد رکھتا ہوں جیسا اپنے اسلاف کے ساتھ اور اُن کی طرف سے کسی طرح کی گرانی خاطری اپنے میں نہیں پاتا پھر کلیۃً یہ کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ حضرات صوفیہ کی باہمی رد و قدح اُن کے پیروؤں میں بھی نفوذ کر جاتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس پر شیخ ابو طاہر نے ایک تمثیلی حکایت بیان کرنا شروع کی۔ فرمانے لگے کہ شیخ یحیی شاوی میرے والد بزرگوار کے ساتھ ہمیشہ مباحثہ و مذاکرہ کیا کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ چلی جاتی تھی شیخ یحیی بعض اوقات ادب کا پہلو چھوڑ کر طعن آمیز کلام سے تردید کر بیٹھتے تھے جس سے سننے والوں کو سخت رنج ہوتا تھا لیکن باوجود اس کے کہ جب اُنھوں نے دنیا سے کوچ کر کے سفر آخرت قبول کیا اور زمانہ دراز کے بعد اُن کی لاش قبر سے نکالی گئی تو بالکل صحیح سالم نکلے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی ابھی سوئے ہیں اس حکایت کے نقل کرنے سے میری صرف اتنی ہی غرض ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ کسی شخص پر اس وجہ سے طعن کرنا کہ وہ بعض عرفا کا منکر تھا ہرگز جائز نہیں ہے۔

شاہ صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد جناب شیخ ابو طاہر نے فرمایا کہ اس بارہ میں شیخ محی الدین بن عربی کی ایک عجیب و غریب وصیت ہے جو آپ نے اپنے معتقدوں کے سامنے ایک نہایت ہی باا ثر طریقے سے بیان فرمائی ازاں بعد آپ نے فتوحات کا نسخہ کتب خانہ سے طلب کیا جو خاص مصنف کی قلم سے لکھا ہوا تھا اور اُس میں سے باب الوصیت کا بحث پڑھنا شروع کیا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ محی الدین بن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص کی طرف سے اس لئے عداوت ہو گئی تھی کہ وہ شیخ ابو مدین کو ایسی ناگوار و بعض آمیز باتوں سے یاد کیا کرتا تھا جو اُن کی شان کے قابل نہیں اور چونکہ میں اُن سے دلی عقیدتمندی رکھتا تھا اسلئے مجھ پر [illegible] یہ باتیں

اور بھی بڑا اثر ڈالتی تھیں اور بہت سے بُرے خیالات اُسکی طرف سے میرے دل میں جم گئے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا آپ فرما رہے ہیں کہ محی الدین! تم فلان شخص سے کیون عداوت رکھتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت! وہ ابو مدین جیسے معزز و مقتدر شخص کو بُرا کہتا ہے اور میں اُن کا معتقد ہوں فرمایا کیا وہ خدا رسول کو دوست نہیں رکھتا میں نے کہا جی ہاں خدا رسول کو دوست رکھتا ہے فرمایا تو تم اس وجہ سے کہ وہ ابو مدین سے دشمنی رکھتا ہے اُس سے کس لئے عداوت رکھتے ہو اور خدا رسول کی محبت رکھنے کی وجہ سے اُسے کیون نہیں دوست رکھتے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے ان بُرے خیالات سے توبہ کی اور اُس کے مکان پر حاضر ہونے گیا اور اپنے ساتھ ایک قیمتی چادر لیتا گیا جسے نہایت فرزانگی اور سلیقہ شعاری سے اُسکے سامنے پیش کیا اور راضی کر کے دریافت کیا کہ آپ ابو مدین سے اس درجہ بیزار کیون ہیں میرے اس سوال کا اُنہوں نے ایک ایسا جواب دیا جس کی بنا صرف لاعلمی پر تھی چنانچہ میں نے نہایت پُراثر لفظوں میں تقریر کی اور اُن کے تمام شکوک و شبہات کو بالکل مٹا دیا اسپر اُنہوں نے شیخ ابو مدین کو بُرا کہنے سے توبہ کی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و فیض کا یہ بدیہی نتیجہ پیدا ہوا کہ وہ بھی میری طرح شیخ کے بدل معتقد ہو گئے۔

ماحصل جناب شاہ ولی اللہ صاحب چند روز تک شیخ ابو طاہر کی خدمت میں رہے اور اسی قسم کے علمی تذکرے بڑے زور شور سے ہوتے رہے شیخ ابو طاہر جس عزت و وقعت کے ساتھ آپ سے پیش آتے اسکا اظہار صرف اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب آپ اُن سے رخصت ہو کر وطن کی طرف مراجعت کرنے لگے تو ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ یہ بیت زبان پر لائے ؎ نسیت کل طریق کنت اعرفہ ٭ الا طریقا یؤدینی لربعکم۔
جون ہی شاہ صاحب کی زبان مبارک سے یہ فصیحانہ الفاظ نکلے اور اس شعر کی آواز شیخ صاحب کے کانون میں پہنچی تو آپ کے چہرہ پر حزن و ملال کے آثار چھا گئے اور پُرنم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیان بہنے لگیں آپ زار قطار روتے جاتے تھے اور بطریق مشایعت شاہ صاحب کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے۔
شیخ ابو طاہر صاحب نے علاوہ سند احادیث کے اپنا خرقہ بھی عنایت فرمایا اور خود دست مبارک سے جناب شاہ ولی اللہ کے زیب جسم کیا جو حقیقت میں تمام صوفیوں کے خرقون کو جامع و حاوی تھا اور چلتے وقت بہت سی باطنی فیوض تلقین کئے۔ چونکہ شیخ ابو طاہر صاحب علمی کمالات کے جوہری اور قدردان تھے اس لئے آپ نے شاہ صاحب کی قابلیت کا خوب اندازہ کر لیا تھا اور آپ کے ضمیری جوہرون اور روحانی لیاقتون کو اچھی طرح

پرکھ لیا تھا یہی وجہ تھی کہ رخصت کے وقت آپ نے اُن باطنی رموز و اسرار کا آپ پر انکشاف کر دیا جو ابھی تک آپ کے سینہ کے خزانہ میں ایک زمانہ دراز سے محفوظ چلے آتے تھے۔

حقیقت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب جس رتبہ کے شخص تھے اُس سے کچھ وہی عمیق و دقیق نظرین واقف تھیں جو رموز ازل سے ربانی اسرار سے سرمہ آلود ہو چکی تھیں عام نظرین اس قابل ہرگز نہیں ہو سکتیں کہ وہ اُس عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کو دیکھ سکیں اگرچہ اس جلیل القدر اور عظیم الشان خاندان میں بہت سے لوگ ایسے قابل ہو گذرے ہیں جو فضل و کمال میں اپنے آپ ہی نظیر تھے لیکن انصاف یہ ہے کہ شاہ صاحب جیسا صاحب کمال اس خاندان میں دوسرا نہیں ہوا ایک فلسفی اور قومی شاعر کا یہ شعر ہماری تحریر کے حسب حال ہے ؎

قیس سا پھر کوئی اُٹھا نہ بنی عامر میں ٭ فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب شیخ[1] تاج الدین قلعی حنفی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ہیں اور سند احادیث حاصل کی ہے چنانچہ آپ اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں شیخ تاج الدین کی مجلس درس میں صحیح بخاری کا درس ہوتا تھا میں دو تین روز تک متصل حاضر ہوا اور بخاری شریف کی سماعت کی علاوہ ازین

---

[1] شیخ تاج الدین قاضی عبد المحسن کے فرزند [illegible] مشائخ کی صحبت میں علم حدیث حاصل کیا [illegible] سے اجازت پائی آپ ہنوز خورد سال ہی تھے کہ آپ کے والد بزرگوار قاضی عبد المحسن نے شیخ عیسی مغربی سے آپ کے واسطے اجازت حاصل کی تھی۔ اہل مکہ انکی بہت بڑی عزت کرتے [illegible] میں حنفی کے مشہور تھے اور فقہ حنفی کے [illegible] جب شیخ تاج الدین ابتدائی تعلیم و تربیت سے فارغ ہو چکے تو شیخ محمد بن سلیمان مغربی کی مجلس درس میں حاضر ہوئے [illegible] محمد بن سلیمان مغربی کی درسگاہ میں سنن نسائی کا درس ہو رہا تھا جب یہ کتاب ختم ہوئی تو شیخ مغربی نے تمام حاضرین مجلس کو اجازت دی جس میں شیخ تاج الدین بھی شامل تھے لیکن شیخ تاج الدین نے حدیث کی اکثر کتابیں شیخ عبد اللہ بن سالم بصری سے پڑھیں اور صحیح بخاری و صحیح مسلم شیخ حسن عجیمی سے [illegible] اور جب ان حضرات سے [illegible] کر چکے تو آپ شیخ صالح زنجانی کی خدمت میں پہنچے اور ایک مدت تک انکی صحبت میں رہکر علم کی باریکیاں دریافت کیں علم فقہ میں ان ہی سے [illegible] اور اس علم خاص میں شیخ تاج الدین کو ان کی شاگردی کا [illegible] فخر حاصل ہے شیخ صالح زنجانی کے علاوہ شیخ احمد نخلی اور شیخ احمد قطان بھی ان کے استاد ہیں جنکی صحبت میں سالہا سال تک شیخ تاج الدین فیضیاب رہے ہیں اور اجازت [illegible] حاصل کی ہے شیخ احمد قطان سے درس کا طریقہ سیکھا اور ان کے انتقال کے بعد کعبہ کے سایہ تلے انکی مصلی پر بیٹھکر شیخ احمد کی قائم مقام درس دینا شروع کیا چنانچہ شیخ تاج الدین اس واقعہ کی نسبت خود اپنی قلم سے یون تحریر فرماتے ہیں کہ جب میرے استاد شیخ احمد قطان کا انتقال ہو گیا تو میرے [illegible] تمام مشائخ نے جن میں شیخ عبد اللہ بصری اور شیخ احمد نخلی بھی تھے مجھے [illegible] کہ میں شیخ احمد قطان کی جگہ [illegible] درس دون اور شیخ کی عادت کے مطابق قراءۃ حدیث کرون لیکن مجھے اس عظیم الشان منصب [illegible] باوجود [illegible] جلیل القدر [illegible] اس خدمت کو قبول نہیں کیا [illegible]

کتب صحاح ستہ کے بعض بعض مشکل مقامات اور موطا امام مالک اور مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد اور موطا امام محمد کی بھی سماعت کی جس وقت آپ سے ان تمام کتابون کی اجازت جملہ اہل مجلس کو دی تھی فقیر بھی اُس جماعت مین داخل تھا ہرچند کہ اور لوگون کے ہمراہ مجھے اجازت حدیث حاصل ہوگئی تھی لیکن مولانا تاج الدین نے مجھے خصوصیت کے ساتھ علیحدہ اجازت دی اور زبانی اجازت پر اکتفا نہین کیا بلکہ تحریری اجازت عنایت فرمائی جن ایام مین شیخ موصوف کی خدمت مین حاضر تھا تو آپ ایک عجیب غریب حکایت بیان فرماتے تھے چونکہ وہ حکایت لطف و دلچسپی سے خالی نہین ہے اس لئے مین اس مقام پر اسکا درج کرنا مناسب سمجھتا ہون۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۸ — بالکل مجبور ہوگیا انجام کار مین نے شیخ حسن عجمی کو جو اُس زمانہ مین طائف کی سمت مین مقیم تھے یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی جس کے جواب مین اُنہون نے مزید تاکید کے ساتھ لکھ بھیجا کہ بہرحال اپنے مشائخ کے فرمان کو رغبت کے کانون سے سننا اور نگاہ قبول سے دیکھنا چاہئے الغرض جب مین سب طرف سے مجبور ہوگیا تو مشائخ مذکورین کی فرمان پر گردن تسلیم خم کردی اور اپنے عزیزون کے اشارے کے مطابق شیخ احمد قطان کے مقام پر بیٹھکر صحیح بخاری پڑھانا شروع کی اور جس مقام تک شیخ نے انتہا کی تھی وہین سے بخاری کا آغاز کیا جب بخاری شریف ختم ہوئی تو مجلس مین تمام علماء و مشائخ حاضر تھے سبھون نے میرے حق مین دعا خیر کی اور مین نے اُن کی قدر دانی کا شکریہ ادا کیا۔"

شیخ تاج الدین کے اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جامع جمیع صفات کمال اور حاوی جملہ علوم و فنون تھے کیونکہ اگر آپ فی نفسہ ایسے نہ ہوتے تو اس قدر [illegible] کیا جاتا اور باوجود اعلام مین درس دینے کی آپ کو حاجت نہ ہوتی نیز ان اولوالعزم اور فرید حضرات کا اس جلیل القدر منصب پر شیخ تاج الدین کو مامور کرنا خود اس پر دلیل ہے کہ وہ ایک ایسے گراں مایہ جوہر تھے جس کی قیمت و قدر سے اہل علم کے جوہری خوب واقف تھے شیخ تاج الدین کو جناب شیخ ابراہیم کردی مدنی کی شاگردی کا بھی فخر حاصل تھا اُنہون نے حدیث و فقہ کی تمام علوم کی اجازت اُنہین دی اور علمی فضیلت کی دستار اپنے ہاتھ سے باندھی۔

الحاصل شیخ تاج الدین بڑے پایہ کے شخص تھے اور متعدد علوم مین کمال رکھتے تھے تفسیر حدیث فقہ سیر ایام العرب کے حافظ تھے اور ادب اُن کا اوڑھنا [illegible] تھا علم [illegible] خدا نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ مین مختلف علوم کا درس دیتے تھے علمی ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا جس کی تکمیل مین آپ ہمیشہ مصروف رہے اور آخر کار اُسے کمال عروج پر پہنچا دیا۔ فن ادب مین آپ کو کمال دستگاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق آپ بڑے بڑے شعرا کو غلطیان بتا دیتے تھے کہ یہان یون ہونا چاہئے اور وہ فوراً اُنہین تسلیم کرلیتے تھے۔

شیخ تاج الدین مین وہ تمام خصلتین اور فضائل مجتمع تھے جو ایک باکمال اور دیندار عالم مین ہونا چاہیئین تمام اخلاق و عادات عزم و ثبات بلند حوصلگی دقیق نظری مین تمام مشائخ و علماء مین ایک تھے اور ممتاز عالم تھے عالمانہ [illegible] فاضلانہ شان و شوکت و علم و فضل کی سرپرستی نے شیخ تاج الدین کی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی برکتون کی بدولت عام نے دلون مین وہ ذوق و شوق اور جوش پیدا کر دئے تھے کہ زمانہ کے جاہل کمال آپکے درس مجلس مین کھنچے چلے آتے تھے جیسے خود قابل اتباع فضیلت آپ تھے ویسے ہی آپکے [illegible] جودت ذہن اور [illegible] مین ممتاز تھے۔ پھر باوجود ایسے عالم و فاضل ہونیکے تکلف و بناوٹ مزاج مین نام کو نہ تھا [illegible] مین بڑے مستحکم تھے علاوہ فرض نماز کے سو رکعتین روزانہ پڑھنے کا دستور تھا اور بجز بیماری یا نہایت قوی عذر کے کبھی جماعت ترک نہین ہوتی۔ بزرگان دین سے خاص تعلق رکھتے تھے اور [illegible] مین بہت رغبت ہوتی تھی صوفیائے کرام اکثر اوقات آپکے مکان پر تشریف رکھتے تھے اور کبھی کبھی اُنکے مکان پر خود جاتے تھے ۱۱۵۲ھ مین آپنے سفر آخرت قبول کیا اور اپنی وصال کے بعد دنیا مین ایک خیا[illegible]

شیخ تاج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مین سخت بیمار ہوا اور مرض نے اس قدر طول کھینچا کہ ضعف و ناتوانی تمام اعضا پر غالب ہوگئی اور اب مجھے حس و حرکت کرنے کی بھی تاب و طاقت نہین رہی۔ اسی اثنا مین۔ مین نے ایک شب کو عجیب و غریب خواب دیکھا۔ مین دیکھتا ہون کہ ایک شخص دروازہ سے آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس بیمار کی شفا کے لئے مرغیان پکائی جائین اور اُن پر سارا قرآن پڑھا جائے جب یہ مریض اُن مرغیون کو کھائے گا تو اُسکا تمام مرض جاتا رہیگا اور بالکل شفا حاصل کریگا۔ جب مین بیدار ہوا تو مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ خواب کے بموجب عمل درآمد کرنا چاہیئے لیکن اسپر بھی مین نے اس قدر توقف کیا کہ آج شب کو اور معلوم کرلینا چاہیئے اور کل اُس کے مطابق تعمیل کرنی مناسب ہے چنانچہ شب آیندہ کو جب مین مرض کی بے چینی مین کروٹین لیتے لیتے سوگیا تو دیکھتا ہون کہ گویا امام بخاری علیہ الرحمۃ میرے گھر مین تشریف لائے ہین اور اپنے دست مبارک سے دیگ درست کر رہے ہین۔ آپنے دیگ کے نیچے آگ جلائی اور مرغیون کا نہایت عمدہ اور صاف گوشت دیگ مین ڈالا صبح سے شام تک برابر سالن پکتا رہا اور جب خوب پک کر تیار ہوگیا تو امام بخاری نے ایک بڑے سے شفاف قاب مین میرے آگے لاکر رکھا اور فرمایا کہ ہم نے اس پر سارا قرآن پڑھا ہے تم اسے کھاؤ خدا کے فضل و کرم سے شفا پاؤگے چنانچہ مین نے اسمین سے کچھ تناول کیا کھاتے ہی مرض مین فوری افاقہ محسوس ہوا اور تھوڑی دیر مین اُس مرض کا مجھ مین نام و نشان تک باقی نہین رہا عادت کے موافق جب صبح کو بیدار ہوا تو اپنے تئین بالکل صحیح و تندرست اور چاق و چوبند پایا۔ مین نے اپنے دل مین جو بشاشت و سرور اس واقعہ سے پایا کہ حضرت امام بخاری نے اس فقیر کے حال پر اس درجہ عنایت و مہربانی فرمائی ہے وہ اُس سے بہت زیادہ تھا جو ازالہ مرض اور دفع بیماری سے پایا جاتا تھا

جن علماء حرمین سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بالمشافہ اجازت حدیث حاصل کی اور علم حدیث کی مختلف کتابین سنی سنائین مین انکی مختصر فہرست مع اجمالی حالات کے بیان کرچکا اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی عنوان کے ذیل مین اُن مشائخ صوفیہ اور علماء محدثین کے حالات و واقعات کا بھی سرسری طور پر خاکہ کھینچون جن کے واسطے سے انہین اور ان کے ذریعہ سے جناب شاہ صاحب تک خرقہ صوفیہ اور اسناد حدیث کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک نہایت وسیع اور طول طویل مضمون ہے جس کی تفصیل کیلئے کئی جزو درکار ہین مگر چونکہ مین حیات ولی کو زیادہ طول دینا اور خارج البحث واقعات درج کرکے بڑھانا نہین چاہتا اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ چند منتخب مشائخ کا حال علیحدہ علیحدہ عنوانون سے ذکر کرتا ہون

شیخ احمد شناوی

شیخ احمد شناوی شیخ احمد، علی کے فرزند رشید اور عبد القدوس بن عباس شناوی کے بلند اقبال پوتے ہیں آپکے آبا و بزرگوار، اولیاء کبار اور بڑے جاہ و جلال کے لوگ تھے شیخ عبد الوہاب شعراوی نے جو ایک مختصر ریمارک آپ کے علم وفضل کی نسبت کیا ہے وہ حقیقت میں آپکے لئے ایک اعلے درجہ کا سارٹیفکٹ ہو سکتا ہے شعراوی کہتے ہیں کہ شیخ احمد شناوی علم شریعت وحقیقت کو جامع تھے علم حدیث شمس رملی اور اپنے والد بزرگوار سے پڑھا تھا اور سید غضنفر اور شیخ محمد بن ابی الحسن بکری سے حدیثیں روایت کیں اور اپنے والد علی سے خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اسکے بعد سید صبغۃ اللہ کی صحبت سے ہمیشہ فیضیاب رہے اور آخر کار اُن کے دست مبارک سے خرقہ پہنا اور اُنکی فیض صحبت سے درجۂ عالیہ پر پہنچے اور ایک ممتاز دوست خلیفہ قرار دئے گئے شیخ احمد کے لئے یہ جملہ ضرب المثل ہو گیا تھا کہ لو کان الشعراوی حیاما وسعہ الا اتباعی یعنی اگر شعراوی بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی بجز میری اتباع کے اور کچھ کرتے نہ بن پڑتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن شیخ احمد شناوی اپنے حجرہ میں سوتے تھے دیکھتے ہیں کہ حجرہ کی دیوار پر ایک گرگٹ چلا جاتا ہے شرع کے قانون کے موافق آپنے اسے مار ڈالنا چاہا لیکن شہود وحدت نے فوراً ہی آپکے اس ارادہ کو مضمحل کر دیا دوسری مرتبہ آپنے پھر اُس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن اب بھی شہود وحدت نے آپکے اس داعیہ کو شکست دی غرضکہ آپ ان دونوں خطروں کے مابین متردد و متحیر تھے انجام کار امتثال شرع کا ارادہ غالب ہوا اور آپنے ایک پتھر اُٹھا کر گرگٹ کی طرف پھینکا نشانہ نے خطا کی اور گرگٹ پتھر کی زد سے بچکر بھاگ گیا یہ دیکھکر آپ بہت خوش ہوئے اور جوش مسرت میں زبان مبارک سے نکلا الحمد للہ الذی جمع بین الامرین یعنی خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دونوں باتوں پر عمل کرا دیا۔

اس حکایت کو عقب میں شیخ احمد قشاشی نے (جو جناب شیخ احمد شناوی کے فرزند معنوی اور ممتاز خلیفہ ہیں اور جنکے حالات آیندہ بیان ہوں گے) فرمایا کہ اگر میں ایسے مقام پر ہوتا تو ذرا توقف و تردد نہ کرتا اور گرگٹ کے سر کو فوراً پتھر سے کچل ڈالتا۔

شیخ احمد شناوی نے بہت سے پر مغز اور جانگداز مقولے تحریر کئے ہیں منجملہ اُنکے بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ ہیں "عهدنا لا یحفظ ومن لم یحفظ" متاخرین اہل حرمین کے عرف میں قبول بیعت کو لفظ عہد سے تعبیر کرتے ہیں

اس بنا پر شیخ احمد شناوی کے اس حکیمانہ مقولے کے یہ معنی ہوئے کہ مشائخ صوفیہ میں سے جو میری بیعت قبول کرتا ہے اس طریقہ کے تمام مشائخ کی برکت حالت زندگی اور حالت موت میں اُس کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا پر مغز مقولہ ہے کہ لا یدخل النار من رانی ورای من رانی الی یوم القیامۃ، یعنی جس شخص نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا وہ کبھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

آپ کا انتقال ۱۰۲۸ ہجری میں ہوا اور موضع بقیع میں دفن ہوئے۔

شیخ احمد قشاشی

شیخ احمد قشاشی شیخ احمد قشاشی شیخ محمد کے فرزند اور شیخ یونس قشاشی کے پوتے ہیں جو عبد النبی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ شیخ یونس کو عبد النبی کا لقب پبلک نے اس وجہ سے دیا تھا کہ آپ آدمیوں کو اجرت دیکر مسجد میں بٹھاتے اور جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھواتے اور قشاشی کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے تئیں مخفی اور پوشیدہ رکھنے کی غرض سے قشاشہ فروشی کیا کرتے تھے یعنی دوات پرانی قلمیں اور پرانی جوتیاں وغیرہ کم قیمت چیزیں فروخت کیا کرتے تھے کیونکہ قشاشہ کم قیمت اور پرانے اسباب کو کہتے ہیں۔

شیخ احمد قشاشی علم شریعت اور حقیقت میں امام وقت اور مجتہد عصر تھے جب حقائق سخن میں ذکر چھڑ جاتا تو آپ ہر بات کو آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے مدلل و مبرہن کرتے آپنے بہت سے مشائخ کی صحبت اُٹھائی اور اپنے والد بزرگوار سے خرقہ زیب جسم کیا لیکن حقیقت میں آپکے کمال نے شیخ احمد شناوی کے ہاتھ پر عروج پایا اور یہی وجہ تھی کہ شیخ احمد قشاشی اپنے تئیں شیخ احمد شناوی کی طرف منسوب کرتے اور اس انتساب کو ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد قشاشی نے مشائخ صوفیہ کی تلاش میں دور دراز ملکوں کا سفر کیا اور ایک عرصہ دراز تک سیاحت میں مصروف رہے لیکن لوٹتے وقت جب جدہ میں پہنچے تو انہیں ایک واقعہ میں معلوم کرایا گیا کہ شیخ احمد شناوی تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں اُن کے ذاتی کمالات معراج کمال پر ترقی کر گئے ہیں اور باطنی علوم کا ستارہ بڑے جاہ وجلال کے ساتھ چمک رہا ہے لیکن چونکہ کوئی معنوی فرزند نہیں رکھتے ہیں اسلئے تمہیں اپنے فرزندی کے انتساب سے مشہور کرنا چاہتے ہیں اب تم جاؤ اور اُنکی خدمت میں چند روزہ زندگی بسر کرو چنانچہ شیخ احمد قشاشی اسی وقت جدہ سے روانہ ہوگئے اور بہت جلد شناوی کی خدمت میں پہنچے

شادی نے انہیں دیکھتے ہی ایک نہایت مسرت اور تازگی کے لہجہ میں کہا مرحبا من جاء یقتبس مناطوبنا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد قشاشی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ شیخ محی الدین بن عربی نے اپنے دست مبارک سے ان کے جسم کو خرقہ سے آراستہ کیا اور اپنی ہمشیرہ عزیزہ کو ان کے نکاح میں دیا ہے شیخ قشاشی نے معلوم کر لیا کہ اب میری وحدت وجود کی معرفت درست ہو گئی ہے کیونکہ شیخ محی الدین بن عربی کی ہمشیرہ عزیزہ اسی سے تعبیر ہو سکتی ہے۔ ذیل کی عبارت خاص شیخ قشاشی کی خط مبارک سے لکھی ہوئی ہے جس سے آپ کا علمی تبحر اور لیاقت و قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں الذی یحقق وجد الله ان یحققه الخاصة مرتبة الفیدیة یزول بها الکل واجد لها احسب وکنه و زمانه خیر منقطعة ابد الآباد الی ان لا یبقی علی وجه الارض من یقول الله الله لعدم خلو الزمن الا الهیة عن القائمین بها حتی یصیر القائم بها جعفر الحافظ بمرتبة العدد فیها قبله وبعد لا انقاسه تم المصالح وتقتضی الحاجات او افهم الف الف فی حدید هو حاد والی واحد فرد بلا حد وقد تحققنا ان حقا وتزلنا منازلة صدقا فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم ومن رآه من مشائخی من اهل الختمیة لمن کورة سند امتصلا منا الیهم من غیر انقطاع باذن الله تعالی خمسة انفس سادسهم کلبهم کلا رجما بالغیب انتهی

شیخ قشاشی کی مجلس میں جب مقامات کا ذکر چھڑتا تو آپ فرماتے نحن لا مقام لنا لانا من اهل یثرب وقال الله تعالی یا اهل یثرب لا مقام لکم یعنی ہمارے لئے کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ ہم باشندہ یثرب میں اور الله تعالی فرماتا ہے اے یثرب کے باشندو! تمہارے واسطے کوئی مقام نہیں ہے گویا آپ اس سے مقام بے نشان کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

شیخ ابراہیم کردی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قشاشی نے اپنی مجلس میں ذیل کی حدیث کا ذکر کیا کہ ما علی احد کم ان یکون فی بیته محمد ومحمد ان ثلثة شیخ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہی میں سمجھ گیا کہ خدا تعالی مجھے تین فرزند عطا کریگا جن میں سے ہر ایک کا نام محمد ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے خیال ہوا کہ اگر ایسا ہوا تو ایک دوسرے سے کس نوعیت کے ساتھ ممتاز ہوگا۔ شیخ قشاشی نے اپنی باطنی اشراق سے فوراً میرا خیال تاڑ لیا اور فرمایا تکنی احدهم ابا سعید والثانی ابا الحسن والثالث ابا طاهر یعنی تم ایک کی کنیت ابو سعید دوسرے کی ابو الحسن تیسرے کی ابو طاہر رکھنا چنانچہ ایک مدت کے بعد یہی صورت متحقق ہوئی۔

شیخ قشاشی کے عادات و اخلاق بالکل ہا و عادث سے بری تھے آپ کا طرز معاشرت نہ تو فقہائے زمانہ کے طور پر تھا نہ زاہدان خشک کی وضع پر بلکہ توسط اور بے تکلفی کے طریقہ پر تھا جو عین سنت کا منشا ہے۔ آپ امرا کے مکان پر جانا ہمیشہ معیوب جانتے تھے ہاں اگر وہ خود در دولت پر حاضر ہوتے تو نہایت خوشخوئی اور عام اخلاق سے پیش آتے اور ہر شخص کے ساتھ اس کی قدر و منزلت کے مطابق برتاؤ کرتے پھر کریم قوم کا اور بھی خصوصیت کے ساتھ اکرام و اعزاز کرتے اور امر معروف کی تبلیغ نہایت نرمی و دلجوئی کے ساتھ تمام کو پہنچاتے جو لوگ آپکی زیارت کا اعزاز حاصل کرتے انہیں نصیحت سے خالی نہ رکھتے۔

شیخ عیسی مغربی کا قول ہے ما خرجت من عند القشاشی قط الا وانا یانی حیثی احقر من کل حقیر ونفسی اذل من کل ذلیل ولو تکرر دخولی علیه مرات یعنی میں جب قشاشی کی مجلس کو چھوڑ کر باہر آیا تو میری آنکھ میں دنیا ہر حقیر چیز سے زیادہ حقیر معلوم ہوئی اور میں نے اپنے نفس کو ہر ذلیل چیز سے زیادہ ذلیل دیکھا اگرچہ میں ایک دن میں چند مرتبہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا مگر وہاں سے نکلتے وقت میری یہی کیفیت ہوتی شیخ احمد قشاشی نے جس وقت دنیائے ناپائدار کو چھوڑ کر سفر آخرت قبول کیا ہے تو اس وقت ۱۰۷۱ھ ذیحجہ کی انیسویں تاریخ تھی۔

سید عبدالرحمن ادریسی مشہور بہ محجوب

سید عبدالرحمن ادریسی

آپ کی ولادت موضع مکناسہ الزیتون میں ہوئی جو بلاد مغرب میں ایک نہایت معمور اور پر فضا مقام ہے جب یہ زندگی کے ابتدائی مرحلے طے کر چکے تو بلاد مغرب اور مصر و روم و شام میں مدتوں تک سیر و سیاحت اور تعلیم علوم میں زندگی بسر کی کیونکہ ان وقتوں میں پرائیوٹ درسگاہوں کے علاوہ بڑے بڑے مدرسے انہی شہروں میں قائم تھے بعد ازاں حرمین میں آگئے اور سالہا سال تک مجاور رہے لیکن پھر لوگوں کی زبانی یہ جملہ سن کر کہ ایمن بنبت فیه اولیاء کما ینبت فی الارض البقل یعنی یمن میں اولیاء اللہ اس قدر پیدا ہوتے ہیں جس قدر زمین میں گھاس اگتی ہے اولیاء اللہ کی زیارت کو یمن میں تشریف لے گئے اور وہاں رنگین صحبتیں اور عجیب و غریب و قائع پیش آئے جب ایک مدت تک یمن میں زندگی بسر کر چکے اور مختلف اولیاء اللہ کی صحبتوں سے فیضیاب ہو چکے تو پھر مکہ میں چلے آئے اور اسکے بعد یہیں رہنا اختیار کیا جمہور اہل مکہ آپ سے مستفید ہوئے اور بہت لوگوں نے خرقہ صوفیہ حاصل کیا اکثر مکہ کے باشندے آپ کی کرامات اور باطنی تصرفات کے بیشمار دلچسپ واقعات

بیان کرتے ہیں۔

منجملہ اُن کے ایک یہ ہے شیخ زین العابدین شافعی مفتی مدینہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ ایکدفعہ مکہ کے شریف کو کوئی سخت ضرورت پیش آئی چونکہ اس زمانہ میں سید عبدالرحمن مجذوب کا ستارۂ شہرت اوج عروج پر چمک رہا تھا اور اقبال و کمال کا آفتاب پوری ترقی پر پہنچ گیا تھا اس لئے اُس نے آپ کی طرف رجوع کی اور ہمت و دعا کی استدعا پیش کی سید نے تھوڑی دیر جیب تفکر میں سر ڈالے رکھنے کے بعد فرمایا کہ مکہ کے محلوں میں سے فلاں مشہور محلہ میں ایک اس قسم کا گھر ہے شریف کو وہاں جانا چاہئے اور بقدر ضرورت مال لیکر باقی نہایت احتیاط سے چھوڑ دے چنانچہ لوگ فی الحال اُس محلہ میں پہنچے اور بزرگ سید کے بتائے ہوئے مکان میں داخل ہوئے دیکھتے ہیں کہ اشرفیوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں گویا سارا مکان سونے سے بنا پڑا ہے شریف مکہ نے اُس میں سے صرف جیب بھر اشرفیاں لیلیں اور باقی صندوقوں میں بند کر کے مہر لگا دی سید عبدالرحمن نے شریف مکہ کو اجازت دی کہ ان اشرفیوں کو بلا تامل اپنی ضرورتوں میں صرف کرے لیکن اس کے بعد شریف مکہ کی نیت بدل گئی اور اُس نے باقی دولت کو بھی تصرف میں لانا چاہا مگر پھر تو نہ اُس گھر ہی کا پتا پایا نہ مال و دولت ہی کا سراغ چلا اس سے خود شریف مکہ اور اُس کے اعوان و انصار سخت حیرت زدہ ہوئے اور سید سے دریافت کیا کہ اس میں کیا بھید تھا فرمایا ایرانیوں میں ایک متمول اور صاحب ثروت شخص اپنے شہر میں مر گیا تھا اور اُسکا کوئی جائز وارث نہ تھا میں نے تصرف کیا اور اُسکا گھر مکہ میں کھینچ لیا اُسی میں سے تمہیں دس ہزار اشرفیاں ہاتھ لگیں اور حاجت رفع ہونے کے بعد وہ مکان پھر اپنی جگہ چلا گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید عبدالرحمن مجذوب۔ سید احمد بن علوان کی مرقد انور کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے سید احمد نے اپنے خادم کو خواب میں متنبہ کیا کہ سید عبدالرحمن میری زیارت کو آتے ہیں تو کل فلاں مقام پر اُنکا استقبال کیجیو اور انتہا سے زیادہ تعظیم و تکریم بجا لائیو۔ چنانچہ خادم اپنے آقا کا یہ اشارہ پاتے ہی شہر کے باہر استقبال کے لئے گیا لیکن باوجود تلاش و تحقیق کے سید عبدالرحمن مجذوب کا کہیں پتا نہیں چلا انجام کار مایوس و ناامید ہو کر لوٹ آیا یہاں آکر دیکھتا ہے کہ محترم سید قبر کے قبہ میں تشریف رکھتے ہیں چونکہ قبہ کے کواڑ بند تھے اور کنجی خادم کے پاس تھی اس لئے اُسے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی۔

قطع نظر اس کے سید عبدالرحمن مجذوب حفظ حدیث اور کثرت روایات میں ماہرین فن کے زمرہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ معرفت رجال انتخاب اسناد اور حفظ اصول میں اجتہاد کا مرتبہ رکھتے اور نقل اخبار و ضبط آثار میں اعتماد کی

کی قابلیت رکھتے تھے پھر صرف حدیث و آثار ہی کے عالم نہ تھے بلکہ علم سیر اور ادب میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے فصاحت و بلاغت اور خوش بیانی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے علماء مصر و شام سے مختلف علوم حاصل کئے تھے اور مکہ کے باشندوں کی گودیاں اپنے فیض سے بھر دی تھیں۔

الغرض جس طرح سید عبدالرحمن کمالات باطنہ سے موصوف تھے اُسی طرح کمالات ظاہرہ بھی بوجہ کمال رکھتے تھے آپکی سخاوت و فیاضی تمام عرب میں مشہور تھی صبح سے شام تک آپکے دسترخوان پر ایک جم غفیر آمد و شد کرتا تھا اور آپ ہر شخص کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی و مکارم اخلاق سے پیش آتے تھے ممالک اسلام سے نہایت قیمتی اور وزنی ہدایا آتے اور آپ فوراً فقرا پر صرف کرتے تقریباً دو سو غلاموں کے سر پر آزادی کا تاج رکھا اور ہزاروں آدمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا آپ کی نیک خلقی اور شیرین گفتاری کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ جو شخص آپ کے پاس نشست کرتا مدت العمر تک مفارقت دوست نہیں رکھتا۔ آپ اسرع عاقل اور قوی الفطانۃ تھے کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرتا اگرچہ موسم حج ہی میں کرتا اُسے جب دیکھتے فوراً پہچان لیتے۔ جو لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے ہر ایک کو اُس کی استعداد کے موافق وجوہ خیر کے دلائل پیش کرتے اور درود و تلاوت اور استغفار کا حکم فرماتے لیکن جن میں قابلیت و استعداد کا مادہ ملاحظہ کرتے اُسے کلام صوفیہ کا مطالعہ کرتے اور اُن سے اعتقاد ظاہر کرنے کا ارشاد فرماتے خاصکر شیخ ابن عربی قدس سرہ کی جانب رغبت دلاتے۔

شمس الدین محمد بن علا بابلی

شمس الدین محمد بن علا بابلی

یہ بزرگوار حافظ حدیث تھے اور علوم حدیث میں اعلےٰ درجہ کا تبحر رکھتے تھے اپنے زمانہ میں مصر و حرمین کے اُستاد مشہور تھے اور مشاہیر محدثین میں گنے جاتے تھے اُن کے نورانی چہرہ پر عظمت و جلال برستا تھا اور اس شان و شوکت سے چلتے تھے جس سے دیکھنے والوں پر عظمت و ہیبت طاری ہوتی تھی۔ طرز معاشرت نہایت عمدہ اور پاکیزہ تھا۔ جودت فہم تحمل جودانائی فراست و فطانت دیانت و صیانت میں عدیم المثال اور تواضع و خوش خلقی میں ضرب المثل تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپنے ابتدائی عمر میں شب قدر کی برکت حاصل کی اور اُس مبارک رات کے [illegible] اثر محسوس کر کے جناب الٰہی میں دعا کی تھی کہ خداوندا مجھے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہم پلہ کر دے خدا تعالیٰ نے شمس الدین کی دعا کو سن لیا اور اُنہیں علمی تجربہ میں شیخ ابن حجر کے ہم پلہ کر دیا۔ صحیح بخاری اور موطا اور حدیث کی تمام کتابیں سالہا سال تک درس دیں اور درس و حدیث کے پھلے پھولے باغ میں ایک نئی تازگی بخشی۔

شمس الدین بابلی کی طبیعت کو علم حدیث سے ایک خاص مناسبت تھی اس لئے اُنھین اس شریف علم مین ایک نئی طرح کی لذت حاصل ہوتی تھی تمام وقت حدیث کی نقل و تحریر مین صرف کردیتے اور اسناد و حدیث کو حفظ کرتے رہتے تھے۔ حدیث مین اس درجہ محویت و استغراق پیدا ہوگیا تھا کہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ایک جز حدیث کا اپنے پاس رکھتے اور ہر وقت اُس کے مطالعہ مین غرق رہتے۔ شیخ عیسے مغربی نے آپ کی تمام مرویات اور اسانید کو ایک رسالہ مین ضبط کیا ہے جس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر متاخرین کیلئے کوئی اصل اور سند ہے تو بجز اس کے اور کوئی نہین۔

اپنے تالیف و تصنیف کی غایت و سبب مین ایک نہایت ہی قیمتی آرٹیکل دیا ہے جسے مین اس مقام پر نقل کرتا ہون۔ فرماتے ہین لایولف احد تالیفا الا فی احد اقسام سبعة ولا یؤلف فی شئ لم یسبق الیه احد او شئ ناقص یتممه او شئ مغلق یشرحه او طویل یختصره دون ان یخل من معانیه بشئ او شئ مختلط یرتبه او شئ اخطأ فیه مصنف قبله او شئ متفرق یجمعه والا کان اضاعة الوقت۔ یعنی تالیف کی غایت ذیل کے سات وجوہ و اسباب مین سے ایک وجہ اور سبب ہونا چاہئے ورنہ تضیع وقت کے سوا اور کچھ حاصل نہین ہوتا ایک یہ کہ کوئی ایسی چیز تالیف و ترتیب کے قالب مین ڈھالے جسکی طرف کسیکا ذہن اس سے پیشتر دوڑا نہ ہو دوسرے یہ کہ کوئی بات ناقص ہو جس کی اسے تکمیل منظور ہو تیسرے یہ کہ کوئی شے مغلق ہو اور یہ اسکی تشریح و توضیح کے درپے ہو چوتھے یہ کہ وہ زیادہ طول طویل ہو جسے یہ مختصر پیرایہ مین لانا چاہتا ہو لیکن معانی کے حل اور مطالب کی تفسیر کی طرف مائل نہ ہو پانچوین یہ کہ کوئی چیز مخلوط اور غیر مرتب ہو اور یہ اُسے ترتیب سے آراستہ کرنا چاہتا ہو چھٹے یہ کہ اُس مین پیشتر سے مصنف نے غلطی کی ہو جس کے اظہار مین اس نے قلم اُٹھایا ہو ساتوین یہ کہ وہ پریشان و پراگندہ بیان ہو جسے یہ ایک جگہ جمع کرنا چاہتا ہو

شمس الدین بابلی کو خدا تعالیٰ نے وہ عظمت و جلال اور بزرگی و فضیلت عنایت کی تھی کہ سلاطین یورپ اور شرفاء عرب اور امراء مصر و شام کی گردنین آپکے آگے جھکتین تھین اور بکمال اقتدار و اعزاز کے ساتھ پیش آتے تھے آپکے در دولت پر حاضر ہونے کو اپنا فخر سمجھتے اور قدمبوسی کو سعادت ابدی خیال کرتے تھے بادشاہان عرب اور شرفاء مکہ کو جب کوئی مہم پیش آتی تو آپسے ہمت و دعا کے طالب ہوتے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے اُس سے سر مو انحراف نہین کرتے

حدیث کی درس اور اشاعت کے علاوہ آپ ہمیشہ تلاوت قرآن مین مصروف رہتے اور تدبر معانی اور نہایت

خور و خوض کے ساتھ ایک معین حصہ کی روزانہ قراءت کرتے۔ آپ نے ۱۰۷۷ھ ہجری مین دنیا و ما فیہا سے سفر کیا اور جنت الفردوس مین خدا وند معانی قبول کی۔

شیخ عیسٰی جعفری مغربی

شیخ عیسی جعفری مغربی

مشہور فاضل مغرب مین پیدا ہوئے اور وہین نشو و نما پایا۔ قرآن مجید اور علوم متعارفہ کے چند متون وہین کے علماء و فضلاء سے پڑھے جب عمر کے پندرہ مرحلے طے کرچکے تو جزائر مین پہنچے اور سجلماسی کی صحبت مین بیس سال سے زیادہ رہے اس صحبت مین آپ کو اکثر علوم مین تبحر حاصل ہوگیا اور ہر علم و فن مین تھوڑی تھوڑی مہارت حاصل کرلی اُن کے بعد علماء قسطنطنیہ اور فضلاء مصر و حرمین کی خدمت مین حاضر ہوئے اور مشاہیر محدثین سے روایتین کین اس کے بعد آپنے مکہ مین توطن اختیار کیا۔

شیخ عیسی کی تصنیفات سے ایک معجم ہے مقالید الاسانید ہے جو نہایت ہی قیمتی اور نرالی کتاب ہے اور جس کی نظیر دنیا مین بمشکل مل سکتی ہے۔ اس کتاب کے دیکھنے سے شیخ کی لیاقت و قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث مین کسدرجہ کا پایہ رکھتے تھے اور علم حدیث کو کس عروج پر پہنچا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ تمام اہل حرمین نے آپ کو اپنا امام و مقتدا تسلیم کرلیا تھا اور شیخ الوقت کا معزز و ممتاز خطاب دیا تھا۔ آپ کی درسگاہ مین عراق و مصر اور شام وغیرہ کے لوگ ہمیشہ حاضر ہوتے اور آپکے تبحر و وسعت نظر خداداد حافظہ پر ششدر رہ جاتے۔

سید عمر نے جو شیخ عیسے کی نسبت مختصر الفاظ مین ریمارک کیا ہے اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ایسے درجے کے شخص تھے جن کے فضل و کمال مین کوئی شخص اُسوقت برابری کا دعوی نہین کرسکتا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہین من اراد ان ینظر الی شخص لا یشک فی ولایته فلینظر الی هذا یعنی جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کی ولایت مین کسی طرح کا شک و شبہ نہین ہوسکتا اُسے شیخ عیسی کو دیکھنا چاہیئے۔ اسی طرح سید محمد بن علوی آپ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہو زدق زمانہ

شیخ عیسے جس طرح علمی فضائل مین ضرب المثل اور مشہور تھے اُسی طرح عادات و اخلاق مین بھی مشہور تھے آپ مین جس قدر نیکیان اور خوبیان جمع تھین وہ کسی دوسرے شخص کو اُس زمانہ مین نصیب نہین ہوئین۔ کوئی نماز کبھی قضا نہین ہوئی اور حضور جماعت پر مداومت و مواظبت رہی کثرت طواف صیام نہار قیام شب

میں پہلے درجہ کے حریص تھے۔ باوجود اس عالمانہ تزک و احتشام کے تکلف و تعصب نام کو نہ تھا اخلاق
میں جودت اور عموم تھا آج اُسکی نظیر سے تمام علما و فضلا کے حلقے خالی ہیں۔ تمام امور میں متوسط اور
درمیانی راہ تھی آپ کو ننگ و ناموس میں نہ اسقدر مبالغہ تھا نہ تساہل۔ علاوہ ان تمام باتوں کے آپنے بہت سے
مشائخ کبار سے ارتباط پیدا کر لیا تھا لیکن انجام کار طریقہ شاذلیہ اختیار کر لیا اور آخر عمر تک اسی طریقہ کی
طرف طبیعت کا میلان رہا۔

شیخ عیسے نے فقہ حنفی کے مطابق ایک مسند بھی تالیف کی تھی جس میں فقہی روایات کی تائید میں متصل حدیثیں
بیان کی ہیں اور جس سے اُن لوگوں کے زعم کا بطلان بخوبی واضح ہوتا ہے جو اس بات کے مدعی ہیں کہ
حدیث متصل کا سلسلہ آج بالکل منقطع ہوگیا ہے۔ آپنے سنہ ہجری میں دنیا سے انتقال کیا اور روضہ
رضوان میں تشریف لیگئے۔

شیخ ابراہیم کردی مدنی قدس سرہ

یہ بزرگوار علاوہ مذہبی تقدس کے دنیاوی شان و شوکت بھی بہت کچھ رکھتے تھے بڑے بڑے مشہور فاضل
فن حدیث میں آپکے شاگرد تھے اور فقہ شافعی میں بھی پہلے درجہ کا کمال حاصل تھا علماء حرمین شریفین
میں پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے تھے اور مصر و شام کے فضلا امام وقت اور مقتدائے عصر کے خطاب
سے یاد کرتے تھے۔ علم حدیث و عربیت میں ید طولیٰ رکھتے اور آپکے فنون رسمیہ معراج کمال پر ترقی کر
گئے تھے ہر فن میں بیش قیمت اور وزنی تصانیف رکھتے تھے۔ اسی لیاقت اور پولیٹیکل قابلیت کا یہ
اثر ہی نتیجہ تھا کہ اُس عہد کے بچہ بچہ کی زبان پر نہایت وقعت و عظمت کے ساتھ آپ کا نام جاری تھا اور
علما و فضلا کے حلقوں میں آپ کی انتہا سے زیادہ مدح سرائی کی جاتی تھی۔

اپنے والد بزرگوار کے علاوہ اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت میں آپنے علم کی تحصیل کی اور اپنے ہی بلاد
میں تمام علوم سے فراغت کر لی۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد حج کے قصد سے سفر اختیار کیا اور دو سال کے
قریب شہر بغداد میں سکونت رکھی جو اسوقت مختلف علوم کا مرکز تھا اور جہاں ہر قسم کے اہل کمال اور علماء و
فضلا و مشائخ موجود تھے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ شیخ ابراہیم دو سال تک یہاں ٹھیرے کیونکہ اس زمانہ
میں بجز اس شہر کے اکتساب کمالات کیلئے کوئی اور موقع اہل علم کے حق میں نہ تھا جس زمانہ تک آپ

بغداد میں فروکش رہے اُس عہد میں اکثر اوقات سید عبد القادر قدس سرہ کی مزار اقدس پر متوجہ ہوتے
رہے اور یہیں سے آپکو اس راہ کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔

دو سال کے بعد بغداد کو خدا حافظ کہا اور ملک شام میں چار سال تک سکونت پذیر رہے ازان بعد مصر پر گذرتے
ہوئے حرمین میں تشریف لائے اور شیخ احمد قشاشی سے ملاقات کی شیخ ابراہیم کو شیخ قشاشی سے اور قشاشی
کو ان سے ایک خصوصیت عجیب پیدا ہوگئی اور شیخ ابراہیم نے بہت تھوڑے عرصہ میں اُنھیں اپنا
گرویدہ بنا لیا طریقہ صوفیہ حاصل کیا اور حدیثیں روایت کیں اور اُن کی صحبت میں کمالات علیہ پر ترقی کی
عربی اور کردی زبان کے علاوہ فارسی اور ترکی بھی خوب جانتے تھے اور ان زبانوں میں ایسی سہولت
اور بے تکلفی کے ساتھ تقریر کرتے تھے جسے سنکر زباندان لوگ حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔

شیخ ابراہیم علمی تبحر اور فضل و کمال میں اعلیٰ درجہ کی شہرت رکھتے تھے اور فہم و فراست زہد و تواضع صبر و حلم
میں ضرب المثل تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں آپ ملک شام میں مقیم تھے ایکدن شیخ محی الدین ابن عربی
کے روضہ متبرکہ کی طرف اس نیت سے متوجہ ہوئے کہ اسوقت سفر کا عزم بہتر ہے کہ نہیں آپ واقعہ میں دیکھتے
ہیں کہ جناب شیخ محی الدین ان کے جوتے کی غبار کو جھاڑ رہے ہیں شیخ ابراہیم نے معلوم کر لیا کہ آپ اقامت
کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ شیخ ابو طاہر کا بیان ہے کہ دولت عثمانیہ کے وارث تخت و تاج کا اتالیق جسے
اُس طرف کے لوگ خوجہ کے نام سے پکارتے تھے ایک دفعہ مدینہ طیبہ کی زیارت کو آیا اور بڑے شان و شوکت
سے آیا جب شیخ ابراہیم کے عظمت و جبروت کا شہرہ سنا تو علما و مشائخ نیز ارکان دولت عثمانیہ کے جم غفیر کو ہمراہ
لیکر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملاقات کے بعد شیخ سے عرض کیا کہ میں نے ملک شام میں ایک اشکال
بدعت دیکھی جس کے مٹانے اور قلع و قمع کرنے میں انتہا سے زیادہ کوشش کی شیخ نے فرمایا کہ وہ کیا بدعت تھی
جواب دیا کہ لوگ مسجدوں میں ذکر جہر کرتے تھے میں نے اسکی ممانعت کردی شیخ نے نہایت رنجوفی سے ایک بیان کی
مسجد میں یہ آیت پڑھی ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها۔ شیخ کی اس بیدھڑک
تقریر نے خوجہ کے چہرہ میں ایک فوری تغیر پیدا کر دیا اور اُسنے آپ کی اس بیخوف گفتگو سے متاثر ہو کر فقہ
حنفی کی بعض نقلیں اور روایتیں جو فتاوی قاضیخان وغیرہ سے مستنبط کی گئی تھیں جیب میں سے نکالکر شیخ
کے ہاتھ میں دیں اور کہا انہیں ملاحظہ کیجئے شیخ کی زبان بڑے بڑے مناظروں میں کبھی نہیں رکتی تھی آپنے
برجستہ جواب دیا کہ اگر تم صرف تقلید کی بنا پر گفتگو کرتے ہو تو میرا خطاب تمہاری طرف متوجہ نہیں ہوسکتا کیونکہ

ہیں ایک اور شخص کا مقلد ہوں اور تم کسی اور شخص کے تمہارے استدلال وحجت سے میں ملزم نہیں ہو سکتا ہاں اگر تحقیق کی رو سے اس مسئلہ کی تنقیح و توضیح چاہتے ہو تو بسم اللہ بندہ حاضر ہے شیخ کے اس پر مغز اور قاطع جواب سے خوجہ شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا اور نہایت منغص و مکدر ہو کر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا شیخ نے اسی زمانہ میں ایک بڑے زور کا رسالہ تحریر کیا جسکا نام جاقلہ رکھا اور جس میں خوجہ کے شبہات و شکوک کے قاطع جواب ذکر فرمائے۔ شیخ کے جن عزیزوں نے خوجہ کے تغیر مزاج کو دیکھا تھا شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ خوجہ دولت عثمانیہ کا ایک معزز و ممتاز شخص ہے اور اُسکی دربار عالیہ میں بہت بڑی عزت ہوتی ہے خود شہنشاہ روم اُسکی تعظیم دیتا اور کمال قدردانی سے اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ قاضی القضاۃ کے درجہ پر ممتاز ہے وارث تخت و تاج کی اتالیقی کا معزز منصب رکھتا ہے ایسی صورت میں اُس کے رد میں اس قدر مبالغہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ شیخ نے اپنے دوستوں کی یہ دلسوزی سے بھری ہوئی تقریر سُن کر فرمایا کہ یہ سب کچھ صحیح ہے مگر میں آزادی اور حق گوئی کا سر رشتہ کبھی ہاتھ سے نہ دونگا گو اس میں مجھے کسی قسم کا دنیاوی صدمہ ہی کیوں نہ پہنچے۔

مثل مشہور ہے کہ سچ کو آنچ نہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلمۃ الحق یعلو ولا یعلی چونکہ شیخ صاحب کو صرف احقاق حق منظور تھا اور اس کے علاوہ کوئی غرض و تعصب پیش نظر نہ تھی خود خوجہ اور اس کے احباب نے اس رسالہ کو دیکھکر ایک بات بھی منہ سے نہیں نکالی اور شیخ کے زور تحریر و علمی تبحر سے حیرت زدہ ہو گئے اور آپ کی خداداد فہم و فراست پر تحسین کرنے لگے اسوقت یہ مشہور قول بالکل صحت کے درجہ کو پہنچ گیا کہ حق کو کسی جگہ زوال نہیں ہوتا گو چند روز کے لئے جھوٹ چمک اُٹھتا ہو اور ظاہر بینوں کو نظر پڑتا ہو کہ اس چمک میں سچائی و راستی کی جھلک نمودار ہے لیکن نہیں بعد کو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ ناحق کو فنا اور حق کو بقا ہے جیسا کہ خدا تعالے قرآن مقدس کے ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے کہ جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا۔

شیخ ابو طاہر یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ شیخ یحیی شاوی ایک دفعہ بڑی شان و شوکت سے حرمین میں آئے اور شیخ ابراہیم صاحب سے بڑی تپاک سے ملاقات کی زاں بعد روم کی جانب روانہ ہوئے شاہ روم کا وزیر السلطنت جاہ و حکومت کی شان و شوکت کے پیشوائے مذہبی تسلیم کیا جاتا اور حدیث و فقہ میں اعلے درجہ کی قابلیت رکھتا تھا شیخ ابراہیم صاحب کا سخت معتقد تھا جس طرح حدیث و فقہ میں بے نظیر تھا اُسی طرح

ادب و عقائد میں بھی کمال رکھتا تھا اور اسی قابلیت کا یہ نتیجہ تھا کہ معمولی عہدہ سے وزارت اعظم کے مرتبہ کو پہنچ گیا جب شیخ یحیی شاذلی وزیر السلطنۃ سے ملاقات کرنے گئے تو اُس نے کہا کیف وجدت شیخنا ابراہیم یعنی تو نے ہمارے شیخ ابراہیم کو کیسا پایا بدقسمت یحیی نے جواب دیا وجدتہ جحجاحاً یعنے کا یہ دل آزار جواب سنکر وزیر السلطنۃ غصہ میں بھڑک اُٹھا اور نہایت تحقیر و توہین کے بعد مجلس سے نکالدیا اس واقعہ کے بعد شیخ یحیی شاوی کو جناب شیخ ابراہیم سے رنج بڑھ گیا اور اُن کے ایذا کے قصد سے پھر حرمین میں آنا چاہا لوگوں نے یہ قصد شیخ سے نقل کیا اور کہا کہ وہ آپ کے ہلاکت کے درپے ہے اسی ارادہ سے دوبارہ حرمین میں آ رہا ہے بزرگ شیخ نے نہایت استقلال کے لہجہ میں فرمایا کہ جیسے حابس الفیل یعنی جس نے اصحاب فیل کو دنیا سے مٹا دیا اور اپنے مقدس گھر میں آنے سے روک دیا وہی اسکی بھی مزاحمت کریگا چنانچہ جب شیخ یحیی شاوی طور کے متصل پہنچا تو دفعۃً بیمار پڑ گیا اور چند روز مبتلا رہکر وفات کر گیا۔

شیخ ابراہیم کے اخلاق نہایت عام اور وسیع تھے اور طرز معاشرت بہت ہی اچھا تھا کھانے اور لباس میں تکلف اور بناوٹ کو مطلق دخل نہ تھا البتہ بڑے عالمی اور لاابالی آسامیوں سے نفرت رکھتے تھے نخوت ترفع کم ہمتی نام کو نہ تھی مروت و سخاوت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے خوش خلقی کی عادت آپ کی طبیعت ثانی ہو گئی تھی عاجز و ستمدیدہ شکستہ حال و غریب الدیار لوگوں کے ساتھ سلوک سے پیش آتے تھے۔ خدا پرستی حلم تواضع اور بیریا سخاوت میں اُس زمانہ میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا عفو ترحم اور خاکساری اعتدال سے بڑھکر تھی ایک مورخ آپ کی فیاضی اور بے ریا سخاوت پر یوں ریمارک کرتا ہے کہ علماء طلبہ اور زہاد میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو شیخ کی سخاوت عام سے محروم رہا ہو حقیقت میں شیخ اُن کے حق میں ابر رحمت تھے جس کی ہمیشہ فیاضی کی بارش ہوا کرتی تھی۔ عبد اللہ عیاشی نے مختصر لفظوں میں آپ کی مجلس کی یہ تعریف کی ہے کہ کان مجالسہ روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی شیخ ابراہیم کی مجلس جنت کے باغوں میں سے ایک پھلا پھولا اور تازگی بخش باغ تھا۔

جب آپ مسائل حکمت کی تقریر کرتے تو اُن کے تحت میں حقائق صوفیہ بیان کیا کرتے اور کلام صوفیہ کو حکما کی تحقیق پر ترجیح دیتے اور فرماتے حق کلام الفلاسفۃ قاربوا الحق واعلی الحق ولم یصیبوا و الیہ آپ کا انتقال ۱۱۰۱ھ میں ہوا چنانچہ ایک فرید عصر اور ادیب زمانہ نے آپ کی تاریخ وفات ان جملوں سے نکالی ہے وانا علی فراقک یا ابراہیم لمحزونون۔

شیخ حسن عجمی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگوار شیخ الحدیث اور جامع فنون تھے جودت فہم و ذکاوت و طباعی فصاحت و بلاغت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ایک زمانہ تک شیخ عیسی مغربی سے تحصیل علوم کی اور اُن کی صحبت سے فیض اُٹھایا شیخ عیسی مغربی کے علاوہ اور بہت سے ماہرین فن اور ائمہ وقت کی خدمت میں رہے شیخ احمد قشاشی۔ شیخ محمد بن العلاء بابلی شیخ زین العابدین ابن عبد القادر طبری وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں اور صحبت سے مستفید ہوئے۔ علم حدیث و فقہ اور مغازی و سیر میں بہت بڑی قابلیت رکھتے تھے آپ کا ذہن و حافظہ ایسا وسیع تھا جس کی تعریف شیخ زین العابدین جیسے علامہ اور فرزانۂ روزگار نہایت وزنی الفاظ میں کیا کرتے تھے جو شافعیہ کے مفتی اور اُن کے ایک نہایت معزز و مستند امام تھے۔

شیخ ابو طاہر کا بیان ہے کہ شیخ حسن عجمی نے شیخ نعمت اللہ قادری وغیرہ سے ملاقات کی تھی اور دعوت اسما میں انتہائی درجہ شہرت رکھتے تھے اگرچہ آپ حنفی المذہب تھے اور تمام باتوں میں فقہ حنفی پر عمل کرتے تھے لیکن سفر کی حالت میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نماز جمع کرکے پڑھا کرتے تھے اور امام کی صورت میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے آپ ہم لوگوں کو تاکیدی حکم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عورتوں پر تنگی جائز نہ رکھو اور بعض اُن جزئی مسائل کا حکم کرو جن کی اجازت علماء حنفیہ نے دی ہو تاکہ وہ نہایت سہولت و آسانی کے ساتھ نماز ادا کرسکیں۔ شیخ ابو طاہر یہ بھی ذکر کیا کرتے تھے کہ ان سیدی حسن العجمی [illegible] جمیل وکانت فی عینہ غشۃ و کان مع ذلک اذا قرأ الحدیث رئی علی وجہہ الانوار وصار کا جمل من رءی فی الدنیا وذلک سر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا الحدیث یعنی میرے استاد شیخ حسن عجمی کائنات حسن کے لب لباب اور چنداں خوبصورت نہ تھے بلکہ اُن کی آنکھ میں ایک عیب بھی تھا لیکن یہ امر قابل تعجب بلکہ حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ جب آپ حدیث پڑھنا شروع کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا چہرہ پر انوار برس رہے ہیں اور اُس وقت دنیا بھر سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتے تھے غالباً یہ اُس حدیث کا اثر معلوم ہوتا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں ادا فرمایا ہے کہ نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فوعاہا یعنی خدا تعالی اُس بندہ کے چہرہ کو تروتازہ رکھے جو میری حدیث کو سنتا اور یاد رکھتا ہے۔

شیخ حسن عجمی نے ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے جس میں اپنی تمام اسانید کو ضبط کردیا ہے اور جس سے آپ کے علمی تبحر کی

قوت اور خداداد قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے آپ ہر سال رجب کے مہینے میں مدینہ طیبہ کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے اور مسجد نبوی میں بیٹھکر صحاح ستہ میں سے ایک کتاب بطریق سرد[1] ختم کرتے تھے اہل مدینہ آپ سے حدیثیں روایت کرتے تھے اور مجلس درس میں شیخ ابو طاہر قاری ہوتے تھے اگر کوئی دوسرا شخص قراءت کرتا تو آپ اُس سے خوش ہوتے۔

غرضکہ شیخ حسن عجمی اپنی خداداد قابلیت اور عام اخلاق کی وجہ سے تمام علماء حرمین محترمین میں عزت و وقعت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور اہل مکہ ان کی بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس میں اس سے بڑھکر اور کیا وجہ ہو سکتا تھا کہ ایک مقدس و متبرک مقام کے متولیوں نے آپ کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کیا تھا اور امامت کا وزنی و قیمتی تاج آپ کے سر پر رکھا تھا جس کی وجہ سے شرفاء عرب اور سلاطین عجم کی گردنیں آپ کے سامنے جھک جاتی تھیں۔

[1] واضح ہو کہ علماء حرمین کے نزدیک کتب حدیث کے درس کے تین طریقے ہیں ایک طریق سرد اور وہ یہ ہے کہ شیخ خود سامع ہو یا قاری کتاب کی تلاوت اس طرح کرے کہ اثناء قراءت میں نہ تو مباحث لغویہ کا ذکر چھیڑے نہ مسائل فقہیہ کو متعرض کرے [illegible] رجال کی تحقیقات کرے نہ مشکلات غریبہ کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہو دوسرا طریق بحث و حل ہے وہ یہ کہ ایک حدیث کی تلاوت کے بعد شیخ ہر لفظ غریب اور مشکل ترکیب [illegible] سوال اور مخصوص [illegible] مسائل پر [illegible] کرے اور ان تمام باتوں کو متوسط تقریر سے حل کرے جب ایک حدیث کے متعلق یہ تمام مراتب طے ہو لیں تو آگے پڑھے اور دوسری حدیث پڑھنے کے بعد ان تمام امور کی رعایت کرے [illegible] تیسرا طریق امعان و تعمق کا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ ہر ہر کلمہ کے مناسبات و احتمالات [illegible] کی تشریح کرکے بیان کرے مثلاً کسی غریب کلمہ اور مشکل ترکیب کے توضیح میں قدیم زمانہ کے شعراء کے کلام سے شواہدات پیش کرے [illegible] استعمال کے مواقع و محال [illegible] ذکر کرے [illegible] رجال کی تحقیق میں اس قوم کے حالات اور اخلاق و عادات بالتفصیل بیان کرے اور مسائل فقہیہ کی منصوص علیہا مسائل پر تفریع کرے اور ہر مسئلہ کی تخریج کی طرف بالتصریح اشارہ کرے اور ادنے مناسبت کی وجہ سے عجیب و غریب قصے اور نادر و عبرت آمیز حکایتیں نقل کرے۔ علماء حرمین محترمین میں یہ تینوں طریقے رائج ہیں اور محدثین کے گروہ میں یہ تمام مراتب دیکھے جاتے ہیں۔ شیخ حسن عجمی اور شیخ احمد [illegible] اور شیخ ابو طاہر وغیرہ کا [illegible] طریقہ سرد ہی تھا لیکن نہ مبتدیوں اور عام لوگوں کے لئے بلکہ خاص شہروں اور منتہیوں کی نسبت تاکہ سماع حدیث اور واسطہ روایت [illegible] حاصل ہو اور باقی مباحث کو شروح حدیث میں مطالعہ کریں کیونکہ آج حدیث کا ضبط اور اُس کا مدار علیہ شروح حدیث ہی ہیں۔ پھر اس مقام پر یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ محدث کے فرائض منصبی کیا ہیں۔ جب کوئی محدث حدیث پڑھائے [illegible] رجال سند کے ناموں کی تصحیح [illegible] موقوف و فوق کے بعد حالات و واقعات کی توضیح کرے پھر مختلف المعنی [illegible] کی تاویل میں مشغول ہو جن میں بظاہر چند احکاموں کی گنجائش ہو اس کے بعد فروع فقہیہ و اختلافات مذاہب فقہا اور مختلف روایات میں توفیق و تطبیق اور اعراب و معانی [illegible] بعض حدیثوں کو بعض پر ترجیح وغیرہ اچھی طرح بیان کرے۔ [illegible] اور اول [illegible] اگرچہ [illegible] طرف متوجہ ہوتے تھے لیکن اب [illegible] بہت کم غور و فکر کرتے ہیں مگر اُن کی بحث [illegible] بالکل بے سود ہے کیونکہ آج تمام متون کی شرحیں موجود ہیں اور [illegible] کے حواشی بڑی آب و تاب کے ساتھ لکھے جا چکے ہیں [illegible] مذکورہ بالا کی بابت چند ان ضروری تشریحیں درج کی جاتی ہیں (علوم)

شیخ حسن عجمی کی بے مثل تواضع

یہ جاہ وجلال اور عظمت وجبروت کے سین ہمیشہ شیخ حسن عجمی کے پیش نظر تھے لیکن باوجود اس شان و شوکت کے آپکے مزاج مین غایت درجہ کا عجز وانکسار اور بے نظیر حلم ووقار تھا آپ اپنے مشائخ کی نسبت خصوصیت کے ساتھ انتہا درجہ کی تواضع برتتے تھے اور اُن کی مراعات خاطر اور اعزاز واقتدار مین بلے درجہ کی کوشش کرتے تھے جس زمانہ مین آپکے عروج وترقی کا ستارہ شہاب ثاقب بنکر خوب زور شور سے چمک رہا تھا اُس وقت آپ نے اور بھی عجز وخاکساری اختیار کی تھی اور ادنے ادنے آدمیون سے تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آتے تھے۔

شیخ حسن کا دیگر مشائخ کی نسبت احترام

مشائخ کے اعزاز واحترام کا یہ حال تھا کہ آپ اُن کے سامنے گردن جھکائے بیٹھے رہتے تھے اور بجز کسی سخت ضرورت کے گفتگو کرنے کی جرات نہ کرتے تھے چنانچہ ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ آپ شیخ عیسے مغربی کی خدمت مین تشریف رکھتے تھے اکثر علما حرمین مجلس مین موجود تھے اور لوگ اپنے شبہات وشکوک نمبروار پیش کر رہے تھے شیخ حسن عجمی نے بھی جسارت کرکے دریافت کیا کہ یا سیدی اذا کان للانسان شیخ فحال ایمان بدخل علی شیخ اخر بعنی اے سید جب آدمی کا ایک شیخ ہو تو کیا اُسے جائز ہے کہ دوسرے شیخ کا معتقد بنجائے۔ شیخ عیسے مغربی نے جواب دیا کہ الاب واحد والاجداد شتی شیخ حسن عجمی کو یہ جواب سنکر دوبارہ دریافت کرنے اور اس جملہ کی تشریح کرانے کی جرات نہ پڑی اور آپ بڑی خاموشی کے ساتھ سب کی باتین سنتے رہے حقیقت مین اہل مجلس کے لئے شیخ عیسی مغربی کا یہ جواب ایک پہیلی تھی جسکا بوجھنا سخت مشکل تھا اکثر اہل مجلس نے چاہا کہ اس معمے کو حل کرین لیکن کسی کو اتنی جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے انجام کار مجلس برخاست ہوئی اور سب لوگ اُٹھ اُٹھ کر اپنے مقامون پر واپس جانے لگے اس وقت اکثر مشائخ شیخ حسن عجمی کے پاس آئے اور اس معمے کو حل کرنا چاہا آپنے بہت ہی مختصر لفظون مین اس جملہ کی یون تفسیر کی کہ شیخ اول کی قدرومنزلت جس کی وجہ سے انسان نے بیضہ بشریت سے خروج کرکے ملک اعلی مین قدم رکھا ہے بنسبت اور مشائخ کے بہت کرنا چاہیئے اور اُس کے ساتھ ہمیشہ نیکی وبھلائی سے پیش آنا چاہئے جس طرح اپنے حقیقی والد کے ساتھ پیش آتا ہو اور دوسرے مشائخ کے ساتھ وہ معاملہ رکھے جو اعمام کے ساتھ برتنا چاہیئے۔

شیخ حسن عجمی آخر عمر مین مکہ چلے آئے تھے اور یہین توطن اختیار کر لیا تھا طائف مین ایک مدت تک گوشہ نشین رہے اور اسی مقام پر انتقال فرمایا حضرت ابن عباس کی تربت کے متصل دفن ہوئے جس وقت آپکے

دنیا سے منہ موڑ کر سفر آخرت قبول کیا ہے اُسوقت ۱۱۱۳ ہجری کا شروع تھا۔

شیخ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم ظاہر وباطن دونون کو جامع تھے اور بہت سے مشائخ طریقت اور علماء شریعت کی صحبت سے فیضیاب تھے شیخ عبدالرحمن محجوب سید محمد رومی۔ سید عبداللہ سقاف اور میر کلان بن میر محمود بلخی وغیرہ سے خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا محمد بن العلاء البابلی اور شیخ عیسی مغربی کے علاوہ اور بہت سے ائمہ اور فضلاء عصر سے حدیثین روایت کین۔ سماع بخاری اور موطا مین تسلسل روایت حاصل کیا۔ ابتداء نشو ونما کے زمانہ سے فضلاء حمیت ودیانت اور علم وعقلا کی محبت اور اُن کے التزام صحبت اور مشائخ صوفیہ کے اعتقاد اور اُن کے اعمال واشغال سے متصف تھے۔ اکثر مشائخ حرمین کی صحبت مین زمانہ دراز تک مستفید رہے اور حرمین مین آمد وشد کرنے والون سے فیضیاب ہوئے۔ غرضکہ یہ بزرگوار مکہ معظمہ کے اعیان دولت اور رؤسا شہر مین ایک نہایت معزز وممتاز شخص شمار کئے جاتے تھے اور برکت واستجابت دعوات مین مشہور ومعروف تھے۔

شیخ عبدالرحمن نخلی ولد شیخ احمد نخلی روایت کرتے ہین کہ یہ عجیب اتفاق کی بات ہی کہ شیخ احمد نخلی کے والد کے ہان کوئی فرزند زندہ نہ رہتا تھا جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ اندوہ ورنج مین گرفتار رہتے تھے اور کسی بات مین مزہ نہ آتا تھا لیکن جب شیخ احمد پیدا ہوئے تو اُنھون نے اکثر اہل اللہ سے مولود مسعود کی ترقی عمر کی استدعا کی اور استمداد وطلب ہمت مین انتہا سے زیادہ کوشش کی۔ شیخ احمد جب کسی قدر بڑے ہوئے تو ان کے والد بزرگوار ہمیشہ جمعہ کے روز شیخ تاج سنبھلی کی خدمت مین بھیجا کرتے شیخ تاج رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ احمد سے دلی محبت پیدا ہوگئی تھی جب شیخ احمد آپ کی خدمت مین پہنچتے تو آپ انہین اپنی آغوش محبت مین لیکر دست شفقت سر پر بار بار پھیرتے اور اپنے متبرک انفاس سے مالامال کرکے واپس کرتے اتفاق سے ایک روز شیخ احمد جون ہی شیخ تاج کی خدمت مین پہنچے اور آپ کی نظر مبارک اُن کے چہرہ پر پڑی تو آپ دریائے تامل مین محو ہوگئے ازان بعد اُس غلام سے کہلا بھیجا جو شیخ احمد کے ساتھ ہمراہ ہوتا تھا کہ هذا الطفل ليس مثلك بل هو افضل واسعد منك خير الله ليس لله من العمر الا الشئ القليل یعنی یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا تم جیسا نہیں ہے بلکہ تم سے افضل اور زیادہ بہتا ور ہی لیکن مجھے سخت افسوس سے کہنا پڑتا ہو کہ اُسکی عمر بہت تھوڑی ہے بلکہ یون سمجھنا چاہئے کہ اب اُسکی عمر طبعی ہوچکی ہے اور عنقریب خزان کا وقت آیا چاہتا ہے جب غلام شیخ احمد

کے والد بزرگوار کے پاس پہنچا اور حقیقت حال کا انکشاف کیا تو انہیں سخت رنج ہوا اور اسی وقت نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ تو ابھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو اور میری طرف سے یہ التماس کر کہ یا سیدی انی اعطیت عمر هذا الطفل وانی استشفع بک فی هذا الامر۔ یعنی اے سید میں اپنی عمر خوشی اس لڑکے کو دیتا اور آپ کو اس بارہ میں شفیع قرار دیتا ہوں۔ شیخ تاج نے جب یہ پیام سنا تو مراقبہ میں مشغول ہوئے اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ جاؤ اپنے آقا سے کہدو کہ تمہاری نیت قبول ہوئی اور خدا تعالی نے میری دعا سنی اب تمہیں صرف تین مہینے کی مہلت ہے اس مدت میں سفر آخرت کے لئے مستعد طیار ہو جاؤ چنانچہ شیخ احمد کے والد بزرگوار اسی مدت میں عالم فانی سے انتقال کر گئے اور شیخ احمدؒ زندگی کے نوے مرحلے طے کر کے سفر آخرت قبول کیا۔

شیخ عبد الرحمن والد شیخ احمد نخلی نقل کرتے ہیں کہ معاملہ بیع وشرا اور داد وستد میں۔ میں اپنے والد بزرگوار کا وکیل تھا اور تمام دنیاوی معاملات انکی طرف سے میں ہی کیا کرتا تھا لیکن جب شیخ کی عمر طبعی کا خاتمہ ہونے کو ہوا اور انتہا درجہ کا ضعف غالب آیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا شیخ کی حیات کا پیمانہ دفعۃً لبریز ہو کر چھلک پڑے اور آپکے تمام قرضوں کا بار میرے گردن پر ہے اس لئے میں ایک دن شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرضخواہوں کے مطالبہ کی شکایت پیش کی اور عرض کیا مجھے خوف ہے کہ اچانک کوئی حادثہ پیدا ہو اور تمام دیون میرے ذمہ باقی رہجائیں اور میرے عزیز و قریب اس وکالت کا اعتبار نہ کریں۔ شیخ نے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ برخوردار من! تم اس خدشہ کو اپنے دل میں راہ نہ دو مجھے کامل امید ہے کہ تاوقتیکہ میں اپنے تمام قرضوں سے سبکدوشی حاصل نہ کرلوں اور میرے سارے دیون ادا نہو جائیں دنیا سے رخصت نہوں میرا خیال ہے کہ جس رات کو کوئی قرضہ میرے ذمہ باقی نہیں رہے گا وہی رات میری زندگی کی اخیر شب ہوگی اور اسی رات میں میرا جام حیات لبریز ہو کر چھلک جائیگا۔ شیخ عبد الرحمن کا بیان ہے کہ اس کے بعد جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو تمام قرضوں کی ادائگی دفعۃً کر دی گئی اور جس رات آپکے ذمہ کسی کا قرض باقی نہیں رہا وہی آپکی عمر کی آخر شب تھی۔

شیخ احمد نخلی فرماتے ہیں کہ طریقہ خلوتیہ میں میرے شیخ جناب شیخ عیسے بن کنان خلوتی تھے جب انہوں نے مجھے طریقہ خلوتیہ کی اجازت دی تو مجھے کو معظمہ میں علی رؤس الاشہاد اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اس طریقہ کے تمام پیرووں سے میرے لئے خلافت کا معزز لقب حاصل کیا تاکہ تمام خلوتی میرے پاس جمع ہوں اور نماز تہجد کے بعد

ان اوراد و وظائف میں مشغول رہیں جو اس فرقہ میں رائج ہیں۔ شیخ عیسی کی ان بے اندازہ مہربانیوں اور گرانبہا عطیوں سے مجھے بیحد خوش ہونا چاہیئے تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد میں ہمیشہ متردد رہا اور مجھ پر بیانی غم کا لشکر ٹوٹ پڑا کیونکہ ابتدا سے میرا میلان طبع طریقہ نقشبندیہ کی طرف تھا اور اسی طریقہ کو میں دوست رکھتا تھا مجھے اس وقت سب سے بڑی اور سخت مشکل کا سامنا یہ تھا کہ شیخ کی مخالفت نہ کرسکتا تھا اور ان کے خلاف ارشاد کسی کام کرنے کی مجال نہ تھی آخرکار میں نے مجبور ہو کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کی اور اسی سال روضہ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پیشتر میں نے جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ گویا آپ خلفاء اربعہ کی مختصر سی جماعت کو ساتھ لئے ہوئے زیارت عثمانیہ میں تشریف لائے ہیں میں یہ دیکھکر اس طرف دوڑا اور آپ کے نیز خلفاء کرام کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور بالترتیب ہر خلیفہ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ جناب رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک جدید سجادہ کی طرف جو آپکے قبر شریف کے سرہانے اور صف اول کے محاذاۃ میں بچھا ہوا تھا لائے اور فرمایا ھذا سجاد الشیخ تاج اجلس علیھا یعنی یہ شیخ تاج کا سجادہ ہے تمہیں اس پر بیٹھنا چاہیئے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو معلوم کیا کہ اس سے اشارہ طریقہ نقشبندیہ کی طرف ہے گویا آپ اسی طریقہ کی اجازت دیتے ہیں۔

شیخ عبد اللہ بن سالم البصری ثم المکی

شیخ عبد اللہ بن سالم البصری

اس فاضل اجل عالم بے بدل نے کتب حدیث کی اشاعت و ترویج میں جس مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کی اُس کے با احسان سے علماء دنیا کو سر اٹھانے کی جگہ نہیں ہے سچ یہ ہے کہ علم حدیث کے مردہ قالب میں شیخ عبد اللہ ہی نے ایک نئی اور تازہ روح پھونکی ہے۔ مسند امام احمد کا کامل نسخہ دائرہ گمنامی میں روپوش ہوگیا تھا اور قریب تھا کہ سطح زمین پر کوئی کامل نسخہ دستیاب نہ ہوسکے مگر شیخ نے اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی کی مصر و عراق اور شام وغیرہ کے علمی خزانوں سے اس کے متفرق اور پراگندہ اجزا جمع کئے اور سب کو ملا کر ایک نسخہ مرتب کیا از ان بعد اول سے آخر تک ایک غائر نظر ڈالی اور صحیح کرکے اسے اصل قرار دیا اسی طرح کتب صحاح ستہ کی متفرق اور متعدد نسخے جمع کرکے ایک مجموعہ مرتب کیا اور بڑی محنت و جانفشانی سے صحیح کرکے طالبان فن میں شائع کیا نسخہ مبوبہ اپنی قلم سے لکھا اور اصل سے بہتر لکھا۔ صحیح بخاری کی ایک نہایت مبسوط

اور جامع شرح تصنیف کی اور اُسکا نام ضیاء الساری رکھا اور اسوقت تمام ممالک اسلامیہ میں موجود ہے ایک عرصہ ہوا کہ یہ شرح مطبوع بھی ہوچکی ہو اور اکثر طلبہ کے پاس دیکھی جاتی ہے ضیاء الساری کے دیکھنے سے شیخ عبداللہ کی لیاقت اور پولٹیکل قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔

میں نے خود اس شرح کو دیکھا ہے اور اکثر مقامات پڑھے ہیں حقیقت میں جو باریکیاں اور نکات اس خاص فن میں آپنے بیان کئے ہیں اُن کی نظیر سے بخاری کی دوسری شرح بالکل خالی ہیں علم حدیث کے غوامض و دقائق کے علاوہ مسائل فقہیہ کی ایسی تنقیح و توضیح کی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ جو لوگ کتاب و سنت سے خاص دلچسپی رکھتے اور جنکی معلومات علوم حدیث میں بہت وسیع ہیں وہ ضیاء الساری کو دیکھکر فوراً یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ حقیقت میں شیخ عبداللہ فن حدیث کا ایسا علامہ ہے جس کی مثال اُس عہد میں اور کوئی نہیں پائی جاتی۔ ایک اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل شیخ کی اس تصنیف کو دیکھکر بلا تامل کہہ سکتی ہے کہ بیشک آپ علم حدیث کے جولانگاہ کے شہسوار ہیں اور اس فن میں وہ وسعت نظر اور علمی تبحر رکھتے ہیں جو ایک مجتہد اور ماہر فن کے لئے ضروری ہے۔

لیکن نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ شیخ اس شرح کو ضعف پیری کی وجہ سے پورا نہ کرسکے اور آپ کی زندگی میں اسکی تکمیل نہیں ہوئی اگر یہ شرح شیخ کی قلم سے پوری اور کامل ہوجاتی تو ایک بے نظیر اور لاثانی شرح ہوتی اور اُس کے مقابلہ میں بخاری کی کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں رہتی خلاصہ یہ کہ آپنے اپنی تمام عمر دولت کتب حدیث میں صرف کی اور اسی بحث و تنقیح میں ہمیشہ مشغول و مصروف رہے اور واقعی بات یہ ہے کہ اس متاخر زمانہ میں ایک آپ ہی حافظ حدیث اور ضابط[1] روایت تھے۔

[1] ضبط حدیث کے طریقے امت مرحومہ میں تین حال پر گذرے ہیں پہلا حال یہ تھا کہ صحابہ اور تابعین کے عہد مبارک میں لوگ حدیثیں زبانی یاد کرتے تھے اور اُسوقت ضبط حدیث صرف بقوت ذہنی اور قوت حافظہ پر موقوف تھا دوسرا حال یہ تھا کہ تبع تابعین اور دور اول محدثین کے زمانہ سے طبقہ سابعہ اور ثامنہ تک لوگ حدیثوں کو لکھتے تھے اسوقت ضبط حدیث تعیین خط اور تقابل نکات تصحیح حروف اصول صحیحہ سے مقابلہ وغیرہ پر منحصر تھا تیسرا حال یہ تھا کہ [illegible] حدیث نے علم الرجال اور الفاظ مشکلہ و غریبہ کے ضبط میں بڑی بڑی مبسوط اور مشرح کتابیں تصنیف کیں اور مفصل شرحیں لکھیں اور ان میں اُن مسائل سے تعرض کیا جو علم حدیث کے متعلق سمجھے جاتے ہیں اب ضبط حدیث کا صرف یہ طریقہ باقی رہ گیا کہ واقف حدیث [illegible] شروح کو پیش نظر رکھکر [illegible] حدیثیں روایت کرے [illegible] اس زمانہ میں اہل حدیث نے تساہل اختیار کیا [illegible] جسقدر متقدمین تشدد کرتے تھے [illegible] متاخرین تساہل [illegible] صرف خط پر اکتفا کیا گیا اسلئے انہیں اجازت مجردہ وغیرہ کا رواج جاری ہوا [illegible] طریقہ مروج تھا خلاصہ یہ کہ ضبط کا یہ طریقہ شیخ عبداللہ بصری کے نزدیک کمال کی ایک بہت بڑی اور اعلیٰ درجہ [illegible] اور اس سلسلہ کے باقی رہنے کے آپ ہی باعث تھے۔ شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی رحمہ اللہ اور بہت سے علما

آپ بچپن کے زمانہ سے تحصیل علوم کی طرف راغب اور علما و فضلا کی صحبت کو مغتنم سمجھتے تھے اتقاد پرہیزگاری اور ورع و صلاح کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے ہر روز قرآن مجید کے دس سپارے پڑھنا آپ کا دستور تھا اور وہ بھی سرسری طور سے نہیں بلکہ امعان و تدبر سے لیکن جب بڑھاپے کا ضعف آپ پر غالب ہوا تو طاقت کے مطابق تلاوت میں مصروف رہنے لگے غرضکہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جس میں آپ درس یا تلاوت یا نماز و عبادت میں مصروف نہوتے ہوں۔

شیخ عبداللہ کو واجب التعظیم والد شیخ سالم اگرچہ شریف مکہ کے دربار میں ایک معزز و ممتاز عہدہ پر مامور تھے اور بیشمار دولت و حشمت رکھتے تھے اور اپنے فرزند رشید کی بہت کچھ خدمت کرتے تھے لیکن شیخ عبداللہ ہمیشہ فقیرانہ حالت میں زندگی بسر کیا کرتے اور اسی حالت میں رہنا پسند کرتے تھے۔ آپنے کعبہ معظمہ کے جوف میں دو مرتبہ صحیح بخاری ختم کی ایک دفعہ اُسوقت جب لوگ کعبہ کی ترمیم میں مصروف تھے دوسری مرتبہ اُس زمانہ میں جب کعبہ کے دروازہ کی تعمیر ہورہی تھی۔ مسند امام احمد بن حنبل کی تصحیح و جمع کے بعد مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سرہانے بیٹھکر درس دیا اور بیٹھکر ختم کردی جب آپ حدیث کی قرات کرتے تو تمام علماء حرمین اور مشائخ صوفیہ مجلس میں موجود ہوتے اور جب تک پڑھتے سب گردنیں جھکائے خاموشی کے ساتھ سنتے۔ حدیث پڑھتے وقت لوگوں کو معلوم ہوتا کہ گویا آپ پر وحی اُتر رہی ہے۔

شیخ نے طول طویل عمر پائی اور سب مرضیات الٰہی میں صرف کی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب انسان زیادہ ضعیف اور بوڑھا ہوجاتا ہے تو اُس کے اعضا و حواس ایک ایک کرکے جواب دیتے جاتے اور دن بدن قوٰی مضمحل ہوتے جاتے ہیں لیکن بڑی خوشی کی بات ہے کہ جناب شیخ عبداللہ صاحب باوجود اس ضعف و بڑھاپے کے بالکل ویسے ہی توانا و تندرست تھے جیسے عالم شباب میں آپکے عقل و فراست جودت ذہن و ضبط صحت حواس میں سر مو تفاوت نہ آیا تھا البتہ قوت سامعہ میں کچھ فتور پیدا ہوگیا تھا۔ آخر عمر میں شیخ عبداللہ مغربی نے آپ سے صحاح کی چھوٹی کتابیں نہایت تعمق و تدبر کے ساتھ پڑھیں اور اکثر اہل مکہ نے سماع حدیث کی۔ آپ نے رجب کی چوتھی تاریخ ۱۱۳۴ ہجری میں انتقال کیا اور دنیا میں ایک جیتا جاگتا اثر چھوڑا۔

یہ مشائخ صوفیہ اور علماء محدثین وہ ہیں جن میں سے بعض حضرات سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب

حرمین محترمین میں بالمشافہ حدیثیں روایت کیں اور سند و اجازت حاصل کی خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور بعض وہ ہیں جن کے واسطے سے آپکے اسناد حدیث اور خرقہ صوفیہ کا سلسلہ پہنچا۔ اس مابین سفر میں شاہ صاحب کا اور کوئی ایسا واقعہ یا قول ذکر نہیں ہے جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جائے لہذا اب میں جناب شاہ صاحب کے اس مقدس و مبارک سفر کے حالات ختم کرتا ہوں کیونکہ تاریخ کے صفحات پر آگے اندھیرا چھایا ہوا ہے جو چند واقعات قلم بند ہو چکے ہیں معزز ناظرین ان ہی کو غنیمت جانیں اب آپکے واپسی سفر کے حالات نہایت مختصر الفاظ میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب کے واپسی سفر کے واقعات

واپسی سفر کے حالات

جب جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علماء حرمین محترمین سے اسناد حدیث حاصل کر چکے اور مشائخ عظیم سے فیض صحبت اٹھا چکے تو اخیر ۱۱۴۴ ہجری میں دوبارہ ارکان حج ادا کیے اور ابتدا ۱۱۴۵ھ میں وطن مالوف کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ اسی سنہ کی چودھویں رجب جمعہ کے دن صحت و سلامتی کے ساتھ دہلی میں رونق افروز ہوئے اور اپنے قدیم مکان میں سکونت اختیار کی۔ شہر کے عموماً باشندے اور نامی گرامی فضلا خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپنے نہایت خندہ پیشانی اور مراسم تپاک سے سب سے ملاقاتیں کیں۔ عام ملاقاتوں اور سفر کی کسل و کاہلی کے اتر جانے کے بعد آپنے مدرسہ رحیمیہ میں قدم رکھا اور علم حدیث کے درس میں مشغول ہوگئے۔ سینکڑوں طالبان حدیث ایک ایک وقت میں علم حدیث پڑھتے اور اجازت و سند حاصل کرکے واپس جاتے۔

غرضکہ شاہ صاحب اس شان و شوکت سے ایک زمانہ تک علم حدیث کی درس و تدریس کرتے رہے اور اس استغراق و محویت کے ساتھ کہ ہر دن کے بہت تھوڑے حصہ میں وعظ و افتا اور فصل خصومات میں مصروف رہتے اور باقی اوقات درس طلبہ اور تکمیل تلامذہ میں صرف کرتے ملنے جلنے والوں اور باہر سے آمد و رفت کرنے والوں کو رات دن میں کوئی ایسا موقع بہت ہی مشکل سے ملتا جس میں آپ ان باتوں سے خالی نظر آتے۔ اب آپکے علمی تبحر کا ستارہ اور بھی چمک گیا تھا اور حدیث کے اصل جاہ و جلال کا گھرانہ ہی ایک جلیل القدر خاندان تسلیم کیا جاتا تھا اسوقت جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی ڈالی ہوئی بنیادیں آسمان تک پہنچ گئی تھیں اور شاہ صاحب کی کوششوں سے حدیث بھی عجیب شان و شوکت اور [illegible]

صاحب اتحاف جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے علم و فضل اور اشاعت حدیث کی نہایت باوقعت اور وزنی لفظوں میں تعریف کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ ایک اعلیٰ درجہ کا ریویو لکھتے وہ اس تقریب سے ادا کرتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب کا علوم متداولہ میں وہ پایہ تھا جسکا شمہ بھی بیان کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے آپ فنون عقلیہ میں وہ دستگاہ رکھتے تھے جسکا عشر عشیر بھی دوسروں کو نصیب نہ تھا قطع نظر ان تمام علوم کے حدیث میں اپنے تمام ہمعصروں سے امتیازی قوت رکھتے تھے اور اس علم میں مقتدائے وقت اور فرید عصر شمار کئے جاتے تھے آپ کی تقریر میں اس بلا کا جادو تھا کہ موافق و مخالف پر اسکا اثر برابر پڑتا تھا۔ ابتدائی زمانہ سے اگرچہ آپکے فضل و کمال کے جھنڈے ایک عالم میں گڑ چکے تھے اور آپ کے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لیکر عرب و عجم تک برابر اڑ رہا تھا لیکن جب آپ عرب کے مقدس و مبارک سفر سے واپس تشریف لائے اور علم حدیث کی اور بھی اشاعت دی تو اب آپ اپنی عام مقبولیت کے سبب سے قوم کے ہر دلعزیز ہو گئے اور اعزاز و اقتدار کا آفتاب پوری تابانی کے ساتھ چمکنے لگا حقیقت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا دور ایک وقت علوم حدیث و تفسیر کا مخزن اور حنفی فقہ کا سرچشمہ تھا اس مقدس اور شریف علم کی خدمت جس قدر آپکے وجود سے پذیر ہوئی واقعی بات یہ ہے کہ ہندوستان میں کوئی شخص اسکا ہمسر نہیں ہو سکتا اصل الحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین میں آپکے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے ڈالا اور آپنے اپنی ان تھک کوششوں سے اسے یہاں تک سینچا کہ تھوڑے ہی روز میں اسکا ایک پودا اگا اور سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگا اور اسکے پھل پھول سے لوگ گود اور دامن بھر بھر کر لیجانے لگے اسے ہندوستان کی بڑی خوش نصیبی کہنا چاہئے کہ جہاں علم حدیث کا نام نشان تک زبان پر نہ لیا جاتا تھا آج اسکے گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں علم حدیث کے آوازے سنے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب کے عام اخلاق و عادات وغیرہ

عام اخلاق و عادات وغیرہ

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی حالات اور زمانہ کم سنی کے واقعات ہم پہلے کسی قدر بسط کیساتھ بیان کرا چکے ہیں یہاں انہیں دوبارہ بیان کرکے اپنے تذکرہ کو طول دینا نہیں چاہتے مختصراً یہ کہ آپ کا بچپن بالکل اور بزرگانہ تھا عموماً دیکھا جاتا ہے کہ نوعمری کے زمانہ میں بچے اپنی ناز برداری والدین سے طرح طرح کی طفلانہ ضدیں اور موقع بے موقع شیں کیا کرتے ہیں مگر ناظرین کو تعجب ہوگا جب یہ بیان کیا جائے گا کہ شاہ صاحب نے کم سنی کے

زمانہ میں کبھی کسی چیز کی ہٹ نہیں کی نہ کبھی کوئی ایسی بات ظاہر ہوئی جس سے اوپر والوں کو آپ کی شکایت کرنے یا گلہ کرنے کا موقع ملا آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ اپنے سے بڑی عمر والے شخص سے سر اٹھا کر بات نہیں کی اور اگر کسی نے کچھ پوچھا تو نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ نیچی گردن کر کے جواب دیا۔ والدین سے کبھی نظریں ملا کر بات نہیں کی سامنے پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھے۔ بات کی تو خوشامدانہ تبسم کے ساتھ اور کسی چیز کی خواہش ظاہر کی تو عاجزانہ تمدن کے ساتھ آپ بچپن کے زمانہ میں وہ دانشمندانہ اور بھاری بھرکم پنے کی باتیں کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کے دل ایک بے اختیاری کے ساتھ آپ کی طرف مائل ہو جاتے تھے

شاہ صاحب کا بچپن

شاہ صاحب کا بچپن معمولی کھلنڈرے بچوں کی طرح نہیں تھا آپ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کبھی گھر سے باہر نہیں کھیلے نہ سیر و تفریح میں اپنا وقت ضائع کیا۔ ہمیشہ ایک دہشت آمیز تفکر آپ پر طاری رہتا اور اسی میں صبح سے شام تک مصروف رہتے ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ کے عزیز و قریب کسی باغ میں سیر کیلئے گئے اور شاہ صاحب کو بھی ہمراہ لیتے گئے جب آپ وہاں سے واپس آئے تو آپ کے والد بزرگوار نے اپنے پاس بلایا اور دست شفقت سر پر پھیر کر فرمایا فرزند من! تم نے آج رات دن میں کیا چیز حاصل کی دیکھو ہم نے اتنی دیر میں اس قدر ورد و وظیفہ پڑھے جوں ہی شاہ صاحب نے والد بزرگوار کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے شرمندگی کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گئے اور سیر و تفریح سے توبہ نصوح کی اور اس کے بعد پھر کبھی گھر سے باہر نہیں نکلے۔

آپ کے مزاج میں سادگی اس حد تک تھی کہ والدین سے کبھی کسی بات کی خواہش ظاہر نہیں کی جو کھانا ملا نہایت مسرت و خوشی سے کھا لیا جو کپڑا میسر ہوا پہن لیا آپ کے لب کبھی اس جملہ سے آشنا ہی نہیں ہوئے کہ یہ کپڑا مجھے ناپسند ہے اور اس قسم کا کھانا مرغوب نہیں ہے خلاصہ یہ کہ جب ہم شاہ صاحب کے ابتدائی زمانہ کے واقعات پر سرسری نظر ڈالتے اور آپ کی طفلانہ حرکات کا اجمالی خاکہ کھینچتے ہیں تو ہمیں ایک نہایت ہی وجاہت اور جاہ و جلال سے بھرا ہوا سین نظر آتا ہے واقعی بات یہ ہے کہ فطرت جس شخص کو اپنی نیکی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اسکا خمیر پہلے ہی سے کچھ ایسا قابل بنتا ہے جس پر تجلیات ربانی کا بخوبی عکس پڑتا ہے شاہ صاحب اس وقت تک گو کسی شرعی قانون کی پابندی پر مجبور نہ تھے نہ کسی دینی بات کا ہنوز کوئی سبق پڑھا تھا لیکن پھر بھی اس ہونہار بلند اقبال خوش قسمت کی ایک بات بھی قانون شرع کے خلاف نہ تھی حال کے مورخوں نے شاہ صاحب کے بچپن کے جو واقعات قلمبند کئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر مبالغہ معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں شاہ صاحب کا بچپن نہایت حیرت انگیز تھا جس قدر لوگوں نے آپ کے واقعات حمیدہ میں لکھا ہے ان میں

کچھ بھی مبالغہ اور عبارت آرائی نہیں ہے بلکہ آپ کے نفس الامری اور اصلی واقعات ہیں۔

یہی وہ باتیں تھیں جنہوں نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی المزاج کو اپنا گرویدہ و فریفتہ کر لیا تھا۔ حلیم الطبع شیخ اپنے اس ہونہار و بلند اقبال فرزند سے نہایت ہی محبت رکھتے اور انتہا سے زیادہ مہربانیوں سے پیش آتے تھے چنانچہ خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی قلم مبارک سے لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار اپنی تمام اولاد میں مجھ سے زیادہ محبت رکھتے تھے اور اکثر اوقات خلوت و جلوت میں اس فقیر کی طرف التفات خاص فرماتے تھے جب مجھے دیکھتے بیحد خوش ہوتے اور ملاطفت آمیز لہجہ میں گفتگو کرتے ابھی میں صغیر سن ہی تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کرتے تھے کہ فرزند من! میرے دل میں بے اختیار یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ ایک ہی دفعہ تمام علوم و فنون تمہارے دل میں ڈالدوں اور اسی کے ساتھ ایک ایسا جوش پیدا ہوتا ہے جسے میں بہت مشکل سے بٹھا سکتا ہوں اس کے بعد جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بمقابلہ اور بھائیوں کے جو خدا تعالے نے اس فقیر کو علمی کمالات کا زیادہ سرمایہ عطا کیا تو وہ حقیقت میں جناب والد بزرگوار کے سایہ عاطفت اور آغوش تربیت میں پلنے کا صدقہ اور آپ کے نفس مبارک کا اثر ہے ورنہ اس فقیر نے تحصیل علوم میں چنداں محنت و جانکاہی نہیں کی۔

عالم شباب

شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ جیسا پیارا اور دلفریب تھا ویسا ہی جوانی کا عالم نہایت ہی مبارک اور خوش آیند تھا اکثر آدمی عالم شباب کی ترنگ میں کج خلق اور مغلوب الغضب ہو جاتے ہیں لیکن وہ نیک نہاد کریم الطبع نوجوان اس وقت بھی خلق مجسم تھا جس کے عام اخلاق اور ذاتی خوبیوں نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا اور جس کی خرامیدہ چال اور مہذبانہ طرز و روش نے تمام لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا اسوقت شاہ صاحب کی فراخ اور شفیقانہ پیشانی میں خلق عظیم کا قیمتی جوہر اس طرح دمک رہا تھا جیسے فانوس میں شمع یا قمقمہ میں چراغ آپ کی خوش خلقی تکلف اور بناوٹ کی رنگ سے رنگین نہ تھی جو لوگوں کے دل پر چھانے یا امراء و رؤسا کے خوش کرنے کے لئے استعمال میں لائی جاتی بلکہ فطری اور قدرتی تھی یہی وجہ تھی یہ حالت اور ہر موقع پر ایک ہی رنگ میں نظر آتی تھی۔

شیخوخت

آپ کی کہولت کا زمانہ عجیب و غریب زمانہ تھا جو بچپن اور جوانی کے دونوں زمانوں سے زیادہ مبارک اور خوش آیندہ تھا جو قوت ہمت اور ارادہ میں زور اسوقت تھی وہی اب بھی ہے بلکہ تجربہ کی شان و شوکت اور پختہ کاری کی سرپرستی نے اسوقت اسے اور بھی چمکا دیا ہے جو عجز و انکساری اور تواضع

اخلاق عالم شباب میں تھی وہی اس بڑھاپے کی حالت میں موجود ہیں جیسی درس و تدریس کی گرم بازاری پہلے تھی وہی اب بھی باقی ہے زہد و اتقا خدا پرستی و طاعت گذاری میں جو اُس وقت مستعدی و سرگرمی تھی وہی اس کمزوری او ضعف کے وقت بھی ہے غرضکہ شاہ صاحب کے تینوں زمانہ کے حالات زندگی دنیا کو بالکل اچھوا اور جہان سے نرالے تھے اور آپ کا زمانہ ہر طرح سے قابل مبارکباد تھا

فضل و کمال

فضل و کمال اور علمی حیثیت سے جناب شاہ صاحب جس قدر و منزلت کے شخص تھے گرچہ انکی نظیر آج باوجود تلاش و تجسس کے کہیں نہیں ملتی لیکن حدیث و فقہ کے لحاظ سے علماء وقت نے آپ کو مجتہدین فن کے دوسرے درجہ میں جگہ دی ہے چنانچہ ایک فاضل مورخ آپ کی فضل و کمال کی نسبت اپنی رائے یوں ظاہر کرتا ہے کہ "جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی شہرت اگرچہ زیادہ تر تفسیر و ادب میں ہے لیکن آپ حدیث و فقہ میں بھی درجہ اجتہاد رکھتے اور مجتہدین فن میں شمار کئے جاتے تھے" حقیقت میں شاہ صاحب کی تاریخ زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقائے دوام ہے وہ آپ کے علمی کارنامے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ حال کی تاریخوں میں جستہ جستہ مذکور ہیں اگر ہم آپ کی زندگی کے تمام علمی کارناموں اور واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ اگر فیصدی دو کا بھی انتخاب کیا جائے تو بھی جا بجا حالی کی وسعت اس کے لئے کافی نہیں ہوسکتی لہذا ہم ان واقعات کو قلم انداز کرتے اور صرف وہ حالات مختصر ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں جو آپ کی لائف کے مغز اور مختلف آثار کا مختصر انتخاب یا سچا فوٹو ہیں۔

علماء مورخین نے جناب شاہ صاحب کو علم حدیث و فقہ کے اعتبار سے مجتہدین فن کے بعد دوسرے درجہ میں جگہ دی ہے ورنہ وہ کونسا علم تھا جس میں شاہ صاحب کو تبحر نہ تھا کلام و ادب جو عربیت کا بہت بڑا جوہر ہے اس میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا جو آجتک ماہرین فن کو تسلیم ہے آپ کے علمی مناظروں کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین شعراء کے اشعار بکثرت یاد تھے جو سند کے ہر ہر موقع پر برجستہ پیش کرتے تھے مذہبی اور ادبی علوم کے انتساب کو اگر الگ کر دیا جائے تو بھی ادیبوں اور متکلموں کی فہرست میں آپ کا نام نہایت روشن اور جلی حرفوں میں نظر آتا ہے غرضکہ شاہ صاحب کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے حدیث تفسیر فقہ ادب کلام سیر مغازی منطق وغیرہ میں آپ کا شمار مجتہدین فن میں ہوتا تھا اور اس کے سوا اور بھی بہت سے علوم تھے جن میں آپ کی نظر نہایت وسیع اور غائر تھی علم لغت میں آپ سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا اور اس فن خاص میں جو درجہ متقدمین میں صاحب قاموس کو تھا وہی رتبہ متاخرین میں شاہ صاحب کو تھا۔

حدیث و تفسیر اور دیگر مذہبی علوم کی ترقی دینے میں اگرچہ بعض مورخوں نے جناب شاہ صاحب کا نمبر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے پیچھے رکھا ہو لیکن ہم سابق میں لکھ آئے ہیں کہ شاہ صاحب اس قابل ہیں کہ اس فہرست میں آپکا نام شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے پہلے لکھا جائے کیونکہ جس زمانہ میں علم حدیث و تفسیر کا رواج ہندوستان میں ڈالا گیا اور اصول تفسیر و حدیث کی بنیاد قائم کی گئی اُس وقت بجز قال قال لوگوں کے اور سب لوگ ان علوم سے ناآشنا تھے۔ لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ان تھک کوششوں اور سرگرمیوں سے ان علوم کی اسقدر اشاعت ہوئی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیاد زمین آسمان سے باتیں کرنے لگیں اور پھر یہ شوق ملک میں عام ہو گیا تفسیر و حدیث کا چرچا گھر گھر پھیل گیا اور ہر چھوٹے بڑے لوگوں کی زبانوں پر قال اللہ و قال الرسول جاری ہو گیا۔

ایک قابل تاریخ نویس کی رائے

چنانچہ ایک تذکرہ نویس فاضل جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فضل و کمال اور علمی تبحر پر ریمارک کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ہندوستان میں اُس وقت تک فقہ تصوف اور معقولات کا بہت رواج تھا اور قرآن و حدیث کا چرچا کم گیارہویں صدی ہجری میں صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک ایسے بزرگوار شخص تھے جنہوں نے حدیث کی اشاعت درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے کی اور ان کی کتابیں بھی ایسی مقبول ہوئیں کہ اب تک نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں مگر ان کے بعد اس سلسلہ میں کچھ ترقی نہیں ہوئی عام و خاص پیر پرستی اور باطل عقاید میں مبتلا اور طرح طرح کے توہمات میں گرفتار تھے کہ اس اثنا میں خدا تعالیٰ نے شرک اور بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج کے واسطے شاہ ولی اللہ کو اٹھا کھڑا کیا انھوں نے قرآن و حدیث کی اشاعت میں خوب کوشش کی قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا اب تک علماء پر منحصر تھا اور علماء اسکو اپنا حصہ سمجھے بیٹھے تھے آپ نے قرآن کا ترجمہ فارسی میں کیا اور لفظوں کی رعایت سے ایسا سلیس ترجمہ کیا کہ عام لوگوں کو کلام الٰہی کا سمجھنا آسان ہو گیا باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زائد ہو گئی ہے اور اشاعت علوم و فنون خصوصاً ترجمہ کا دریا ترقی کی لہریں مار رہا ہے مگر اس ترجمہ پر کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور میں تحریر ہو کر مرات و کرات ہندوستان کے متعدد مطابع میں چھپ چکا ہے اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ تک مقبول خلائق ہے۔ علوم قرآنیہ اور تاویل متشابہات اور رموز قصص انبیا میں فوز الکبیر، فتح الخبیر اور تاویل الاحادیث لکھ کر جو مختصر رسالے ہیں جنہوں نے بڑی بڑی تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنی کر دیا اور مسائل فقہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کی تحقیق

مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعہ فقہاء محدثین سے کر کے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی اور اسرار شریعت
و مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان سے پیشتر کے مصنفین کو یہ بات کمتر نصیب
ہوئی ہو۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ ان کے اس کمال پر شاہد ہے۔ پھر رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف
اور عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید میں بسط و کشاد و وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث
صحیحہ تامہ کی موجودگی میں اقوال فقہاء متقدمین اور استبداد متاخرین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔
اسی طرح عقائد تصوف اور سلوک میں محققانہ تقریریں کی ہیں اور خیالات عالیہ کو طلبا کی سہولت اور مسائل کی
تفہیم میں عبارات مختصرہ اور اشارات لطیفہ کے ذریعہ سے اس طرح ادا کیا ہے کہ انکے زمانہ میں دوسرے مصنف
کو کم میسر ہوا۔

ہندوستان میں شرک و بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج میں انکے پوتے مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید
کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے اور بلاشبہ وہ اس تحریک کے مستحق ہیں لیکن جن لوگوں نے دونوں بزرگوں کی
تصانیف کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے تمام اصول بنیاد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریرات سے
خود ہیں فرق صرف اسقدر ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے مناسب حال نرم گفتگو کرتے تھے اور یہ اسمٰعیل ہی سے کام لیتے تھے
اور یہ مثل شمشیر برہنہ کے میدان میں نکلکر اپنی چمک دکھاتے تھے۔"

علمی اشاعت — الغرض قرآن و حدیث کے علاوہ قریب قریب یہی حال ہر علم و فن کا تھا اور چونکہ جناب شاہ صاحب خود مجتہد فن اور
اہل کمال تھے اسوجہ سے علما اور طالبین فن کی حد سے زیادہ قدر کرتے تھے اور اپنی عام فیاضی سے انکے حوصلے
بڑھاتے تھے جسکا یہی اثر تھا کہ علمی اشاعت کا ذوق شوق سرگرم طبیعتوں میں انتہا سے زیادہ بڑھ گیا تھا اور طلبہ
مذہبی علوم کی اشاعت میں نہایت استغراق اور محویت کے ساتھ مصروف تھے اس عہد میں ممالک اسلامیہ میں
جس قدر علمی فضل و کمال کا رواج تھا وہ حضرت شاہ صاحب ہی کی سرپرستی کا نتیجہ تھا اس لحاظ سے اگر ہندوستان
اور دیگر بلاد اسلامیہ آپکے عہد زندگی پر فخر کریں تو نازیبا نہیں ہے۔

علمی فیاضی — جناب شاہ صاحب کی علمی فیاضی بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے سیکڑوں طلبہ جو تحصیل علوم کی غرض سے
آپ کی درسگاہ میں داخل ہوتے انکی خورد و نوش اور ضروری حاجات کا انتظام اپنی ذات خاص سے کرتے مدرسہ رحیمیہ
جسکی بنیاد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے ڈالی تھی گو گورنمنٹ دہلی کی طرف سے اسکی مطلق سرپرستی نہیں کیگئی تھی
نہ شاہ صاحب ہی کا کوئی وظیفہ اور امدادی رقم سلاطین وقت سے مقرر تھی لیکن بقول ایک فلسفی شاعر کے

ع ناخدا خود ہو میسر ناخدائیست ارباب توکل را۔ آپ کے پاس وہ غیبی سامان مہیا تھا جس کی وجہ سے کسی امداد اور
وظیفہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی ہندوستان اور عرب و عجم کے اکثر لوگ آپکے نام سے
واقف تھے اکثر طلبہ ترکستان کی کٹھن منزلیں اور پہاڑوں کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کر کے آتے اور
علمی دولت سے گودیاں بھر بھر کر لوٹ جاتے۔ جو مسافر اور مہمان ملاقات کی غرض سے آتے شاہ صاحب اپنی
عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے اُن کی مہمان نوازی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے بالخصوص بزرگان دین کے ساتھ
قطع نظر ہمدردی اور خدمت کے نہایت ارادتمندی اور جوش محبت سے پیش آتے۔

طباعی — طباعی اور ذہانت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب ضرب المثل تھے جسکا ادنےٰ ثبوت یہ ہے کہ آپ طالب العلمی کی
حالت میں متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے چنانچہ ایک فاضل مورخ لکھتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر
حدیث فقہ مغازی کے حافظ تھے اور ادب و کلام کا ادنےٰ سا عالم تھا فقہ حدیث تفسیر معانی بیان اصول
عقائد تصوف منطق کلام فلسفہ کی درسی کتابیں اور کتب ہیئت حساب کے چند مختصر رسالے اپنے والد بزرگوار جناب
شیخ عبد الرحیم صاحب سے پڑھے خدا تعالیٰ نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان علوم کی تحصیل
کرتے تھے آپکے تحصیل علوم کی سند جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے ذریعہ سے زاہد بن اسلم ہروی کے طریق پر
محقق دوانی تک پہنچتی ہے کتب حدیث آپنے دو مرتبے پڑھیں پہلی دفعہ ہندوستان میں مولانا محمد افضل
معروف بحاجی سیالکوٹی سے اور پھر ۱۱۴۳ھ میں مدینہ طیبہ میں پہنچکر شیخ ابو طاہر مدنی سے جو اپنے وقت کے
ایک بڑے مشہور محدث تھے تجدید اجازت کی آپکے طبع سلیم اور ذہن رسا پر شیخ ابو طاہر مدنی فخر کیا کرتے
تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ولی اللہ لفظ کی سند مجھسے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں"

فہم و فراست — معاملہ فہمی اور ادق مسائل کے حل کرنے میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا ذہن رسا بڑے بڑے ماہرین فن اور ائمہ
وقت کے ہم پایہ تھا اہم مطالب اور دقیق و پیچیدہ مسائل کو گنے ہوئے منٹوں میں حل کر دینا آپکے نزدیک کوئی بات
ہی نہ تھی جو اہم اور پیچیدہ معاملہ کسی دانشمند اور فقیہ سے طے نہ ہو سکتا تھا آپ فوراً اسے پانی کر دیتے تھے شاہ صاحب
کی فہم و فراست کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں لیکن میں اس موقع پر صرف ایک روایت نقل کرتا ہوں جس سے
آپ کی معاملہ فہمی اور تصفیہ مقدمات میں مجتہدانہ کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں سے
ایک فتوی جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی خدمت میں آیا جسے ہندوستان اور دیگر بلاد کے مشہور و نامور
علما نے واپس کر دیا تھا کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب سے اسکا اصل مطلب بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

شاہ صاحب کی دانشمندی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعۂ فقہاء محدثین سے کر کے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی اور اسرار شریعت و مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان سے پیشتر کے مصنفین کو یہ بات کمتر نصیب ہوئی ہو گی۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ ان کے اس کمال پر شاہد متین ہے۔ رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف اور عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید میں بس اس قدر شائستگی و صفائی سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ تامہ کی موجودگی میں اقوال فقہاء متقشفین اور استبداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

اسی طرح عقائد تصوف اور سلوک میں محققانہ تقریریں کی ہیں اور خیالات عالیہ کو طلبا کی سہولت اور مسائل کی تفہیم میں عبارات مختصرہ اور اشارات لطیفہ کے ذریعہ سے اس طرح ادا کیا ہے کہ انکے زمانہ میں دوسرے مصنف کو کم میسر ہوا۔

ہندوستان میں شرک و بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج میں انکے پوتے مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے اور بلاشبہ وہ اس تحریک کے مستحق ہیں لیکن جن لوگوں نے دونوں بزرگوں کی تصانیف کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے تمام اصول بنیاد و اساس مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریرات سے خود ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے مناسب حال نرم گفتگو کرتے تھے اور اسمعیل گرمی سے کام لیتے تھے اور یہ مثل شمشیر برہنہ کے میدان میں نکلکر اپنی چمک دکھاتے تھے۔"

علمی اشاعت

الغرض قرآن و حدیث کے علاوہ قریب قریب یہی حال ہر علم و فن کا تھا اور چونکہ جناب شاہ صاحب خود مجتہد فن اور اہل کمال تھے اس وجہ سے علما اور طالبین فن کی حد سے زیادہ قدر کرتے تھے اور اپنی عام فیاضی سے انکے حوصلے بڑھاتے تھے جسکا یہی اثر تھا کہ علمی اشاعت کا ذوق شوق سرگرم طبیعتوں میں انتہا سے زیادہ بڑھ گیا تھا اور طلبہ مذہبی علوم کی اشاعت میں نہایت استغراق اور محویت کے ساتھ مصروف تھے اس عہد میں ممالک اسلامیہ میں جس قدر علمی فضل و کمال کا رواج تھا وہ حضرت شاہ صاحب ہی کی سرپرستی کا نتیجہ تھا اس لحاظ سے اگر ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ آپکے عہد زندگی پر فخر کریں تو نازیبا نہیں ہے۔

علمی فیاضی

جناب شاہ صاحب کی علمی فیاضی بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے سیکڑوں طلبہ جو تحصیل علوم کی غرض سے آپ کی درسگاہ میں داخل ہوتے تھے انکی خورد و نوش اور ضروری حاجات کا انتظام اپنی ذات خاص سے کرتے مدرسہ رحیمیہ جسکی بنیاد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے ڈالی تھی گو گورنمنٹ دہلی کی طرف سے انکی مطلق سرپرستی نہیں کیگئی تھی نہ شاہ صاحب ہی کا کوئی وظیفہ اور امدادی رقم سلاطین وقت سے مقرر تھی لیکن بقول ایک فلسفی شاعر کے

فقرا خود میسر ساماں است ارباب توکل را۔ آپ کے پاس وہ غیبی سامان مہیا تھا جس کی وجہ سے کسی امداد اور وظیفہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی ہندوستان اور عرب و عجم کے اکثر لوگ آپکے نام سے واقف تھے اکثر طلبہ ریگستان کی کڑی منزلیں اور پہاڑوں کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کر کے آتے اور علمی دولت سے گودیاں بھر بھر کر لیٹ جاتے۔ جو مسافر اور مہمان ملاقات کی غرض سے آتے شاہ صاحب اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے ان کی مہمان نوازی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے بالخصوص بزرگان دین کے ساتھ قطع نظر ہمدردی اور خدمت کے نہایت ارادتمندی اور جوش محبت سے پیش آتے۔

طباعی

طباعی اور ذہانت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب ضرب المثل تھے جسکا ادنے ثبوت یہ ہے کہ آپ طالب العلمی کی حالت میں متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے چنانچہ ایک فاضل مورخ لکھتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر حدیث فقہ مغازی کے حافظ تھے اور ادب و کلام انکا ادنے سا علم تھا فقہ حدیث تفسیر معانی بیان اصول عقائد تصوف منطق کلام فلسفہ کی درسی کتابیں اور طب ہیئت حساب کے چند مختصر رسالے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب سے پڑھے ہے خدا تعالی نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان علوم کی تحصیل کرتے تھے آپکے تحصیل علوم کی سند جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے ذریعہ سے زاہد بن اسلم ہروی کے طریق پر محقق دوانی تک پہنچتی ہے کتب حدیث آپنے دو مرتبے پڑھیں پہلی دفعہ ہندوستان میں مولانا محمد افضل معروف بحاجی سیالکوٹی سے اور پھر ۱۱۴۳ھ میں مدینہ طیبہ میں پہنچکر شیخ ابو طاہر مدنی سے جو اپنے وقت کے ایک بڑے مشہور محدث تھے تجدید اجازت کی آپکے طبع سلیم اور ذہن رسا پر شیخ ابو طاہر مدنی فخر کیا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "ولی اللہ لفظ کی سند مجھ سے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں"

فہم و فراست

معاملہ فہمی اور ادق مسائل کے حل کرنے میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا ذہن رسا بڑے بڑے ماہرین فن اور ائمہ وقت کے حصہ کا تھا اہم مطالب اور دقیق و پیچیدہ مسائل کو گھنٹوں منٹوں میں حل کر دینا آپکے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی جو اہم اور پیچیدہ معاملہ کسی دانشمند اور فقیہ سے طے نہ ہو سکتا تھا آپ فوراً اسے پانی کر دیتے تھے شاہ صاحب کی فہم و فراست کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں لیکن میں اس موقع پر صرف ایک روایت نقل کرتا ہوں جس سے

شاہ صاحب کی دانشمندی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

آپ کی معاملہ فہمی اور تصفیہ مقدمات میں مجتہدانہ کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں سے ایک فتوی جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی خدمت میں آیا جسے ہندوستان اور دیگر بلاد کے مشہور و نامور علما نے واپس کر دیا تھا کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب سے اسکا مطلب بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کے طلبہ کے حلقے میں ایک نہایت مستعد اور ذکی طالب علم تھا جو حدیث و فقہ اور دیگر تمام علوم کی کتابیں نکال چکا تھا اور جسکی ذہانت و طباعی تمام لوگوں میں مشہور تھی چنانچہ شیخ عبدالرحیم صاحب اُس کی طبع سلیم اور ذہن رسا کی تعریف کیا کرتے اور تمام منتہی طلبہ کے حلقے میں ممتاز و مستثنےٰ جانتے تھے۔ الغرض شیخ صاحب نے اس فتوے کو اُس طالب العلم کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ فتویٰ تمہارے سپرد کیا جاتا ہے احکام شریعت کے مطابق اسکا فیصلہ کرو اور ایسا فیصلہ لکھو کہ فریقین میں سے کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رہے اور باہمی رضامندی سے یہ معاملہ طے ہو جائے چنانچہ وہ طالب العلم فتویٰ لیگیا اور کامل ایک مہینے تک برابر اُسپر غور کرتا رہا لیکن ہنوز کوئی بات اُسکی سمجھ میں نہیں آئی انجام کار بمجبوری شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے کہ مجھے امید نہیں پڑتی کہ آپکے سوا کوئی فقیہ اسے طے کر سکے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اسوقت کل سولہ سال کی عمر رکھتے تھے اور ابھی علوم و فنون کی تکمیل ہوئی تھی جس وقت اُس طالب علم نے فتویٰ واپس دیا تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ کر کے فرمایا مجھے امید ہے کہ اسکا فیصلہ تمہارے ہاتھ سے ہو جائیگا جہان تک عقل و دانش سے مدد لیجا سکتی ہے تمہیں اس مقدمہ میں لینا چاہیے۔ شاہ صاحب نے فوراً اُس فتوے کو اُٹھا لیا اور گھر جا کر اُسکا جواب لکھا اور ایسا جواب شافی لکھا جسے سنکر شیخ عبدالرحیم صاحب اور تمام طلبہ نہایت خوش ہوئے اور جسے تمام علما نے تسلیم کیا اور کہا انصاف یہ ہے کہ اگر شاہ ولی اللہ چند روز اور علمی مشق میں صرف کرینگے تو تمام ائمہ وقت اور فقہائے زمانہ میں مجتہدانہ کمال حاصل کرینگے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب آپکے والد بزرگوار جیسے علوم ظاہری سے باخبر تھے ویسے ہی علوم باطنی کا شرف بھی خدا تعالےٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی عمر مبارک چودہ برس کی تھی تو آپ علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہو گئے تھے اور ہر علم میں کمال حاصل ہو گیا تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں چند روز بعد سلوک میں آپ نے قدم رکھا تھا کہ والد بزرگوار نے آپ کو علم باطن کے شرف سے معزز و ممتاز کرنا چاہا چنانچہ اسی سن میں آپنے اُنسے بیعت کی اور اشغال صوفیہ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ میں اپنا بیش قیمت وقت صرف کرنا شروع کیا والد کے مقدس و متبرک انفاس اور اپنے تقویٰ و طہارت سے اس کمال میں اسقدر جلد ترقی کی کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی زندگی ہی میں عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کر لئے اور اس علم کو عروج کمال پر پہنچا دیا اور جب شیخ صاحب نے آپکی اس ترقی و استعداد کو ملاحظہ فرمایا تو سترھوین سال بیعت و ارشاد کی اجازت دی اور باطنی علوم

سے جو کچھ تلقین کرنا تھا اسوقت کر دیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب میں تمام لیاقتیں جمع تھیں اور آپ جامع جمیع صفات تھے جیسا دینی علوم اور رسمی فنون میں کمال رکھتے تھے ویسے ہی عزم و ثبات میں مضبوط اور استقلال میں راسخ قدم تھے۔ مزاج میں رحم و خلق اور محبت و تواضع تھی اگرچہ آپ عالمانہ تزک و احتشام کے ساتھ ایک قسم کی حاکمانہ شوکت اور حکم بھی رکھتے تھے لیکن آپ کی متواضعانہ اخلاق اور فطری عجز و انکسار اُسپر غالب تھا یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اُسوقت کے تمام مہذب دنیا کی گردنیں آپکے آگے جھکی ہوئی تھیں اور آپ اُس عہد میں ایک مذہبی پیشوا اور مقتدائے عالم تسلیم کئے گئے تھے۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی حالات میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ آپ اکثر امور میں تو حنفی ہی مذہب کے مطابق عمل درآمد کیا کرتے تھے لیکن بعض وہ مسئلے جنہیں حدیث یا وجدان کی رو سے مذاہب دیگر یعنی شافعی و مالکی و حنبلی مذہب میں ترجیح حاصل ہے بغیر کھٹکے عمل میں لاتے تھے۔ تفریق مذہب میں یہی حال بعینہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا تھا آپ کو مذہبی تفریق کے خانہ برانداز جھگڑوں سے چندان بحث نہ تھی نہ ان مشہور مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کے پابند تھے کہ خواہ مخواہ اُسی کے مطابق عملدرآمد کریں بلکہ تا بہ امکان مذاہب مشہورہ میں جمع کرتے اور اُس مسئلہ پر عمل کرتے جسے تمام اہل مذاہب نے صحت کا تمغہ عنایت کیا ہے لیکن جب مذاہب مشہورہ و مختلفہ میں جمع کرنا متعذر اور نا ممکن ہوتا تو آپ اُس مذہب پر عمل کرتے جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور صریح حدیث کے موافق ہوتا چنانچہ جب خواجہ محمد امین نے سوال کیا کہ آپ مسائل فقہیہ میں کون سے مذہب پر عمل کرتے ہیں تو آپنے یہی جواب دیا چنانچہ میں اس مقام پر آپ کا وہ جواب بعینہ نقل کرتا ہوں جو خواجہ محمد امین کے سوال میں آپنے اپنے قلم مبارک سے تحریر کیا۔

شاہ صاحب کی مذہبی تاریخ

شاہ صاحب کا تعامل

سوال سوم آنکہ عمل تو در مسائل فقہیہ بکدام مذہب است گفتم بقدر امکان جمع میکنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم و صلوٰۃ و وضو و غسل و حج و غیرہ و آنچہ واقع میشود کہ جمع اہل مذاہب صحیح دانند و عند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روی دلیل و موافقت صریح حدیث عمل میکنم و خدا تعالیٰ	تمہارا تیسرا سوال کہ فقہیہ مسائل میں کون سے مذہب پر عمل کرتے ہو اُسکا جواب یہ ہے کہ میں مذاہب مشہورہ میں تا بامکان جمع کرتا ہوں اور صوم و صلوٰۃ اور وضو و غسل اور حج کے مسائل اُس موضع پر واقع ہوتے ہیں جنہیں تمام اہل مذہب صحیح جانتے ہیں لیکن جب یہ جمع و تطبیق ناممکن ہوتی ہے تو میں اُس مذہب پر عمل کرتا ہوں جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور حدیث صریح کے موافق ہو [illegible]

اعتقاد علم چہ بسیار کہ فرق در میان ضعیف و قوی کردہ شود و در فتوے بحال مستفتی کار می کنم مقلد ہر مذہبی کہ باشد او را از جان مذہب جواب میگویم خدا تعالی بہر مذہبے از مذاہب مشہورہ معرفتے دادہ بہت الحمد للہ

خدا تعالیٰ نے مجھے اسقدر علم عطا کیا ہے کہ ضعیف و قوی میں اچھی طرح فرق کر سکتا اور فتوے کے بارے میں [illegible] کی بخوبی رعایت کر سکتا ہوں اور ہر مقلد مذہب کو اُسی کے مذہب سے جواب دیتا ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے مذاہب مشہورہ میں سے ہر مذہب کی معرفت عنایت کی ہے۔

شاہ صاحب کا تصوفی طریقہ

قریب قریب یہی حال آپ کا اُن طرق کی نسبت تھا جو حضرات صوفیہ میں دائر و سائر ہیں۔ تصوفی تحقیقات کا ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا اور ہر طریقے کے مرشدوں سے آپ نے جدا جدا اس کمال کی تحصیل کی تھی صوفیائے کرام کے خاص خاص کاملین کی صحبت سے فیض اُٹھایا تھا اور عرفان کے اعلے مدارج طے کر لئے تھے اور انجام کار جب ۱۱۴۳ ہجری میں حجاز تشریف لیگئے اور ایک سال سے زیادہ تک مجاورت حرمین شریفین اور شیخ ابوطاہر مدنی کی روایت حدیث سے مشرف ہوئے تو ان کے خرقے سے آرایش حاصل کی جو تمام صوفیان کے خرقوں کو حاوی و جامع تھا آپ طرق اربعہ یعنی طریقہ نقشبندیہ جیلانیہ (قادریہ) چشتیہ سہروردیہ کے ساتھ نسبت مساوی رکھتے تھے اور کسی ایک طریقہ کے پیرو اور مقلد نہ تھے جیسا کہ آپ اپنی بعض تالیفات میں بالتصریح فرماتے ہیں۔

سوال اینکہ نسبت تو با نسبت کدام طریقہ از طرق مشہورہ مشابہ تر است گفتم و الحمد للہ اشتغال طریقت و صحبت متصل تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقوی در اتصال من طریقہ نقشبندیہ است و در نسبت باطنی اقتدائے من بطریقہ جیلانیہ است زیرا کہ اصل در طریقہ نقشبندیہ حفظ صورت وحدانیہ حضرت حق است و در رکعہ آدمی اشارتے با آنجناب واقع است و آن

رہا یہ سوال کہ تمہاری نسبت مشہور طرق میں سے کونسے طریقہ کی نسبت کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اشتغال طریقت اور اُس صحبت کے حاصل کرنے میں جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو میری اتصال کا قوی وسیلہ طریقہ نقشبندیہ ہے اور باطنی نسبت میں میں طریقہ جیلانیہ کا پیرو و مقتدی ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کی صورت وحدانیہ کا تحفظ طریقہ نقشبندیہ کا اصل الاصول اور جزو ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہر انسان کے درگہ میں حضرت حق کی طرف ایک اشارہ واقع ہے۔

و آن صورت اجمالیہ وحدانیہ حضرت حق است و این طائفہ آنرا واسطہ گویند تا بران مواظبت کنند و ہر وقت کہ خواہند از ان انتقال کنند بحقیقۃ الحقائق و اصل در طریقہ جیلانیہ تہذیب روح و سر است تا چون مہذب شوند ہر وقت کہ آنرا اعمال کنند معرفت تجلی اعظم میسر شود و در سجادہ و خلافت و بشارت سلف بحال خلف اقوی نزدیک من طریقہ چشتیہ است و اقوی نزدیک من باعتبار دلیل کتاب و سنت و اشبہ اصول طریقہ سہروردیہ است اگرچہ فقیر را مناسبت با طرق بسیار است اما این چار چیز از این چار طریقہ استفادہ کردم جزی اللہ عنا اہلہا خیر الجزاء و فائدہ دیگر زائد از جواب میگویم کہ در بعض اوقات مراقبہ حاضر کردہ شد بر من اجداد مرا تا حضرت عمر رضی اللہ عنہ در جبین ہر یکے نورے یافتم کہ آن نور غالب شدہ است و ریاست پیدا کردہ بر جمع کہ دو صد کس باشد یا زیادہ و آنرا متوارث یافتم با این جد و آن باصطلاح ما نقطہ بحت است اگرچہ گاہے باعتبار دنیا باشد و گاہے باعتبار دیانت و علم و دیدم کہ آن نور بطریق وراثت نسبت بمن انتقال کردہ است۔

جو خدا تعالیٰ کی صورت اجمالیہ وحدانیہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور جسے اس طریقہ کے پیرو واسطہ کہتے ہیں تاکہ اسپر مواظبت کریں اور جب چاہیں اس سے انتقال کر کے حقیقۃ الحقائق پر پہنچیں اور طریقہ جیلانیہ کی روح اور سر کی آراستگی پر مبنی ہے تاکہ لوگ مہذب ہو کر جس وقت اُس پر عامل ہوں اُنہیں تجلی اعظم کی معرفت نصیب ہو۔ اور سجادہ و خلافت نیز سلف کی اُس بشارت میں جو خلف کے حال سے وابستہ ہو میرے نزدیک طریقہ چشتیہ سب سے زیادہ قوی ہے اور کتاب و سنت کی دلیل کے لحاظ سے میرے نزدیک قوی تر طریقہ سہروردیہ ہے جو اصول سے زیادہ مشابہ و مناسب ہے گو فقیر کو اور بھی بہت سے طریقوں کے ساتھ مناسبت حاصل ہے لیکن مذکورہ بالا چار چیزیں میں نے ان چار طریقوں سے اخذ کی ہیں خدا تعالیٰ ان اہل طرق کو ہماری طرف سے بہترین جزا عنایت فرمائے۔ یہانتک تمہارے سوال کا جواب ہو گیا اب میں جواب سے زائد ایک مختصر فائدہ بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات مراقبہ میں میرے اجداد عظام کا سلسلہ یہاں سے لیکر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک مجھپر حاضر کیا گیا جنمیں سے ہر ایک کی پیشانی میں۔ میں نے ایک ایسا درخشاں نور پایا جسکی وجہ سے وہ دو سو آدمی یا اس سے کچھ زیادہ جماعت کا رئیس و سردار مقرر کیا گیا ہو اور میں نے اُسے ایامِ جد متوارث پایا اور یہ ہماری اصطلاح میں نقطہ بحت سے تعبیر کیا جاتا ہے اگرچہ کبھی دنیا کے اعتبار سے ہوتا ہے اور گاہے دیانت و علم کے لحاظ سے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ نور بطریق وراثت مجھ تک انتقال کر آیا ہے

شاہ صاحب کی تقریر بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ مذاہب اربعہ مشہورہ مین سے کسی خاص مذہب کے مقلد و پیرو نہ تھے اسیطرح اہل سلوک کے طرق مین سے کسی ایک طریقہ کے پابند نہ تھے بلکہ جس مذہب و طریقہ مین جو بات کتاب و سنت کے زیادہ موافق اور دلیل کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہوتی وہی آپ کا دستور العمل قرار پاتا تھا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علوم ظاہری اور باطنی مین جو اقتدار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تھا وہ دوسرے کو کبھی میسر نہین ہو سکتا یہی وہ کمالات تھے جنکے سبب سے آپکے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لیکر عرب و عجم تک برابر اڑتا تھا اور انہین کمالات کا یہ اثر تھا جن کی وجہ سے آپ تمام دنیا مین روشناس تھے دینیات اور رسمی علوم و فنون کو چھوڑ کر اگر شاہ صاحب کے صرف تصوفی علوم ہی لیا جائے تو بھی کوئی شخص آپ کی برابری کا ہرگز دعوی نہین کر سکتا اور اگر کرے بھی تو تسلیم نہین کیا جا سکتا

انشا پردازی

شاہ ولی اللہ صاحب انشا پردازی کے فن مین بھی بے مثل اور یگانہ روزگار تسلیم کئے گئے ہین اور آپ کی یہ صفت خاص تمام فاضلون کو تسلیم ہے کہ بڑے بڑے مضمونون کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ مین اس خوبصورتی سے ادا کرتے تھے کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پورا قائم رہتا تھا آپنے اس فن مین اسقدر کمال بہم پہنچایا تھا کہ آپکے عام مسودات بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور انشا پرداز نہایت وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور فن انشا کے شائق جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے آپ کے مکاتیب و خطوط اور خاص خاص مناظرون اور علمی بحثون مین جابجا علم انشا کے نمونے لکھے نظر آتے ہین جن کے ہر ہر فقرے سے شستہ بیانی کی شہادت ملتی ہے اور لٹریچر کا کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ آپکی علمی سوسائٹی اور مناظرہ کے حالات جن سے آپ کی زور تحریر اور وسعت نظر کا حال معلوم ہو بہت ہی کمیاب ہین البتہ آپ کی انشا پردازی اور تحریر کا زور کسی قدر اُن مکاتیب و خطوط سے ظاہر ہوتا ہے جن کی معزز ناظرین آگے چلکر سیر کرین گے ۔

زور تقریر

آپکے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی تقریر نہایت شستہ اور منجھی ہوئی تھی اور آپ ہر مضمون کو اس خوبی سے ادا کرتے تھے کہ سننے والے ہونٹ چاٹتے رہجاتے تھے شیخ صاحب کی طرز تقریر اور انداز بیان عام و خاص لوگون مین شہرت سے تجاوز کرکے ضرب المثل کی حد تک پہنچ گیا تھا اور یہ بات تمام لوگون مین مشہور تھی کہ شیخ صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہے کہ آپ کے مجلس وعظ سے ہر ملت و مذہب کا شخص بشرطیکہ تعصب مذہبی سے خالی ہو خوش ہو کر اٹھتا ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر مین ایک

بلا کا جادو تھا جس کا اثر موافق و مخالف دونون پر یکسان پڑتا تھا آپ کی زبان بڑے بڑے مناظرون اور علمی جلسون مین کبھی نہین رکتی تھی اور ہر موقع پر شستہ و برجستہ جواب دیتے تھے ۔ جب آپ کسی مسئلہ پر بحث کرنے لگتے تھے تو کسی زبردست اور متبحر فاضل کو بھی آپکے مقابلہ مین لم اور لا نسلم کہنے کی جسارت نہوتی تھی بلکہ ایک محویت و استغراق طاری ہو جاتا تھا اور نہایت خاموشی سے آپکی تقریر سنا کرتے تھے

خوش تقریری

دنیا مین کوئی شخص کیسا ہی فاضل اور اہل کمال کیون نہو لیکن یہ ممکن نہین کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی رکھ سکے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا جب ستارۂ کمال فلک اقبال پر پہنچا تو آپ کے اوج و حشم کو دیکھکر اکثر حاسد اور دشمن پیدا ہو گئے جس زمانہ مین آپنے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان مین کیا اور اُسکی اشاعت ہوئی تو متعصب مولویون کے حلقون مین ایک تہلکۂ عظیم برپا ہو گیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت جڑ بنیاد سے ڈھا دی گئی اب عوام لوگ کبھی جھانسے مین نہ آئین گے اور بات بات پر گفتگو کرنیکو طیار ہو جائینگے اس خیال نے اُن کے دلون مین فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑکا دی اور مخالفت سے در گذر کرکے آپکے جانی دشمن ہو گئے ہر جمعہ کے دن باہم مشورے کرکے اس ارادہ سے گھرون سے نکلتے تھے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی مخالفت وعظ مین کرینگے اور دس پانچ آدمی ملکر انھین نرغہ مین کر لین گے لیکن آپکے تقریر مین اس بلا کا جادو ہوتا تھا کہ بجز سکوت و خاموشی کے کسیکو دم مارنے کی مجال نہوتی تھی سامعین کے تمام حلقون پر سکوت حکومت کرتا تھا دوران وعظ مین کوئی کسی سے اشارہ تک نہین کر سکتا تھا ۔

فصاحت و بلاغت

یون تو اس جلیل القدر اور محترم خاندان کے ہر ایک ممبر کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی عموماً تمام لوگون کو تسلیم ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی فصاحت و بلاغت کا ہر شخص کو خصوصیت کے ساتھ اعتراف ہے جب آپ کی علمی مجلس مین کوئی بحث چھیڑ دیجاتی تو ایک عجیب موثر طرز سے تقریر کرنا شروع کرتے اور اثناء تقریر مین کسی موقع پر نہ رکتے تھے سلسلۂ کلام مین الفاظ کی تکرار ہوتی تھی نہ معانی کو بار بار بیان کیا جاتا تھا جس فن پر گفتگو کرتے تھے تاوقتیکہ اُسکا سلسلہ پورا اور ختم نہوجاتا تھا دوسرے کو اختیار نکرتے تھے اور اثناء تقریر مین ادب کا پہلو کبھی نہین چھوڑتے تھے اور جب ایک گفتگو کا سلسلہ ختم کرکے دوسری گفتگو شروع کرتے تو پہلی تقریر پہلی سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی تھی مخالفون کے دلون پر قبضہ کر لینا آپکے آگے کوئی بات ہی نہ تھی اور منکرون کو موم دل بنا لینا آپکے [illegible] تھا جناب شاہ عبد العزیز

آپ کے فرزند رشید کی جو برجستہ گوئی اور شیوا بیانی آجتک دنیا مین ضرب المثل ہو وہ آپ ہی کی فصاحت و بلاغت کا اثر ہے۔

الحاصل جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے علوم و فنون کے کارنامے اور علمی کمالات کے افسانے کتابون مین اس کثرت سے پائے جاتے ہین جنین سے فیصدی پانچ کا بھی انتخاب ہم نہین لکھ سکتے کیونکہ حیات ولی مین اب اسقدر گنجایش باقی نہین رہی ہو تاہم مشتے نمونہ از خروارے آپکے تمام حالات کے انتخاب سے ہم اپنے تذکرہ کے کسی موقع کو خالی چھوڑنا مناسب نہین سمجھتے لہذا اب اس عنوان کو یہین ختم کرتے ہین۔

جناب شاہ صاحب کے کلام کا انتخاب

شاہ صاحب کی شاعری

یہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہین کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو فضلائے عصر اور علماء وقت نے تفسیر و حدیث اور فقہ کے لحاظ سے مجتہد مین فن اور آئمہ مذاہب کے بعد علمی دربار مین دوسرے درجہ مین جگہ دی ہو ورنہ ایسا کون علم تھا جس مین آپ کو تبحر اور علو حاصل نہ تھا۔ شاعری جو علم ادب کے لئے ایک گرانمایہ جوہر ہے اور تمام ممالک اور قومون مین جسکی عزت کیجاتی ہے اس مین اسدرجہ کمال تھا کہ لوگون نے گیارہوین صدی کے شعرا کے زمرہ مین آپ کو جداگانہ شمار کیا ہے اور شاعری کے علاوہ علم ادب مین تمام ماہرین فن کے طبقون مین آپ مسلم ادیب گنے گئے ہین جب ہم گیارہوین صدی کے شعرا کی فہرست مین آپ کو ڈھونڈتے ہین تو تمام تذکرون اور جلی حرفون مین آپ کا نام نامی ثبت پاتے ہین۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ادب اور انشا پردازی کی مثالین آپکے اُن مکاتیب و خطوط سے ظاہر ہونگی جنہین ہم آگے چلکر لکھینگے یہان آپکے کلام مین سے چند اشعار کا انتخاب کیا جاتا ہے ان اشعار کے نقل کرنے سے علاوہ پرجستگی مضامین اور شستگی زبان کے یہ بھی دکھانا منظور ہو کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو نظم پر کس درجہ قوت تھی اور آپ کس قدر بلند منزلت کے شاعر تھے۔

قصیدہ در بعض معارف غامضہ

الا طال شوق الابرار للقائی	وانی لاشد شوقا الیھم منھم
من نہ آنم بادہ ام پا بادہ را پیمانہ ام	عاشق شوریدہ ام یا عشق با جانانہ ام

مبتلائے حیرتم جان گو بیت با جان جان	اصطلاح شوق بسیار ست و من دیوانہ ام
با جمال تو تپش حُسن دگر درکار شد	چشم او را سرمہ ام با زلف او را شانہ ام
میل ہر عنصر بود و سوئے مقر اصلیش	جذبۂ اصل است ہر ہر شورش مستانہ ام
غافل از خود ماند از صورت چو پوشد آئینہ	تا تراشی تا نختم جانا ز خود بیگانہ ام
اے امین بر ستیم نام تجدد تہمت است	در ازل پیش از زمان تعمیر شد میخانہ ام

غزل

دوائے درد من بر جمع اضداد تو میناز م	نمک ریز دل مجروح من ہستی و مرہم ہم
جہان و جان فدائی و شیخ شہر آشوبت	قیامت ہی تمائی و دم عیسے و مرہم ہم
توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن	توئی مقصود اہل دل توئی مشتاق و ہمدم ہم
ز یک منبع دریچا مختلف فوارہ می جوشد	مزاج حرص قارون زہد ابراہیم ادہم ہم
بخارے از زمین خیزد بیاد جو درآمیزد	گہے باران ریزان است وگاہی برف وشبنم ہم
کدامی طرفہ نیرنگے کاشانہ سرو ادی	کہ عالم پائے کوب از دست عشقت گشت و آدم ہم

در شرح غزلیکہ بر تضمین بیت اول غزالی علیہ الرحمۃ انشا کردند۔

نخستین بادہ کاندر جام کردند	مزاجش عکس آن گلفام کردند
ہویدا شد در امکان صورت حق	بآن صورت جہان را رام کردند
ہمین بایست تفصیلی از آن رو	مکارم را بسا اتمام کردند
شراب وحدت از خمخانۂ غیب	مر اصبح ازل در کام کردند
ہو قلطید م ز سیتہا بہر سو	حریفان مستی از من وام کردند
حقیقت آنکہ مستور از نظر بود	بما مشہور خاص و عام کردند
پس آنگہ موج دریا باز گردید	با تمام فنا اکرام کردند
امین رمزے وفیقو باتو گویم	بخود آغاز و نیز انجام کردند

غزل دیگر

بزلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را	فروش ہر دو دل شبہائی کردم چہ می گویم

دلے پر درد و جان افگار یار تنہا خود دارم
جہان را پر ز یار بیہا ئیکردم چہ میکردم
غم تحصیل و با شغل ورد و غزل مے میہم
جنون ترک منصبہا ئیکردم چہ میکردم
کسے با مثل ہیہات و کسے با گل ہمہ بازو
اگر من یاد آن لبہا ئیکردم چہ میکردم
پئے تحقیق راز ختم مشربہا بروں دیدم
خروج از قید مشربہا ئیکردم چہ میکردم
حجاب وصل مطلوب است ول اے مسکین طلبہا
امین گر ترک مطلبہا ئیکردم چہ میکردم

اشعار

نگر زیر تو منسم ای منظیر
رو مگردان بعد ازین از ناگزیر
من ترا شفق ترم از صد پدر
در من آویز و مرا محکم بگیر
غیر من گر با تو با لستر بود
آن وبالست و عذابست و سعیر
جان من در ہجر یار خود بسوخت
من عذاب الہجر اجرنی یا مجیر
بے قرارم روز و شب بے روئے یار
باز بنما روئے یارم یا قدیر
اندرونم بے حجابش تار شد
کے شود یا رب بوصلش مستنیر
ای برادر بعد ازین ہشیار باش
فرق میکن در میان شر و شیر

غزل دیگر

ساقی کرمے کن کز ہوش خود افتم
من یار خودم خود از دوشس خود افتم
شل مے جوشان کز خم بدر افتد
جوشے زدہ برخود از جوشش خود افتم
از ہر بن موئم جوشد مے دیگر
از فرط تمائل ز آغوشش خود افتم
زین تیر زبانے آزردہ دلم من
خوش آنکہ زبانے خاموش خود افتم

یہ غزل مزاحفات بحر بسیط سے ہے جو اس کے ارکان چار بار مستفعلن فعلن ہے جو فارسی میں نہایت کیاب ہے اکثر شعرا متقدمین کے کلام اس بحر سے خالی ہیں۔

رباعیات در بیان بعض قواعد سلوک

علمے کہ نہ ما خوذ از مشکوٰۃ نبی است
والله کہ سیرابی یاران تشنہ لبی است
جائے کہ بود جلوۂ حق حاکم وقت
تابع شدن حکم خرد بولہبی است

دانی کہ چہ بود شیخ قدیم ای دلدار
شغل دل تو ظاہر و باطن با یار
این را شنوی از درس عوارف عارف
وان فوق دگر یاد بگیر از احرار

• در مذہب ما ہست ز اسباب غرور
ذکرے کہ بود حائل از انوار حضور
در حاشیۂ نفی شو از خلق نفور
در جانب اثبات برو سوئے غفور

• مستی بود آنکہ شرط طریق افتادست
بے مست شدن کار کسی نگشادست
در ذکر خفی جہر تخیل کردن
شرط است و ز استاد طریقم یاد است

• خواہی کہ شوے صرف محبت نوشی
باید کہ بتقلیل علائق کوشی
دل را ز خیالات جہان صرف کنی
چشم از صور جملہ عالم پوشی

• در عشق تو از جملہ جہان بگذشتم
وز ہر چہ بجز یاد تو زان بگذشتم
مقصود من بندہ بجز وصل تو نیست
اندر طلبت از دل و جان بگذشتم

• دائم دل من پیش تو حاضر باشد
چشمم برخ خوب تو ناظر باشد
در مذہب ما شرک جلی ست و صریح
گر سوئے دگر خطرہ بخاطر باشد

• دانی چہ بود وصل کثیر البرکات
در مشرب اہل دل وجود بعد ذات
تحصیل عدم بدان یعنے انع
در نفی خواطر و رستن ز جہات

• خوش آنکہ بانوار حضور نگہین ست
زیرا کہ طہارت ز اصول دین ست
تنویر دل و نفی خواطر خواہی
قوی ذریعۂ وصولش این ست

• تحصیل عدم اگر نداری کردن
باید نظر اہل فنا را جستن
این داء عضال را دوا گر بازین
در صحبت اہل دل تو خواہی دیدن

• آنانکہ ز ادناس بہیمی رستند
بالملک انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشان بجو
دروازۂ فیض قدس ایشان ہستند

• آن ذات کہ از قید جہت بیرون است
از حیطۂ اسما و صفت بیرون است
ہر مرتبہ زان ذات نشانے دارد
ہر چند ز تعیین سمت بیرون است

• ہر رنگ کہ شد مظہر آن یار عجیب
ظاہر شدہ از صورتش آثار عجیب

در لوح دل از ثبت کنی صورت او	پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب
۲ توی بکتابت احرف موصوف	یکجا بتلاوت اسما معروف
شخصے کہ ازین توم قدم پیش نهاد	گشتست بدین صورت ذہنی مشعوف
اشعار تا بکے محنت مہجوری و دوری بکشم	تا زمین وطنم سوئے وطن باز روم
تا بکے ہمرہے سنگ بود شیشہ من	گوہرے از عدنم سوئے عدن باز روم
تا بکے بستہ زنجیر تعلق باشم	آہوئے از ختنم سوئے ختن باز روم
بوئے جان میرسد از بادیہ دوست بجان	شاہ ملک یمنم سوئے یمن باز روم
اشعار دلے دارم ز خود خالی حبابش میتوان گفتن	درو کیفیت جوش شرابش میتوان گفتن
وجودے منو منے نادیدنے دارد	درین نیرنگها بوئے کبابش میتوان گفتن
سودا او دل ما ہائی اندر پیچ و تاب او	نقوش عالم امکان کتابش میتوان گفتن
فرو پاشید از ہم کثرت موہوم چون شبنم	ز فیض معنی آفتابش میتوان گفتن
اشعار فراغ یافتم از حج و عمرہ	چو احرام سر کوئے تو بستم
چو دیدم روئے زیبائے تو جانا	ز تشویش وجود خویش رستم
بیا ساقی بدہ جامے شرابے	کہ مخمور صبوحے والستم
محبت نام جوش طبع وسیل نفس گر باشد	سر اہل محبت درد و عالم گاہ گو خر باشد
زنازک طبع غیر از خونا بہا نمے آید	درخت بیہ ما وید یم و الم بے ثمر باشد
بوسعت مشرہاں رنگ تعلق در نمیگیرد	اگر نقشے زنی بر روئے دریا بے اثر باشد
صفائی طبع میخواہی ز صحبت دامن اندر کش	کہ آب دور از مردم ہمیشہ با صفا باشد
فرد مزاج صاف طبعان را بغربت نیست تاثیرے	مکدر گردد آب صاف چون یکجا وطن گیرد
۰ صفا با خبث باطن نیز گاہے جمع میگردد	بروغن عرصہ را چون درد و خورشید تماشا کن
۰ بہرزہ گردی ما نع سوز دل است ای ہوشمند	سیل تا بنشست یکجا با خسش صافی نہ شد

شاہ صاحب کے کلام میں سے جن رباعیات اور اشعار کا انتخاب مجھے معزز ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا نقل کر چکا۔ اگر آپکے کلام کا تجسس اچھا ہون سے تتبع کیا جائے تو ایک مختصر دیوان بن سکتا ہے

لیکن میں نے بنظر اختصار صرف ان ہی چند رباعیوں اور اشعار پر اکتفا کیا۔ ناظرین کو ان منتخب اشعار سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ محبت اور عشق الہی میں محترم شاہ صاحب کس درجہ محو تھے اور انھوں نے اپنا سارا اور بر تر خیال کس تپ اشرار اور چپ شیلے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ اشعار مذکورہ کے پڑھنے اور ہر ہر مصرع پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکا قائل وہی شخص ہے جو عشق الہی او محبت خداوندی میں پاؤں سے سر تک ڈوبا ہوا ہے اور بیخودانہ سرخوش حالت اور عالم وجد میں اسکی زبان مبارک سے یہ وجد میں لانے والے اشعار سرزد ہوئے ہیں۔

انسانی طبیعت اور اُس کے سلسلہ خیالات کا آئینہ ہمیشہ اُسکی تحریر و تقریر ہوا کرتی ہے یعنی جو بات آدمی کے دل میں ہوتی ہے وہی اُسکے زبان و قلم سے نکلتی ہے غور میں ڈوبی ہوئی نظریں اور بالغ نگاہیں فوراً ہر تحریر و تقریر سے قائل کے دلی خیالات کا کافی اندازہ کر لیتے ہیں اور جھٹ تاڑ جاتی ہیں کہ جو کچھ قائل کہہ رہا ہو آیا اسکی طبیعت کی یہی کیفیت ہے یا اس میں کچھ تکلف و بناوٹ داخل ہے۔ بعض تحریریں ایسی ہوتی ہیں جن کے ہر ہر جملہ اور ہر ہر فقرہ سے کھلم کھلا ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کا قلم دل کے ساتھ موافق نہیں ہے دل کچھ کہتا ہے طبیعت کچھ شہادت دیتی ہے قلم کچھ اور کہہ رہا ہے زبان کچھ اور گواہی دیتی ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان و قلم سے وہی نکلتا تھا جو آپکے دل میں ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ جو اثر اُس وقت آپ کی زبان میں تھا آج وہی اثر ہم آپ کی تحریرمیں پاتے ہیں۔

ہماری اس رائے کی تائید جناب شاہ عبد العزیز صاحب آپکے فرزند رشید کے قول سے بہت کچھ ہوتی ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار کے تقریروں میں ایک خاص صفت یہ ہے کہ اگر اب بھی کوئی شخص اُنکی اصلی تقریریں ایک مرتبہ بھی پڑھ لیتا ہے تو وہ اُسکی یاد سے کبھی فراموش نہیں ہوتیں جس وقت وہ تقریریں آپ زبان سے فرمایا کرتے تھے تو اُسکا اثر سننے والوں کے دلوں پر اس قدر پڑتا تھا کہ کبھی زائل نہیں ہوتا تھا اور لوگ آپ کی تقریر سنتے ہی خلوص دل سے اُسپر عمل کرنے کو سرگرم ہو جایا کرتے تھے اور بے اختیارانہ جوش کے ساتھ عمل کرنا شروع کر دیتے تھے۔"

شاہ صاحب کے مکاتیب

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خطوط کا گو میرے پاس ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن میں نے بنظر طوالت انہیں

سے صرف ان ہی چند خطوط کا انتخاب کیا ہے جو ناظرین تذکرہ کی دلچسپی کے باعث ہیں اور چونکہ وہ علم ادب کی روح اور امیدیوں کی جان ہیں اسلئے بجنسہ درج کرتا ہوں۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابراہیم مدنی کے نام

شاہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابراہیم مدنی کے نام

من الشيخ ولي الله العمري الى الشيخ ابراهيم
في تعزية والده الشيخ ابي طاهر المدني قدس سره الله
اعلى الله معالم العلم وشيد بنيانه ورفع عماده
الذي من سمى اركانه [illegible] بأهل الحديث اعلامه
ونضر [illegible]
الانام [illegible]
الشيخ ابراهيم بن الشيخ ابي طاهر الكردي المدني
اما بعد فاعظم الله تعالى اجركم والهمكم صبركم
على شيخنا رضي الله عنه [illegible] حقيق
به [illegible]
[illegible]
وجنانه في قلق قالق للكبد. وملل [illegible]
وفوق سحاب مطر [illegible]
بالطبع [illegible] كيف لا وكان رضي الله عنه
اهل الارض [illegible]
وعمدة [illegible] وكان [illegible] على ما في ظهر
[illegible]
به [illegible] ولا يعلم [illegible] الا الكبير
المتعال. [illegible]
وضعف الصبر وقارب الفصال ذكرت له
كيف كيف ثم [illegible] البيت

شیخ ولی اللہ العمری کا خط بنام شیخ ابراہیم مدنی۔ ان کے والد شیخ ابوطاہر مدنی قدس اللہ اسرارہم کی تعزیت میں خدا تعالیٰ علم کے آثار اونچے اور اس کی بنیادیں مضبوط کرے، دین کے جھنڈے بلند اور اسکے ارکان مستحکم کرے، حدیث کے باغ کو سرسبز و شاداب اور اس کی رونق کو دوبالا کرے اہل حدیث کو تازگی اور اس کے سرپرستوں کو نور بخشے اور وہ دانشمند بزرگ میرے استاد شیخ ابوطاہر مدنی کردی کے فرزند رشید مولانا شیخ ابراہیم کے حدیث کی درس و اشاعت کی وجہ سے علم حدیث کو عروج کمال پر پہنچائے جو پیشوا مذہبی اور مقتدائے مخلوق ہیں اور اپنے بزرگ اسلاف کے بزرگی و فضیلت کے جائز وارث ہیں انکے بعد **واضح** ہو کہ خدا تعالیٰ آپکا اجر بڑھائے اور ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ پر صبر کرنے کا آپکو الہام کرے۔ مجھے سزاوار ہے کہ میں اپنے شیخ کی تعریف کروں اور دعا صبر میں کوشش کروں خدا کی قسم جب شیخ کے انتقال کی جانگزا خبر میرے کان میں پہنچی ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ دنیا سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت اور اس کی جنتوں میں انتقال کر گئے ہیں تو میں ایک ایسے قلق اور اضطراب میں گرفتار ہوں جو جگر کو پاش کئے دیتا ہو اور اس اندوہ و رنج میں مبتلا ہوا جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے۔ میرے سر پر ایک ایسا ابر چھایا ہوا ہے جو غم واندوہ کا مینہ برساتا ہوا اور میرے بیچ مشتعل آگ کا دریا لہریں لے رہا ہے اور کیوں نہ ہو میرے شیخ رضی اللہ عنہ حقیقت میں زمین کے باشندوں کیلئے برکت اور مدینہ طیبہ کے مقتدی و پیشوا

ضيّقت كل طريق كنت اعرفه
الا طريقا يؤديني لربعكم
فاعلم ورقت عيناه واحمرت وجنتاه حتى
خنقته عبرة البكاء ثم بعد ذلك سألت في
[illegible]
عمره من السنين فقال معترك المنايا ما بين
ستين وسبعين - فلو شئت ان ابكي دمًا
لبكيته عليه ولكن ساحة الصبر اوسع
من سلوان فؤادي وعقيدة اعتقادي عند
هجوم دواعي البكاء وضيق الارض
علي والله انه رضي الله عنه خلف مثل
جنابكم دام المجد بقيامكم وان الشبل
يشبه الاسد وانما يظهر سر ابيه من الولد
ؔ بقيت بقاء الدهر يا كهف اهله
وهذا دعاء للبرية شامل
والسلام

اور اسکے عمدہ ارکان تھے انہیں مجھے اس درجہ محبت تھی جسکی نشانیاں ظاہر اور علامات و آثار واضح تھے اور میری محبت ان کے ساتھ ضرب المثل تھی جسکی حقیقت خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جان سکتا میں اسوقت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا کہ جب میرے کوچ کا زمانہ قریب ہوا اور جدائی کی گھڑی سر پر آ کھڑی ہوئی اور رخصتانہ ملاقات کے اثنا میں میں نے ان کی مزاج پرسی کے بعد یہ **بیت** پڑھی ؎

ضیقت کل طریق کنت اعرفہ   الا طریقا یودینی لربعکم

یعنی میں بجز اس ایک رستہ کے جو مجھے تمہاری زمین تک پہنچائے ان تمام رستوں کو بھول گیا جنسے میں اس سے پیشتر واقف تھا تو آپ کی پرنم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہنے لگیں اور دونوں رخسارے سرخ ہوگئے یہانتک کہ گریہ کی گرمی سے آپکا گلا گھٹ گیا زان بعد آپ نے نہایت خلوص کیساتھ اس عاجز کے حق میں دعا کی۔ میں اس واقعہ کو کبھی بھول نہیں سکتا کہ جب میں نے آپ کی مقدار عمر دریافت کی تو جواب میں فرمایا کہ ساٹھ و ستر کے مابین ہو۔ تو اگر میں ان باتوں کو یاد کرکے خون کے آنسو رونا چاہوں تو رو سکتا ہوں لیکن صبر کا میدان زیادہ وسیع ہے اور اسباب گریہ کے ہجوم اور آسمان و زمین کی تنگی کے وقت میرے دل کی تسلی اور میرے بھروسہ کی لاٹھی صرف یہ ہے کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے آپ جیسا فرزند اپنی محسوس یادگار چھوڑی ہے اس میں ذرا شک نہیں کہ شیر کا بچہ شیر کے مشابہ ہوتا اور فرزند سے باپ کی خصلت ظاہر ہوتی ہے۔ اے زمانہ کے ماویٰ و ملجا تیری بقا زمانہ کی بقا کی طرح ہو اور یہ دعا تمام مخلوق کو شامل ہو والسلام

المکتوب الثانی

من الشیخ الموصوف الی استاذہ وقدوتہ
ابی الحسن تمیم جمال الدین ابی طاہر الکردی
المدنی قدس اللہ سرہما واعلی فی الملاء الاعلی
ذکرہما۔

ان الت سحائب رحمة والبرکات منہلة و
سحب العنایة والکرامة مطرة
وبقعة حفت الملائکة المحفوفة بالبرکة الکرام
الموصوف بالفضل الذی مالذکرہ بالکلام جناب
ابعد جنابہ ان اذکرہ بصریح اسمہ۔ واستغنی عن
ذالک بتعیینہ بعلامتہ ونعتہ ؎

ومن المحبات ان افوہ بذکرہ ولقد اخاطرہ ببالی خاطری
وفی احشائی حاضر فلا یغیب عنی بجملة
ولا یغیب فی بصری متمثلا فلا یحتجب
ذلک ہو حضرت شیخنا وقدوتنا ومخدومنا
ومولانا الاکرم لا نحصر کا یجمل ؎

بقیت بقاء الدہر یا کہف اہلہ وہذا دعاء للبریة شامل

اما بعد فیقول المفتقر الی توجہاتکم المعتمد علی
دعواتکم یحمد اللہ تعالی ویشکرہ علی نعمائہ ظاہرہا
وباطنہا ویشکر ان یکون نعمہ لا یحصی عددہا
ولا یحصی منہا من جملتہا صوم رمضان بمکة
المبارکة واعتکاف العشرة الاخیرة فی المسجد الحرام

دوسرا خط

شاہ ولی اللہ کا دوسرا خط۔ اپنے استاد و شیخ المحدثین جمال الملة
ابوطاہر کردی مدنی کے نام خدا تعالیٰ ان دونوں کو پاک کرے
اور ملاء اعلیٰ میں ان کا ذکر بلند کرے۔

رحمت و برکات کے مینہ اور عنایت و کرامات کے بادل اس
گوشہ زمین پر ہمیشہ برستے رہیں جسے بزرگ نیکوکار فرشتہ گروہ مین
سے احاطہ کئے ہوئے ہیں اور جو فضیلت خاص سے موصوف
ہے اس کا سلسلہ کلام میں ذکر کرنا خوف ادب ہو اور اسکی جناب
اس سے بہت دور ہو کہ میں صراحۃً اسکا نام لوں یا علامات
و نشانات کے ساتھ معین کروں ؎

ومن المحبات ان افوہ بذکرہ ولقد اخاطرہ ببالی خاطری

جیسے میں اپنے دل میں حاضر پاتا ہوں اور وہ زندگی بھر کبھی مجھ سے غائب
نہیں ہوتا اور اسکی تصویر میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور
پھر کبھی نظروں سے ہٹتی نہیں وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے
مخدوم ہمارے بزرگ ہیں ؎

بقیت بقاء الدہر یا کہف اہلہ وہذا دعاء للبریة شامل

اسکے بعد واضح ہو کہ آپکی دلی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں
سے بہرہ ور ہونے والا۔ تمام باطنی و ظاہری امور میں خدا کی تعریف اور
اس کی ان نعمتوں کا شکریہ کرتا ہے جو گنتی میں نہیں آسکتیں منجملہ
ان کے یہ کہ مکہ معظمہ میں رمضان کا روزہ اور مسجد حرام میں عشرہ آخرہ
کا اعتکاف ہو۔ مجھے خانہ کعبہ کے خادم شیخ عمر عیناء نے خبر دی
خدا تعالیٰ اسے خوش رکھے جیسا اس نے مجھے خوش کیا کہ آپ

وقد حدثنی الشیخ عمر عیناء خادم بیت اللہ تعالی
سرہ اللہ تعالی کما سرنی ان اللہ ہیأ دارا للنزول لکم
فی الحج ولینظر قدومکم فی ایام العج والثج ؎

ضاق الی المشرب وکنت قبلا اکاد اغص بالماء الفرات

حقق اللہ تعالی ہذہ الامنیة منا ومنہ انہ علی
کل شیء قدیر وباجابة الدعاء جدیر ونسئل
منکم الدعا بالسلامة فی السفر والاقامة
والعافیة بلا بلاء بعدہا ورحمة لا سخط بعدہا
والسلام والاکرام

المکتوب الثالث

بعد رفع تحیات لا تزال متہادیة نسائم الاخلاص
عابقة وفائحة وبعد دعوات لا تنقطع
شائمة قبول القبول غادیة ورائحة۔ من عبد
ضعیف استرقہ جمیل اللطف وجزیل الامتنان
وصیغ وثاق شانہ عظیم المحسن وعمیم الاحسان ؎

اخذتمونی منی فی ملاحظة
فلست اعرف غیرہا اذ عرفتکم

الی حضرت من تقاصرت الالسنة والتعبیرات
عن وصف کمالہ وتضایقت الاسالیب والتحریرات
عن نعت جمالہ۔ فالمطری فی مدحتہ اعجم
قاصر والمفرط فی تقریظہ مفرط قاصر ؎
وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ
یفنی الزمان وفیہ ما لم یوصف

شیخ ابوطاہر مدنی کے نام

حج کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ اور وہ آپکے نزول کیواسطے
مکان طیار کر رہا ہو اور قربانی و لبیک کہنے کے زمانہ میں آپکی
تشریف آوری کا انتظار ہو ؎

ضاق الی المشرب وکنت قبلا اکاد اغص بالماء الفرات

خدا تعالیٰ میری اور اس کی آرزو کو پورا کرے بیشک وہ ہر چیز پر
قادر ہے اور دعا قبول کرنیکے لائق و سزاوار ہے میں آپ سے سفر و
حضر کی حالت میں سلامت و خیریت کی دعا چاہتا اور اس عافیت
و رحمت کی استدعا کرتا ہوں جسکے بعد کوئی بلا اور جسکے پیچھے کوئی
عذاب نہ ہو والسلام والاکرام۔

تیسرا خط

ان تحفوں کے ارسال کرنیکے بعد جنسے ہمیشہ اخلاص کی عطر آمیز
ہوائیں چلکر دل و دماغ کو معطر کرتی ہیں اور ان دعاؤں کے ہدیہ
کرنیکے پیچھے جنسے قبول التقبول کی ہوا کے خوش آئندہ جھونکے
صبح و شام چلا نہیں بچھتے یہ عریضہ اس ضعیف و خاکسار بندہ
کیطرف سے ہے جسے آپکے لطیف جمیل اور احسان عظیم نے غلام بنالیا
ہے اور عام احسان نے اسکی حالت کو مرہون منت کر دیا ہے ؎

اخذتمونی منی فی ملاحظة فلست اعرف غیرہا اذ عرفتکم

یعنی جب سے تم نے مجھے اپنے سایہ عاطفت میں لیا ہوا اور میں نے
تمہیں پہچانا ہو اسوقت سے میں نے بجز عنایت و مہربانی کے اور
کچھ نہیں دیکھا۔ اور یہ عریضہ اس شخص کی خدمت میں پیش کیا
جاتا ہو جسکے وصف کمال سے زبانیں اور تعبیریں قاصر اور نعت
و جمال سے اسلوب و تحریرات کا دائرہ تنگ ہو اس کی مدح
میں نہایت مبالغہ سے تعریف کرنیوالا محض عاجز اور گونگا ہے

شیخنا وسندنا ومخدومنا ومولانا الاکرم
الافخم الاجل الانبل ادام الله تعالی بالدوام
ایامہ حیات علوم الدین وابقی بہجتہا و
خلد بتخلید عہدہ رونق معارف الحق و
ابد بہجتہا - فان ہذا المستمد بتوجہاتکم
العلیۃ - والمعتمد علی دعواتکم المستجابۃ
وصل الی مکۃ زادہا اللہ شرفا وتعظیما
مامونا عن جمیع المخوفات سالما عن جمیع
المکروہات - اللہم الا الم فراقکم
الذی لا اصبر علی صبرہ الا کصبر المصبور
ولا مصابرۃ معہ الا کمصابرۃ المغلوب
المقہور ع

واللہ لو حلف العشاق انہم
قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

والی اللہ المشتکی وھو المستعان وھو
العالم بالاسرار والاعلان والمسئول
منکم الدعاء فی الاوقات المرجوۃ وطلب
الخیر فی الواردات المحبوۃ والحمد للہ
اولا واخرا

المکتوب الرابع

تحیات اصولہا ثابتۃ فی ارض المحبۃ الخالصۃ

اور افراط کے ساتھ مدح سرائی میں مشغول ہونیوالا اسکا خطیب نہ ہو
وعلی نفسہ واصفہ بوصفہ   یعنی الواصف ویقصر الموصوف
وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے مخدوم ہمارے مکرم و
محترم اور بزرگ مولانا ہیں خداتعالی ان کے بقائے دوام
کی وجہ سے دینی علوم کی زندگی میں مداومت کی روح ڈالے
اور ان کی رونق ہمیشہ قائم رکھے اور ان کے زمانہ کی ہمیشگی
کے سبب سے معارف حق کو سدا تر و تازہ رکھے اور اسکی تازگی
کی رونق کو دوبالا کرے - اسکے بعد گذارش ہو کہ آپ کی توجہات
عالیہ کا محتاج اور آپ کی مقبول دعاؤں پر بھروسہ کرنیوالا تمام
خطرناک مواقع سے محفوظ اور ناگوار چیزوں سے صحیح سالم مکہ معظمہ
میں پہنچا خدا اُس کی شرف وعظمت کو بڑھائے خدا کا شکر ہو
کہ اسوقت مجھے کسی طرح کا خوف واندیشہ اور رنج واندوہ نہیں
ہے لیکن آپ کی مفارقت کا رنج اس درجہ ہو جسپر مجھے کسیطرح
صبر نہیں آتا مگر جیسے زنجیر میں بندھے ہوئے شخص یا شکنجے میں
پڑے ہوئے جانور کو صبر ہوتا ہو یا مغلوب ومقہور آدمی اپنے دلکو
تسلی دیتا ہے ع

واللہ لو حلف العشاق انہم قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

یعنی اگر عشاق اس بات پر قسم کھائیں کہ ہم محبت کی وجہ سے مفارقت
کے دن قتل کیے گئے ہیں تو واللہ وہ حانث نہ ہونگے میری شکایت
کا علاج خدا کے پاس ہو اور اسی سے مدد چاہتا ہوں وہی باطن
اور ظاہر کو جانتا ہو میں آپ سے مقبول اوقات میں دعا کا خواستگار
اور طالب خیر ہوں

چوتھا خط

وہ تحفے جن کی جڑ محبت خالصہ کی زمین میں قائم اور شاخیں

وفروعہا فی السماء ودعوات دعائمہا
مستقرۃ فی متن الرحمۃ الخالصۃ وسقوفہا
اعلی العلیا - یرفعہا احقر الخلیقۃ ومن لیس
بشیء فی الحقیقۃ الی الحضرۃ المحفوفۃ بالملائکۃ
المقدسۃ بالتسبیح والتحمید - والجناب الموقر
بلا یشقی جلیسہم وان کان اوجب الطرد و
التبعید لانہ مرکز ہا عروۃ الوثقی لا انفصام
لہا من تمسک بہا ہدی الی صراط مستقیم
ومحفلہ شاہر حبل لا ینقطع لہ من اعتصم
بہ ادّاہ الی متین السنن والمناہج القویمۃ ع

لا یبلغ الواصف المطری خصائصہ
وان یکن سابقا فی کل ما وصفا

شیخنا وسندنا ومخدومنا ومولانا الاکرم
الافخم الاجل الانبل ادام الله تعالی
المجد بین یدیہ وخلّاہ کہفا لمن لاذ بہ
واعتمد علیہ - اما بعد فان المستمد
بتوجہاتکم المعتمد علی دعواتکم
یشکر الیکم اللہ تعالی علی نعم ظاہرۃ
وباطنۃ لا تحصی ویحمد الیکم اللہ علی
زوائد عوارف لا تعد ولا تحد ہا ویرجو
ویسأل منکم الدعاء لمن یریدہا ولا سیما
تدریجہا وتجدیدہا - والسلام والاکرام

آسمان میں ہیں اور وہ دعائیں جنکے ستون رحمت خالصہ کے
گرے میں گڑے ہوئے ہیں اور چھتیں غایت رفعت میں ہیں
احقر خلائق جو حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہو اُس گوشہ میں پہنچاتا
ہے جسے فرشتے گھیرے ہوئے تسبیح وتحمید کا نعرہ بلند کررہے ہیں اور
اُس بارگاہ عالی میں پیش کرتا ہو جس کا جلیس وہم صحبت بدبخت
نہیں ہوتا اگرچہ وہ اس قابل ہو کہ خداوندی رحمت سے دور
کردیا جائے - اُس کی جناب ایک ایسا دائرہ ہو جس کا مرکز
مضبوط کڑا ہے جو کہیں ٹوٹ نہیں سکتا جس نے اُسے
پکڑا سیدھی راہ پر لگ لیا اور اس کی محفل ایک ایسی مستحکم
رسی ہو جو کبھی کٹ نہیں سکتی جس نے اُسے مضبوطی سے پکڑا
اُس کو اُس نے شارع علم اور سنت کے طریقہ پر پہنچا دیا ع

لا یبلغ الواصف المطری خصائصہ وان یکن سابقا فی کل ما وصفا

یعنی مبالغہ کرنیوالا مدح اُس کی خصوصیتوں کو پا نہیں سکتا
اگرچہ وہ مدح سرائی میں سابق وممتاز ہی کیوں نہ ہو - وہ ہمارے
شیخ ہمارے پیشوا ہمارے ممدوح ہمارے محترم ومکرم بزرگ وفضل
مولانا ہیں خداتعالی صبح وشام ان کی بزرگی میں ترقی دے
اور اسے دائم وقائم رکھے اور ان کی حفاظت اُس شخص
کیلئے ہمیشہ رکھے جو ان کی ملازمت صحبت رکھتا اور بھروسہ رکھے
اسکے بعد آپ کی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں پر بھروسہ
کرنیوالا خدا کی اُن ظاہری وباطنی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے
جو شمار میں نہیں آسکتیں اور عوارف کے اُن بیحد چشموں پر
خدا کی تعریف کرتا ہو جن کا حصر نہیں ہو سکتا اب آپ سے مزید
نعمت اور قدیم وجدید نعمتوں کے ہمیشہ رہنے کی دعا چاہتا ہے

المكتوب الخامس

من الشيخ عارف بالله - الى الشيخ
ابراهيم المدني رحمهما الله تعالى لا
زالت ذوارف العوارف هامية على وكف
الانام خلف السادات الكرام اعني مقام
الائمة الاعلام مولانا الشيخ ابراهيم ايده
الله تعالى ابن شيخنا الاجل الامجد مولانا
الشيخ ابي طاهر ابن العارف قدوة الانام
حجة الاسلام مولانا الشيخ ابراهيم الكردي
المدني قدسنا الله تعالى باسرارهما - من
الفقير ولي الله بن عبد الرحيم العمري الدهلوي
عفا الله عنه سلام عليكم ورحمة الله و
بركاته ان سالتم عن محبكم فانه بعافية في
نفسه واهله وولده رطب اللسان بذكر
اباءكم الكرام ويشكر نعمهم وينشر علومهم
وادعو من الله تعالى ان يحفظني ببركاتهم
ويحيي ذكرهم في هذه البلاد بهذا العبد
الضعيف واولاده واصحابه انه قريب
مجيب واسأل منكم ان لا تنسوني في صالح
دعواتكم بجاه النبي صلى الله عليه وسلم
وقد كتبت اليكم قبل هذا مكاتيب كثيرة
وما شرفتموني بالجواب ولا اكرمتموني بالسلام فـ

پانچواں خط

شیخ عارف باللہ مولانا ولی اللہ کا خط شیخ ابراہیم مدنی رحمہما اللہ کے نام
عوارف کے صاف وستھرے ہوئے چشمے خلائق کے حوض
یعنی سادۃ کرام کے فرزند رشید مولانا شیخ ابراہیم پر ہمیشہ گرتے رہیں
جو ائمہ اعلام کے قایم مقام اور بزرگ محترم حضرت مولانا
شیخ ابوطاہر کے فرزند عارف باللہ حجۃ الاسلام قدوۃ الانام مولانا
شیخ ابراہیم کردی مدنی کے پوتے ہیں خدا تعالیٰ ہمیں ان کے
اسرار کی بدولت پاک کرے فقیر ولی اللہ بن عبد الرحیم العمری
الدہلوی عفا اللہ عنہ کی طرف سے آپ پر سلام اور خدا کی رحمت و برکت
ہو آپنے جو اپنے محب کی خیریت دریافت کی تھی سو خدا کا شکر
کہ وہ خود اور اس کی اہل و اولاد خیریت سے ہو اور آپ کے
آباء کرام کے ذکر سے رطب اللسان ہو اُن کی نعمتوں اور
علمی اشاعتوں کا شکر ادا کرتا ہو مجھے خدا سے امید ہو کہ وہ انکی
برکات کی وجہ سے مجھے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ان بلاد میں اس ضعیف
اور اس کی اولاد و اصحاب کے سبب سے اُن کا ذکر زندہ رکھے
میں تم سے درخواست کرتا ہوں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ
دیتا ہوں کہ اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کریں اگرچہ میں نے
اس سے پیشتر بہت سے خطوط آپ کی خدمت میں روانہ کیے
لیکن نہ تو آپنے جواب سے معزز فرمایا نہ سلام کتابت سے ممتاز کیا
حالانکہ میرا خیال آپ کی نسبت ایسا نہ تھا اب میں بخلاف سابق
کے التماس کرتا ہوں کہ آپ اس رقیمہ کے حامل کی معرفت
جواب تحریر کرکے ارسال کریں اور ان محترم مواضع سے ہر آنے

كتاب وما كان ذلك الا ظننا بكم والمسؤول الآن
خلاف ما كان ان تكتبوا بالجواب مع حامل صحيفتنا
هذه ومع كل حاج يجيئنا من تلك المواضع المشرفة
وتخبرونا عن سلامتكم وسلامة اولادكم واصحابكم والسلام

المكتوب السادس

چھٹا خط شیخ وفد اللہ مکی کے نام

من الشيخ العارف الى الشيخ وفد الله المالكي
المكي بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وصلى الله
على سيدنا محمد واله وسلم. من الفقير ولي الله
بن عبد الرحيم العمري الدهلوي عفي عنه سلام
عليكم ورحمة الله وبركاته اما بعد فالمأمول
من مكارم اخلاقكم ان تدعو الله تعالى في مظان
الاجابة واوقات الرجاء لديننا ومعيشتنا ولاولادنا و
اصحابنا وقد اخبرني ولدكم الشيخ حسين المكرم
انكم في صغركم حضرتم الشيخ محمد بن العلاء
البابلي قدس الله سره فاجازكم بما تصح له روايته
فان كان الامر كذلك فهو اسناد عال جدا فالمرجو
من جنابكم ان تشرفونا بالاجازة مجملة ومفصلة
وتخبرونا باسانيدكم العالية وفوائدكم المنتخبة
ومسلسلاتكم المتصلة لعل الله يجمعني واياكم
في مقام صدق في زمرة اولياءه وحملة سنة نبيه صلى الله عليه وسلم والسلام

المكتوب السابع

ساتواں خط بعض دوستوں کے نام

من الشيخ ... الى ... بجبر نفسه الى ملازمة العلماء
منهم ... [illegible]

والیکے اقدس سرفراز نامہ بھیجیں اور اپنی اور اپنی اولاد و اصحاب
کی سلامتی سے مطلع کریں۔ والسلام۔

چھٹا خط

شیخ عارف باللہ مولانا ولی اللہ کا خط شیخ وفد اللہ مالکی مکی کے نام
بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا کو سب تعریف ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار
محمد اور ان کی آل پاک پر رحمت و سلام نازل فرمائے فقیر ولی اللہ
بن عبد الرحیم العمری الدہلوی کی طرف سے تم پر سلام اور خدا کی رحمت
و برکات کے بعد واضح ہو کہ آپکے عام اخلاق و بزرگ عادات سے
امید ہو کہ ہمارے دین و معیشت اور اولاد و اصحاب کیلئے اپنے اجابت
کے اوقات و مواضع میں دعا کریں مجھے آپکے فرزند شیخ حسین
سے معلوم ہوا ہو کہ آپنے کم سنی کے زمانہ میں فرید عصر شیخ محمد
بن العلاء بابلی قدس اللہ سرہ سے ملاقات کی ہو اور انہوں نے
آپکو اپنی تمام مرویات صحیحہ کی اجازت عنایت کی ہو اگر حقیقت
میں یہ واقعہ نفس الامری ہو تو وہ ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی
اسناد ہو مجھے آپسے امید ہو کہ مجمل و مفصل اجازت سے اس فقیر کو
معزز و ممتاز کرینگے اور اپنی اسناد عالیہ اور فوائد منتخبہ اور مسلسلات
متصلہ سے اطلاع دینگے شاید خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو مقام صدق
میں اپنے اولیا کے زمرہ اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی سنت کے حاملین کے گروہ میں جمع کرے والسلام

ساتواں خط

شیخ عارف باللہ کا خط بنام بعض دوستوں کے۔
برادرم مرد علماء کی ملازمت بہت غنیمت ہو اور صلحا کی ہم نشینی
عزم و استقلال کی محرک ہو الحمد للہ خدا تعالیٰ کی طاعات پر ہمیشگی بہت

والاهتمام بعبادة الله لعل أن الملا
لا تورث الا حسرة وان المذاكرة لا تخلو
الا فيه و اياك واضاعة اوقات في
الدعة والبطالات والا من تكلّص على
عقبيك ولا تهتم بما يعنيك احسن
الناس من اذا سمع دعي دحقق وادعى
والسلام

المكتوب الثامن

من الشيخ عارف بالله الى بعض خلانه
ان الزمان قد تغيرت وان المشرب قد تكدر
وليس كل تزيّ تزيّ المسلمين مسلما و
ليس كل ما يدعي الانسان لنفسه مسلما
فاياك وخمسة من الناس فانهم في الحقيقة
بمنزلة النسناس صوفي شاطح بطال
لرفع التكليف ولا يقف في مجاري امره
عند التي قيف ومعقولي مجادل
ينشر فتنة الشكوك والاوهام ولا ينقاد
بقياد العز والعلام وفقيه متورع
يستطيب الرخص على اتباع الهيئة ولا
يتبع ما اوضح النبي صلى الله عليه وسلم لامته
وزاهد متقشف يتشدد في دينه كان
التوحش ليس في خزينة وغني عاش بتكلف

کمیاب ہے اور اس کی عبادات کے اہتمام سے اکثر طلبہ خالی ہیں
واضح کہ کھیل کود میں مصروف رہنا بجز حسرت کے اور کچھ حاصل
نہیں کرتا اور لغو گوش کلامی سخت دلی پیدا کرتی ہے تم راحت و آسانی
اور کاہل کاموں میں اپنے اوقات ضائع کرو اور مت پیچھے ہٹو اور مت عرف اور
لغو باتوں سے بچاؤ جو انجام کار تمہاری طرف عود کرنیوالی
ہیں اور جو چیزیں فی الحال تمہارے پیش نظر ہیں ان میں زیادہ اہتمام
نکرو تمام لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سنکر یاد رکھے اور اپنے
دعوے کو ثابت کرے والسلام۔

آٹھواں خط

آٹھواں خط

شیخ عارف باللہ کیطرف سے بعض دوستوں کو
زمانہ کا رنگ بالکل بدل گیا ہوا اور مذہب کا چشمہ نہایت مکدر ہو گیا
ہے اور ہر پوشش جو مسلمانوں کو زینت ورونق دیتی ہے حقیقت
میں اسلامی نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس کی انسان اپنے لئے خواہش
کرتا ہو کبھی اسپر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تم پانچ طرح کے لوگوں سے
اپنے تئیں بچاؤ جو حقیقت میں انسان کے منزل میں ہیں ایک
بیباک صوفی سے جو رفع تکلیف کے لئے حیلہ کرتا اور راہ اپنے مجاری
امور میں توقف نہیں کرتا دوسرا جھگڑالو معقولی جو شکوک واوہام
کے فتنے پھیلاتا اور خدا کا منقاد و مطیع نہیں ہوتا ہے تیسرا تجمل خواہ
فقیہ جو سرد اقوال پر خوش ہوتا اور جس کی نبی صلعم نے اپنی امت کیلئے
ترجیح کی ہے اس کی پیروی نہیں کرتا چوتھا خشک زاہد جو دین میں
اس درجہ سختی اور تشدد کرتا ہے کہ گویا اسے کسی بارہ میں اجازت
ہی حاصل نہیں پانچواں سرکش مالدار جو تکلف و بناوٹ کے ساتھ
عجمیوں کی ہیئت اختیار کرتا اور ان کے ہم نوالہ ہم پیالہ بنکر

زي الاعاجم ويتداخل في مضائق الحاجم والسلام

نواں خط

المكتوب التاسع

من الشيخ العارف الشيخ ولي الله قدس سره الى الشيخ
محمد عاشق رحمة الله بسم الله الرحمن الرحيم الحمد
لله المنعم المتفضل الكريم المتعال على جميع نعم
ومن جملتها سلامتكم ادامها الله تعالى
عافيتكم ورزقكم ما تمنيتم من فضله
بل مالا خطر على قلب بشر وما ذلك على
الله بعزيز وصل المكتوب بعد مدة طويلة
وبعض محكم ان شاء الله حيث كنتم وقد وفق
الله تعالى في هذه الايام ان نحرر قرة
العينين في تفضيل الشيخين
ببسط لا يليق بالمقام وقد تمت منه خمسة
كراريس والمقدر ان يكون قريبا من عشرة
كراريس وقد من الله تعالى بجمع الهمة
على تحريره والهم علوما مناسبة من الله
من الله تعالى الاهتمام على هذا النهج ولا حول
ولا قوة الا بالله وقد وصل الولد العزيز
عبد الرحمن مع اولاده بالخير والعافية
وقد تلقيناهم تلقيا حسنا وقرأ على من كتاب
الفوز الكبير شيئا وعسى ان يقرأ على هذا النمط
حتى يختم ان شاء الله تعالى والسلام

دسواں خط

المكتوب العاشر من الشيخ الاستاذ العارف

دوست رکھتا ہے۔ والسلام

نواں خط

شیخ عارف جناب شیخ ولی اللہ کی طرف سے شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کو
بسم اللہ الرحمن الرحیم اس منعم خدا کو تعریف ہے جو فضل وکرامت کا مالک
اور اپنی تمام نعمتوں پر بزرگ ہے منجملہ ان نعمتوں کے ایک آپ کی
سلامتی ہے خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ عافیت سے رکھے اور تمہاری آرزو
اپنے فضل سے بر لاوے بلکہ ان چیزوں پر کامیاب کرے جن کا خطرہ
بھی کسی آدمی کے دل پر نہ ہوتا ہو اور یہ خدا کے نزدیک کچھ مشکل نہیں
ہے ایک زمانہ دراز کے بعد آپ کا خط آیا اور اگرچہ بظاہر ہم بہت
دور ہیں لیکن حقیقت میں ہر جگہ تمہارے ساتھ ہیں ہم ان دنوں میں
خدا کی تقدیر سے رسالہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ایک
ایسے بسط کے ساتھ لکھ رہے ہیں جو اُسکے مناسب ہے گو اس کا اندازہ دس
جزو کے قریب کیا گیا ہو لیکن ابتک پانچ جزو کی تکمیل ہوئی ہے
خدا کا احسان ہو کہ اس نے اس رسالہ کی تحریر پر ہماری ہمت جمع کردی
اور اُسکے مناسب علوم الہام کئے ہم خدا تعالیٰ سے التماس کرتے
ہیں کہ جس طرز روش سے یہ شروع ہوا ہے اسی پر اس کا خاتمہ
ہوا اور ہمیں بجز خدا کی مدد کے گناہ و لغزش سے بچنے اور نیک کام
کرنے کی قوت نہیں ہے کرم فرزند رشید عبد الرحمن مع اولاد
کے بخیر و عافیت پہنچے اور ہم نے اُن سے بہت اچھی طرح ملاقات
کی وہ آجکل ہم سے فوز الکبیر پڑھ رہے ہیں کچھ حصہ تو پڑھ چکے ہیں
اور باقی کی نسبت امید ہے کہ اسی طرز کے ساتھ پڑھکر ختم کریں
انشاء اللہ تعالیٰ والسلام
شیخ استاد عارف باللہ شیخ ولی اللہ کا خط فاضل علامہ مخدوم

باعه الشیخ ولی الله الی الفاضل العلامة
المخدوم معین الملة والدین السندی طاب ثراه
احسن الله الی اخینا المکرم المعظم مخدومنا
المبجل جامع الکمالات سباق الغایات حتی جعله
کاسمه معینا للسنة والدین ابدا علی اعلی
علم الیقین وعین الیقین اما بعد فالفقیر
ولی الله عفی عنه یسلم علیکم ویدعو الله
لکم فی الاوقات المرجوة وقد استشرتمونی
فی الانتقال الی بندر سورت ثم الانتقال منه
الی موضع اخر فانی لا اعدل بحج بیت الله العظیم
وزیارة نبیه الکریم علیه الصلوة والتسلیم
شیئا فان اتفق الخروج من الوطن بسبب من
الاسباب فلا ینبغی ان یقصد الا هذان وقد
اخبرتمونی عن قلة الزاد فعلی الله توکلوا وبه
ثقوا والیه فوضوا الامر ولا تخشوا من ذی
العرش اقلالا ولا تعزموا بترک الرجوع الی الوطن
فلا تستعجلوا ابدا حتی یشرح الله صدرکم او صدر
رجل لاجلکم والحمد لله اولا
واخرا ۔

معین الدین سندی کے نام۔

خدا تعالی ہمارے مکرم و معظم اور ہمارے محترم و بزرگ مخدوم و مراد پر نگاہ کرم رکھے جو تمام کمالات کو جامع اور غایات میں سب سے آگے نکل جانے والا ہے اور جیسا کہ اس کا نام ہے سنت و دین کا معین و مددگار اور علم یقین و عین یقین کے خزانوں پر امین مقرر کرے۔ اسکے بعد فقیر ولی اللہ عفا اللہ عنہ تمہیں سلام پہنچاتا اور اوقات مقبولہ میں تمہارے لیے دعا کرتا ہے۔ تم نے جو مجھ سے سورت کے بندر اور پھر وہاں سے کسی اور مقام پر سفر کر جانے کی بابت مشورہ لیا ہے تو گذارش یہ ہے کہ میں حج بیت اللہ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی زیارت کے قصد کے کبھی باز نہیں رکھ سکتا کیونکہ اگر کسی وجہ سے وطن سے نکلنے کا اتفاق ہو جائے تو پھر ان دونوں متبرک مقامات کے علاوہ اور کہیں کا قصد کرنا لائق نہیں ہے اور تم نے جو قلت خرچ اور کمی زاد کی نسبت لکھا ہے تو خدا پر بھروسہ کرو اور اپنی تمام مہمات کی باگ اسکے ید قدرت میں دیدو۔ اور جملہ کام اسے سونپ دو جو کچھ پاس رکھتے ہو خرچ کر ڈالو۔ اور مال کے تھڑ جانے کا اندیشہ نہ کرو۔ وطن کی طرف مراجعت نہ کرنے پر جو تم نے عزم بالجزم کرلیا اسپر اصرار و ہٹ نہ کرو حتے کہ خدا تعالی تمہارا یا تمہارے سوا کسی اور شخص کا سینہ کھولدے۔ اول و آخر خدا کا شکر ہے۔

معزز ناظرین! شاہ صاحب کے مکاتیب و خطوط کا جس قدر مجھے انتخاب کرنا تھا اگرچہ باب میں صرف آپکا ایک خط اور نقل کرتا ہوں جو آپ نے فاضل اجل مولانا عبد القادر جونپوری کے جواب میں وحدت وجود کی بحث میں لکھا تھا اس خط کے نقل کرنے سے علاوہ ادب و انشا اور زور تقریر اور شیوا بیانی کے ناظرین کو یہ بھی دکھانا منظور ہے کہ آپ کو تصوفی تحقیقات میں کس درجہ کا اقتدار تھا اور اس خاص علم کو آپنے کس عروج پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ شاہ صاحب کے

اس علمی تبحر اور پر زور تحریر کا اندازہ کرنا بخوبی ہو سکے کہ مولانا عبد القادر کا خط بجنسہ نقل کیا جائے بہت مشکل ہے ابتدا میں اول مولانا موصوف کا خط نقل کرتا ہوں اور اسکے بعد شاہ صاحب کا جواب درج کروں گا۔ یہ دونوں خطوط ادبی ہونیکے علاوہ ایک ایسے خاص مسئلہ سے تعلق رکھتے ہیں جسکے مذاق سے بہت کم لوگ واقف ہیں اس لیے انکا ترجمہ کرنا اول تو تکلف سے خالی نہیں اور اگر ترجمہ کیا بھی جائے تو افسوس ہو کہ پڑھنے والے فائدہ نہیں اٹھا سکتے چنانچہ میں دونوں خطوط بجنسہ نقل کر کے اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

جونپوری کا خط شاہ صاحب کے نام

جامع الفضائل کریم الشمائل مولانا عبد القادر جونپوری کا خط بنام عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب

من الفقیر الفاقر محمد عبد القادر الی التقی النقی ولی الله العلی ۔ یا من لعل به سیرا یبلغوا دار الخلافة بانسب
اتیها منی السلام یا ذال مبتغیا من الشوق الی نفس یوالیها الی مقیم بها قد ادها شرفا ورفعة
یدعی من اهالیها ذلک الولی الرضی العالم العلم الحری المکارم وابها وخافیها والشاهد الذی والعین الذی
لطوالی تاره اوکتب داعیها علی یبلغنک الشوق حضرتنا بهمة منک تاتینی دواعیها من العبد الذی
الغیر المعلوم والمذکور الفقیر الفاقر محمد عبد القادر بعض من خیر من تربته جونفی ومأ هاجمی سبعا وعنج
جمة بما انها وهی انها الی ذلک الامام الهمام الحبر العلام التقی النقی ولی الله العلی طول الله سبحانه تعالی
بقائه وعجل لی لقائه اما بعد الهدیة الزکیة السلام والتحیة والاداب المرضیة فان التواد بین الاحاد
والتعارف بین الافراد لا ینبغی ان یحصر فی المشاهدة بالاعین او ان تقتصر علی المکالمة بالالسن کیف
وقد حثنا الاحنا وی فی مابین الاعضا ما قد قرع الاسماع منکم من المکارم والمحاسن وبلغ الاذان
من محامد الظاهر والباطن حتی احب ان یکون منه قبل ان انال برکة الملاقات ۔ واتوز بسعادة الموافات
شیء من المکاتبة والمراسلة التی قد تعد نوعا من المواصلة ولعل ذلک قد یکون سببا للاجتماع ان ...
سببا ... ثم انه معرکة ما یشوقنی وبی من اهاجر الیکم یسوقنی اما یعوقنی عن ذلک ما بذوق الی
من تطاول المنازل ... المراحل ... اذ شاء الله سبحانه وهیا الاسباب ارکب عارب مطیة ...
واطلب برکة الوصال والصواب ولا اقتصر الان علی هذا القدر واتبعه بسوال ما لا زال ... الصدر
فاقول **اما التوحید** المتعلق بوجوب الوجوب بمعنی ان الوجوب بالذات مختص بذات واحد
لا یمکن ان یکون محمولا علی اثنین وان یکون الحقیقة الواجبیة مشترکة بین فردین والمتعلق بالفعل ...

والتأثر بمعنى انه المؤثر في الوجود الاعم من ان يكون بغير واسطة او بها فان ذلك ليس من توحيد
المؤثر في شئ بل بمعنى انه لا مؤثر في الوجود الا هو فيتعلق بكل ارادته وقدرته على موجب علمه
حكمته بين [illegible] الاشياء ولا يجري في ملكه الا ما يشاء وانما غيره ماله مدخل في وجود الشئ
مما ينحصر في سلك القوابل والشرائط من غير ان يفيض منه وجود ويصدر منه فعل وكذا التعلق
بالذات بمعنى ان ذوات الممكنات بجميع افرادها وذرات المجعولات بنقيرها وقطميرها هالكة في شيم
جوهرها باطلة في حد انفسها فلولا فيض الواجب سبحانه لم يكن هناك ذات ولم يعقل ماهية وانما تقررها
وتحصلها وصلوحها المحكوم عليها او بها بالنظر الى تلك الذات الواجبة المنبث فيضها الممتد ظلها
الى توالي [illegible] بلا تكيف من الظل ولو شاء لجعله ساكنا كل ذلك امر معقول مصدق به مقبول اما ما
يزعمه العارفون ويترنم به المكاشفون فهل للعقل اليه سبيل او يمكن ان يدل عليه دليل
وهل يقول من قال ان الله تعالى هو الوجود المطلق وانما ظهر الاشياء وهو عينها مفهوم معقول
او انه طور وراء طور العقل ثم ماذا يعني قول من يزعم انه وراء طور العقل او ليس للعقل احكام
صادقة وقضايا حقة لا يمكن ان يتبدل ولا يتصور ولا ان يتزلزل امر العقل واحكامه حين
اذ جاوزناه فليس له هنالك حكم سبحان الله كيف يصدق بمثل هذا اذ لولا للعقل احكام مضبوطة
غير ممكنة التبدل ولا جائزة التزلزل لما قامت السموات والارضون وقد رجم هذا القول الذي
مثل ما يقول العمي الصم من السوفسطائية الذين فالمطلوب منك ايها الباقي من آثار السلف
والمرجو من لديك ايها الراقي كل شرف ان توطن نفسي وتسكن قلبي عما هو فيه من هذه المسئلة
من القلق البالغ والحنق السائغ بالخبر المنيح في ذلك المحقق لدى بالك فلعلي انتفع وقلبي تنتفع
ويجتمع ولعلك تؤجر وتجزى وعند الله الآخرة والاولى ثم الله ان اكرمتني بكتابك وبلغتني
الاذن في جنابك فلعلي اجترئ على ارسال العرائض والاستفادة من عندك ما يفيض الفاتحة
طويلاً واوتيت جزيلاً والسلام امام ہمام جبلالہ علامہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا خط مولانا محمد سعید [illegible] جونپوری کے جواب مین

شاہ ولی اللہ صاحب [illegible]

اهلاً للمفوضا [illegible] معالمها + ويهدي الى شئ من [illegible] + جرابهة علوية قضت + كل المقاصد
دانيها وقاصيها + فلا يخلو [illegible] على غير مكتسب + ولا فضائل الا وهو حاويها + من جو فيض اذ هبت ارواح
منها تطريب الدنيا وما فيها + من الفقير الى رحمة الله الكريم احمد المدعو بولي الله بن عبد الرحيم

الى جامع الفضائل كريم الشمائل مولانا محمد [illegible] القادر لا زال [illegible] في الباطن والظاهر اما بعد فقد وصل
الى كتابكم الشريف الدال على خيركم للمفيد يعرض على مسئلة حارت في بواديها الافكار وتقاعست دونها
الانظار وكيف لي بجوابها في ورقة او حلها في كلمة لكني اذكر نكتة قولكم في تقرير المعنى الثالث للتوحيد
ان ذوات الممكنات بجميع افرادها وذرات المجعولات بنقيرها وقطميرها هالكة في شيم جوهرها باطلة في حد
انفسها فلولا فيض الواجب لم يكن هناك ذات ولم يعقل ماهية وانما تقررها وتحصلها وصلوحها المحكوم عليها او بها بالنظر الى تلك
الذات المنبث فيضها الممتد ظلها انتهى هو بعينه معنى وحدة الوجود عند المحققين من اهل المعرفة والتحقيق غير ان الناس [illegible]
شتى بعضها من قبيل التجلي والمسامحة وبعضها من قبيل التحقيق والمفاخرة عباراتنا شتى وحسنك واحد وكل الى ذاك الجمال يشير
فهذا الفيض الوجودي [illegible] بالذات المتكثرة باعتبار القوابل [illegible] الفيض الاقدس من جهة [illegible] الماهيات وبالفيض المقدس من جهة صور
العقلية او لوازم الوجود الخارجي [illegible] المتنزه عن الافراد كما يقرره المتكلم في
الكلي [illegible] في ضمن الافراد [illegible] الحكيم [illegible] في نفسه [illegible]
والعقل [illegible] النفس [illegible] فانما هو قائمة بالنفس [illegible]
العقلية [illegible] الحالة [illegible]
من [illegible] تعالى [illegible] عليكم والسلام

بالغ اور غائر نظرین ان دونون خطون کو موازنہ کرکے بخوبی اندازہ کر سکتی ہین کہ ہمارے مولٰنا ممدوح کا خط کس
درجہ فصاحت وبلاغت سے لبریز ہو اور فصاحت وبلاغت سے قطع نظر کرکے کتنا مطلب خیز ہے باوجود اس
اختصار کے ایک ایسا اہم اور پیچیدہ مسئلہ جسکے حل کرنے کیلئے چند اجزا بھی کافی نہین ہوسکتے تھے آپنے کس سہولت
اور آسانی کے ساتھ پانی کر دیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس درجہ کا تبحر اور کمال اس فن خاص مین کچھ
حاصل تھا اس کی نظیر کہین مل نہین سکتی۔

وحدۃ الوجود کا مسئلہ ایک ایسا دقیق اور پیچیدہ مسئلہ ہو کہ اگر اسپر کوئی اور شخص بحث کرتا تو اُسے چند اجزا سیاہ
کرنے پڑتے اور پھر بھی شاید صاف طور پر مطلب واضح نہ ہوتا حقیقت مین شاہ صاحب کا اعجاز ہے کہ آپنے
اس طولانی اور غیر محدود بحث کو چند چھوٹے چھوٹے جملون مین اس طرح ادا کر دیا کہ گویا کوئی بڑا کام ہی نہ تھا
طرفہ یہ کہ جو جملہ آپ کی قلم سے نکل رہا ہے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سانچے مین ڈھل کر نکل رہا ہے پھر ہر فقرہ تصوفی تحقیقات
سے بھرا ہوا الفاظ کی جدت اور عبارت کی چستی سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے اسیقدر مطالب کی خوبی سے آپکی

شان ظاہر ہوتی ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض تصنیفات

شاہ صاحب کی تصانیف

جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیفات جو زمانہ کی ضرورتیں رفع کرنے کیلئے نہایت ہی دلچسپ اور عمدہ پیرایہ میں خاص خاص موضوعوں پر لکھی گئی ہیں وہ آپ کی بے نظیر اور مخصوص یادگارین ہیں کسیکا یہ قول بہت درست ہے "مہر کے ساہر کارے ساختند" فطرۃ نے جناب شاہ صاحب کو اسلئے پیدا کیا تھا کہ آپ زبان وقلم دونوں سے دینی علوم کی اشاعت کریں اور ان بنی نوع کی اصلاح میں نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش کریں جو ایک زمانہ دراز سے شرک وبدعت اور پیر پرستی اور سادہ تقلید کے تیرہ وتاریک گڑھے میں پڑی ہوئی تھی۔ آپ کی لائف بغور دیکھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ بچپن سے وقت وفات تک دینی علوم کے رواج دینے اور قرآن وحدیث کے پھیلانے میں جس شخص کی زندگی صرف ہوئی اور جسکی قسمت میں روز ازل سے یہ شرف مقدر ہو چکا تھا وہ شاہ ولی اللہ صاحب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے فرزند رشید اور مشہور شہید شیخ وجیہ الدین صاحب کے پوتے تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی اس خیال نے آپکو چاروں طرف سے آگھیرا تھا اور جس کی دھن میں آپنے اپنی تمام عمر گذاری تھی وہ یہی دینی علوم کی اشاعت کا خیال تھا۔ قدرت نے پہلے ہی روز سے ترویج علوم اور تالیف وتصنیف کا مقتدر ومعزز منصب آپکے نامزد کر دیا تھا جسے آپنے نہایت خوبی سے نبھایا اور بڑی دلسوزی کے ساتھ اسکا انجام دیا۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کثرت سے ہیں اور ان کے مطالب ومقاصد نہایت مفید ودلچسپ ہیں لیکن افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ باوجود تحقیقات کے چند مشہور کتابوں کے علاوہ اور کسی کا پتہ نہیں چلتا تاہم جو کتابیں اسوقت تک ہمیں دستیاب ہوئیں اور جنہوں نے ہندوستان وعرب دونوں میں ایک عجیب نرالی علمی بہار رکھا ہے ذیل کے نقشہ میں ہیں جسسے ان کے مقاصد ومطالب کی مختصر کیفیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ میں ایک فاضل مورخ کا وہ مختصر ریمارک جو اس نے شاہ صاحب کی تصانیف پر کیا ہے نقل کرکے ان مشہور کتابوں کا نقشہ دیتا ہوں جو اس وقت میری پیش نظر ہیں۔ وہ لکھتا ہے "کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اکثر فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں جو زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے سب سے مفید اور منفعت بخش ہیں اور بعض ان میں ایسی بے نظیر اور عدیم المثال کتابیں ہیں جنکے وجود سے زمانہ بالکل خالی ہو اور جنکی موجودہ زمانہ میں سخت ضرورت ہے۔"

نمبر	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۱	فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن	فارسی	متعلق قرآن مجید	یہ قرآن مجید کا ایک نہایت مختصر ترجمہ ہے جو ایک عجیب ودلچسپ پیرایہ میں لکھا گیا ہے۔ ابتک قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا صرف عربی تفاسیر پر منحصر تھا جسے علما اپنا ہی حصہ سمجھ بیٹھے تھے اور عوام لوگ کلام الٰہی کا منشا اور فطرۃ اللہ کا مفہوم سمجھنے سے محض محروم و بے نصیب تھے۔ عموماً مسلمان رمضان میں یا معمولی تلاوتوں میں بالکل طوطے کیطرح سے قرآن پڑھتے تھے اور معنی نہ جاننے کیوجہ سے خداوندی احکام اور آسمانی قوانین سے محض نابلد تھے۔ ایسے وقت میں جناب شاہ صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ کی سخت ضرورت سمجھی اور اس کا ترجمہ فارسی میں کیا اور لفظوں کی رعایت سے پہلا مطلب خیز ترجمہ کیا کہ عام لوگوں کو کلام الٰہی سمجھنا بہت آسان ہو گیا۔ قطع نظر اسکے مطالب کی توضیح کیلئے جابجا نہایت مختصر فوائد تحریر فرمائے۔ بڑے بڑے معرکۃ الارا مضامین اور نہایت اہم اور دقیق مطالب چند مختصر اور گنتی کے الفاظ میں اس خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ ادا کئے ہیں اور انہیں ایسا صاف اور پانی کر دیا ہے جس سے نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے اور زیادہ حیرت یوں ہوتی ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر عربی تفاسیر میں دیکھی جاتی ہے تو باوجودیکہ وہ اسکے متعلق ایک نہایت طولانی بحث کرتے اور صفحات کے صفحات سیاہ کر جاتے ہیں مگر پھر بھی ویسا صاف مطلب نہیں کھلتا جیسا شاہ صاحب کے معدود لفظوں سے کھلتا ہو۔ باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ ہو گئی ہے اور زمانہ میں علوم وفنون بالخصوص ترجمے کی اشاعت کا دریا بڑے زور وشور سے لہریں مار رہا ہے لیکن اس ترجمہ پر آجتک کبھی کسی کو

نمبر شمار	نام کتاب	کن زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی اور جس طرح خود قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے اسی طرح یہ ترجمہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک بہت بڑی معجزنما کرامت ہے اور جس طرح قرآن مجید جیسی ایک آیت بنالانے کی کوئی شخص طاقت نہیں رکھتا اسیطرح اس ترجمہ کی برابری کا کوئی دعویدار نہیں ہوسکتا اور اگر بالفرض محال ہو تو کوئی بھی تو اسکا یہ دعوے چل نہیں سکتا۔ هندوستان میں اس وقت فلسفہ اور معقول کی بڑی گرم بازاری تھی اور قرآن وحدیث کا چرچا نہایت درجہ کا تھا عام وخاص پیر پرستی کی پیچ درپیچ بھول بھلیوں میں حیران وسرگردان تھے مسلم شرک میں بھی کھچڑی ہورہا تھا اور مسلمان صدہا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے شرک وبدعت کا ایک عظیم الشان اور طوفان خیز سمندر چاروں طرف بہ رہا تھا جس کی خوفناک موجیں اور دہشت انگیز لہریں اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کررہی تھیں اسوقت من جانب اللہ ایک برگزیدہ اور اسلام کے سرپرست یعنی جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ کرکے شرک وبدعت کی عمارت کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ پھینکا اور قرآن وحدیث کی اشاعت میں ایسی کوشش کی کہ ہوا کا رخ ادھر سے ادھر پلٹ رہا تھا۔ حقیقت میں اگر قرآن مجید کا ترجمہ اس حادثہ زا زمانہ میں نہ ہوتا تو مسلمانوں کی معاشرانہ زندگی میں جو اصلاح ہوئی ہے کبھی نہ ہوتی اور معلوم نہیں کہ مسلمانوں کو کن کن عقیدوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ان پر مصائب وآفات کے کسقدر لشکر ٹوٹتے

نمبر شمار	نام کتاب	کن زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اور کیا کیا غضب الٰہی نازل ہوتے۔ اس وقت ہندوستان میں جہانتک سچے اسلام کی روشنی نظر آتی ہے اور شرک وبدعت سے صاف اور نتھرا ہوا مذہب دکھائی دیتا ہے سب اسی ترجمہ کا صدقہ ہے۔ این کار از تو آید ومردان چنین کنند۔ ہندوستان کے مسلمانوں پر شاہ صاحب کا یہ احسان اس قدر گرانبار ہے جس سے وہ گردن اٹھا نہیں سکتے لیکن افسوس اور سخت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانان ہند نے اس احسان کا آجتک کوئی مناسب شکریہ ادا نہیں کیا۔ یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور میں تحریر ہوکر ہزاروں دفعہ ہندوستان کے مختلف مطابع اور متعدد پریسوں میں چھپ چکا ہے اور اس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے دروں تک برابر پھیلی ہوئی ہے اسوقت تک اس کی اشاعت اسّی نوّے لاکھ کے قریب ہوچکی ہے اور روز بروز ہوتی جاتی ہے اشاعت کی موجودہ تعداد سے اس کی مقبولیت عام کا پورا پورا اندازہ ہوسکتا اور صاف واضح ہوتا ہے کہ تمام اسلامی دنیا اسے نگاہ قبول سے دیکھ چکی ہے اور موجودہ علماء وفضلاء کی قبولیت کی نظریں برابر پڑ رہی ہیں۔
٢	الفوز الکبیر فی اصول التفسیر	فارسی میں	متعلق قرآن مجید	یہ ایک بہت ہی چھوٹا سا رسالہ ہے جو اصول تفسیر میں لکھا گیا ہے لیکن باوجود اس قلیل الحجم ہونے کے اسقدر مطالب خیز ہے جس کے دیکھنے سے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے کہ اصول تفسیر کے عمیق اور گہرے دریا کو اس مختصر کوزے میں کس طرح بند کیا گیا ہے۔ اصول تفسیر کے وہ اہم اور پیچیدہ مباحث جو بڑی بڑی

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتب اردو تراجم مع فضل المطابع سے بہت ہی مناسب قیمت پر مل سکتی ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس علم کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کتابوں سے بمشکل حل ہو سکتے تھے شاہ صاحب نے ایسی مختصر اور سہل عبارت میں طے کر دیئے ہیں جس سے کم استعداد طلبہ بھی خاطر خواہ مستفیع ہو سکتے اور سعد بہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں عبارت کی عمدگی اور مطالب کی دلچسپی بہ سہولت کو جتنا بھی ناز ہو کسی طرح نازیبا نہیں ہے جس مقام سے کتاب کو اٹھا کر دیکھا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کا ایک دریا امڈا چلا آتا ہے ہر ہر فقرے سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے اسی قدر مطالب سے خوبی کی شان ٹپکتی ہے سچ پوچھئے تو اس مختصر رسالے نے بڑے بڑے تفاسیر کے دیکھنے اور برسوں کے مطالعہ کرنے سے شائقین کو مستغنی کر دیا ہے۔
۳	فتح الخبیر	عربی میں	قرآن و تفسیر کے متعلق	یہ رسالہ عربی زبان میں نہایت لاجواب اور اعلیٰ درجہ کا لکھا گیا ہے قرآن مجید کے مشکل و غریب لغات سہل اور متعارف الفاظ میں حل کئے گئے ہیں اور جابجا قرآنی آیات کی تفسیر جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح و مشہور احادیث اور صحابہ کرام کے مستند اقوال سے کی گئی ہے یہ ایک ایسی ضروری کتاب ہے جس سے قرآن مجید کے معانی پڑھنے والے کو انتہا سے زیادہ مدد ملتی ہے اور وہ بآسانی قرآن مجید کے مطالب سمجھنے والا ہو جاتا ہے۔
۴	مصفّیٰ شرح موطا	فارسی میں	متعلق حدیث	موطا حدیث کی ایک مختصر مگر نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے جسے امام مالک[سلہ] رحمہ اللہ نے ہجرت کی دوسری صدی میں تصنیف کیا ہے جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکی ایسی عمدہ شرح لکھی ہے جس سے اصل کتاب کی رونق دو بالا ہو گئی ہے حدیث کی تحقیقات

سلہ امام مالک انس کے صاحبزادے ہے اور مالک بن ابی عامر اصبحی کے پوتے ہیں ابو عامر آپ کے جد امجد ایک بزرگ صحابی [illegible]

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتابیں اور ترجمۂ قرآن [illegible] نہایت مناسب قیمت پر مل سکتی ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس علم کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اس تجربہ و لیاقت سے کی ہے جس سے آپ کا مجتہدانہ کمال صاف نمایاں ہوتا ہے جو لوگ اس شرح کو ایک دفعہ بنظر غور اول سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں پھر انہیں احادیث کی تحقیقات میں زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو حدیث و فقہ پر کس درجہ عبور اور استخراج مسائل میں کتنا تبحر تھا۔

(بقیہ صفحہ ۲۹۹) مشہور و جلیل القدر صحابی ہیں جو جنگ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے۔ امام مالک سنہ ۹۳ ہجری مدینہ میں پیدا ہوئے اور نو سو شیوخ سے علم حدیث کی تحصیل کی ذہین و حافظ اور علمی مذاق خدا نے پہلے ہی سے عطا کیا تھا جہاں کثیر التعداد شیوخ کی صحبت نے اور بھی چمکا دیا تھا [illegible] اس فضل و کمال اور قابل تعریف لیاقت کے آپنے اسوقت تک [illegible] کیلئے قلم نہیں اٹھایا جبتک ستر اہل وقت اور مجتہدین عصر نے اس امر کی شہادت نہیں دی کہ وہ افتا کے اہل ہیں۔ آپنے اپنے ہاتھ سے پوری ایک لاکھ حدیثیں نقل کیں اور سترہ سال کی عمر میں درس حدیث شروع کیا جب آپ حدیث پڑھانے بیٹھتے تو غسل کر کے کپڑوں میں خوشبو ملتے اور نئی پوشاک پہنکر نہایت خشوع و خضوع اور وقار و عظمت سے بیٹھتے سفیان بن عیینہ کہا کرتے [illegible] خدا تعالیٰ مالک پر رحم کرے جو حدیث کے راویوں کی انتہا سے زیادہ جانچ پڑتال کیا کرتے اور بجز ثقہ اور معتبر لوگوں کے اور کسی سے روایت حدیث نہیں کرتے تھے عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ میں صحت حدیث میں امام مالک پر کسی کو مقدم نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ حدیث و فقہ کے امام اور علم الرجال کے ماہر ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کے اور فضائل اور خصوصیتوں سے قطع نظر کیجائے تو آپ کی فضیلت کیلئے صرف ایک یہی بات کافی و وافی ہے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر مجتہد آپکی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے امام مالک عالموں کی فہرست میں ایسے ہیں جیسے جھلملاتے ہوئے ستاروں میں چودھویں رات کا چاند [illegible] علم کے بارہ میں امام مالک سے بڑھکر اور کسی کا احسان نہیں ہے۔ امام احمد جو امام شافعی کے شاگرد تھے [illegible] امام اعظم کے شاگرد رشید جنکا نام محمد تھا یہ بھی امام مالک ہی کے شاگرد و تربیت یافتہ [illegible] ابن عیینہ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ عنقریب لوگ علم کی تلاش میں [illegible] سفر کرینگے اور مدینہ کے ایک عالم سے کسی کو زیادہ [illegible] نہ پائینگے اس سے امام مالک ہی مراد ہیں۔ امام شافعی جب امام مالک کا ذکر کرتے تو فرمایا کرتے کہ وہ علماء کے عالم اور اہل مدینہ کے [illegible] مفتی ہیں۔ ابن عیینہ کو جب امام مالک کے انتقال کی خبر پہنچی تو رو کر فرمایا افسوس انہوں نے اپنی مثل زمین پر نہیں چھوڑا اور یہ بھی فرمایا کہ امام مالک [illegible] جسوقت امام مالک نے موطا کو مرتب کیا تو اسوقت لوگوں کے پاس بجز قرآن مجید کے اور کوئی کتاب نہ تھی گویا احادیث کی جمع و تالیف کے سلسلہ میں موطا کا سب سے پہلا نمبر ہے [illegible] امام مالک نے جب اسے مرتب کر کے بڑے بڑے مشہور فقیہوں پر پیش کیا تو سب نے اسکے ساتھ موافقت کی اور کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں رہی۔

موطا کی نسبت علمائے متقدمین نے جو [illegible] کہے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے [illegible] کتاب [illegible] امام مالک کی موطا سے زیادہ صحیح نہیں ہے [illegible] ابن عربی فرماتے ہیں [illegible] موطا اصل اول ہے اور صحیح بخاری اصل ثانی [illegible] امام مالک [illegible] روایت کیا [illegible] یحییٰ [illegible] مصمودی کی روایت [illegible] امام مالک کی وفات [illegible] موطا [illegible] احادیث [illegible] صحابہ کے اقوال ہیں امام مالک [illegible] انتقال کیا رضی اللہ عنہ [illegible]

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۵	مسوّی شرح موطا	عربی میں	حدیث کے متعلق	یہ بھی موطا کی شرح عربی میں ہے اس میں مؤلف نے اپنی خداداد قابلیت کا جو کمال دکھایا ہے اسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے لیے ہر ہر فقرہ اور جملہ کی اس عمدگی اور سہولت سے توضیح کی ہے جس سے شارح کی خود بخود تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے اصل میں مسوّیٰ کو بجائے خود ایک مستقل کتاب کہنا چاہیے کیونکہ اس میں علاوہ موطا کی حدیثوں کی تفصیل و توضیح کے بہت سے مسائل فقہیہ کی تشریح کی گئی ہے الغرض مسوّیٰ ایک ایسی بے نظیر اور قابل قدر شرح ہے جو طالب علم کو اس امر کا پتا دیتی ہے کہ وہ حدیث کے مطالب پر پورا عبور حاصل کرے ۔
۶	حجۃ اللہ البالغہ	عربی میں	متعلق فقہ و حدیث	یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں تمام عبادات و معاملات نہایت بسط و شرح کیساتھ محققانہ طرز میں بیان کیے گئے ہیں اور فقہا و محدثین کے اختلاف مذاہب کو نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ظاہر کیا گیا ہے مسائل فقہ . مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی حنبلی مالکی کی تحقیقات مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعۃ فقہا محدثین سے کرکے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی ہے اور اسرار حدیث اور مصالح احکام ایسی خوبی اور سلیقہ شعاری سے بیان کیے ہیں جس کی نظیر سے متقدمین مصنفین کے حلقے خالی ہیں ۔ یہ کتاب یوں تو فقہ و حدیث کے متعلق لکھی گئی ہے لیکن حقیقت میں فقہ حدیث اخلاق تصوف فلسفہ پانچوں مضامین کا مذاق پایا جاتا ہے گویا ان پانچوں علوم کا عطر و مغز اس کتاب میں بھر دیا گیا ہے پہلا وہ باکمال اور مجتہد وقت جس نے علوم دین کے اسرار بیان کرنے میں اپنی خداداد قابلیت اور پوشکل لیاقت کے

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	
				چمکدار جوہر ظاہر کیے اور مضامین خمسہ کی عمارت کی بنیاد ڈالی وہ امام غزالی ہیں احیاء العلوم جو ایک نہایت جامع اور بسیط کتاب ہے اور جو سات سو سال سے لوگوں کے افتخار کا باعث ہو رہی ہے آپ ہی کی ایک عظیم الشان محسوس یادگار ہے اور دوسرا بزرگ جس نے ایک زمانہ دراز کے بعد اپنے زمانہ کے حال کے مناسب اور اہل زمانہ کے مذاق کے مطابق اس فن کی تہذیب و آراستگی کی اور امام غزالی کی ڈالی ہوئی بنیادوں کو اپنے علمی تجربے سے بلند کیا اور پھر اس عمارت کو تہذیب و شائستگی کے مرقعوں سے سجایا وہ جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ہیں آپ کی بے نظیر و عدیم المثال کتاب حجۃ اللہ البالغہ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے جس سے ایک فقیہ مسائل فقہیہ کو اور محدث مطابقت حدیث کو اور فلسفی دلائل فلسفہ اور براہین عقل کو نکال سکتا ہے اور یہی غور و خوض کے ساتھ اُسے اخلاق و تصوف کا ذائقہ بھی حاصل ہوتا رہتا ہے یہ کتاب اگرچہ بمقابلہ احیاء العلوم مختصر ہے لیکن تنقید احادیث میں اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے علامہ ابو الطیب نے اسکی نسبت اپنی مذاقی رائے اس طرح ظاہر کی ہے " این کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار دران کردہ و حکم و اسرار آن بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر مسبوق علیہ واقع شدہ و مثل آن درین دوازدہ صد سال ہجرت ہیچ یکے از علماء عرب و عجم تصنیفے موجود نامدہ و مجملاً تصانیف مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع چنیں از ان ست " یعنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اگرچہ علم حدیث میں نہیں ہے لیکن اس میں بہت سی حدیثوں کی شرح اور ان کے اسرار و حکم بیان کیے گئے ہیں حتی کہ اپنے فن میں بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جو مطبوعہ کتابیں اور رسالہ جات وغیرہ افضل المطابع سے نہایت مناسب قیمت پر مل سکتی ہیں

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس مضمون سے متعلق ہو	مختصر کیفیت
				کسی اور کتاب کو کسیطرح اسپر سبقت نہیں ہوئی زمانہ ہجرت سے لیکر اسوقت تک کہ بارہ سو سال ہو چکے ہیں علماء عرب و عجم میں کسی کی ایسی لاثانی تصنیف موجود نہیں ہے غرض کہ یہ کتاب مؤلف کی تمام تصانیف میں عمدہ اور بہتر تصنیف ہے اور حقیقت میں اس سے بہت کچھ زیادہ ہے ۔
۶	انصاف فی بیان سبب الاختلاف	عربی میں	متعلق فقہ و حدیث	یہ ایک مختصر سا رسالہ درحقیقت اُس بیہودہ شور و شر شانے کیلئے لکھا گیا ہے جو صدیوں سے علما میں تقلید و غیر تقلید کی بابت پڑا ہوا تھا اور اس اختلاف کی یہانتک نوبت پہنچگئی تھی کہ ایک گروہ صرف اس فروعی اختلافی مسئلہ کی وجہ سے دوسرے فریق کو کافر کہتا اور اسلام کے دائرہ سے خارج بتاتا تھا جو شخص کسی امام خاص کا مقلد تھا وہ اس شخص کو جو کسی کی تقلید نہ کرتا تھا کھلم کھلا کافر کہتا اور اسلام سے خارج شمار کرتا تھا۔ اسیطرح غیر مقلد مقلد کو کافر سمجھتا تھا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس طوفان بے تمیزی اور ہولناک غلط فہمی کو چند فقروں میں اُڑا دیا اور تقلید و مجتہد کے اقسام بیان کر کے صاف صاف کہدیا کہ جو شخص محض اُمی اور اَن پڑھ ہے اُسکے لیے تقلید جائز ہے اور جو شخص پڑھا لکھا ہے وہ اگر کسی خاص شخص کی تقلید نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص کسی امام کے اجتہادی خطا میں تقلید کرے تو یہ تقلید محض حرام ہو حقیقت میں تقلید و غیر تقلید کا مسئلہ ایک ایسا فضول اور بے نتیجہ مسئلہ ہے جس میں بجز تضییع اوقات کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا جو لوگ اسبات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کا خاتمہ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم امام مالک امام شافعی امام حنبل پر ہو گیا ہو اور ان میں سے ہر مجتہد بجائے خود وحی کا بازگشت بنا ہوا ہوا وہ

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتابیں مع تراجم افضل المطابع ثابت ہی مناسب قیمت پر مل سکتی ہیں

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان میں ہو	کس مضمون سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				خطاسے بالکل پاک ہو ان کا یہ خیال ایک مجنونانہ بڑھ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بھلا وہ کونسا ایسا امام اور مجتہد ہے جسکی رائے میں خطا و صواب دونوں کا احتمال نہ ہو یہ خیال کرنا محض لغو و فضول ہے کہ فلاں مجتہد نے استنباطی مسائل میں کبھی غلطی ہی نہیں کی بلکہ ایک ایسا بدیہی ہوٹ ہے جسکی کوئی حد نہیں۔ جب ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے میں خطا اور صواب کا احتمال باقی ہو اور آپ صاف لفظوں میں یوں فرماتے ہوں کہ انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی دنیاوی معاملات میں تم لوگ میری رائے پہ مطمئن نہ رہنا بلکہ خود بھی اچھی طرح سمجھ لینا کیونکہ ممکن ہو کہ میری رائے خطا پر ہو اور اُس کی وجہ سے تمہیں کچھ نقصان پہنچے البتہ دینی معاملات میں تمہاری رائے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اسبارہ میں میں سوائے وحی کے کوئی ناطق حکم نہیں دیسکتا پس جب پیغمبر صاحب کی کیفیت تھی تو امام اور مجتہد کس شمار میں ہیں ۔ الغرض انصاف نے بیان سبب الاختلاف میں جناب شاہ صاحب نے اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیح نامہ کی موجودگی میں اقوال فقہا کچھ بھی وقعت وقدر نہیں رکھتے جب کسی کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود ہو تو انکے مقابلہ میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید کرنا محض حرام ہو ۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ بھی ہوگیا ہے جو کشاف کے نام سے شہرت رکھتا ہو اُمید ہے کہ اردو خوان بھی اس کتاب کے فوائد سے محروم نہیں رہینگے ۔

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۸	عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید	عربی میں	متعلق فقہ و حدیث	یہ بھی ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان میں لکھا گیا ہے جسکا نام خود بتا رہا ہے کہ اس میں بھی انصاف کی طرح اجتہاد و تقلید کے احکام نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں آخر میں اس کا اُردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جس کی وجہ سے تھوڑی سی استعداد کا آدمی بھی اس سے ویسا ہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جیسا ایک متقدم عربی دان
۹	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	〃	متعلق خلافت خلفاء	یہ ایک مبسوط کتاب ہے جس میں خلفاء اربعہ کی خلافت کے متعلق بحث کی گئی ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مصنف کو حدیث و تفسیر اور تواریخ پر کس قدر عبور اور استخراج مسائل میں کتنا تبحر تھا یہ کتاب جامعیت روایات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب اور نہایت ہی بے مثال کتاب ہے۔
۱۰	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	〃	〃	یہ دس گیارہ جزو کا رسالہ ہے جسے جناب قدوۃ اہل التصوف الشیخ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اُس وقت تصنیف کیا تھا جب کہ مذاہب اہل بدعت کی کثرت ہو گئی تھی اور عقاید باطلہ کی طوفان بے تمیزی کا اندھا دھند جکڑ چاروں طرف بڑے زور شور سے چل رہا تھا حقیقت میں اس وبائی امراض کے زمانہ میں حکیم امت محمدیہ کا یہ نسخہ لکھنا اور موجودہ لوگوں کے روحانی بیماریوں کے مناسب علاج کی مکمل تشریحات کا تیار کرنا سخت ضرور تھا۔ اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب شاہ صاحبؒ اول ایک ایسی کلی صفت بیان کی ہے جو افضلیت کی مدار علیہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ مخصوص صفت جس پر افضلیت کا دار و مدار ہے بوجہ کمال صرف حضرات شیخین یعنی جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۱۰	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	عربی میں	متعلق خلافت خلفاء	رضی اللہ عنہما ہی تھے ان کے سوا دوسرے صحابہ کرام میں نہیں پائی جاتی تھی پھر اس بحث کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ نقلی اور عقلی دلائل سے مدلل کیا ہے۔ اسکے بعد حضرات شیخین کے مآثر بیان کیے گئے ہیں اور جو مطاعن کہ مخالف فرقے کے لوگ ان حضرات پر کرتے ہیں اُن کے الزامی و تحقیقی جوابات بڑی وضاحت سے دیئے گئے ہیں پھر جس طرح شیخین کے مآثر و مطاعن بیان کیے ہیں ویسے ہی حضرات ختنین یعنی جناب عثمان بن عفان اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بھی فضائل و خصائل کا ذکر کیا ہے جو حضرات شیخین کی ذات میں پائے جاتے تھے اور اُن مقامات کو ارباب کشف و کرامات کے اقوال سے مثالیں دیکر اس طور پر بیان کیا ہے جسے تھوڑی استعداد والے بھی بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کتاب کے خاتمے میں شاہ صاحبؒ نے اپنا مکاشفہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے شیخین کی ارواح مبارک کو ایسی حالت میں پایا اور دوسرے صحابہ کرام کی ارواح کو اس کیفیت میں اور جب ہم نے اس کا روحانی سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے کیا تو ہمارے دل پر القا ہوا کہ یہی بات حق اور درست ہے۔ غرضکہ یہ ایک ایسی لاجواب اور بے مثل کتاب ہے جسکی مثال کتب متقدمین میں کہیں نہیں ملتی۔
۱۱	فیوض الحرمین	〃	متعلق تصوف	یہ ایک مختصر رسالہ عربی میں لکھا گیا ہے جس میں علاوہ واقعات حرمین محترمین کے علم تصوف[1] کی تحقیقات بہت کچھ کی گئی ہے حال میں اُردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جسے ہر اُردو داں دیکھ سکتا اور خاطر خواہ متمتع ہو سکتا ہے۔

[1] علم تصوف اس علم کو کہتے ہیں جس سے اُن اہل کمال کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو نوع انسان میں سے (باقی آئندہ صفحہ پر دیکھو)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی غیر مطبوعہ کتابیں اور تراجم افضل المطابع ... مناسب اُجرت پر مل سکتی ہیں

مختصر کیفیت	کس فن سے متعلق ہو	کس زبان میں ہو	نام کتاب	نمبر شمار
اس رسالہ میں جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے	تصوف سے متعلق	فارسی میں	الطاف القدس	۱۷

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مدارج سعادت میں ترقی حاصل کرتے ہیں اور اس سے ان امور کا حال معلوم ہوتا ہے جو ان کے درجات میں بقدر طاقت
بشریہ پیش آتے ہیں لیکن ان مقامات و درجات کا کما حقہ بیان کرنا محال نہیں تو قریب قریب دشوار ضرور ہے کیونکہ عبارات معانی کیلئے وضع
کی گئی ہیں پس جو شخص صرف الفاظ تک پہنچتا ہے وہ اہل لغت کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے اور سب معانی قرآن تک وہی پہنچ سکتا ہو جو اپنی

[illegible]

گروہ کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان باوجود قلیل الحجم ہونے کے اسبات میں بے مثل اور عدیم النظیر کتاب ہے لیکن مفصل
و مطول کتابوں میں احیاء العلوم اور عوارف المعارف سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے اگرچہ اس فن کی ہزاروں مصنفات موجود
ہیں ان سب کا خلاصہ ہے کہ ان کی بعض حدیثیں اور کچھ تقریریں پایۂ صحت و قوت سے ساقط ہیں اس فن میں سب سے پہلے رسالہ قشیریہ تالیف
ہوا جو تمام تالیفات فن میں اقدم و افضل ہے متاخرین کی مؤلفات میں جامع اور اعلیٰ رتبہ کتاب منازل السائرین اور [illegible]

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتابیں ابو ابراہیم فضل المطابع سے نہایت مناسب قیمت پر مل سکتی ہیں

مختصر کیفیت	کس فن سے متعلق ہو	کس زبان میں ہے	نام کتاب	نمبر شمار
ان تمام الہامات کو ضبط کیا ہے جو اس زمانہ میں آپکو وقتاً فوقتاً ہوئے				

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس کی شرح مدارج السالکین کو ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ان متاخرین کے مختصر رسالوں میں قاضی محب اللہ
الہ آبادی فی شرح حدیث الاولی بھی رسالہ تمام رسالوں سے افضل و بہتر رسالہ ہے اسی فن میں ایک کتاب فتوحات مکیہ بھی لکھی گئی ہے جس پر
بہت کچھ اعتراض کئے ہیں اور شعرانی نے اپنی تصنیف ... کے ساتھ تمام اعتراضوں کے جواب دیئے ہیں اور جواب
شافی دیئے ہیں۔ الغرض کسی مسلمان کا کام نہیں ہے کہ اصل علم تصوف سے انکار کرے کیونکہ یہی ایک ایسا علم ہے جسے ترجمہ اسلام و شرع
بیان کیا گیا ہے ...

[illegible]

نمبر شمار	نام کتاب	کن کی تصنیف ہے	کس فرقہ سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				رب دیکھنے میں گو ایک نہایت مختصر رسالہ ہے لیکن مطالب سے اسکے لبریز ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس بانی کا سعد نے ذکر کیے تو وہ بھی تمام و کمال متقین کئے اور جو کچھ اس پاک باز صوفی کے طریق ذکر آئندہ قرار پائے ان سب کی ہدایت اسی سے کی چنانچہ اسکے روبرو دن اویس قرنی نے دنیا کو ترک کر دیا اور اسکے ہمراہ سیر سیاحت کی ... ات مدی دنیاوی تمام رنجین اپنے اور پر حرام تھیرالین اور غب و روز یاد الٰہی مین زندگی بسر کرنے لگے آخرکار ترک دنیا اور خداوندی محبت اور بانئے اسلام کی محبت نے یہانتک طول کھینچا اور نبی کریم کی محبت کا جوش یہانتک بڑھا کہ حضرت اویس نے اپنے سامنے کے دو دانت اس خیال سے توڑ ڈالے کہ رسول خدا کے بھی دو دانت احد کی مشہور جنگ مین شہید ہو گئے تھے تاہم اوالاحترام اور زہد مین نے اگرچہ اپنے مریدون کی تعداد بڑھانے مین بہت کچھ کوشش کی لیکن وہ اپنی زندگی مین زیادہ مرید بہم نہ پہنچا سکے اور بتمام کمال ریاضت انتقال کر گئے۔

سنہ ۱۴۹ ہجری مین شیخ الوان نے اول ہی اول فقیری کے مستقل ضوابط کی بنیاد ڈالی اور قواعد کی تدوین کی چنانچہ اموت تک بچے پیرو بکثرت ہو گئے جو اول الیہ کہلاتے ہیں گو اسلام نے نفس پرست اور خود غرضی سے منع فرمایا ہے پھر بھی فقرا نے وہ قواعد نفس و نفس اور خوفناک ریاضتون کے تقاضا ایجاد کیے جنپر آج بڑے بڑے عالم اور مولوی چلتے ہیں۔

بر زمانی مین فقرا کے نئے نئے پیشوا ہوئے اور پھر بہت سے گروہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے جو آجتک موجود ہیں ان مین سے تین گروہ سب کا تذکرہ ... نقشبندیہ وغیرہ نقشبندیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے اپنے تئین مشہور کرتے ہیں اور باقی جس قدر فرقے ہیں سب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکلے ہیں ہر گروہ ان دو عظیم الشان بانیون تک اپنا سلسلہ پہنچاتا ہے نقشبندیہ جو خواجہ پیر محمد نقشبند کے معتقد و پیرو ہیں اور جنکے سلسلہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین نشو و نما پایا مختلف طریق رکھتے ہیں یہ لوگ اکثر ذکر خفی کرتے ہیں اور داخل ہونیکا طریقہ ان کا یہ ہے کہ ان کی عبادت کو ختم خواجگان کہتے ہیں ایک بار استغفار رکھتے ہیں سات بار صلوات سات دفعہ فاتحہ نو دفعہ سورہ الم نشرح پڑھتے ہیں اور اسکے بعد سورہ اخلاص۔ ان عبادتی فقرات کا نام ذکر ہے اس خاص ذکر کرنے کیلئے وہ ہفتہ مین ایک بار جمع ہوتے ہیں معمولی طور پر دن جمعرات کا ہوتا ہے عشا کی نماز کے بعد یہ ذکر شروع ہوتا ہے اور تمام شب رہتا ہے ہر شہر اور قصبہ کے ہر ضلع مین اسکے مریدین مختلف سوسائٹیون مین منقسم ہین جہان وہ ہفتے کے اپنے مرشد کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور نہایت توجہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں بعض شہرون مین نقشبندیہ کے کئی خاص وسیع مکان مقرر ہیں جو صرف ذکر ہی کیلئے مخصوص کیے گئے ہیں شیخ اپنے منتاز علما سے اچھے مریدون مین سے بچایا جاتا ہے فرقہ بکتاشیہ کا بانی بکتاش ہونے والا تھا جس نے عثمانی تاریخون مین پر جوش روح پھونکی بہت بڑی نامور حاصل کی تھی اس گروہ کے ابتدائی نشانی ایک بھلا سا بچہ چند فقرے لکھے ہونگے ان ایام مین اپنی گردن پر باندھ لیتے ہیں۔

مولویہ فرقہ سلطنت ٹرکی مین بکثرت موجود ہیں اس گروہ کے بانی مولوی جلال الدین رومی ساکن کنواح تھے جو مشہور مثنوی کے مصنف ہیں اور جنہون نے سنہ ۶۷۲ ہجری مین انتقال کیا اس طریقہ مین رسم ہو گئی ہے فقیر لمبی لمبی گول ٹوپیان پہنتے ہیں اور ان کا لباس جامہ کے طور پر ہوتا ہے جامہ کی صورت بالکل راہبون کے مشابہ ہوتی ہے جو مسلمان عورتین پہنتی ہین یہ لوگ ذکر کرتے کرتے اپنے ماتھا کا رخ زمین کی طرف جھکاتے اور نیچے نیچے گرتے پڑتے رہتے ہین کبھی چلتے اور کبھی سرگردش رہتے ہین اور بالآخر بے ہوش ہو کر زمین پر بچھا دئے جاتے ہین۔

فرقہ قادریہ کے بانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہین یہ لوگ ذکر جلی اور ذکر خفی دونون کرتے ہین چشتیہ خواجہ معین الدین چشتی ...

نمبر شمار	نام کتاب	کن کی تصنیف ہے	کس فرقہ سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
"	"	"	"	کہ جس مقام کو دیکھا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ معانی کا دریا لہریں مار رہا ہے یہ حضرت مصنف ہی کا کام تھا کہ ایک بیحد طول طویل مضمون کو تھوڑے اوراق میں مختصر کر کے لکھ دیا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کے پیرو ہین جن کا لقب گیسو دراز ہے آپ کا مزار گلبرگہ مین ہے یہ لوگ ذکر جلی کرتے ہین اور ساتھ ہی راگ رنگ سے شوق رکھتے ہین کیونکہ اس گروہ کے بانی کا مقولہ ہے کہ راگ روح کی غذا ہے گروہ جلالیہ اسکے بانی سید جلال الدین بخاری ہین یہ گروہ ایشیا مین بکثرت پائے جاتے ہین سہروردیہ یہ لوگ شیخ شہاب الدین باشندہ سہرورد کے پیرو ہین گروہ نقشبندیہ فقرا کا بانی زندہ مردار شاہ مدار ہوا ہے جنکا مزار مکن پور مین ہے ملنگ فقیر اسی گروہ سے نکلے ہین جو ہندوستان کے بازارون مین بکثرت دکھائی دیتے ہین گروہ کے فقرا بھی ہندوستان مین بے شمار ہین یہ لوگ اپنے نفس پر بہت سختیاں توڑتے اور تکالیف شاقہ جھیلتے ہین قلندریہ یہ بھی فقرا کا ایک گروہ ہے جس کا بانی قلندر یوسف اندلسی تھا جو سپین کا باشندہ تھا کچھ زمانہ تک تو یہ بکتاشیہ رہا لیکن جب اس گروہ سے علیحدہ کر دیا گیا تو اسنے اپنا خود ایک مذہب کی بنیاد ڈالی ان کے علاوہ صوفیون کے اور بھی بہت سے فرقے ہین بجز ذکرین بجز تطویل کے اور کوئی فائدہ نہین اسلیے صوفیون کے مجمل اصول اس مقام پر نقل ذکرین ناقل مذکور اپنی تاریخ میں جا بجا تالیف مین صوفیون کے اصول یون بیان کرتا ہے۔

(۱) خداوند تو انا ہے وہ ہر چیز مین ہے اور اس مین سب چیزین موجود ہین

(۲) تمام ظاہری اور باطنی ہیولی مخلوق اسی سے نکلی ہے اور انسان مین اپنے خالق سے کوئی اصلی فرق نہین ہے

(۳) مذاہب اختلافات کے اسباب ہین گو وہ نفس الامر کی طرف رہنمائی کرتے ہین بعض ان مذاہب کیلئے بہت ہی زیادہ مفید ہین مثلاً اسلام جسکا سچا فلسفہ تصوف ہے

(۴) نیک و بد مین کوئی فرق نہین ہے کیونکہ یہ دونون چیزین خدا ہی کی ذات سے نکلی ہین اور خدا انسانی افعال کا سچا خالق ہے۔

(۵) یہ خدا ہے جو انسان کی مرضی قائم اور مستحکم کرتا ہے اسلیے انسان اپنے افعال مین آزاد نہین ہے

(۶) روح جسم سے پہلے ہی زندہ تھی اور تا ذوالذکر کے تجرد مین جسم انسان بند کر دیجاتی ہے اسلیے موت صوفی کی خواہشات کا خاص مدعا ہوتی ہے جو اسلیے ہے کہ وہ الوہیت کے سینہ مین چلا جاتا ہے۔

(۷) اگر کوئی روح ایک جسم مین اپنی پاکی اور تقدس کے مدارج اعلیٰ طے نہین کرتی تو اسے پھر تناسخ کی رو سے دنیا مین آنا پڑتا ہے یہ اپنی حالت درست کرکے وہ خدا کی ذات کیساتھ مل جاتی ہے۔

(۸) خدا کی بغیر توفیق کے بڑے صوفی فضل اللہ کہتے ہین کوئی روح اس کی ذات تک نہین مل سکتی لیکن پھر بھی روح خدا کی ذات مین سرگرم انتظار کر سکتی ہے اس سے اجازت بھیجے مل سکتی ہے۔

(۹) صوفی کا اپنی دنیاوی زندگی مین وحدانیت مین استغراق رکھنا فرض ہے خدا کا ذکر کرتا ہو اور طریقت مین برابر ترقی کرتا رہے یہانتک کہ اسے حقیقت ذات سے وصل نصیب ہو جائے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہو	کس فن سے متعلق ہو	مختصر کیفیت
۱۳	الدر الثمین فی مبشرات النبی الکریم	عربی میں	متعلق بہ تصوف	اس کتاب میں جناب عارف باللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے عجیب و غریب حالات اور نہایت دلچسپ واقعات ایک عمدہ اور نئی طرز کے ساتھ لکھے ہیں اور ساتھ ہی اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب اور دیگر واجب الاحترام عم بزرگوار جناب شیخ ابو الرضا محمد کے وہ واقعات قلمبند کیے ہیں جو انہوں نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حاصل کیے ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ رسالہ اپنے فن میں اپنی آپ ہی نظیر ہے۔
۱۴	تاویل الاحادیث	″	″	اس کتاب میں جناب شاہ صاحب نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک کے اُن تمام انبیا علیہم السلام کے قصص بیان کیے ہیں جنکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور اسکے ساتھ ہی اُن حوادثات کے وجوہ بطریق رموز بیان کیے ہیں جو انہیں پیش آئے بالغ نظر اس کتاب کو دیکھکر شاہ صاحب کے تبحر کا پورا پورا اندازہ کر سکتے ہیں۔
۱۵	انفاس العارفین	فارسی میں	متعلق تاریخ	اس کتاب کے چند حصے ہیں پہلے حصہ میں جناب شاہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کے علمی حالات باطنی تصرفات و کرامات۔ ملفوظات و مکتوبات غرضکہ ابتدائے زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق اجمال ذکر کیے ہیں دوسرے حصہ میں اپنے عم بزرگوار شیخ ابو الرضا محمد کے ابتدائی حالات اور اُن کے عام اخلاق و عادات اور تصرفات و اشراقات اور ملفوظات معرفت سمات مکتوبات و مسودات اور انتقال وغیرہ کے حالات کسی قدر بسط و شرح کے ساتھ تحریر کیے ہیں تیسرے حصہ میں اپنے اجداد عظام

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کا ذکر کیا ہے اور کچھ اُن علماء حرمین محترمین کا بیان کیا ہے جن سے آپ کو سند سلوک حاصل ہوئی تھی خاتمہ کتاب میں خود اپنے حالات نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہیں حقیقت میں یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہو جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اس عظیم الشان خاندان کا ہر ایک ممبر ظاہری علوم اور باطنی کمالات میں لاثانی اور بے نظیر تھا اور آسمان علم کا ایک نہایت درخشان و تابان آفتاب تھا۔ حیات ولی کی دوران تالیف میں یہ بیش بہا کتاب میری پیش نظر تھی میں نے اکثر واقعات و روایات اسی کتاب سے ماخوذ کر کے حیات ولی میں درج کیے ہیں اسی بنا پر نہایت بھروسہ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جس قدر حالات و واقعات میں نے اس کتاب میں قلمبند کیے ہیں میری رائے میں غالبًا نہایت درست اور صحیح ہیں اور میں معزز ناظرین کو پورا پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ حیات ولی میں کوئی روایت و واقعہ ایسا نہیں ہے جس کی مستند شہادت میرے پاس موجود نہ ہو۔
۱۶	شرح رباعیتین	″	متعلق تصوف	یہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے جسمیں جناب شاہ صاحب نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی دو رباعیوں کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ کی ہے اور اس طرز روش کی اختیار کی ہو کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جاتے ہیں اثنائے شرح میں اُن مصطلح رموز و نکات کو بھی بیان کیا ہے کہ جن پر تصوف کے سمجھنے کا دار و مدار ہے اور جن کے مطالعہ کرنے والوں کو اس فن کی تحصیل پر ایک گونہ قدرت حاصل ہوتی ہے
۱۷	قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم	عربی میں	متعلق فن نظم	یہ ایک بڑا قصیدہ ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ جناب شاہ صاحب کو علم ادب اور شاعری میں جو علوم عربیہ کے عنصر ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہی	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کس درجہ لیاقت تھی اور آپنے ان علوم کو کس عروج پر پہنچایا تھا قطع نظر ادب اور شاعری کے یہ بھی بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور اسی سرخوشانہ حالت میں آپکے قلم و زبان سے وہی الفاظ نکل رہے ہیں جو آپکے دل میں تھے۔
۱۸	سطعات	فارسی میں	متعلق سلوک و تصوف	اس رسالہ میں طلسم الٰہی اور اصطلاحات صوفیہ کا ذکر ہے اور تصوف کے ان رموز و اشارات کی توضیح ہے جنہیں دیکھکر مبتدی اور فن تصوف کے ناواقف لوگ بہت جلد اسپر عبور کرجاتے اور حوصلہ کو وسیع کرسکتے ہیں حقیقت میں یہ ایک نہایت ہی مفید اور منفعت بخش کتاب ہو سلوک و تصوف کے جلیل القدر علوم کے ان عریض و طویل مباحث اور مصطلحات کو اس اختصار سے بیان کرنا آپ ہی کا کام تھا۔
۱۹	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	〃	〃	اس کتاب کے نام سے خود معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں اولیاء اللہ کے حالات و واقعات مذکور ہیں اگرچہ اس مضمون کی اور بھی چند کتابیں دیکھنے میں آئی ہیں اور مختلف لوگوں نے متعدد زبانوں میں لکھی ہیں لیکن اس کتاب کا ڈھنگ سب سے نرالا اور رنگ سب سے انوکھا ہے اس سے بہتر اس فن میں دوسری کتاب نہیں لکھی گئی اور جو مضامین اس کتاب میں ملتے ہیں وہ دوسری میں نہیں ملتے۔
۲۰	چہل حدیث	عربی میں	متعلق حدیث	اس چھوٹی سی کتاب میں شاہ صاحب نے وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو اسلام کی مدار علیہ ہیں اگرچہ اس نام کی اور نہ صرف نام بلکہ اس مضمون کی چند کتابیں اور علماء نے بھی لکھی ہیں جو آج ہمارے پیش نظر ہیں لیکن جب ان میں اور اس میں صحیح اندازہ اور پورا موازنہ کیا جاتا ہے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہی	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				تو آسمان و زمین کا فرق معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب نے نہایت مختصر مختصر حدیثیں جو ہر شخص کے لحاظ سے مفید اور سود مند ہیں درج کی ہیں اور تمام مضامین کا احاطہ کرلیا ہے سچ پوچھیے تو آپنے اہل اسلام کی سچی ہمدردی و خیر اندیشی مدنظر رکھکر وہ کام کیا ہے جو ایک اعلے درجہ کا مقتدا اپنی عزیز قوم کے لیے نہایت دلسوزی کے ساتھ کیا کرتا ہے مضامین سے قطع نظر کرکے اسکی حسن نظمی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہو۔
۲۱	فیوض الحرمین	〃	متعلق تصوف	اس کتاب میں شاہ صاحب نے وہ مسائل درج کیے ہیں جو آپنے جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حل کیے ہیں یہ کتاب بھی باوجود قلیل الحجم ہونیکے ان گنت مسائل سے لبریز اور مطالب سے پر ہو۔
۲۲	مواہب شرح حزب البحر	فارسی میں	متعلق ادعیہ	یہ شرح بھی عجیب و غریب پیرایہ میں لکھی گئی دعا حزب البحر کی ایسے بسط سے شرح کی ہے کہ آجتک دیکھنے میں تو کیا سننے میں بھی نہیں آئی زکوٰۃ کا طریقہ اور ہر وقت کے مطالب کے لیے جدا جدا پڑھنے کا حکم اور اعتصام و احتشام پڑھنے کی ممانعت اور ان کی وجہ بیان کی ہے غرضکہ یہ کتاب عاملوں کی روح اور حاجتمندوں کی جان ہو

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہی	کس فن کے متعلق ہے	کیفیت	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	کیفیت
۲۳	حسن العقیدہ	عربی میں	متعلق عقاید	-	۲۵	قول الجمیل	عربی میں	متعلق تصوف و سلوک	
۲۴	سرور المحزون	فارسی میں	〃		۲۶	[illegible]	〃	متعلق علم اسناد	
	[illegible]				۲۷	تراجم بخاری	〃	متعلق علم حدیث	

[1] علم حدیث کو علم الروایت والاخبار بھی کہتے ہیں اور علم الآثار بھی بولتے ہیں لیکن خبر و اثر میں ذرا سا فرق ہو اور وہ یہ (بقیہ صفحہ آئندہ پر دیکھو)

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے
۲۸	[illegible] حفظ الناظر	عربی میں	متعلق علم الحدیث	۳۱	[illegible]	فارسی میں	متعلق تاریخ
۲۹	انسان العین فی مشائخ الحرمین	فارسی میں	متعلق تاریخ	۳۲	عطیۃ الصمدیہ	،،	،،
۳۰	امداد فی مآثر الاجداد	،،	،،		الانفاس المحمدیہ		

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اکثر کا اطلاق جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول پر ہوتا ہے اور اثر کا اطلاق صحابہ و سلف کے قول پر [illegible] علم ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہو اس علم کا موضوع ظاہر ہو [illegible] غایت تو وہ سعادت دارین پر کامیاب ہو اسکو پھر یہ علم دو قسم پر منقسم ہوا ایک علم روایت حدیث جس میں بحث کی جاتی ہو کہ بلحاظ احوال رواۃ ضبطاً و عدالۃً آنحضرت کے ساتھ اتصال و انقطاع کے اعتبار سے سند کی کیفیت کیا ہو اسی کا نام اصول حدیث ہو اس فن میں رسالہ [illegible] الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول نہایت جامع رسالہ ہے دوسری علم درایۃ الحدیث ہو اس علم میں الفاظ حدیث کے معنوں سے بحث ہوتی ہو کہ قواعد عربیت اور ضوابط شریعت کے لحاظ سے ان الفاظ سے کیا چیز مراد ہو اور کیا وہ مراد جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کے مطابق ہو یا نہیں اس علم کا موضوع احادیث رسول ہیں بحیثیت دلالت علی المعنی خواہ وہ معنی مفہوم ہوں یا مراد۔ اور اس علم کی غایت آداب نبویہ سے آراستہ ہونا اور شرعی مکروہات و منہیات سے خالی ہونا ہو یہ علم بھی علم تفسیر کی طرح [illegible] رکھتا ہو اور فضل و شرف میں علم کتاب اللہ کا ہم پہلو ہو قرآن و حدیث میں غور کرنے سے صرف یہ تفاوت نکلتا ہو کہ قرآن مجید فرشتہ کے ذریعہ سے آنحضرت پر نازل ہوا ہے اور حدیث بطور القا قلب کی آئی ہے لیکن وحی ہونے میں دونوں برابر ہیں جیسا کہ قرآنی نص سے ثابت ہوتا ہو کہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی دین اسلام کے اصول صرف یہی دو علوم ہیں اور اجماع اسکی فرع اور فقہ اسکا نتیجہ ہے جس عالم کو کتاب و سنت کا علم [illegible] نہیں ہوا اسکا علم و فتوی دین متین میں لائق اعتماد اور قابل بھروسہ نہیں ہو فقہ و فتوی کا جو حکم کتاب و سنت کے دلائل کے خلاف ہوتا ہو [illegible] قرآن و حدیث کے [illegible] ہے وہ سراسر مجروح ہے اور دین کے لائق ہوتی ہے نہ قابل [illegible] علم حدیث کی کتابیں بیشمار اور اکثر دین جن میں رطب و یابس سب کچھ ہو لیکن اس فن کی عمدہ کتابیں جو مشہور و مقبول اور متداول ہیں [illegible] کتابیں ہیں جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اور ان کے فرزند رشید جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے عجالہ نافعہ میں کتب حدیث کے طبقات اور ان طبقات کا احوال نہایت اتقان کیساتھ لکھا ہے جس سے کتب حدیث کے اقسام اور کتب مذکورہ کا قوت و ضعف بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بات بخوبی دریافت ہو سکتی ہے کہ کون کتاب اور حدیث لائق قبول و قابل احتجاج ہے اور کون نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف صحاح ستہ ہی علم حدیث میں اعلی درجہ کی کتابیں ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ کتابیں متداول اور متلقی بالقبول ٹھہری ہیں اسوقت سے دیگر حدیث کی کتابوں کا رواج کم بلکہ گم ہو گیا ہے اور بہت سی کتابیں دائرہ گمنامی [illegible] اب تک نہیں چھپی ہیں اگر انصاف و دیانت کی نگاہوں سے دیکھا جائے تو حق بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ حدیث کی یہ چھ کتابیں علم و عمل کیلئے کافی و وافی ہیں بشرطیکہ کمال اتقان اور [illegible] جائیں اور شروح و غریب اللغات پر عبور ہو مگر اہل علم نے امہات ستہ کے مراتب بھی لکھے ہیں۔ باستثناء قرآن مجید کے صحیحین کو سطح زمین کی تمام کتابوں پر ترجیح و فوقیت ہے خصوصاً صحیح بخاری کو کہ کتاب قرآن کریم کے بعد دنیا میں خدا تعالیٰ کی ایک حجت بالغہ ہو اور قبول و شہرت میں یہ نسبت اور کتابوں کے نہایت اعلی درجہ رکھتی ہے اسکے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہو جو تہذیب ترتیب و جمع طرق و سیاق متون میں [illegible]

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے
۳۳	مکتوبات مع فضائل ابو عبداللہ اسمٰعیل البخاری	فارسی میں	متعلق علم الکتاب	۴۱	شفاء القلوب	فارسی میں	متعلق تصوف
				۴۲	البدور البازغہ	،،	،،
۳۴	وصیت نامہ	،،	متعلق وصیت	۴۳	[illegible]	،،	،،
۳۵	فیض عام	،،	متفرقات	۴۴	رسائل تفہیمات	،،	،،
۳۶	مکتوب المعارف	،،	متعلق تصوف	۴۵	انتباہ فی اسناد حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	عربی میں	متعلق علم الحدیث
۳۷	رسالہ مکتوب مدنی	،،	،،				
۳۸	ہمعات	،،	،،				
۳۹	لمعات	،،	،،	۴۶	المقدمۃ السنیہ	،،	متعلق عقائد
۴۰	خیر کثیر	،،	،،	۴۷	المقالۃ الوضیہ		متعلق وصیت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کسی قدر اس سے بعد صحیح بخاری و مسلم کے ابو داود سنن ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ ابو داؤد کا مرتبہ ہو انکی سنن میں ہر ایک کتاب اپنے فن اور نفع خاص میں دوسرے سے ممتاز ہو رسالہ حطہ میں صحاح ستہ کی کیفیت نہایت [illegible] لکھی ہے جس سے امہات ستہ کے حالات کے حقائق مع تراجم مولفین بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ مذاہب اربعہ اہل سنت کا ماخذ یہی کتابیں ہیں گو دوسری معاجیم و مسانید و سنن بھی انہیں داخل ہیں لیکن جسقدر جزئیات فقہ ان کتابوں سے مستنبط کی گئی ہیں اسقدر دوسری کتابوں سے مستنبط نہیں ہوئی ہیں اسلئے محدثین نے یہ قاعدہ ٹھہرا لیا ہو کہ فقہاء اربعہ میں سے جس کسی کا قول یا فتوی یا اجتہاد و قیاس ایسا ہو جسکی سند کسی صحیح یا حسن حدیث سے نہیں ہے وہ محض ضعیف [illegible] ہے اور چونکہ مقلدین مذاہب اعتقاداً و عملاً اسکے خلاف نہیں کرتے لہذا فقہا و محدثین کے مابین اختلاف واقع ہوا اور یہی وجہ باہمی اختلاف کی قایم ہوئی ائمہ اربعہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کا مراتب علم حدیث میں تفاوت بھی یہیں سے ظاہر ہوتا ہو امام مالک صاحب مؤطا قدیم زمانہ کے محدث ہیں ان کی ساری کتاب بخاری میں داخل ہو مؤطا میں تین سو حدیثیں علاوہ بلاغیات کے ہیں۔ امام احمد صاحب مسند ہیں ان کی مسند جملہ کتب حدیث کا اصل مستند ہو اصحاب ستہ وغیرہم کا سلسلہ اکثر ان ہی تک پہنچتا ہو امام احمد کا مسند مع زوائد شیخ پچاس ہزار حدیثوں کو شامل ہو۔ امام شافعی بھی عالم بالحدیث تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت بحسب تصریح ابن خلدون سترہ اٹھارہ حدیثیں ہیں اہل حجاز روایت حدیث میں ہمیشہ بہ نسبت اہل عراق کے زیادہ رہے بہرحال اہل سنت کے چاروں امام اور حدیث کے چھوں امام منجملہ ان لوگوں کے ہیں جو مشہود لہا بالخیر کے قرنوں میں ہیں ائمہ فقہا اور محدثین میں باہمی اختلاف کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ اسوقت میں علم حدیث کی تدوین جیسی چاہئے ویسی نہیں ہوئی تھی اسلئے اگر بعض حدیث پر انکا عمل نہیں ہوا تو وہ اسمیں معذور تھے لیکن جب علم حدیث مدون ہو گیا تو اب متاخرین کیلئے کوئی محل عذر باقی نہیں رہا اسوقت اگر کوئی شخص حدیث صحیح صریح غیر منسوخ کے خلاف کسی کے قول و فعل پر عمل کرے تو یہ وہ شقاق اور مخالفت رسول ہو خصوصاً اسوقت میں جبکہ فقہ سنت بھی مدون ہو چکی ہو اور قوی مسائل ضعیف فروع سے علحدہ جدا کر دیئے گئے ہوں ۱۲

یہ کتابیں اور شاہ صاحب کے تمام تصنیفات افضل المطابع دہلی سے بقیمت مناسب ملسکتی ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے
۴۸	تحریر مجموعہ الجنود	عربی میں	متعلق علم اخلاق	۵۰	معارف	عربی میں	متعلق تصوف و سلوک
۴۹	مسلسلات	″	متعلق علم اسناد	۵۱	مکاتیب عربی	″	متعلق علم انشاء

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے مصنفات کی بابت جو کچھ ہمیں لکھنا تھا لکھ چکے اگرچہ آپکی تالیفات کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جو قدیم کتبخانوں میں موجود ہیں مگر ہم نے صرف انہیں کتابوں کا ذکر کیا ہے جو طبع ہو کر مشرق سے مغرب تک نہایت وقعت کیساتھ مشہور ہو چکی ہیں اور جو اسوقت ہماری پیش نظر ہیں ان میں بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جو بلحاظ جامعیت روایات دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں اور جو شاہ صاحب کی خداداد قابلیت اور بے مثل لیاقت کا نمونہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان ہی بے نظیر تصنیفات کے باعث پہلی تاریخ نویسوں نے آپ کو ائمہ متقدمین پر ترجیح دی ہے چنانچہ میں اس مقام پر علامہ ابو الطیب کا وہ مختصر ریمارک جو انہوں نے شاہ صاحب کے حالات پر کیا ہے درج کرتا ہوں جس سے آپکے علمی تبحر کا ثبوت بہت کچھ ہوتا ہے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "اگر وجود او در صدر اول و زمانہ ماضی میبود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ میشد" یعنی اگر اس فرید عصر اور یگانہ روزگار کا وجود باوجود گذشتہ زمانہ کے صدر اول میں ہوتا تو بھی ان بیش بہا اور عدیم النظیر تصانیف کی وجہ سے اماموں کا سرتاج اور مجتہدوں کا مقتدا تسلیم کیا جاتا۔

چونکہ جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ کی تاریخی زندگی میں کوئی اور ایسا واقعہ نہیں ہے جو خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہو لہذا میں آپکے حالات وفات اور وہ بھی نہایت اختصار کیساتھ لکھکر اس حصہ کو ختم کرتا اور نہایت افسوس کے ساتھ شاہ صاحب سے رخصت ہوتا ہوں۔

شاہ صاحب کی وفات

معزز ناظرین یہ امر بالکل مسلم ہے کہ جس نے دنیا میں قدم رکھا ہے ایک ایسا دن ضرور پیش آنے والا ہے جس میں موت کا تلخ اور زہر آلود ساغر منہ سے لگانے گا۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا اور اسکی تمام چیزیں ایک دن صفحہ ہستی سے مٹنے والی ہیں۔ ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ خود میں اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یا آئندہ کرونگا عنقریب روز میں اسکا نام و نشان تک مٹ جائیگا اور پھر صفحہ ہستی پر ذرہ برابر بھی باقی نہیں رہنے کا کیونکہ دنیا کے عظیم الشان انقلابات اور حیرتناک تغیر و تبدل جو ہمیشہ اسکے پیش نظر رہتے ہیں وہ اُن سے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا استنباط کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی

* کتابیں اور شاہ صاحب کے تمام تصنیفات افضل المطابع دہلی سے بقیمت مناسب مل سکتی ہیں

کرتا ہے کہ بڑے بڑے خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے جنہیں صرف چند روزہ مسافرانہ زندگی بسر کر کے اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑا ہزاروں عظیم الشان سلاطین اور دنیا کے مشہور و نامور تاجداروں کی سطوت و جبروت کے پرشوکت و شان والے جھنڈے دنیا کے چاروں کونوں میں گڑے نظر آتے تھے دیکھتے دیکھتے اس طرح غائب ہو گئے کہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ کہاں تھے اور کہاں چلے گئے۔

اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا المناک اور دل ہلا دینے والا خیال برق کی طرح تمام جہان میں پھیلا رہتا ہے اور جہاندیدہ و کہن سال زمانہ اپنے انقلاب کے حیرتناک نمونے آنکھوں سے مشاہدہ کر کے آئے دن یہ سبق پڑھاتا ہے کہ دنیا حقیقت میں دو دروازوں کا ایک مکان ہے جس میں ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جانا پڑتا ہے اور جب یہ ہے تو جینا مرنا ایک معمولی بات ہوئی پھر خوش ہونے اور رنج کرنے کی کوئی وجہ نہیں مگر صاحبو! جب کوئی فخر خاندان و قوم اور ہر دلعزیز شخص دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو پتھر کا دل بھی بیساختہ دو آنسو ڈال ہی دیتا ہے۔ ظلم کا مسافر او جو دیکھ پتھر کا جگر اور لوہے کا سینہ رکھتا ہو لیکن پھر بھی اس المناک اور جانگداز سین میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا اور ہر ہر گردش میں خونی آنسو بہاتا ہے۔ حقیقت میں شاہ صاحب کا انتقال کوئی معمولی انتقال نہیں ہو سکتا جسے دنیا دیکھنے والوں کے دلوں پر اپنا ماتمی اثر نہ ڈالے لیکن ہمیں یہ خیال کر کے اپنے دلوں کو تسلی دینا چاہیے کہ گو شاہ صاحب اسوقت ہماری نظروں سے غائب ہیں لیکن حقیقت میں ہمارے دلوں میں موجود ہیں اور ہر وقت انکی محسوس یادگاریں ہمارے پیش نظر رہتی ہیں اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اُن کی سچی زندگی میں جان پڑتی جاتی ہے ہمیں افسوس تو صرف اس بات کا ہے کہ آج اپنے قلم سے ایک ایسے قابل و لائق اور فخر روزگار کے دنیا سے غائب ہو جانے کا واقعہ قلمبند کر رہے ہیں جس کی شریف و مقدس ذات سے تمام ہندوستان کو عموماً اور دہلی کے باشندوں کو خصوصاً فخر و ناز حاصل تھا یہی ایک فرید عصر اور یگانہ روزگار تھا جس کی بدولت دلی کی چوکھٹ کو بوسہ دیا جاتا اور یہاں کے باشندوں کے نام نہایت قدر و منزلت کیساتھ لئے جاتے تھے یہی اس گلستان علوم کا ایک ثمردار درخت تھا جسکے پھل پھول سے دور دراز کے لوگ گودیاں لبریز کر کے جاتے تھے یہی اُن بحار فیوض کا ایک نہایت صاف اور نتھرا ہوا چشمہ تھا جو دنیا کے اس سرے سے لیکر اس سرے تک تشنہ لبوں کو برابر سیراب کرتا ہوا چلا گیا حیف صد حیف اسے دنیا دون انا للہ وانا الیہ راجعون۔

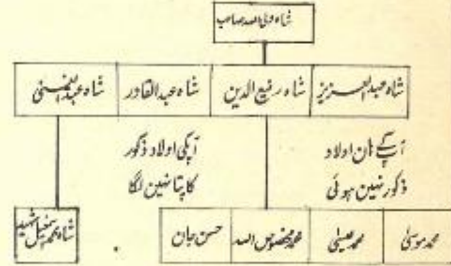
الغرض جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب عمر کے تریسٹھ مرحلے طے کر چکے تو چند روز کی خفیف سی بیماری میں مبتلا ہو کر ۱۱۷۶ ہجری میں عازم سفر آخرت ہوئے اور شاہجہان آباد کی جنوبی جانب پرانی دلی میں دفن کیے گئے

آپ کی تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہو۔ ع ابود امام علم دین

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جو آپ کے پیچھے آپ کی محسوس یادگار تھے جیسا کہ ذیل کے شجرہ سے واضح ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد کا شجرہ نسب

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور اولاد کا شجرہ نسب



باب دوسرا

جناب شاہ عبد العزیز صاحب رح

عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جیسا کہ آپ کو شجرہ نسب سے معلوم ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ چارون بزرگوار اپنے زمانہ مین علم و عمل فہم و فراست قوت تقریر فصاحت تحریر تقویٰ و طہارت امانت و دیانت اور مراتب ولایت مین فرید دہر اور وحید عصر شمار کیے جاتے تھے اور ہر ایک بزرگ آسمان علم کا مہتاب و آفتاب تھا۔ لیکن ان سب مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب بالخصوص یادہ نامور اور مجتہدین وقت کے زمرہ مین شمار کیے گئے ہین۔ ہندوستان مین اسوقت جسقدر محدث ہین سب کا سلسلہ شاہ عبد العزیز صاحب ہی کے واسطہ سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب اپنے تمام بھائیون مین سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے ہین۔ اور اگرچہ جناب شاہ عبد القادر صاحب اور جناب شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد الغنی صاحب آپکے تینون بھائیون نے بھی گمنامی کے دائرے سے نکلکر عمدہ طور پر تاریخی شہرت پیدا کر لی ہے۔ اور علمی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہے لیکن اُن سب مین بلحاظ شہرت عام اور باعتبار لیاقت علمی قابل انتخاب شاہ عبد العزیز صاحب ہی ہین۔ یہی وہ معزز اور دنیا کے نامور مشہور شخص ہین جنھون نے اپنے خاندان کو تمام دنیا مین روشناس کر دیا ہے حقیقت مین اگر اس جلیل القدر اور محترم خاندان مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا وجود باجود نہوتا تو یہ خاندان گمنامی کے دائرہ سے کبھی نہین نکلتا۔ اور وہ تاریخی شہرت جو اُسے آج حاصل ہے کبھی حاصل نہین ہوتی۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب ۱۱۵۹ھ ہجری مین پیدا ہوئے جیسا کہ آپکے تاریخی نام سے واضح ہوتا ہے ایک فاضل مورخ کا بیان ہے کہ جب شاہ عبد العزیز صاحب پیدا ہوئے تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عبد العزیز نام رکھا۔ لیکن آپکے بعض احباب اور رفقا نے غلام حلیم تاریخی نام نکالا۔

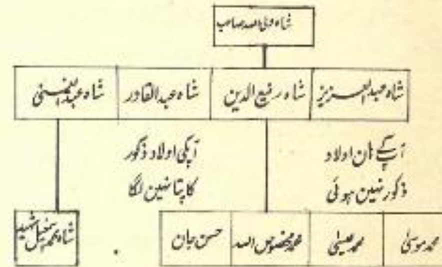
شاہ صاحب ہنوز شیر خوار بچے ہی تھے کہ آپ کی فراخ اور فصیح و پیشانی عالمانہ تزک و احتشام کیساتھ روشن و منور تھی اور اُسمین ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکارا اپنی پوری تابانی رکھتا تھا۔ آپکی پیشانی کسیقدر چوڑی اور اُبھری ہوئی تھی۔ جسے دیکھکر مبصرین خوب سمجھتے تھے کہ کسی زمانہ مین یہی ہلال بدر کامل بن کر فلک مین چمکیگا۔ اور اس ہونہار اور بلند اقبال بچے کو وہ پایۂ عزت اور دوامی آبرو نصیب ہوگی جو زمانہ مین بڑے

شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد کا شجرہ نسب

آپ کی تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے ع ابود امام علم دین

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جو آپ کے پیچھے آپ کی محسوس یادگار تھے جیسا کہ ذیل کے شجرہ سے واضح ہوتا ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور اولاد کا شجرہ نسب



باب دوسرا

جناب شاہ عبد العزیز صاحبؒ

عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جیسا کہ آپ کو شجرۂ نسب سے معلوم ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ چاروں بزرگوار اپنے زمانے میں علم و عمل فہم و فراست قوت تقریر فصاحت تحریر تقویٰ و طہارت امانت و دیانت اور مراتب ولایت میں فرید دہر اور وحید عصر شمار کیے جاتے تھے اور ہر ایک بزرگ آسمان علم کا جہانتاب آفتاب تھا۔ لیکن ان سب میں جناب شاہ عبد العزیز صاحب بالخصوص زیادہ نامور اور مجتہدین وقت کے زمرہ میں شمار کیے گئے ہیں۔ ہندوستان میں اس وقت جس قدر محدث ہیں سب کا سلسلہ شاہ عبد العزیز صاحب ہی کے واسطہ سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب اپنے تمام بھائیوں میں سب سے افضل اور عمر میں سب سے بڑے ہیں۔ اور اگرچہ جناب شاہ عبد القادر صاحب اور جناب شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد الغنی صاحب آپ کے تینوں بھائیوں نے بھی گمنامی کے دائرے سے نکلکر عمدہ طور پر تاریخی شہرت پیدا کر لی ہے۔ اور علمی شہرت میں ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہے لیکن ان سب میں بلحاظ شہرت عام اور باعتبار لیاقت علمی قابل انتخاب شاہ عبد العزیز صاحب ہی ہیں۔ یہی وہ معزز اور دنیا کے نامور مشہور شخص ہیں جنہوں نے اپنے خاندان کو تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہے حقیقت میں اگر اس جلیل القدر اور محترم خاندان میں جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا وجود باجود نہ ہوتا تو یہ خاندان گمنامی کے دائرے سے کبھی نہیں نکلتا۔ اور وہ تاریخی شہرت جو اسے آج حاصل ہے کبھی حاصل نہیں ہوتی۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب سنہ ۱۱۵۹ ہجری میں پیدا ہوئے جیسا کہ آپ کے تاریخی نام سے واضح ہوتا ہے۔ ایک فاضل مورخ کا بیان ہے کہ جب شاہ عبد العزیز صاحب پیدا ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عبد العزیز نام رکھا۔ لیکن آپ کے بعض احباب اور رفقا نے غلام حلیم تاریخی نام نکالا۔

شاہ صاحب ہنوز شیر خوار بچے ہی تھے کہ آپ کی فراخ اور عریض پیشانی عالمانہ تزک احتشام کی قسم روشن و منور تھی اور اسمیں ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکارا اپنی پوری تابانی رکھتا تھا۔ آپکی پیشانی کسیقدر چوڑی اور ابھری ہوئی تھی۔ جسے دیکھکر مبصرین خوب سمجھتے تھے کہ کسی زمانہ میں یہی ہلال بدر کامل بنکر ملک میں چمکیگا۔ اور اس ہونہار اور بلند اقبال بچے کو وہ پایہ عزت اور دوامی آبرو نصیب ہوگی جو زمانہ میں بڑے

خس وخاشاک سے بالکل پٹ گیا۔

صاحب اتحاف کا بیان ہے کہ "جناب شاہ عبد العزیز صاحب اپنے وقت کے نہایت زبردست علامہ تھے اُس زمانہ کے تمام علما و مشائخ آپ کی طرف رجوع تھے۔ اور بڑے بڑے فضلا آپ کی خدمت تلمذ پر بیحد فخر کیا کرتے تھے۔ آپ کا علوم متداولہ و غیرہ میں جو پایہ تھا وہ بیان میں نہیں آسکتا۔ کثرت حفظ علم تعبیر رؤیا سلیقہ خط انشاپردازی تحقیق نفائس علوم میں تمام معاصرین میں امتیازی نگاہوں سے دیکھے جاتے اور مخالفین اسلام کو ایسی سنجیدگی و متانت سے دندان شکن جواب دیتے تھے کہ وہ ہونٹ چاٹتے رہجاتے تھے آپ کی تقریر میں اہل کا جادو تھا جو مخالف و موافق پر برابر اور یکساں اثر پڑتا تھا۔ آپ کی شیوا بیانی اور سلجھی ہوئی تقریر کی تمام ہندوستان میں دھوم مچی ہوئی تھی اور یہ بات تمام لوگوں میں مشہور تھی کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہے کہ ان کی مجلس وعظ سے ہر مذہب و ملت کا شخص خوش ہوکر اُٹھتا ہے متعصب اور ہٹ دھرم لوگ بھی آپ کی بات بلا تردد تسلیم کرتے اور حسن تقریر کے آگے فوراً اطاعت کی گردنیں جھکادیتے ہیں۔

شستگی تقریر

موافق تو موافق مخالف کے دلمیں بھی آپ کا بے انتہا وقر و احترام تھا۔ آپ نے اپنی عمر کا سارا حصہ طلبہ کی تدریس مریدوں کی ارشاد و تلقین طالب العلموں کی تکمیل وعظ و نصیحت فصل خصومات میں صرف کیا۔ آپ ظاہری جاہ وحشت، صوری احترام و تمکنت باطنی کمالات کیساتھ فراہم رکھتے تھے۔ غرضکہ تقدس مذہبی کے علاوہ دنیاوی اعزاز میں کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھا ہو۔ آپ کی شاگردی پر بڑے بڑے فضلا کو فخر ہے اور آپ کی ترتیب دی ہوئی کتابوں پر علمائے فحول کو بہت کچھ اعتقاد و بھروسہ ہے۔ الحاصل جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا واجب الاحترام خاندان علوم حدیث اور حنفی فقہ کا مخزن اور دینی فنون کا سرچشمہ ہے۔ اس مقدس شریف علم کی خدمت جسقدر اس اہل بیت سے وجود پذیر ہوئی ہو ہندوستان میں کیا دوسری ولایتوں میں بھی کسی خاندان کی نسبت نہیں سنی گئی۔

شاہ صاحب کی وقعت لوگوں کے دلوں میں کہاں تک تھی

درحقیقت عمل بالحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین میں آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے بویا اور آپ نے اُسے پانی دیتے دیتے یہاں تک نوبت پہنچائی کہ اُس سے ایک نہایت خوشنما اور قدآور پودا پھوٹا جو چند روز میں سرسبز و شاداب ہوکر لہلہانے لگا۔ اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں دور دور کے لوگ اُس کے پھل اور پھول سے گودیاں لبریز کرکے جانے لگے۔"

ایک اور فاضل مورخ جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے حالات لکھتے ہوئے مختصر ریمارک کرتا ہے کہ

"ہندوستان میں حدیث و تفسیر اور دیگر دینی علوم کا چراغ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد صرف آپکے فرزند رشید جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے روشن تھا۔ لیکن نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ آپکے انتقال کے بعد حدیث و تفسیر کے علوم کا چراغ گل ہوگیا۔ اور یہ علوم ہندوستان سے بالکل مفقود ہوگئے ہندوستان میں اس وقت جسقدر علما دیکھے جاتے ہیں سب اسی سرگروہ علما کے خرمن کمال کے خوشہ چین ہیں۔ اور اس یار کے تمام کملا اسی زبدہ ارباب حقیقت کے چاشنی گرفتہ ہیں"۔

اِس زمانے میں تمام ہندوستان میں عموماً اور دہلی میں خصوصاً جو یہ آفت وبائی ہوا کی طرح عام ہوگئی ہے کہ ہر عامی اپنے تئیں عالم و فاضل سمجھتا ہے اور صرف اس بنا پر کہ چند دینی مسائل کے اردو رسالے اور قرآن مجید کا ترجمہ کسینے استاد سے اور کسینے زور طبیعت سے پڑھ لیا ہے۔ اپنے کو فقیہ و مفسر سمجھکر وعظ گوئی میں جرات کر بیٹھتا آپ شاہ صاحب کے زمانہ زندگی تک اسکا مطلق اثر نہ تھا بلکہ بڑے بڑے متبحر علما اور نہایت مستعد فضلا باوجودیکہ تمام علوم میں غائر نظر رکھتے اور جزئیات مسائل کے احاطہ پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ لیکن تا وقتیکہ اپنا سمجھا ہوا شاہ صاحب کیخدمت میں عرض نہ کرلیتے اُسکے اظہار کی کبھی جسارت نہ کرتے۔ اور بیان میں زبان کو جنبش تک نہیں دیتے تھے۔

شوق وعظ گوئی

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا حافظہ لوح تقدیر کا ایک نسخہ تھا اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپ نے غیر مشہور کتابوں کی طول طویل عبارتیں صرف اپنی یاد کے بھروسہ پر طلبہ کو لکھوا دی ہیں لیکن جب کبھی اتفاق سے کتابیں دستیاب ہوئیں اور انکی لکھوائی ہوئی عبارتیں اصل کتابوں سے مطابق کی گئیں تو سر مو فرق نہ تھا۔ باوجودیکہ آپ کی عمر شریف اسی سال کے قریب پہنچگئی تھی۔ اور جسمانی امراض کی کثرت خصوصاً قلت غذا کی وجہ سے جسم مبارک میں کچھ بھی طاقت باقی نہیں رہی تھی لیکن پھر بھی باطنی فیوض کی برکات اور قوت روحانی کی حدت سے علمی دقائق و نکات اس گرمی اور مستعدی سے بیان فرماتے کہ سننے والیکو معلوم ہوتا تھا کہ ایک بحر زخار بڑے زور شور سے موج زن ہے اور حسن و متانت کا تلاطم خیز موجیں اُٹھ رہی ہیں۔ جب آپ گفتگو کرنا شروع کرتے تو تمام حاضرین مجلس پر حالت استغراق و محویت طاری ہوجاتی اور اُن کے دل ربانی انوار سے منور ہوجاتے۔

شاہ صاحب کا حافظہ

ابتدائی زمانے میں فرقہ اثنا عشریہ نے تمام ہندوستان میں ایک خوفناک دھوم مچا رکھی تھی جس سے بعض اہل تسنن کے عوام و جہال کے دلوں میں ایک طرح کا تردد و تذبذب پیدا ہوگیا تھا قریب تھا کہ اُنکے عقیدے بگڑ جائیں کہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے اکثر ممتاز و معتبر علما کی التماس سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ لکھی جو اپنی انتہا درجہ کی شہرت کی وجہ

محتاج بیان نہین ہے مگر کسقدر حیرت کی بات ہے کہ باوجود اس کثرت ضخامت کے آپنے چند روز مین اس کتاب کو مرتب کر دیا کتاب کی پوری خوبی تو اُسکے مطالعہ سے ہی معلوم ہوسکتی ہے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ ایک ادنے درجہ کا طالب علم بھی جو کچھ بھی علمی سرمایہ نہ رکھتا ہو اسے دیکھکر علمائے شیعہ سے نہایت دلیری اور بیباکی سے مباحثہ اور مناظرہ کر سکتا ہے۔ چند معتبر اور ثقہ لوگون سے سنا گیا ہے کہ جب آپ تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف و تالیف مین مصروف تھے تو کتابون کی عبارتین اور وہ بھی اسطرح زبانی ارشاد فرماتے تھے کہ گویا اس فن کے متعلق تمام کتابین اور کتابون کی عبارتین آپ کو ازبر ہین۔ اور ساتھ ہی مخالفون کو ملزم کرنے کیلئے کتب شیعہ کے حوالے جنہین شاید شیعی علمائے بجز نام کے سُنا تک نہوگا اپنے حافظہ کے اعتماد پر بیان فرماتے تھے۔ باوجود ان تمام باتون کے عبارت کی متانت اور لطائف و ظرائف جیسے کچھ ہین ناظرین پر واضح و ہویدا ہین۔

متانت و ظرافت

ہفتہ مین دو مرتبہ منگل و جمعہ کو دہلی کوچہ چیلان پرانے مدرسہ مین مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور خواص و عوام مین سے صادق العقیدت شائقین اور صافی نہاد معتقدین موعظ سے زیادہ جمع ہوتے اور رشد و ہدایت کا طریقہ استفاضہ کرتے آپ کی جادو بھری اور سحر آمیز تقریر مین یہ اثر ہوتا کہ مخالفین گھر سے ارادہ کرکے جاتے تھے کہ عین وعظ مین مولانا کی مخالفت کرین گے لیکن وہان بجز سکوت و خاموشی کے کسی کو دم مارنے کی مجال نہوتی وعظ کے ختم ہونے تک تمام مجلس پر سکوت حکومت کرتا اور خاموشی کی چادر سب طرف پھیل جاتی۔ آپ کا طرز بیان ایسا اچھا تھا کہ ہر مذہب ملت کا آدمی مجلس وعظ سے خوش ہوکر اٹھتا تھا اور آپ کی کوئی بات کسی پر گران نہین گزرتی تھی۔

شاہ صاحب کا وعظ اور طرز بیان

شاہ عبد العزیز صاحب کے ان مختصر حالات پر اجمالی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کی عمر شریف کا تمام حصہ درس و تدریس ہی مین صرف ہوا اور یہین سے قیاس کیا جاتا ہے کہ آپکے بیشمار شاگرد اور انگنت تلامذہ ہو گئے جنکی تعداد کی کوئی مفصل اور بسیط فہرست افسوس اسوقت تک باوجود تحقیقات کے بھی دستیاب نہین ہوئی۔ لیکن پھر بھی جہان تک ہمین تحقیق ہوا ہے آپکے اُن مشہور و نامور شاگردون کی مجمل فہرست قلمبند کرتے ہین جنہونے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر علم کے بیش قیمت جواہر سے گودیان لبریز کین۔

شاہ صاحب کے تلامذہ کی مختصر فہرست

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب۔ جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور و ارجمند اقبال فرزند اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے چھوٹے حقیقی بھائی جنہون نے حنفی فقہ اور علم حدیث کی تحصیل آپسے کی اور کلام و عقاید کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت مین ہوئی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر۔ جناب شیخ محمد افضل کے

فرزند رشید اور آپکے حقیقی نواسے ہین۔ انہون نے حدیث و فقہ کے علاوہ اور علوم بھی آپسے سبقاً سبقاً حاصل کیئے۔ جناب مفتی صدر الدین خانصاحب دہلوی۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب۔ جناب مولوی مخصوص اللہ صاحب جو حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے فرزند ارجمند اور آپکے حقیقی بھتیجے ہین۔ مولوی عبد الحی صاحب آپکے داماد مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی۔ مولوی کریم اللہ صاحب دہلوی۔ مولوی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید جناب شاہ عبد الغنی صاحب کے فرزند رشید اور آپکے بھتیجے۔ مولانا میر محبوب علی صاحب۔ مولوی محمد یعقوب صاحب شیخ محمد افضل صاحب کے چھوٹے صاحبزادے اور آپکے دوسرے نواسے۔ مولوی عبد الخالق صاحب۔ حضرات مذکورین اسی دہلی کی چاردیواری کے اندر کے باشندے تھے جنمین سے اکثر صاحب اسی زمین مین پاؤن پھیلائے میٹھی نیند سو رہے ہین انکے علاوہ اور بہت سے بیرونجات کے طلبہ بھی آپ کی درسگاہ مین رہا کرتے تھے مثلاً مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی۔ مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی۔ مولانا حسن علی صاحب لکھنوی۔ مولانا حسین احمد صاحب ملیح آبادی وغیرہ وغیرہ ان حضرات مین کا ایک ایک شخص آسمان علم کا ایک ایسا جاندار آفتاب تھا جسکی علمی چمکار سے دنیا جگمگا اٹھی تھی۔ اور علوم کے انوار و برکات سے تمام اہل دنیا منور و مستفیض تھے آج جہان سے جہان تک علماء، فضلاء، محدث، فقیہ دیکھے جاتے ہین سب انہین حضرات کے مائدہ افضال کے زلہ ربا اور خوشہ چین ہین جن کا سلسلۂ اسناد جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے واسطہ سے حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تک منتہی ہوتا ہے۔

الحاصل جناب شاہ عبد العزیز صاحب جامع علوم و فنون تھے علمی تبحر سے قطع نظر کرکے آپکی قادر الکلامی اور انشا عربی بڑے پایہ کی تھی۔ آپ کی عربی نظم و نثر علم ادب کی جان اور ادیبون کی روح ہے۔ لہذا اس مقام پر چند مسودے نقل کیئے جاتے ہین جنسے آپ کا زور قلم جولانی طبع تیزی ذہن بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے عم بزرگوار جناب شاہ اہل اللہ صاحب کو تحریر فرماتے ہین

نظم

سلام علی مولی جسیم الفضائل	کریم الوری حاوی فنون الفواضل
حماه الله العالمین عن الاذی	وعن کل شر فی الخلیقة نازل
وعیش فان العبد یحمد ربه	علی ما حماه عن صنوف الغوائل
لا عدو واتی اب النعیم ملابس	وامرع ایدی الطیبات حمائل
ولکن اری الکفار ارباب ثروة	لفقر افسد واما بین دهر کابل

ولقد رفع الاشرار فوق خيارنا ... وكل امرا شر يلج بالشنا ظال
وكل بخيل لا يرام فناؤه ... وكل حسود مبغض ذى وغائل
ارى الخلق طرا مشتكين معاشهم ... وامرهم ما بين فقر وعائل
لكل زمان من تقاسم رحمة ... الا انه نصيب لا يرد بحائل
وان زمانا ظلت فيه مسودا ... خلى من الخيرات ملاء الزلازل
فما الشغل فيه غير فسق وبدعة ... وما الناس الا كالجهال الجاهل
جزى الله عنا قوم سكھ ومرهٹ ... عقوبة شر عاجلا غير آجل
فقد قتلوا جمعا كثيرا من الورى ... وقد اوجعوا فى اهل شاء وجاهل
ولم يدعوا قوما مصونين عنهم ... وان واقعوهم بالذرى والكلاكل
هم كل عام نهبة فى بلادنا ... يخوضون فينا بالضحى والاصائل
لقد هددت هذه الديار وقد خلت ... عن العدل حتى قلت بل كل قائل
فهل بعد هذا من معاذ لعائذ ... وهل من مغيث يتقى الله عادل
ايا اهليكم تشكوا الزمان وانت ... عن مكاره لطف الله لاه وغافل
كفى الله سلوانا لوجم مفاصلى ... اليس بكاف عروة للاوائل
وكيف بهم الهم نحو قلوبنا ... ولدنا الى من ليس عنا بغافل
وان كانت الاقوام لا خير فيهم ... فنحن تمسكنا بخير الوسائل
رسول اله العالمين فانه ... ثمال اليتامى عصمة للارامل
يلوذ به الآلاف من اهل حاجة ... فهم عنده فى نعمة و فواضل
يضم عفاة الطارقين جنابه ... كما ضم ام الرأس شعث القبائل
ويستهزء الجيش العرمرم باسمه ... وان كان جرارا كثير الصواهل

شاہ صاحب نے اس خط میں سکھ اور مرہٹوں کی غارتگری اور اس ظالم و ستمگار اقوام کی چیرہ دستی کا سچا فوٹو کھینچا ہے اور نہایت خوبصورتی کیساتھ اس مضمون کو نظم کے پیرایہ میں ادا کیا ہے۔
شاہ صاحب موصوف کا ایک اور خط مولوی محمد عثمان کشمیری کی طرف

تألق برق من هنا من حمى هند ... وهب نسيم سحرة من الى نجد
فمن شيمة البرق اصبحت فى تجو ... ومن شيم هذه الريح اصبحت الى حد
كتبت لمن لم تزول صحيفة ... مكرمة عن قدوة العز والمجد
كتاب كعقد الدر جودة نظمه ... يكون لسان النطق واسطة العقد
فلما فككت الختم عنه وجدته ... خطوطا رياحين على صفحة الورد

سلام قولا من رب رحيم وتحية فضلا من بر كريم على من حاز الفضائل طرا وانيها وقاصيها وحوى المحاسن اسرا بأدنيها وخافيها سلالة الاكابر وخلاصة ارباب المفاخر مولوى محمد عثمان بن فاروق الكشميرى لازال قدره بين الاكابر عليا وبدره على سماء المكارم جليا. وما برح مجلسه جنة من رياض الصالحين ومنهجه منهاج العابدين وادام الله مهجته رونقا للعلوم والفضائل وزينة للفنون ومحاسن الشمائل وبعد فنحن نحمد الله تعالى على ما اولانا من عافية غيرها فية ورفاهية غير واهية وعلى ما تواتر الينا من الاحاديث الصحيحة المسندة الى مجلسكم العالى المرسلة بايدى الثقات والتوالى بعد ما كادت سلسلة الوداد ينقطع وآثارها وشكت شنشنة الاتحاد تنقلع وبعد ذلك كل قد وصل الينا فى نفحات ايامنا ونفحات شهورنا واعوامنا منكم كتاب عن تفسير آيات الاشواق كشاف رائق ولبيان معانى بديع الاشتياق مفتاح فائق فى تلخيص لاصول الاخبار الصادرة وتقريب النجاة عن الهواجس المولمة الضائرة مطالعه كافية فى تنوير الصدر وضوئه للمصباح فى ايضاح المسطور مقاطعة شافية عن التهاب القلوب الى فتوح الغيوب ولعمرى انه سرور المحزون ونور العيون كنز من فصوص الوداد متضمن لنصوص الاتحاد مقاصده فى ازالة الخفاجة بالغة تنزهم منها لوامع همة ربانية موافقة فى كشف الغين وقرة العينين كأنها شمس بازغة تتشعب منها لوامع ولمعات نورا مواقعه كمواقع النجوم من اهل الفهوم فراحته كالصحائف الالهية فى تحرير الصدور عن وساوس الشيطان فيها خير كثير ولطائف قدسية تسلية لنفوس المحبين فعند ذلك انصرف ضميرى لابراز ما استتر فيه حيث لا يحسن اسناد التحير الا بالاضافة الى ذويه ولا تحسب معرفة جميع الاسماء وتركيب الحروف الا لمن هو من ظروف الاسرار ومن له تمييز بين الاحوال المترادفة المتلاحقة عند انقلاب الادوار فقالت له اهلا وسهلا ومرحبا لخير كتاب جاء من خير احد يبهجك يا عثمان شاهد جود

باوجه فاروق وبعد فحيث اذا كان طبع المرء في الاصل ما لحاسة اعت له الاوصاف من كل ممتنع
هذا وقد فكنا عنه الختام للمسكى واستنشقنا منه العرف الذى كى وطرحنا النظر من اوله الى اخره
والفنا منه على امن لطيفة كما يهتم المتوحش فى الليلة الظلماء على سامرة ووجد فامل دعه كخافية الفرا
وقرطاسه كرقراق السراب وخطه مثل من شتى الثياب والفاظه كايام الشباب ورايناه يدور على
مطالب هن اصول المذاهب منها التحسر على فوات ما كان لكم من جانب شيخنا قدس سره مشافهة ومكاتبة
فاعلموا انه عم تلخيص الاعضاء والم الم بتفاصيل الاجزاء وقد قلت فى الثالثة منها اكرالبعض
قد منه وعجائبه ذاكر البعض مرابعه فانسه ثم ما يجئ الى اخر الابيات ومنها فرط الملال وضيق البال
من فقد الجاه والمال فلا يخفى عليكم ان اقبال الدنيا كالما بمضيف ادبى اته ضيف اوزيارة طيف
فلا جانب منها اشد جوب واحلا امر منها جانب فاوما ترى الاثنا فيها مبتهجة بكثرة الله هم دالك
فلا يمضى عليه زمان اقصر من ظار الحمار الا وتراه قد انقلبت بالاطوار وهتكت عليه الاستار ونعم
ما قيل منافسة الفتى فيما يزول على نقصان همته دليل ومختار القليل اقل منه وكل فوائد الدنيا
قليل وكان على رضى الله عنه يتمثل ومن يصحب الدنيا يكن مثل قابض على الماء خانته فروج الاصابع
على ان المرجو من عميم لطفه وجسيم فضله ان يفتح الله عليكم ما يسر به خاطركم ويقضى بما يحكم
فعليكم بالصبر فانه مفتاح الفرج وان من ذاق ادرك ادرك ما بقى واما ابيانكم الالهية فاذت فينا
تاثير النغمات فى الاسماع وانخفت منها الشد انهام وكيف لا ومن حوت الدهر الفرد بعشرة الى اخر الابيات
ومنها الاشتغال بالتصنيف والتاليف فهذا امكوهن والنعمة العظمى والمنحة الكبرى فانها الغاية القصوى
من العلوم وفى ذلك فليتنافس المتنافسون وكذلك قيل ما خلقت العلوم الا لما دهر من تدوين او تصنيف
فى اوقاتنا والا لكانت انفاسا تمضى ورياحا تجرى واصولا تفنى واجل سالا تبصى ولولا باعث فى ذلك
لماتت رسومها وطمست نجومها ولعفيت عن راتها وذوت منابها ولقل الغابر منها فى الناس
والغالب على ما الاحراس وفشط على طالبه المراد وكيت على مقتبسه الازاد ولا ترى للعالم الوعظ الا
من على كنه فضله والوع بما الدنى من فانوبرنك حيانا طفا وهو رميم دعائك بين يديك وهو
والسلام والاكرام۔

شاہ عبد العزیز صاحب کا خط مولوی محمد عاشق کے نام
ایک رقعہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا شیخ عارف مولوی محمد عاشق صاحب کو فرزند کی تہنیت ومبارکبادی میں

لکھا تھا اور جو حروف معجمہ سے خالی ہے۔

شاہ صاحب کا غیر منقوط خط
مقصد رالحبا مدح الملکا رم قرحصد الاعالم والاکارم سالک مسالک الکرم مساعد مساعد الهمم
مااو رده له مصرحا لسموه کسماه ادام الله عمره واصلح امره المحررحصل الله وداله واصلح اعماله حامد
لله اله لا اله الا هو لا ولد له ولا والد الا واله واسمك السماء ولا عمد له واس العطاء ولا امد له وحامل
لرسوله محمد صلى الله عليه وسلم واله ورهطه ومرسل لكم السلام والاكرام والطمع الوصال لما
هو اهم الامال دصلح لما امل له وصل مرسولكم الكرم وما الاعم محصوله وهو ولدهم مولود مترد كل الكرم
سماعه وادرك مسرة الاحد له ومرحا الاصل له عمرها واصلح الکرم مهلها والسلام والاکرام

از عبد العزیز صاحب بنام شاہ اہل اللہ کے نام
جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ایک اور خط جو آپنے نظم ونثر سے آراستہ کرکے اپنے عم بزرگوار جناب شیخ
اہل اللہ صاحب کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔

سلام على من فاق بالمجد والكرم … واحرز اصناف البها الم والحكم
وشاق قلوب المخلصين بلطفه … وعز فلم يترك نقيبا من العظم
وبعد فان العبد مازال يحمد … الا له على ما فاض بالفضل والنعم
وما فاه عما يوجب الجهد والعنا … وعن كل ما اطرار الشئ اثم والسقم
فاسئل رب الناس ان يجزل العلى … ويحفظ احبابى من الشر والنقم
ولا سيما ذاك الجناب فانه … نهاية امالى وغاية مغتنم
وبعد فلما قرئت منكم بوطئة … حوت كل ما اشتمل من الوبر والشيم
ادين بها خطا كريما منمقا … فاطعم الدجى حتى وقد كشف الظلم
تيقنت ان المجد والعز قبلا … الى وان الغم والهم يصطلم
ملئف ورش للمسك فيه مكانة … لمن ادوان الله فيه لمنتظم
والهما مماين بان عن فتى … عليل عليل القلب غائلة السدم
لعمرك ان الشوق نحوجنا بكم … ليعجز عن تبيانه اللوح والقلم
لاخلاص هذ العبد فيكم شواهد … وايات ايضاح كنار على علم
جزى الله اياكم عن العبد خيرا … واهدى عليكم عارض الجود والكرم

وصان جناب العز عن سائر البلا … وعن كل ما يخشى وما يوجب الهزم

وبعد فقد جاءت علينا اباطيل الرضا و امطرت سحائب العز والعلى فاطفئت لهيب قلوبنا وازالت عنا ببلالها جفاف كروبنا وقلت بورودها نصول رنا وزادت بوددها سرورنا اكنى بذلك كلام عن صحيفة شريفة نزلت علينا من ذلك الجناب الذى هو ملتجم شفاه الاحباب ومعتصم ايدى الاصحاب وما تضمنت من بشارة التوجه الشافى الى حضرة الشفاء واستدلوا على زوال الداء العارض لقرة العين خلا صانها الله عن موبقات الزمان فقد وقع بمكان واخذ منا اخذ جنان وكيف لا ويمثل هذا يتلقى انجاح المطالب واسعاف المآرب حاما الامر بالتمشية ولم ما اداة فقد سبقنا الى الامتثال بحصول الانطلاع دورود الحكم اللائق بالاتمام هذا وقد اجزت الشيخ محمد امير بما ذكرت لوازم الكتب من شرب الشركة دون القدم ومنها حذكرته بما ورد فى الكتاب والسنة من مراعاة القرابة وحقها فاستعد بالرحلة وتاهب للسفر ثم ان قرة العين فلانة حفظها الله حيث الله خفف مرضها وزال عرضها او وفقنا الله فى اثناء المعالجة لاستعمال الادوية المفيدة ففارقتها الحمى بحمد الله مفارقة سعيدة وذلك بعد حمية شديدة وملازمة لعرق حب التعلب واعواز السمن فى الطعام وتقليله ملازمة اكيدة وقوة القنية ايضا ليس لها بحمد الله تعالى على كبدها ولا على المعاليق اثر محسوس يوجس به وانها تعرضها احيانا طرية الهواء فهى خفيفة وعسى ان يرفع الله ذلك ايضا بمنه وكرمه ولطفه امين.

شاہ صاحب کا ایک اور خط اپنے عم بزرگوار کی جانب۔

شاہ صاحب کا دوسرا خط شاہ اہل اللہ کی طرف

لاحت بروق الحمى والقلب مبتول	والروح منفصل والدمع مهمول
فشمت منه سرورا لم يكن فرحا	اعز عندى منه فهو موصول
وطيت من بين اصحابى ودا علوا	بفرحتى ونسيم الروح معسول
وصرت ادخل فى اثوابى عاشق	والهم منهزم والغم مخذول
جزاك ربك فى الدارين خيرهما	وطول عمرك فى الدنيا فشمل
وصانتا وذكر عن كل جائحة	يفضى الينا اذا اهلوهى مشمول
ايام مردائت والقلب منجزع	من قوم سكنوا من الخوف معقول
افنا هم الله عن هذه الديار فهم	شر الاعادى وهم من جنة غول

فوضت امرى الى امر الناس اجمعهم … الى الاله وان الحفظ مأمول

الطفلين المحققين عبد العزيز يرفع السلام والعزام الى من فاق الكرام ويحمد الله على العافية والرفاهية ويشكره على ما وصل اليه من الصحائف اللطائف تترى ويحصل اليه من مطالعة الاخبار السارة مرة بعد اخرى هذا وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين ثم طلب العافية والمعافاة فى هذه الايام التى هى ايام الفتن ومواسم المحن عافانا الله تعالى واياكم عن سائر البلاء ورزقنا الله واياكم ما يحفظ من الخصب والرخاء امين والسلام.

آپ کا ایک اور خط عم محترم شیخ اہل اللہ صاحب کی طرف

شیخ شاہ عبد العزیز کا خط شیخ اہل اللہ کی طرف

يا من اتى وجهه تحسبه صبا ياتى	ومن ذرى عزه تقضى لنا تاتى
لا خيل عندى اهديها ولا نقول	اذ اصبحت شاعفت العقبات
حياك ربك فى عيش ورغد	ولا يكدره شوب البليات
وفى البشرى فاحيط السمع منبهة	وقوض الهموم اتيان والآتى
بشرى فقد حلت شمس الحلى فهل	بدر النفس افة فى افق المكرمات
درر من البحر بحر العلو قد ظهرا	ان دعا فتح من روض السعادات
ابقاه رب الورى بالصالحات مع	وانبت الله سعدا خير النبات

بعد عرض السلام ورفع الشوق والغرام فالداعى عبد العزيز الراجى الى رحمة ربه المجيز يحييكم تحيات اصولها ثابتة فى ارض المحبة الخالصة وفروعها فى السماء ويرفع اليكم دعوات لا يزال تزداد ابدا لا باد فى القبول والنماء وبعد فانى احمد الله على ما كسانى من سرابيل الصحة وقمص العافية واطعمنى ثمرات الامن وارزقنى الرفاهية وانها نعمة عظيمة ومنة جسيمة كما قيل شعر

وما العيش الا فى الخمول مع الغنى … وعافية تغدو وتروح بها وتغدو

بيد ان قرة العين عائشة سلمها الله تعالى كانت ذات علة فتفضل الله تعالى بازالة اكثرها وهو المرجو لازالة ما غبرها وقانا الله تعالى بطول الطالم وصرف عنا وعنكم سوء المضطجع واحسن الينا واليكم فى المرجع اللهم انا نسئلك نعمك فلا تجعلنا حصائل فقيك امين امين امين وان من نعمات رحمة الله فى هذه الايام ما تباشرنا به وتباشر اهل الحرمين بلغ من الاسعار وتحادثنا به تحادث البشر

بتنبأ يم الاصطار وهى الخبر السار الذى كتب فى الالواح وامتزج بالارواح ودعى فى جملة العظام وجرى فى العروق وسرى فى العظام فتغلغل حيث لم تبلغ شراب ولا حزن ولم يبلغ سرور فقلنا متوجهين الى ورودها ما كانت تقوله اوائل العرب عند اتيانها فى بعض لوردها بدلك الحجب الخبا برا حتى ترى بجهالك هذا اجدا مور احدهم من يك تقدى مثل ما تقدى كانت اذا اشتدت اشهالا محمودة وقرا هنا كواهه تفتح سرابح وقرب بالخير موردة واطال عمره واسعد وجعله مقربجناب الاله وربانه فى ظلال اهل الله آمين الزيادة توجب السامة والسلام والاكرام

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ایک اور خط اپنے عم بزرگوار کی جانب۔

الى المجلس المحفوف بالمكارم والمعالى اعنى به سيدنا وسندنا ومعتمدنا ومكان الروح فى جسدنا وذخيرنا يومنا وغدنا اسبتدنا العم سلمه الله تعالى ظلاله عن الافول واحله محل القبول آمين ؎

بعد دفع السلام والاكرام … فيقول العقير ذو الآثام
ان هذا العقير محفوظ … عن شر ورالزمان والاسقام
يسئل الله بعد كل صلاة … ان يعافيه فائض الانعام
ودعا فى جميع خلق الارحام … من ذكور ونسوة وغلام
ثم ان البلاد فاسدة … عن ايادى الغشوم والظلام
غير خاف عليك ما صنعت … قوم سكهو كانت التى شام
خفضوا كل قرية ومغنى … يفضحون الحصون والاطام
منهم القسمة من الارواح … فتلوا القسمة من الاجسام
نهبوا العدة من الاموال … اوثقوا عدة من الايتام
وسقوا كل من تعرضهم … من فتام الانام كاس الحمام
ذهلت كل مرضع عما … ارضعته وكل ذات فطام
ان هذى الامور من جرة … فيه فلتعتبر اولى الاحلام
كيف ما سلط الشرار على الا … نس من حائك ومن حمام
والى الله نشتكى منهم … انه ذو الجلال والاكرام

هذه حالهم من الرفعة … كل يوم تتزيد فى الاقدام
وختى المسلمين عين خفى … قد سرى فيهم محول عطام
معهد افلس عندهم … همة يرتقى ذرى الاعلام
فاذا جاء عندهم فن ع … امروا ان تجهزوا بخيام
ثم لما تما لشئ اجمعا … يستشيرون رائى كل حرام
لم يقيموا على مقدرة … ثم يستقسمون بالازلام
لم يريدوا تدارك لعدد … بل يريدون سد باب ملام
دابهم ذاك لم يروا عرفا … قط فى دهرهم لطيف منام
ان شكاهم اليهم احد … دفعوا اللومة بزور كلام
والنصارى من الفرنج اتوا … عرفوا بالوفاء دعى ذمام
ياخذون الخراج منتصفا … بسم من دسموا باسم امام
ويريدون اقتطاع الملك … من ذوى الارض ماجرى فى الايام
ويريدون افتلاذ المال … من ذوى المال اولى الانعام
خرجت حزبهم من الافكار … خفيت صنعهم عن الاوهام
قد عدى الامر عن حد وادب … وتعدى عن المقام كلام
ليس عند الاديب معتبرا … من سهى عن محافظات مقام
لم يصل من جنابكم خط … ومضت مدة من الايام
واشتياق بقرب حضرتكم … شرحها لا يتم بالاقلام
ساعة الهجر عند ذى الاشواق … قد تفوق السنين والاعوام
لكن المسئول من جنابكم … ان تواسوا بمن اليكم هام
وصلوا رجعة الوداد بما … فيه طيب وفيه برد اوام
سلم الله ذاتكم ابدا … ما افاد الضياء بدر وتمام
لقد اوجزت خيفة الابرام … وختمت السلام بالاكرام

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ریویو کتاب مناقب حیدریہ مصنفہ شیخ احمد بن محمد انصاری الیمنی الشروانی

رایت و بیقات من ل تبشرها	علی فضل تقوبر الیہ یسند
و مما دوحہ فی ذالک الطریق حید	سمی امیر المؤمنین المؤید
ولا غرو ان ذاکو الکرام محمد	ذالفضل محمود و منشیہ احمد
لہ قدم فی المنازعالی وان ابو	علیہ براھین البراعۃ تشہد
و فی نظمہ لطف و حسن سلاسۃ	یدل لہ کل نظم و یجید
فدام علی مر الدھور علاءہ	یزید علی الاکیاس طرا و یزید

دہلی کے وصف میں آپکے چند ابیات

یا من یسائل عن دھلی و رفعتھا	علی البلاد و ما حازتہ من شرف
ان البلاد اذا عدوھی سیدۃ	وانھا درۃ والکل کالصدف
فاقت بلاد الوری ذی عز و منقبۃ	غیر الحجاز و طیر الذی مر النجف
شکا نہا اجبال الارض قاطبۃ	خلقا و خلقا بلا عجب و لا صلف
بہا مدارس لوطاف البصیر بہا	لم تنقض عینہ الا علی المصحف
کم مسجد زخرفت فیہا منارتہ	او قابلۃ شموس الضحیٰ تنکسف
ولا غرو ان زینت الدنیا بزینتہا	کم من اب قد علا بابن ذی شرف
وما رحون جری من تحتہا الفلک	انہا رضوا جرت فی اسفل الغرف

معزز ناظرین! جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے خطوط و رقعات میں سے جسقدر رقعات مجھ نقل کرنے تھے کر چکا اگرچہ اسوقت آپکے خطوط کے بہت سے مسودات میرے زیر نظر ہیں لیکن بخوف طوالت حیات ولی کے طول پکڑ جانیکے خوف سے چند رقعات کا انتخاب کرکے آپکے سامنے پیش کیا ہے۔ جنسے شاہ صاحب کی جودت طبع اور علمی تبحر اور استعداد کا حال آپ پر بہت کچھ واضح ہو سکتا ہے اور صرف اسی سے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب کا تبحر

[illegible]

ادب اور فضل و کمال کس پایہ کا تھا۔ اور آپ کی علمی استعداد کس عروج پر پہنچ گئی تھی۔

شاہ صاحب کی اولاد جناب شاہ صاحب کے ان بجز تین عصمت مآب اور باعفت صاحبزادیوں کے اولاد ذکور نہیں ہوئی اور وہ بھی بڑی اور صاحب اولاد ہو کر آپ کی حیات ہی میں رحلت کر گئیں۔ سب سے بڑی صاحبزادی جناب مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے بڑے فرزند مولوی عیسیٰ صاحب کے عقد نکاح میں تھیں جو ایک فاضل اور نہایت بالیاقت آدمی تھے۔ دوسری صاحبزادی شیخ محمد افضل صاحب سے بیاہی گئی تھیں جنسے جناب مولانا اسحاق صاحب مہاجر اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب پیدا ہوئے۔ مولانا اسحاق صاحب کی تاریخ ولادت ۸ ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ ہجری اور مولوی محمد یعقوب صاحب کی ۸ ذی الحجہ ۱۲۰۰ھ ہجری ثابت ہوئی ہے۔ شاہ صاحب کی تیسری صاحبزادی مولوی عبد الحی صاحب کے عقد نکاح میں تھیں جو ایک فاضل اجل اور نہایت شریف خلیق شخص تھے اور جو جناب سید احمد صاحب کی بیعت میں چند سال تک کوہستان اور اسکے اطراف میں رہے اور پھر مرض بواسیر کی شدت سے سفر ناگزیر اختیار کیا۔

تصانیف مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی تصنیفات جو خاص خاص موقعوں پر نہایت ضرورت کیوقت لکھی گئی ہیں آپکی بے نظیر یادگاریں ہیں آج جن کتابوں کی عام شہرت دریائے جمنا سے فرات تک اور ہندوستان سے کوہ ہمالیہ تک نہایت مقبولیت کیساتھ پھیلی ہوئی ہو اور جو بے انتہا توقیر و عظمت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں آپ ہی کی مصنفات ہیں۔ شاہ صاحب کی تصانیف کا مفصل ذکر شرح طور پر میں نے حیات عزیزی میں کیا ہے جو میری پہلی تصنیف ہو اور جسکی قدر پبلک نے میری امید سے بہت زیادہ کی ہو میں اُس تمام بیان کو بیان ذکر کرکے حیات ولی کو طول دینا نہیں چاہتا۔ ناظرین وہاں اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ میں اس تذکرہ کو شاہ صاحب

[illegible]

کی تصنیفات سے خالی چھوڑنا مناسب نہین سمجھتا اسلیے آپ کی تمام مصنفات کا ایک اجمالی نقشہ پیش کرتا ہون جس سے ناظرین کو آپ کی تصانیف کا سرسری نوٹ معلوم ہو سکتا ہے۔

شاہ صاحب کی تصانیف کا نقشہ

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن سے متعلق	مختصر کیفیت
۱	تفسیر فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی	فارسی مین	متعلق قرآن مجید	اس قابل قدر اور بے مثال تفسیر کی دو جلدین ہین پہلی جلد میں سورہ فاتحہ سے لیکر پارہ سیقول کے ربع تک سوا پارہ کی تفسیر ہے اور دوسری مین اخیر کے دو پارون کی۔ یہ تفسیر ایک ایسے نرالے ڈھنگ مین لکھی گئی ہے جسکی نظیر سے تمام متقدمین و متاخرین کے حلقے خالی ہین اسمین تمام علوم و فنون کوٹ کوٹ کر بھرے ہین اور ہر علم کا کافی نمونہ دکھایا گیا ہے جس سے مولف کی شان علم اور علمی تبحر بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔
۲	تحفہ اثنا عشریہ	فارسی مین	متعلق مناظرہ	یہ کتاب اہل تشیع کے بطلان عقاید مین ایسی متانت و تہذیب اور شائستگی کیساتھ مدلل لکھی گئی ہے جسکا جواب آج تک علمائے شیعہ سے بن نہین پڑا۔ انصاف پسند طبیعتین خوب جانتی ہین کہ یہ لاجواب کتاب کس پایہ کی ہے اور مصنف نے کن کن آبدار جواہر سے آراستہ کیا ہے یہ کتاب شاہ صاحب نے اسوقت تصنیف کی جبکہ دہلی مین شیعون کا ایک بہت بڑا زور بندھا ہوا تھا اور طبقہ مختلف بدعات و عقاید کا بازگاہ بنا ہوا تھا متعصب شیعے حشرات الارض کیطرح چارون طرف پہیلے ہوئے تھے اور ہر طرف طوفان بے تمیزی کا اندھا دھند جھکڑ چل رہا تھا ایسے فتنہ زا اور پر آشوب زمانے مین جناب شاہ صاحب نے ایک ایسی بے مثل کتاب کا تصنیف کرنا ضروری سمجھا جس سے ہزارہا بندگان خدا کے شکوک مٹ گئے اور وہ پکے مسلمان بنگئے۔
۳	بستان المحدثین	فارسی مین	فن تاریخ مین	یہ لاجواب کتاب بھی اپنے فن مین بے نظیر ہے جسمین تمام کتب حدیث اور انکے مصنفین و مولفین کے تاریخی حالات نہایت بسط و شرح کیساتھ لکھے ہین اسکا طرز بیان قابل داد و مصنف کی علمی تحقیقات و تاریخ دانی لائق تعریف ہے بارھوین صدی کے بعد جو کتابین سلف کی یادگار مین لکھی گئی ہین ان...

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن سے متعلق	مختصر کیفیت
۴	شرح میزان منطق	عربی مین	فن منطق مین	یہ ایک نہایت مختصر رسالہ میزان المنطق کی شرح ہے جو ہنوز قالب طبع مین ڈھالا نہین گیا۔ عاجز مولف نے ایک قومی کتبخانہ مین اسکی زیارت کی جو حقیقت مین نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہے منطق کے ابتدائی مسائل اور اصطلاحات کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ قابل اظہار نہین رسالہ مذکورہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو علم منطق مین بہت ہی کمال حاصل تھا اور اُنہونے اس فن کو عروج کمال پر پہنچا دیا تھا۔
۵	چند حواشی بدیع المیزان	ایضاً	ایضاً	یہ حواشی بھی ابھی تک چھپے نہین بلکہ ایک قلمی نسخے پر لکھے ہوئے ہین ان حواشی مین شاہ صاحب نے بدیع المیزان کے مطالب کو اسدرجہ حل کیا ہے کہ ادنی درجہ کا طالب العلم بغیر استاد کی مدد کے مسائل منطقیہ سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے اور جو اشکال اس راہ مین پیش آتے ہین انکے آگے پانی ہوجاتے ہین۔ مین نے بدیع المیزان کی اور بھی چند شروح کا مطالعہ کیا ہے لیکن جو خوبی اسمین پاتا ہون کسی دوسری شرح مین نہین پاتا۔
۶	چند حواشی شرح عقاید	ایضاً	متعلق عقاید	شرح عقاید کے اگرچہ بہت سے حواشی اور تراجم میری نظر سے گزرے ہین لیکن یہ حواشی اپنی طرز مین بالکل نرالے اور انوکھے ہین شاہ صاحب نے اپنے وہ طرز بیان اختیار کیا ہے جس سے شرح عقاید کے مشکل اور لاینحل مسائل بالکل پانی ہو گئے ہین یہ حواشی مین نے اپنے ایک دوست کے پاس کہنہ مسودات مین دیکھے ہین۔
۷	عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس	ایضاً	متعلق تاریخ	یہ ایک نہایت ہی لاجواب کتاب ہے جو خلفائے اربعہ کے فضائل مین بڑی تحقیق سے لکھی گئی ہے خلفائے اربعہ کی سوانح عمریان اور انکے تاریخی حالات جسقدر اب تک لکھے گئے ہین غالباً اسی کتاب سے اقتباس کیے گئے ہین افسوس کہ مین نے اول سے آخر تک اس کتاب کا بنظر غور مطالعہ نہین کیا اور یہی وجہ ہے کہ اسکی پوری کیفیت بیان نہین کر سکتا البتہ سرسری اور اجمالی نظر ڈالنے سے اسقدر ضرور ثابت ہوا

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں	کس فن سے متعلق	مختصر کیفیت
				کہ اس کتاب میں کتب احادیث کا بہت کچھ تتبع کیا گیا ہے اور علاوہ اسکے تاریخی واقعات حتی الامکان احادیث مشہورہ اور متواترہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔
٨	عجالۂ نافعہ	فارسی میں	متعلق اصول	یہ بھی ایک نہایت مختصر رسالہ ہے جو اصول حدیث کے متعلق لکھا گیا ہے اسمین شاہ صاحب نے مصطلحات حدیث اور اسکے اقسام و مراتب نہایت اختصار کیساتھ بیان کیے ہیں۔
٩	سر الشہادتین	عربی میں	متعلق تاریخ	شاہ صاحب نے اس رسالہ میں ان ایام میں حضرات حسنین کی شہادت کے دردانگیز اور پر الم واقعات کی ہو بہو تصویر کھینچی ہے اگرچہ کربلا کے پُر درد حالات اور لوگوں نے بھی جمع کیے ہیں لیکن ان میں سے اکثر پر تو اسقدر رنگ آمیزی اور مبالغہ کا پوڈر پھیر دیا گیا ہے جس نے اصلی واقعات کی آب کو بھی مٹا دیا اور بعض پر ان مصنوعی روایات کا روغن چڑھا دیا گیا ہے جو محققین کے نزدیک فضول قصوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے شاہ صاحب نے اس کتاب میں وہ صحیح اور معتبر واقعات لکھکر جو بالکل مسلم الثبوت اور مستند حدیثوں سے ثابت ہوتے ہیں دونوں فریقوں کے دھوکے کو کھود دیا اور اصل طور پر بتا دیا کہ واقعات ہائلہ کے اصلی واقعات یہ ہیں۔

ان کتابوں کے علاوہ اور بہت سے رسالے شاہ صاحب کی تصنیف سے ہیں جو مختلف فنون میں زمانہ کی ضرورت رفع کرنے کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور جو ہنوز چھپ کر شائع نہیں ہوئے بلکہ آپکے قلمی مسودات میں موجود ہیں۔ چونکہ کتابوں کے عنوان سے ان کے ناموں کا سراغ نہیں چلتا اسلیئے میں انھیں داخل فہرست نہیں کر سکا۔ نظم میں ایک عربی دیوان بھی آپ کی تالیف سے ہے جو دہلی میں بعض لوگوں کے پاس موجود ہے۔ اور جس سے شاہ صاحب کی جودت طبع اور تیزی ذہن اور فصاحت و بلاغت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔ اسمین آپنے وہ وہ معرکہ کے مضامین نہایت مختصر اور سادے لفظوں میں ادا کئے ہیں جنکے دیکھنے سے سخت تعجب آتا ہے الغرض جو کتابیں مولانا مصنف نے حسب ضرورت لکھی ہیں وہ آپکی زندگی میں محسوس یادگاریں ہیں جنکی چمک اسوقت شرق سے غرب تک بڑی تابانی کے ساتھ پڑ رہی ہے اور انشاءاللہ قیامت

تک پڑے گی۔

چونکہ شاہ صاحب کے تمام واقعات نہایت بسط و شرح کیساتھ حیات عزیزی میں لکھ چکا ہوں اسلیئے صرف آپکے انتقال کا حال لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔ ناظرین سوانح۔ آپکے باقی حالات حیات عزیزی میں پڑھ سکتے ہیں شاہ صاحب نے ۷۔ شوال روز یکشنبہ بوقت صبح ۱۲۳۹ ہجری میں سفر آخرت قبول کیا۔ بعض موزون طبیعتوں نے چند قطعے آپکی تاریخ وفات میں موزون کیے ہیں جنمیں سے میں تین قطعہ انتخاب کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں قطعہ اول

قطعۂ تاریخ از جناب مولانا شاہ رؤف احمد صاحب نقشبندی

شاہ عبد العزیز فخر جہان — عالم علم آیت قرآن

صبح یکشنبہ ہفتمین شوال — انبدان گشتہ روح او پران

سن ہجری بجستم از ہاتف — گفت اے نکتہ سنج قاعدہ دان

سال فوتش ز ہر عدد پیداست — از احسنتا الوف زین عنوان

خواہی از ہر عدد کہ تاریخش — اولا چار چند کن پس ازان

یکصد بیفزا و ضرب کن وردہ — پس بکن طرح بست بستانجان

در صد و بست چار باقی را — ضرب فرما تو اے فہیم زمان

پس بنقصان در عدد دریاب — فوت آن مفخر زمین و زمان

قطعۂ تاریخ از جناب حکیم مومن خان صاحب دہلوی

انتخاب نسخۂ دین مولوی عبد العزیز — بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے شکل

جانب ملک عدم تشریف فرما کیوں ہوئے — آگیا تھا کیا کہیں فردوس کے ایمان میں خلل

ہے ستم اے چرخ تو کسکو یہاں سے لے گیا — کیا کیا یہ ظلم تو نے بے کسوں پر آہ اجل

جب اٹھائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا — لوٹتا تھا خاک پر ہر قدسیے گردون محل

کیا کسو ناکس یہ تھا صدمہ کہ باوقت دفن — ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل

مجلس و رد آفرین تعزیت ہین ہین ہی تھا — جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ گر بے بدل
دست بیداد اجل سے بے سر و پا ہوگئے — الفقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

قطعۂ سوم

حجت اللہ ناطق و گویا — شاہ عبد العزیز فخر زمن
روز شنبہ و ہفتم شوال — در میان بہشت ساخت وطن
مہر نصف النہار در عرفان — مثل بدر منیر در ہر فن
از سر لطف و حلم تاریخش — رضی اللہ عنہ گفت حسن

شاہ صاحب کے مرض وفات

شاہ صاحب کے مرض موت کی کیفیت مختصراً یہ ہو کہ ابتداءً آپ کو خفیف سی تبخیر ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ اچھی تپ آگئی اور وقتاً فوقتاً اسمین اشتداد بڑھتا گیا اگرچہ مرض دن ثاً فاناً زیادتی ہوتی جاتی اور کرب بے چینی بڑھتی جاتی تھی لیکن پھر بھی آپکے ہوش و حواس مین کسیطرح کا فرق نہ آیا تھا۔ کرب و بےچینی کے زمانہ مین معمولی اوظائف و اوراد مین ذرا فرق ضرور آگیا تھا مگر فرائض ویسے ہی اہتمام و سرگرمی سے ادا کیے جاتے تھے جیسا کہ صحت کیوقت۔ آپ کو خلق اللہ کی ہدایت رہنمائی کا خیال ہر وقت پیش نظر تھا چنانچہ اشتداد مرض کے زمانہ مین جب آپکے وعظ کا دن آیا تو آپنے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی میرے مونڈھے پکڑے رہو۔ لیکن جب بیان کرنا شروع کرون تو دونون شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائین۔ چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گو لب و لہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایان تھے۔ لیکن استقلال ویسا ہی اپنا رنگ جمائے ہوئے تھا۔ وعظ ختم کرنیکے بعد آپنے خدائے ذوالجلال کے دربار مین ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور نیز تمام مسلمانون کیلئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ نان بعد آیۂ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل زبان فیض ترجمان پر جاری ہوئی اور اپنے عزیز و اقارب کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ میری ملکیت مین جسقدر نقد و اسباب ہے سب ایک جگہ جمع کردو۔ اس ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھر والون نے آپ کا سارا اسباب و نقد و جنس جسقدر تھا ایک جگہ جمع کر دیا۔ آپنے آیۂ مذکورہ کی منشاء کے مطابق تمام جائز وارثون کے حصے علیحدہ کر دیے اور جو شخص جسقدر شرعی استحقاق رکھتا تھا آپنے اپنے ہاتھ سے اُسے تقسیم کر دیا۔ اسکے بعد آپنے عربی فارسی کے چند اشعار جو معرفت الٰہی کے رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے ایک ایسے دردناک لہجہ مین پڑھے کہ جس سے سننے والونکے جسم مین ایک سنسنی سی پیدا ہوگئی۔ اور [illegible] رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

اسکے بعد آپنے حاضرین کو وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین مین زیادہ اہتمام نہ کیا جائے۔ بلکہ جس قسم کے کپڑے حالت زندگی مین میری تن پوشی کیا کرتے تھے اُن ہی سے مجھے کفنایا جائے۔ البتہ غسل کیوقت اس بات کی مزید احتیاط کرنا چاہیئے کہ ارکان غسل مین سے کوئی رکن ترک نہو۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ تیار ہو تو نہایت آہستگی و وقار کیساتھ لیکر چلین اور شہر کے باہر صحرا مین نماز جنازہ ادا کرین۔ سلطان وقت کو میرے جنازے کی شمولیت اور شرکت نماز مین مدعو کیا جائے۔ ان بعد آپ ذکر و اذکار مین مشغول ہوگئے۔ اور اسی حالت مین آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ جسوقت روح نے جسم سے مفارقت کی یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری تھے توفنی مسلما والحقنی بالصالحین روح کے بدن سے مفارقت کرتے ہی گھر والون کے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کا نعرہ بلند ہوا۔ آفرین آپکے متعلقین پر جنھون نے ایسے نازک اور مصیبت کیوقت مین انتہا درجہ کے ضبط و استقلال سے کام لیا اور ثابت قدمی کے عمدہ نمونے دکھائے۔ اگرچہ پُرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہ رہی تھین۔ سینے اندوہ و رنج سے لبریز تھے بدن تھر تھر کانپ رہے تھے لیکن بائین شکر الٰہی کیساتھ رطب اللسان تھین۔

شاہ صاحب کے انتقال کے بعد گھر والون نے آپ کی وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین کی چونکہ آپ حالت زندگی مین ہمیشہ موٹی دھوتر کا کرتہ گاڑھے کا پاجامہ یا تہ بند زیب بدن فرمایا کرتے تھے۔ لہذا آپ کی تکفین اسی قسم کے کپڑون سے کی گئی جب کفنا کر فارغ ہوئے تو شہر سے باہر نکلکر نماز جنازہ ادا کی۔ لوگ جوق جوق آتے اور نماز جنازہ پڑھ کر کہتے ہین کہ پچپن مرتبہ آپکے جنازے کی نماز پڑھی گئی۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

یہ بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے سعادتمند فرزند ہین عمر مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے چھوٹے اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب سے بڑے ہین۔ آپنے تمام علوم بالخصوص علم حدیث و تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب سے حاصل کی۔ علوم دینیہ اور فنون عقلیہ مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ادب شاعری مین مرجع ارباب استعداد تھے چونکہ آخری عمر مین جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کو کبر سنی اور ضعف مزاجی نے نہایت کمزور کر دیا تھا اور کثرت امراض کی وجہ سے آپ تعلیم و تدریس طلبہ کا دماغ نہ رکھتے تھے لہذا اسوقت تدریس کا سلسلہ آپ ہی کی مقدس ذات کیساتھ وابستہ تھا۔ نامی گرامی اور مشہور شہرہ آفاق جو نامور فضلا اور وہ بہت علما یہان اگر آپ کی تدریس سے فیض حاصل کرتے باوجودیکہ وہ دنیا کے نامور و مشہور اہل کمال سے فیض

شاہ صاحب کی یکتائی

یکتائی اور فضل وکمال کی سند حاصل کر چکے تھے لیکن پھر بھی آپکے فضل وکمال کی شان اور علمی تبحر دیکھکر دنگ رہجاتے اور آپ کی خدمت میں اپنے تئیں طفل ابجد خوان و مبتدی محض سمجھکر ابتدا سے انتہا تک سبقاً سبقاً تمام علوم کی تحصیل پر از سر نو کمربستہ ہوتے اور سرگرم طبیعتوں میں آپنے تحصیل علوم کا جوش پیدا کر دیا ہندوستان کے تمام نامی اور مشہور فضلا آپ ہی کے مستفیضوں اور خوشہ چینوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

آپ کو ہر فن کے ساتھ ایک خاص قسم کی مناسبت تھی اور خدا نے وہ حافظہ و ذہن عطا کیا تھا کہ وقت واحد میں متعدد علوم اور مختلف فنون کا درس فرمایا کرتے تھے۔ جب ایک فن کی درس سے دوسرے فن کی طرف متوجہ ہوتے تو حضار مجلس کو معلوم ہوتا کہ اسی فن میں جامۂ یکتائی آپکے قامت استعداد پر قطع ہوا ہے غرضکہ آپ کا علم وفضل اور تبحر ہر طرح قابل تعریف ہو اور متانت سنجیدگی راستبازی انصاف شعاری مطیعی عاجزی وانکساری حلم وبردباری اور بھی زیادہ لائق توصیف ہو۔

شاہ صاحب کا باطنی فیض

باوجود ان کمالات ظاہری کے آپکے فیض باطنی کے افاضہ کا یہ حال تھا کہ اگر جنید بغدادی اور حسن بصری بھی آپکے مبارک زمانہ میں ہوتے تو آپکے پاک اور پر جوش ولولے دیکھکر عش عش کر جاتے۔ پھر ان تمام باتوں کیساتھ علاوہ سخاوکرم آپ کی ذات اقدس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ رحم بھی حد سے زیادہ تھا تواضع بھی پرلے درجہ کی تھی غرض جو باتیں ایک معزز وباکرامت ولی میں ہونی چاہئیں وہ سب آپ میں جمع تھیں جب ہم آپکے تفصیلی واقعات پر اجمالی نظر ڈالتے ہیں تو آپکے اوصاف لکھنے سے زبان وقلم دونوں کو عاجز پاتے ہیں۔ آپکے زمانہ طالب علمی کے وہ واقعات ہماری پیش نظر ہیں جنسے آپکی بے لوث توکل اور پاک استقلال پر ایک بہت بڑی نظیر قایم ہو سکتی ہے اگر اختصار میں قدم بقدم مانع نہوتا تو ہم مولانا موصوف کی پوری لائف لکھکر بتا دیتے کہ آپ کس پایہ اور مرتبہ کے آدمی تھے گو آپ بظاہر بشریت کے جامے سے آراستہ تھے لیکن حقیقت میں فرشتہ خصلت تھے۔

شاہ صاحب کے مشاغل اور وفات

اس مشہور فاضل نے اپنے تمام اوقات دنیاوی کاروبار اور عبادات اور طلبہ کی درس و تدریس میں تقسیم کر رکھے تھے۔ طلبہ کی تدریس نے اگرچہ آپ کی تصنیف وتالیف کیلیے بہت ہی کم وقت باقی چھوڑا تھا۔ مگر پھر بھی آپنے اکثر مفید کتابیں تصنیف کیں جو اسوقت تک مولانا کی بے نظیر یادگار ہیں۔ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ آپ ہی نے کیا ہے جو دریائے جمنا سے لیکر فرات تک نہایت مقبولیت کیساتھ پھیلا ہوا ہے اور اس سے عام خلائق مستفیض ہو رہی ہے آپنے عربی زبان میں بہت سے پرمعنی اور دلچسپ مضامین نظم ونثر کے پیرایے میں عجیب شان وشوکت کیساتھ

لکھے ہیں۔ میں انہیں سے یہاں صرف ایک قصیدہ اور ایک خمسہ منتخب کرکے نمونۃً ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں جن سے آپ کی عربیت اور ادب کی شان اور علم وفضل کا پایہ بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔

شیخ بو علی سینا جو چوتھی صدی میں ایک مشہور فاضل اور فن طبابت کا موجد گزرا ہے اس نے ایک نہایت پر زور قصیدہ اس بارے میں لکھا تھا کہ نفس کیا چیز ہے اور اسکی حقیقت کیا ہے۔ فاضل اجل جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکا ایک متین اور سنجیدہ جواب نظم کے پیرایے میں دیا تھا جسے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے مخمس کیا چنانچہ میں اس خمسہ کو بعینہ درج کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

نفس کی حقیقت میں شاہ ولی اللہ صاحب کا قصیدہ اور شاہ رفیع الدین صاحب کی تخمیس

سال الحکیم عن النفوس الرضع
فالجبت اکنف سرها عن منبع
وقعت نظارت لم تفز بالمطمع
هبط الوجود من المحل الارفع
استل ہجا تجھ نفس وتمنع

قد جل فی اطلاق حوب هوية
حتی اکتسی من نسبه علمية
عن وصمه التقييد فی ابية
لزمت حقائق اولا الحقيقة
قصوی کمال الزوج عند الاربع

فهنالك كل كان اسماً سامياً
الصنوف آثار التمثل حاويا
عن كسوة التخليط خلواً عاريا
ثم اكتسبت تلك الحقائق ثانيا
بحقائق الاعراض كالمتقنع

فی اللوح قد خلقت تظل بجملة
من كل معنى تقتضيه وصورة
مما استكن بروزها في وجرة
ثم استقرت كلها بهوية
فيها انتصبت الشيون بمجمع

اوفت بها الناسوت حداً حاضراً
ما قد حوته واقراً او قاصراً
وبحر الآثار ظهر احاضراً
متكثراً تلك الحقائق ظاهراً
متوجه احد اللبيب الاورع

فيدون امراً واحداً فی دورة
وقيام عين او تلاحق هيئة
بشهادة او برزخ او غيبة
والنفس عقد جامع لمشتة

والنفس باطن جثة المتجسم

وكأنها التشخص يوفى بتة	دينا وقبرا محشرا ووجنة
وترى له نوعا وصنفا واسعا	الظنها رايت الاقامة برهة

ثم استقرت بالديار البلقع

اوقاتها من بترصص الشبه	التي الحكيم البس سوع بوساه
كلا فان الوهم نكس رامه	الظن ان الشئ يكره نفسه

هيهات ذالك من المحال الاشنع

شاہ صاحب کا [illegible] معراج کے بیان [illegible]

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بیان میں

یا احمد المختار یا زین الوری	یا خاتم الرسل ما اعلاکا
یا کاشف الدیجور مستجهد	یا منجی فی الحشر ما والاکا
هل کان غیرک فی الانام من ارتقی	فوق البراق وجاوز الافلاکا
والمقتدی الروح الامین رکابه	فی سیره والمتحرم الاملاکا
عرجت بک الدنیا واعلی طبقه	انجبت بنعتک طالعین رداکا
فرد رحمه فی خیبه عن قصدهم	الله صانک عنهم ووفاکا
واخترت من ابن دعی فطرة	الاسلام بالهدی الیه هداکا
قدرت بک الرسل العظام توقیا	فعلوت مغبوطا لهم مسراکا
وامممتهم فی القدس بعد تجلو	منهم بامر الله اذ ولاکا
وبکی الکلیم لما رآک علی به	ورنا الیک بجنح فیهم ذاکا
وتزینت حور الجنان بشاشة	بک سیدی شوقا الی لقیاکا
خلفت روح القدس عند السدرة	العظمی یخاف من الجلال هلاکا
اذ ماک ربک فی منازل قربه	حتی اتاک الکون ان تم حیاکا
واتم نعمته علیک فلو تسل	ان توتی الانفاق والاماکا

الفی الیک بکونی زامرا رسمت	عن حیطة الاجماء اذ ناجاکا
وسألت فیها العفو منه شفاعة	فاجاب بک قد وهبت مناکا
حتی اذا تم الدنو تسترت	منک الهویة فی مستاموکا کا
فرأیته جهرا بعینی بوفرح	ماکان الا الله فی مجلاکا
فکسالک نورا من اشعة ذاته	الفا لسعتک اذ ابه ابقاکا
فلک المناصب والسیادة للوری	وخلافة الرحمن وابشراکا
جعلت لک الاقدار والالواح	الجنات والنیران فی مرآکا
اعطاک تخفیفا وتیسیرا الی	دین قویم محکم نقراکا
وسواه من نعم جاء مراکبها	علوحی یستهی اوکاکا
فرجعت مسرورا بها فی لحبة	وجمیع خلق الله قد هناکا
اجویت دین الله بعد لقبوله	وتحوت رأس الجهل والاشراکا
فلقد اتیتک سیدی مستجیرا	من سیئات الذی داوحسن الکا
یا ابتغی قد فزت منک بنظرة	فی یوم وجه نور الاملاکا

شاہ رفیع الدین صاحب کی اولاد

جناب مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے ہاں چار ہونہار اور بلند اقبال فرزند پیدا ہوئے۔ مولوی مصطفی صاحب مولوی مخصوص اللہ صاحب۔ مولوی عیسے صاحب۔ مولوی حسن جان صاحب۔ اگرچہ یہ حضرات علم و فضل میں بے نظیر رکھتے تھے اور ہر ایک آسمان علم کا نہایت تابان آفتاب تھا لیکن مولوی مخصوص اللہ صاحب ان میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

مولوی مخصوص اللہ

مولوی مخصوص اللہ صاحب نے تمام علوم کی تحصیل اپنے عم بزرگوار جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں کی اور چند روز میں اپنے ہمعصروں سے گوئے سبقت لیگئے۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد ایک زمانہ دراز تک تدریس طلبہ میں مصروف رہے اور علوم دینی فنون یقینی کے شاغل میں اوقات گرامی شب و روز خرچ کرتے رہے چونکہ بیس پچیس سال تک برابر مولانا صاحب کی خدمت میں قرات کلام الٰہی اور حدیث رسالت پناہی کرتے رہے اور آپ کی تقاریر گوش ہوش کا ذخیرہ فرماتے رہے اس لئے آپ نے حدیث و تفسیر میں وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ ان دونوں فنون کے جو بیش قیمت اور انمول جواہر آپکے خزانہ میں تھے وہ اور کہیں نہ پائے جاتے تھے۔

علاوہ حدیث و تفسیر کے فقہ عقائد کلام اصول وغیرہ میں مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ان علوم کو عروج کمال پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ تر عبادت دوست اور مزاج زہادت پرست واقع ہوا تھا اسلئے آخر عمر میں سررشتہ تدریس ہاتھ سے دیکر گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اور ہمیشہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ آپکے اوقات اسقدر مجموع تھے کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ میں اولیائے کرام کے اوقات ایسے ہونگے۔ اور چونکہ آپ کی ساری ہمت عبادت الٰہی اور تقوے شعاری میں مصروف تھی۔ لہذا نظم عربی اور انشاپردازی کی طرف آپ کا میلان طبع نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کا کوئی کلام باوجود تحقیقات کے مجھے دستیاب نہیں ہوا۔

شاہ عبد القادرؒ

جناب مولانا شاہ عبد القادر صاحبؒ

آپ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فرزند رشید اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ایسے وحید العصر و فرید الدہر کے علمی تبحر اور فطری جوہر کی خوبی کا اظہار کرنا بلا مبالغہ ایسا ہے جیسا آفتاب کی تابانی و درخشانی کی تعریف اسکی چمکیلی شعاعوں اور تیز کرنوں کے ساتھ کرنا اور آپکے فضل و کمال کی توصیف کا ذکر کرنا بالکل ایسا ہے جیسے آسمان کی مدح سرائی اسکی رفعت و بلندی کے ساتھ۔

شاہ عبد القادر صاحب نے بچپن کا مسرت انگیز زمانہ اپنے نازبردار اور مہربان والد کے سایۂ عاطفت میں بسر کیا اور تمام دینیات کی آپ ہی سے تحصیل کی لیکن باطنی فیض کے حاصل کرنے کیلئے والد بزرگوار کے علاوہ دیگر اکابر دین اور اہل کمال کی خدمت میں بھی رہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ اپنے زمانہ کے اہل کمال کے زمرہ میں نہایت وقعت و عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ اور فضلا کے حلقے میں ایسے ممتاز تھے جیسے جھلملاتے تاروں کی صف میں بدر کامل یا صبح کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں میں برقی قوت کا لیمپ۔ آپکی بے تکلف قابلیت اور خداداد لیاقت کے آگے علمائے وقت کے علوم بالکل بے رونق اور کم رواج تھے اور یہی وجہ تھی کہ علمائے زمانہ اور سلاطین وقت کی گردنیں ہمیشہ آپکے سامنے جھکی رہتی تھیں۔ مذہبی تقدس کے علاوہ دنیاوی اعزاز بھی آپ کو اسقدر حاصل تھا۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد بقدر گورنمنٹ قلعہ نے آپ کی عزت افزائی کی بیان سے باہر ہے قلعہ کے تمام شہزادے اور امراء ہمیشہ آپکے سامنے گردنیں جھکائے کھڑے رہتے تھے۔ اور آپکے ارشاد کی تعمیل کو بہت بڑا ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔ غرضکہ مذہبی تقدس اور دنیاوی اعزاز میں کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض ازل نے آپسے دریغ رکھا ہو۔

شاہ صاحب کا مکاشفہ اور کشف ایسا صحیح اور درست تھا کہ اس زمانہ میں کسی اہل کمال کو یہ نصیب نہ تھا۔ اکثر معتبر اور ثقات اشخاص سے سنا گیا ہے کہ آپنے جس امر کی بابت زبان سے فرما دیا یا اسکے بارہ میں ارشاد کیا خدا کی شان کہ ہر کرامت رسانی ظہور میں آیا۔ آپکے زہد و تقا اور متواضعانہ اخلاق اور فیاضانہ ہمت کی غائبانہ شہرت ہندوستان کی [illegible] تک پھیل گئی تھی اور کرامات و معانی ہدایت کا ہر جا چرچا [illegible] کی زبانی نہایت وصف کیا [illegible] تھا اگرچہ آپ عام اخلاق اور فطری عجز و انکساری کی وجہ سے ہر ایک شخص سے [illegible] اور وہ کسی مرتبے کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور خوش خلقی نیز مسکراہٹ کیساتھ گفتگو کرتے [illegible] لیکن قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں پر آپکا رعب چھایا ہوا تھا [illegible] بادشاہ کا [illegible] حیثیت پر چھایا جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ جب شہر کے [illegible] امرا اور اولو العزم وزرا کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا تو مجلس مبارک میں نہایت سکوت و خاموشی کیساتھ گردنیں جھکائے بیٹھے رہتے۔ ہر چند کہ انکے ذاتی اغراض و مقاصد [illegible] آپکے ہمکلام ہونے اور [illegible] کی جرأت دلاتے مگر آپ کا رعب [illegible] خاموشی کی مہر لگا دیتا۔ جس سے وہ لوگ [illegible] آپ کی تحریک اجازت کے [illegible] کے بعد بھی بجز ایک دو باتیں عرض کرنے کے زیادہ گفتگو کی مجال نہ ہوتی۔

مولانا موصوف کی حیرت انگیز اور عجیب و غریب کرامات کی روایات اس کثرت سے ہیں کہ اگر [illegible] کا بھی انتخاب کیا جائے تو [illegible] اسکی گنجائش نہیں رکھتی لہذا تطویل کے خوف سے انھیں نظر انداز کیا جاتا اور صرف اس ایک شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بیت

مرداں خدا خدا نباشند ۔ لیکن ز خدا جدا نباشند

استغنا

مولانا شاہ عبد القادر صاحب قدرتی طور پر مستغنی المزاج تھے۔ اور آپکی طبیعت میں [illegible] گوشہ نشینی [illegible] بھرا ہوا تھا [illegible] کا یہی نتیجہ تھا کہ آپ ابتدا سے وفات تک [illegible] سامان سے متنفر رہے [illegible] دنیاوی مجلسوں [illegible] زیادہ وحشت [illegible] سکتے تھے آپ اہل دنیا اور انکے تمام جھگڑوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے اپنی عمر کا [illegible] حصہ [illegible] ایک حجرہ میں بسر کر دیا۔ دنیا کی [illegible] اور شب و روز خداوندی عبادت میں مصروف [illegible]

سنبھال فرمانے کی فرصت بہت کم ملی۔ قرآن مجید کے اردو ترجمے اور تفسیر موضح القرآن کے علاوہ آپ کی کوئی اور تصنیف مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔ لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کی یہی دونوں قابل قدر دینی تصنیفیں ایسی مبارک اور نیک نتیجہ ہیں جن پر سے ہزارہا تصنیفات قربان کیجا سکتی ہیں۔

قرآن کا اردو ترجمہ

قرآن مجید کا سلیس اور فصیح اردو ترجمہ جس خوش اسلوبی اور نوک پلک سے آپنے کیا ہے وہ نظر عمیق سے دیکھنے میں نہایت سہل مختصر لیکن حقیقت میں دقیق و باریک مطالب سے لبریز۔ لفظ میں نہایت آسان مگر حقیقت مضامین سے پُر۔ چھوٹے چھوٹے مگر فصاحت و بلاغت میں ڈوبے ہوئے جملوں سے وہ حیرت انگیز مضامین ادا کئے ہیں جو انسانی طاقت سے بالکل باہر نظر آتا ہے۔ قرآن مجید کے ادق اور غامض مسئلوں کو ایسے سہل اور آسان طریقے سے بیان کرنا جس سے عالم و جاہل دونوں یکسان متمتع ہو سکیں معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم اس موقع پر اسقدر کہنے سے کبھی باز نہیں رہ سکتے کہ روز ازل سے جس شخص کی قسمت میں کلام الٰہی کے مترجم ہونے کا معزز لقب لکھا تھا وہ جناب شیخ عبدالرحیم کے پوتے اور مولوی شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور و بلند اقبال صاحبزادے شاہ عبدالقادر صاحب ہیں۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ خیاط ازل نے اس عزوبیت خلع اردو ترجمانی و فراست کا جامہ اپنے نازک ہاتھوں سے قطع کر کے جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب ہی کے جسم مبارک کے لئے تیار کیا تھا جو اسوقت آپکے قد و قامت پر نہایت موزونیت کیساتھ سج گیا۔

اسوقت اردو کے بہت سے مختلف اور متعدد ترجمے ہمارے پیش نظر ہیں جو خاص خاص مصلحتوں کی وجہ سے وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور ابھی لکھے جا رہے ہیں اور جنکی نسبت بظاہر کوئی نہ کوئی خاص بات ایسی ضرور بیان کی جاتی ہے جو دیکھنے والوں کے رجھانے اور انکی طبیعتیں اپنی طرف مائل کرنے کا کافی سامان کرتی ہو۔ لیکن جب عمیق نظر سے دیکھا جاتا ہے تو جو دلفریب خوبیاں شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے میں موجود ہیں وہ ہرگز کسی کو اب نصیب ہوئیں نہ آئندہ ہو سکتی ہیں۔ آپکے ترجمے میں ایک ایسا مقناطیسی جذب ہے جسکی طرف خود بخود دل کھنچا جاتا اور ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ دوڑا جاتا ہے۔ بعض ترجمے تفہیم عوام کے لئے بسط و شرح کیساتھ لکھے گئے ہیں اور جس اردو نے اس زمانہ میں نیا جنم لیا ہے ہر ہر فقرہ اس پیرایہ کے قالب میں ڈھالا گیا ہے اور ہمیں ذرا شک نہیں کہ مختصر بات کو صاف و سلجھے ہوئے لفظوں کی مدد سے توضیح و تفصیل کے رنگ میں ادا کر کے بیان کرنا تفہیم عوام کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ لیکن بعض خوب جانتے ہیں کہ حقیقت میں قابل قدر وہی ترجمہ ہو سکتا ہے جس کے واقعی مطالب نہایت مختصر اور عام فہم لفظوں میں ادا کیے جائیں کیونکہ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ تطویل اخلال مطالب کا

باعث ہو کر رہی ہے۔

میں دعوے کی چوٹ کہوں گا، اور ضرور کہوں گا کہ شوخیٔ ادا اور عام محاورات میں اس حسن خوبی کیساتھ قرآن مقدس کا ترجمہ کرنا صرف مولانا موصوف ہی کا حصہ تھا۔ جس طرح خدا کا مقدس پاک کلام جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک بڑا زبردست اور بھاری معجزہ ہے جس نے فصحاء عرب کے بڑے بڑے گروہوں کو اپنی مثل ایک آیت بنا لانے سے تھکا کر بٹھا دیا۔ اسی طرح یہ ترجمہ بھی جناب شاہ عبدالقادر صاحب کی ایک حیرت انگیز کرامت ہے جسکے سامنے تمام ہندوستانی علماء نے سر تسلیم خم کر دیئے ہیں اور اس جیسا ترجمہ کرنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ ایک فاضل کا یہ قابل قدر قول بیشک آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ اگر اردو زبان میں قرآن مجید نازل ہوتا تو ان ہی محاورات کے ساتھ آراستہ ہوتا جنکی رعایت جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اس ترجمے میں پیش نظر رکھی ہے۔

جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب

یہ بزرگوار جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے فرزند ہیں جو علم و فضل اور باطنی فیض میں شہرت عام رکھتے تھے۔ آپنے تمام علوم ظاہری فقہ و حدیث کی تحصیل اپنے والد بزرگوار اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے کی تھی۔ شریعت میں آپکا قدم [illegible] سالکوں سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ وضع و لباس میں [illegible] کے مشابہ تھے۔ جنہوں نے انہیں نہ دیکھا تھا وہ آپ کو دیکھکر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا۔ علمی کمال کے علاوہ اخلاق حمیدہ آپ میں ایسے تھے جو دوسروں میں بہت کم پائے جاتے تھے۔ توکل و قناعت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور باوجود [illegible] اہل دنیا اور اہل دنیا کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے۔ آپکے اکثر اوقات [illegible] کی طرف مصروف تھے۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب شاہ عبدالغنی صاحب کے حالات زندگی کسی ایسے وسیلے سے دستیاب نہیں ہوئے جنہیں میں بے کم و کاست یقین کر سکتا۔ اور یہی سبب ہے کہ میں ان واقعات کو بالکل قلم انداز کرتا ہوں جو کوئی زبانی سنے گئے ہیں اور کسی تذکرہ یا تاریخ میں نہیں دیکھے گئے۔

جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید

روز ازل میں جس شخص کی قسمت میں قاطع بدعت ہونا لکھا تھا وہ شاہ عبدالغنی صاحب کے فرزند رشید اور جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید ہیں جو پرچم خدائے ذوالجلال کی توحید پھیلانے اور شرک و بدعت کو ہندوستان سے مٹانے کا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اُٹھایا تھا خدا تعالیٰ نے آپکے بزرگ ہاتھوں سے اُسکو اسدرجہ تقویت عطا کی کہ علم توحید کا عظیم الشان پھریرا دہلی کی سرزمین سے بلند ہو کر دور دور کی سرسبز سلطنتوں تک بڑے زور شور سے لہرانے لگا۔

مولانا شہید کی تاریخ ولادت، تربیت و تعلیم

مولانا شہید کی تاریخ ولادت میں علما کا باہم اختلاف ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۱۹۳ھ کو پیدا ہوئے۔ آپکے پیدا ہونیکے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے جن کا نام بی بی فاطمہ تھا باوجودیکہ نہایت ضعیف و کمزور تھیں خود ھی شروع تک دودھ پلایا۔ اور نہایت عمدہ طور پر پرورش کی جب آپنے چھٹے سال میں قدم رکھا تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ عبدالغنی صاحب نے آپ کو قرآن مجید پڑھنے کیلئے بٹھلایا اور بخدمت ایک بزرگ معلم کے سپرد کی۔ آٹھ سال کی عمر میں آپنے قرآن مجید حفظ کر لیا اور اسکے بعد صرف نحو کے مختصر رسالے پڑھنے شروع کیے۔ دو تین برس کے عرصہ میں صرف نحو کی معمولی درسی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے نکال لیں اور اب آپ باقاعدہ تعلیم پانے لگے۔

صرف نحو اور معقول کی تمام کتابیں اور فقہ آپنے اپنے والد بزرگوار ہی سے پڑھیں اور جب آپکے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا تو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ہونہار اور بلند اقبال بھتیجے کو اپنے سایہ عاطفت میں لیلیا اور بجائے فرزندوں کے پرورش کی روز و شب آپ کی تکمیل میں ساعی رہے اور تسلی ہو لینے تک کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

یہ امر ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جوہر قابل محتاج تربیت و نیاز مند تعلیم نہیں ہوتا اور جسے فطرت ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اُسکے دلکو پہلے ہی ربانی قابلیتوں سے آراستہ و پیراستہ کر دیتی ہے یہی حال حضرت مولانا شہید کا تھا کہ آپکے ضمیری جوہروں نے تائید الٰہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی جس کی وجہ سے ازلی اسرار بے حجاب آپ پر منکشف ہو گئے تھے اور فطری ضمیری جوہر خود بخود اپنی اصلی تابانی اور درخشانی دکھا رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ میں کتابوں کے مطالعہ کیطرف چنداں ملتفت نہ تھے اور جب آپ حضرت ممدوح کی خدمت میں کتاب کھولکر بیٹھتے تو استغنا کی وجہ سے آپ کو یہ محفوظ نہ رہتا تھا کہ سبق کہاں سے شروع ہوگا۔ اور جب آپکو سبق کا پتا نہ لگتا تھا تو کبھی اسکی بعد کی عبارت سے شروع کر دیتے جب

شاہ صاحب [illegible] فرماتے تو آپ کہتے میں نے اس مطلب کو آسان سمجھکر نہیں پڑھا۔ اگر یہ وہ مقام نہایت مشکل اور لاینحل ہے۔ لیکن جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی ترغیب پر آپ اس مقام کو اس [illegible] تقریر کرتے کہ حاضرین جلسہ حیرت کا پتلہ بنجاتے اور بڑے بڑے علما [illegible] کرنے لگتے۔ علی ہذا القیاس کبھی ایسا ہوتا [illegible] جناب شاہ عبدالعزیز صاحب [illegible] میں توجہ کی بہت کم حاجت پڑتی۔

مولانا شہید جب تمام علوم نقلیہ [illegible] سے فارغ ہو گئے تو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھنا شروع کی۔ علم حدیث ایک نہایت ہی اہم اور دشوار گزار علم ہے۔ اسکی اہمیت کو ہر شخص خوب جانتا ہے [illegible] لیکن ہمارے مولانا شہید کے [illegible] آگے یہ علم بھی نہایت آسان تھا۔ آپنے [illegible] حاصل کر لیا اور [illegible] اپنے [illegible] کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے [illegible] آپکے سامنے زانوئے شاگردی طے کرنے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

الغرض اس خداداد [illegible] سولہ برس کی عمر میں جناب مولانا شہید کتب معقول و منقول سے فراغت حاصل ہو گئی [illegible] عالم [illegible] خاص و عام [illegible] کتاب [illegible] کتاب [illegible] تھے [illegible] خیال کرتے تھے [illegible] ضرورت ہوتی [illegible] دریافت کرتے [illegible] بیان کریں۔ لیکن [illegible] خوشی سے [illegible] آپ کی

شیوا بیانی اور تبحر علمی پر عش عش کرنے لگتے۔

مولانا شہید کی فقہ دانی

مولانا شہید کی فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات و حدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے اور وہ وجوہات فقیہہ بیان کرتے تھے کہ بڑے بڑے نامور اور مشہور فقیہ سنکر دنگ ہو جاتے تھے آپنے معقول کی کتب کتابوں پر نہایت وزنی حواشی چڑھائے ہیں جنہیں دیکھکر آپ کی علمیت و قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے از بسکہ آپ کی طبیعت اس علم کی طرف زیادہ مائل تھی لہذا آپنے ایک پر زور رسالہ منطق میں لکھا اور اسمیں شکل اول کے بعید الطبائع اور شکل رابعہ کے بدیہی الانتاج ہونے کا دعوی کیا اور اسکے دلائل اس قوت و استحکام کے ساتھ بیان فرمائے کہ بلا مبالغہ اگر معلم اول موجود ہوتا تو اپنے دلائل و براہین تار عنکبوت سے زیادہ سست و کمزور سمجھتا اور بیرایہ فروانا زانوئے شاگردی طے کرتا۔

مولانا شہید کی بعض تصنیفات

آپنے اثبات رفع یدین میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین ہے اور جس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک نہایت مقبولیت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے یہ رسالہ ایک عجیب دلچسپ پیرایہ میں لکھا گیا ہے اور حقیقت میں اس بیہودہ شور و شر کے مٹانے کی غرض سے تالیف کیا گیا ہے جو دہلی کے مولویوں میں رفع یدین کی بابت مدت سے پڑا ہوا تھا تعصب اور ہٹ دہرم مولویوں کے ایک بڑے گروہ نے صرف اس فروعی اختلافی مسئلہ میں یہانتک تشدد کیا کہ ایک دوسرے کو بلا دریغ کافر کہنے لگا جو شخص رفع یدین کرتا تھا وہ اپنے اس مسلمان بھائی کو بے روک اسلام سے خارج کرتا تھا جو رفع یدین کیا کرتا تھا علی ہذا القیاس رفع یدین کرنے والا شخص نہ کرنے والے کو کافر بناتا تھا۔ مولانا شہید نے اس فضول شور و شر اور بیہودہ و ہولناک غلط فہمی کو اڑا دیا اور اثبات رفع یدین میں نہایت قوی اور مشہور حدیثوں سے استدلال کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فقہا کے دلائل جو اسکے مقابل تھے اپنے سوالات سے اسطرح اٹھایا کہ غیر متعصب منصف کو بجز تسلیم کے اور کچھ بن ہی نہیں آتا اسکے علاوہ اور چند رسائل مختلف فنون میں آپ کی تالیف سے ہیں جو مولانا شہید کی محسوس یادگاریں ہیں

چونکہ مولانا شہید کو ابتدائی زمانہ سے کسب فیض باطن کا بہت خیال تھا لہذا جناب غفران مآب زبدۃ اولاد حضرت خیر الانام جناب سید احمد قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اعتقاد صمیم پہنچایا اور ان سے فیض باطن کسب کیا۔ ازاں بعد پیر کی رفاقت میں سفر حجاز اختیار کیا۔ اور مناسک حج ادا کرکے ہندوستان کی طرف مراجعت کی اور حضرت پیر مرشد کی خدمت میں اطراف و جوانب میں زندگی بسر کی اور مخلوق خدا

[illegible]

منظر میں تھی سے میں فیصدی پانچ کے انتخاب میں بھی گنجائش نہیں دیکھتا اور بیجا طور سے قلم کی زبان خشک ہوئی جاتی ہے لہذا میں انہیں یہیں چھوڑ کر آپکے آخری حالات نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کرتا ہوں۔

مولانا شہید حجاز کے متبرک سفر اور ہندوستان کے اطراف وجوانب کے باشندوں کو اپنے رشد وہدایت سے فیضیاب کرکے اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق دہلی شاہجہان آباد کی طرف متوجہ ہوئے اور ملکی بہبودی کے اصول پیش نظر رکھ کے یہاں کے لوگوں کیلئے رشد وہدایت کا دروازہ کھولا اور وعظ ونصائح سے اہل غفلت کے کان کھولدیئے جو مسائل کہ ضروریات دین میں شمار کیے جاتے تھے اور جن پر مداومت و مواظبت کرنا اہل اسلام پر فرض تھا۔ اور علماء وقت کی سستی و کاہلی کی وجہ سے عوام تو الگ رہے خواص کے بھی گوش وہم تک نہ پہنچے تھے مولانا کی انتہا درجہ کی کوششوں سے سب پر کھل گئے اور اب شرک و بدعت کی بنیادیں متزلزل ہو کر ڈھے پڑیں اور اعلام سنت کا آوازہ ہر وضیع وشریف کے کان تک پہنچ گیا جن ارباب شیخیت اور صاحبان تشخیص کے ساتھ خاص وعام کی ارادت کا رشتہ اور سلسلہ اعتقاد مضبوط و مستحکم تھا۔ اور کسیکو ان کی مداہنت کا گمان نہ ہوتا تھا۔ انہیں تخت طغیان پیدا ہوا اور دنیا طلب مولویوں کے گروہ میں ایک بہت بڑا تہلکہ پڑ گیا۔ انہیں خیال ہوا کہ اگر یہ مسائل عوام کے کان تک پہنچ گئے تو ہمارے حق میں ضعف اعتقاد کا موجب ہوگا اور رفتہ رفتہ ہماری روزی کی عمارتیں ڈھا دیجائینگی ہمارا قبضہ میں نہ آئینگے اور وہ بات بات میں بحث کرنے کو طیار ہو جائینگے اس بیہودہ خیال نے ان کے دلوں میں ایک آگ مشتعل کردی اور علاوہ کفر کے فتوے دینے کے مولانا موصوف کے جانی دشمن ہو گئے اور منازعت و مخالفت سے درپئے ایذا پہنچانے کے درپے اذیت و اہانت ہوئے۔

لیکن چونکہ تائید ایزدی مولانا کے شامل حال تھی اور روز ازل سے قاطع بدعت ہونا آپ کی قسمت میں لکھا گیا تھا۔ آپ اس ہدایت وارشاد سے باز نہ آئے اور کسی ملامت کا کسی قسم کا خوف نہیں چل سکا آپکے وعظ ونصائح میں اس درجہ اثر تھا کہ خلق کو بیانتک اختیار سنت نبوی کی توفیق اور ترک بدعات کا ولولہ پیدا ہوا کہ چند روز میں ایک ادنی طرح کا انوار ہر شخص کی پیشانی احوال سے چمکنے لگا اور

مولانا شہید کی فقہ دانی

مولانا شہید کی بعض تصنیفات

شیوا بیانی اور تبحر علمی پر عش عش کرنے لگتے۔

مولانا شہید کی فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات و حدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے اور وجوہات مجتہدہ بیان کرتے تھے کہ بڑے بڑے نامور اور مشہور فقیہ سنکر دنگ ہو جاتے تھے آپنے معقول کی کتابوں پر نہایت وزنی حواشی چڑھائے ہیں جنہیں دیکھکر آپ کی علمیت و قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے از بسکہ آپ کی طبیعت اس علم کی طرف زیادہ مائل تھی لہذا آپنے ایک پر زور رسالہ منطق میں لکھا اور اُسمین شکل اول کے بدیہی الطباع اور شکل رابعہ کے بدیہی الانتاج ہونیکا دعوی کیا اور اُسکے دلائل اس قوت و استحکام کے ساتھ بیان فرمائے کہ بلا مبالغہ اگر معلم اول موجود ہوتا تو اپنے دلائل و براہین تار عنکبوت سے زیادہ سست و کمزور سمجھتا اور بہ زانوے شاگردی طے کرتا۔

آپنے اثبات رفع یدین میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین ہے اور جس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک نہایت مقبولیت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے یہ رسالہ ایک عجیب و دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہے اور حقیقت میں اس بیہودہ شور و شر کے مٹانے کی غرض سے تالیف کیا گیا ہے جو دہلی کے مولویوں میں رفع یدین کی بابت مدت سے پڑا ہوا تھا متعصب اور ہٹ دھرم مولویوں کے ایک بڑے گروہ نے صرف اس فروعی اختلافی مسئلہ میں یہانتک تشدد کیا کہ ایک دوسرے کو بلا دریغ کافر کہنے لگا جو شخص رفع یدین کرتا تھا وہ اپنے اس مسلمان بھائی کو بے روک اسلام سے خارج کرتا تھا جو رفع یدین کیا کرتا تھا علے ہذا القیاس رفع یدین کرنے والا شخص نہ کرنے والے کو کافر بناتا تھا۔ مولانا شہید نے اس فضول شور و شر اور بیہودہ و ہولناک غلط فہمی کو اڑا دیا اور اثبات رفع یدین میں نہایت قوی اور مشہور حدیثوں سے استدلال کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فقہا کے دلائل جو اُسکے مقابل تھے اپنے سوالات سے اسطرح اُٹھا دیا کہ غیر متعصب منصف کو بجز تسلیم کے اور کچھ بن ہی نہیں آتا۔ اسکے علاوہ اور چند رسائل مختلف فنون میں آپ کی تالیف سے ہیں جو مولانا شہید کی محسوس یادگاریں ہیں۔

چونکہ مولانا شہید کو ابتدائی زمانہ سے کسب فیض باطن کا بہت خیال تھا لہذا جناب غفران مآب زبدۂ اولاد حضرت خیر الانام جناب سید احمد قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اعتقاد بہم پہنچایا اور اُن سے فیض باطن کسب کیا از ان بعد پیر کی رفاقت میں سفر حجاز اختیار کیا۔ اور مناسک حج ادا کر کے ہندوستان کی طرف مراجعت کی اور حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں اطراف و جوانب میں زندگی بسر کی اور مخلوق خدا

[illegible] میں ارشاد و ہدایت [illegible] مولانا شہید کے [illegible]

نظروں میں سے میں فیصدی پانچ کے انتخاب میں بھی گنجائش نہیں دیکھتا اور جنکے بقدر ضرورت تذکرہ کی زبان تشنہ ہوئی جاتی ہے لہذا میں انہیں یہیں چھوڑ کر آپکے آخری حالات نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کرتا ہوں۔

مولانا شہید حجاز کے متبرک سفر اور ہندوستان کے اطراف و جوانب کے باشندوں کو اپنے رشد و ہدایت سے فیضیاب کر کے اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق دہلی شاہجہان آباد کیطرف متوجہ ہوئے اور ملکی ہمدردی کے اصول پیش نظر کر کے یہاں کے لوگوں کیلئے رشد و ہدایت کا دروازہ کھولا اور وعظ و نصائح سے اہل غفلت کے کان کھول دیے جو مسائل کہ ضروریات دین میں شمار کیے جاتے تھے اور جن پر مداومت کرنا اہل اسلام پر فرض تھا اور علماء وقت کی سستی و کاہلی کی وجہ سے عوام تو الگ رہے خواص کے بھی گوش و ہوش تک نہ پہنچے تھے مولانا کی انتہا درجہ کی کوششوں سے سب پر کھل گئے اور اب شرک و بدعت کی بنیادیں متزلزل ہو کر ڈھے پڑیں اور اعلام سنت کا آوازہ ہر وضیع و شریف کے کان تک پہنچ گیا ہیں ارباب مشیخت اور صاحبان تشخص کے ساتھ خاص و عام کی ارادت کا رشتہ و سلسلہ اعتقاد مضبوط و مستحکم تھا۔ اور کسیکو ان کی حاجت کا گمان نہ ہوتا تھا انہیں سخت خلجان پیدا ہوا اور دنیا طلب مولویوں کے گروہ میں ایک بہت بڑا تہلکہ پڑ گیا۔ انہیں خیال ہوا کہ اگر مسائل عوام کے کان تک پہنچ گئے تو ہمارے حق میں ضعف اعتقاد کا موجب ہوگا اور رفتہ رفتہ ہماری روزی کی عمارتیں ڈھا دیجائیں گی ہمارے قبضہ سے نکل جائیں گے اور وہ بات بات میں بحث کرنے کو طیار ہو جائینگے اس بیہودہ خیال نے ان کے دلوں میں ایک آگ مشتعل کر دی اور علماء و کفر کے فتوے دینے کے مولانا موصوف کے جانی دشمن ہو گئے اور منازعت و مخالفت سے جہانتک [illegible] پہنچے اُنکے درپے اذیت و اہانت ہوئے۔

لیکن چونکہ تائید ایزدی مولانا کے شامل حال تھی اور روز ازل سے تاج وجاہت بنام آپ کی قسمت میں لکھا گیا تھا۔ آپ اس ہدایت و ارشاد سے باز نہ آئے اور کسی ملامت کا کسی قسم کا خوف نہیں کیا آپ کے وعظ و نصائح میں اس قدر اثر تھا کہ خلق کو یا تک اختیار سنت نبوی کی توفیق اور بدعات کا ولولہ پیدا ہو کے چند روز میں ایک ادنی طرح کا نور ہر شخص کی پیشانی احوال سے چمکنے لگا اور

سفیدون کا بازار بالکل کاسد و بے رونق ہوگیا تمام لوگون پر یہ بات ظاہر و شمس ہوگئی کہ جنہیں ہم آجتک مذہبی پیشوا سمجھتے تھے اور جنکے آگے ہر وقت گردنین جھکائے کھڑے رہتے تھے وہ حقیقت مین دین کے راہزن تھے جو مال و دولت کے طمع مین امور حق کو چھپاتے اور ہمیشہ سبز باغ دکھلاتے رہے۔

مولانا شہید کا

حقیقت مین جو باتین اسوقت مسلمانون مین رائج تہین اور جن سے اسلام شرک و بدعت مین گہری کہچڑی ہوا تھا مولانا شہید نے اُنہین اسطرح علیحدہ کرکے دکھادیا اور قرآن و حدیث سے اُن کی ایسی تردید کی کہ ہوا کا رخ ادہر سے اُدہر ہوگیا اور بجائے شرک و بدعت کے ہر شخص کے دل مین سچے اسلام کی روشنی چمکنے لگی دہلی کے تمام بے نمازی لوگ پابندی کے ساتھ نمازین پڑھنے لگے اور ہزار ون نے واعظ کو ایسی نماز کی توفیق ہوئی کہ جامع مسجد مین نماز جمعہ کے لیے وہ کثرت ہونے لگی جو عید گاہ وہین نماز عیدین کیلیے ہوا کرتی ہے اور جس کی مثال آجتک قایم ہے۔ یہ تائید الٰہی اور مولٰنا کی صدق نیت و خلوص کا یہی اثر ہے جو اس وقت تک ایک حال پر دیکھا جاتا ہے۔ بیشک اس احیاء سنت کا ثواب آپکے اعمال کے رجسٹر مین آجتک لکھا گیا اور انشاء اللہ آیندہ قیامت تک لکھا جائیگا والحمد للہ علے ذالک۔

مولٰنا شہید کی عادت تہی کہ جمعہ اور سہ شنبہ کو جامع مسجد مین مجلس وعظ مرتب کرتے اور ہزارہا لوگ غول کے غول آآکر جمع ہوتے تھے اس چار روز کے عرصہ مین عوام الناس کو تو چنداں خیال نہ ہوتا لیکن لکھے پڑہون کے گروہ مین ایک عام تحریک پہیلجاتی اور ہر شخص کہتا کہ دیکھیے مولٰنا آیندہ وعظ مین کیا فرمائینگے۔ عام طلبہ عقلانت نہاد گستوہون کے اغواسے طرح طرح کے شبہے پیدا ہوتے اور ہر طالب علم اپنے خیال مین فلاطون اور ارسطو بنا رہتا اور یہ سمجھتا کہ اب کے وعظ مین مولوی اسمٰعیل کو ایک بات مین بند کرونگا۔ لیکن تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ مولٰنا کی سموئی ہوئی مذہبی پولیسی دہلی کے تمام علماء پر عجیب و غریب اثر ڈال رہی تھی۔ اور آپ کی تقریر مین وہ جادو بھرا ہوا تہا کہ لوگ گہرون سے ارادہ کرکے جاتے تھے کہ عین وعظ مین مولٰنا شہید کی مخالفت کرینگے۔ لیکن وہان بجز خاموشی کے اور کچھ بن نہ آتا تہا۔ آپ ابتدائے وعظ مین چند جملے تمہید کے طور پر فرماتے اور انکی جامعیت سے وہ چیزین مذکور ہوتین کہ ہر شخص اپنے شبہہ کا جواب پالیتا اور کسیطرح کا خدشہ باقی نہ رہتا۔ حتٰی کہ ختم تمام وعظ کے بعد کسی کو یہ خلجان نہ رہتا کہ ان شبہات کو بہ اپنی زبان سے بیان کرکے طالب دلیل ہو۔ ہر وعظ مین عمدہ مقاصد اور اعلٰی مطالب شرک و بدعت کی تردید اور احیاء سنت کی نسبت ہوتے تھے۔ آپ کی تقریر نہایت صاف اور منجہی ہوئی تھی

ستانی جمع ہوگئے۔ آپکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سبنے اپنا امام و مقتدا تسلیم کیا۔ اب آپنے فوج کی نگی کیطرف عنان توجہ مبذول فرمائی اور مولنا شہید لشکر اسلام کے جنرل مقرر ہوئے۔ اس لشکرنے بہادر جنرل کے حکم سے حرکت کی اور پختار سے نکلکر آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا چندروز تک عشر و طریقہ اسلام مین خراج کی ایک قسم ہو آپکے پاس آنے لگا۔ اور پشاور اور بعض مقام وغیرہ سکھون کی عملداری سے نکلکر غازیان اسلام کے تصرف مین آگئے۔

مولانا شہید کا رعب سکھون پر اسقدر چھایا ہوا تھا کہ وہ کچھ ملک دینے پر بخوشی راضی ہوگئے لیکن چونکہ آپ کو ترویج اسلام پیش نظر تھی اس لیے آپنے اس بات کو قبول نہین کیا اور کئی سال تک جنگ کا سلسلہ یون ہی چلا گیا۔ قوم افاغنہ چونکہ نہایت لالچی اور بندۂ زر تھے۔ سکھون کے اغوا سے منحرف ہوگئے۔ اور عین معرکۂ جنگ مین آپسے دغا کی۔ روز ازل سے آپکی قسمت مین دولت شہادت لکھی تھی اور یہ عظیم الشان درجہ آپکو ملنا تھا اسلیے آپ بالکل مطمئن اور بیخوف تھے۔ افاغنہ کے یون منحرف ہوجانے اور ایک ایسے نازک موقع پر ساتھ چھوڑ دینے سے کچھ تشویش دل مبارک مین نہین ہوئی۔ اور جس طرح جان توڑ توڑ کر آپ سکھون سے لڑے ہین حد سے زیادہ داد دینے کے قابل ہے۔

الغرض بعد سخت خونریزی کے مولنا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولنا سید احمد صاحب مع اکثر صاف اعتقاد مسلمانون کے بالاکوٹ کے قریب شہید ہوئے۔ اور یہ جانکاہ واقعہ بقول ایک مورخ کے ماہ مئی ۱۸۳۱ء کو وقوع مین آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمام شد
خاتمہ کتاب

آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت ۔۔۔ کز عین التفات برین عرض بگذری

معزز ناظرین ہ تاریخانہ واقعات لکھنے اور گزشتہ حالات کی ہو بہو اور دلچسپ تصویر کھینچنی کوئی شکل امر نہین لیکن اُن واقعات کی تلاش و جستجو کرنا جنھین مورخون نے عام جزئیات اور معمولی حالات سمجھکر نظر انداز کر دیے ہون اور پھر ہر واقعہ کی نسبت غیر معمولی چھان بین کر کے انھین زمانہ کی طرز رفتار کے مطابق تاریخی جامہ پہنانا نہایت اہم اور مشکل بات ہو۔ اس اہمیت اور اشکال کا وہی شخص اندازہ کر سکتا ہے جس نے کبھی یہ کام کیا ہو۔ ایک ایسے صاف باطن تذکرہ نویس سے جس نے مذکورہ امور کا التزام اپنا منصبی فرض قرار دیا ہو پوچھنا چاہیے کہ اس قسم کے واقعات قلمبند کرتے وقت اُسے کن کن مشکلات اور دقتون کا سامنا کرنا پڑتا ہے